تاریخ وسط ہند

جلد دوم

سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ وسطِ ہند

جلد دوم

دوسرا ایڈیشن ۱۸۲۳ء

از

میجر جنرل سر جان میلکم

ترجمۂ

قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔اے

سابق رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

ترجمۂ ضمیمہ جات ۱ تا ۱۸

مولوی میر محمود علی صاحب ایم۔اے لکچرار تاریخ سٹی کالج بلدہ

۱۳۶۳ھ م ۱۳۵۴ف م ۱۹۴۴ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

تاریخ وسط ہند جلد دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ وسط ہند

جلد دوم

باب سیزدہم

نظم و نسق مالگزاری

اس مبحث میں داخل ہونے کے قبل مناسب ہوگا کہ اس امر کی جانچ کی جائے کہ جس زمین سے مالگزاری حاصل ہوتی ہے وہ ہے کس کی اور کس شرط کے ساتھ وہ قابضین کے ہاتھ میں ہے۔

مالوے اور اس سے ملے ہوئے صوبوں کے شرائط قبضۂ زمین ہندوستان کے دوسرے حصص کے شرائط سے کسی حقیقی حد تک مختلف نہیں ہیں خواہ حکمراں کے حقوق کے اعتبار سے دیکھا جائے یا رعایا کے حقوق کے اعتبار سے۔

اس سوال کے دو حصے ہیں ایک نظری اور دوسرا واقعی زیر عمل۔ اول الذکر پر غالباً اس سے زیادہ توجہ کی گئی ہے جس کا وہ مستحق ہے اور آخر الذکر پر کمتر۔

اس بحث کے نظریے میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوؤں کے مقدس مصنفین کی رائے کے بموجب زمین اولاً اس شخص کی ملک تھی جس نے اس پر قبضہ کیا اور اس کی کاشت کی۔ ان مصنفین سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ زمین کی کاشت اور املاک کے قبضے کے بعد رونما ہوئے اور ہم ہندوؤں کی نہایت محترم کتابوں میں یہ بیان پاتے ہیں کہ بادشاہی کے آغاز پر زمین کا دس فیصدی

لہ۔ ابتدائی ہندو حکمرانوں کے لئے زمین کی جو پیداوار مخصوص کی گئی اس میں اور جو عشر

باب ۱۳

محصول بادشاہوں کے لئے ان کے تحفظ کے عوض مقرر کیا گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بادشاہوں کے مصارف کی ضرورت کے اعتبار سے یا رعایا کے حقوق اور املاک میں دخل دینے کی قابلیت کے زیادہ ہوجانے کی وجہ سے یہ محصول بھی دوسرے محصولوں کی طرح بڑھ گیا۔ اور مسلمان فاتحین ہند اگرچہ ایسے ملکوں سے آئے جہاں ظلم و ستم کے باوجود افراد کی ملوکہ زمین سختی کے ساتھ محفوظ رکھی گئی ہے ان کی نسبت بھی یہ گمان نہیں ہوتا کہ جنھیں وہ کافر سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ کافروں کا سا برتاؤ کرتے تھے ان کے مقاصد یا ان کی ملک کیلئے انھوں نے ضرورت کی مجبوری کے علاوہ کسی خاص لحاظ سے کام لیا مگر ان حملہ آوروں کے تعصب یا ان کی مطلق العنانی نے ہندوستان کی ہندو آبادی کے عادات، ادارات یا حقوق پر کوئی تغیر پذیر اثر نہیں ڈالا۔ ان میں پریشانی پیدا ہوئی مگر وہ برباد نہیں کئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان حکمرانوں نے زمین کے محصول یا پیداوار میں فرمانرواؤں کے حصے کو متعدد اطراف ہند میں بڑھا دیا اور یہ اس طرح ہوا کہ انھوں نے اپنے خاندان کے لوگوں اور اپنے تابعین کو عطیات[1] دیے مگر زمین پر کاشتکار کے حق ملک کو کبھی زیر بحث نہیں لایا گیا۔

۴

اور جہاں انتہائی ظلم و زیادتی کی وجہ سے یا مسلسل انقلابات کی وجہ سے ضلع یا صوبے کی اصلی باشندوں کا خاتمہ ہوگیا یا نکل گئے (جیسا کہ وسطی ہند کے متعدد حصص میں ہوا) وہاں محض دو تین نسلوں تک زمین کے قابض رہنے نے ایک بڑی حد تک اس کاشتکار کا حق قائم کر دیا جس نے اس کھیت کا دعویٰ کیا جیسے اس کے باپ نے اپنے کھیت کی طور پر جوتا بویا ہوا اور وہ اس کی اولاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس کی کلیسائی پادریوں کے لئے مقرر کی گئی (جس کا ماخذ ہو دیوں کا ضابطہ) ان دونوں میں ایک نمایاں توافق معلوم ہوتا ہے۔

[1] عطیات مختلف قسم کے تھے :۔ (۱) انعام جو عام طور پر خیراتی مقاصد کے لئے تعین ہوتا تھا۔ جاگیر تو عام طور پر خدمات کے صلے میں زمین کی صورت میں دی جاتی تھی۔ التمغہ یعنی علاقہ جو خدمت کے عوض دیا جاتا تھا، یا معافی کے طور پر دیا جاتا تھا جیسا کہ فرمان میں ظاہر کیا گیا ہو۔

کا حق ہو۔ بشرطیکہ وہ حکومت کا حصہ ادا کر سکتا ہو یہ دعویٰ بدترین ستمگاروں نے بھی تسلیم کیا مگر اس قسم کے کاشتکاروں کو اپنی زمین کے بیچنے کا حق نہیں ملا، جو جنوبی ہند کے مالکان زمین کے ایک بڑے حصے کو حاصل تھا۔ مالوے اور اس کے قرب و جوار کے صوبوں کی زمین جن شرائط پر کاشتکاروں کے قبضے میں ہے وہ متواتر انقلابوں کی وجہ سے بہت ابتر ہو گئے ہیں۔ یہ وہ صوبے ہیں جو بہت ابتدائی زمانے میں مسلمانوں کے زیر اقتدار آ گئے تھے اور ان کی موجودہ آبادی سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ہر قبیلے اور طبقے کے ہندو بہت کثرت سے ان فاتحین کے ساتھ ہندوستان میں آ گئے تھے، بعد میں گجرات کے ہندوؤں نے ان صوبوں کے میدانوں میں ایک دوسری روبہادی اور ان کے اولین باشندوں کے تمام نشان تقریباً ناپید ہو گئے۔ یہ ملک ایک صدی سے زائد تک بےشمار چھوٹے چھوٹے غاصبوں کے تحت رہا اور نتیجہ یہ ہے کہ اس میں اتنے تغیرات اور اتنے ظلم و ستم ہوئے کہ اگر وہ ایک مطلق العنان کے تحت ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ یہ مطلق العنان اپنے اختیار کو جس قدر بری طرح چاہتا کام میں لاتا مگر وہ دوسروں کو روکے رہتا۔ لیکن خوش قسمتی سے مسلمانوں کی عصبیت اور مرہٹوں کی ہوس کی دونوں ان قدیم اداروں کو سمجھتی اور ان کی قدر کرتی تھیں۔ جن سے ہندوستان میں ہر گاؤں ایک آزاد اور ممیز جمعیت بن جاتا اس پر خود اسی کے عہدہ دار اسی حدود کے اندر حکمرانی کرتے تھے، یہ ادارے جہاں پائے گئے ان کی قدر کی گئی اور جہاں باشندوں کی موت یا ترک مقام کی وجہ سے ضائع ہو گئے تھے وہاں پھر قائم کئے گئے اور جن حالات میں وہ گزشتہ (تیس ۳۰) برس کے اندر وسطی ہند میں باقی رہے ہیں ان سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ وہ ناقابل بربادی ہیں، جب تک کہ صاحب اقتدار واقعاً یہ سعی نہ کرے کہ وہ ایک قائم شدہ ادارے کو جو مدت ہائے دراز تک ہندوستانی حکومت کی بنیاد رہا ہے ختم کر دے۔

وسطی ہند کی زمین حکومتوں[ل] میں منقسم ہے جن میں دس سے چالیس تک

ل۔ بڑی قسمت یا حکومت اگرچہ عام طور پر رائج نہیں ہے تاہم مختلف ریاستوں کے رجسٹروں میں

باب ۱۳

ضلع[1] شامل ہیں ہر ضلع میں پچاس سے تین سو تک گاؤں[2]۔ دوسری زیر تقسیم چھوٹا ضلع[3] (جس کا اندازہ پانچ چھ گاؤں سے تیس تیس گاؤں تک ہے) آخر الذکر میں دو تین یا چار چھوپڑے ہوتے ہیں جنھیں مالگذاری کے کاغذوں میں تو ابع کہتے ہیں۔

درحقیقت مذکورۂ بالا تقسیمیں وہ قدیم تقسیم ہیں جنھیں مغل شاہنشاہوں نے قایم کیا تھا اور اگرچہ حالات نے قدیم نظم کی یکسانیت[6] کو بہت کچھ شکست کر دیا ہے مگر نام اب بھی برقرار ہے اور حسابات و سرکاری کاغذات میں استعمال ہوتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) موجود ہے۔ اُن کے دفاتر میں اس کے حدود وہی ہیں جو اس وقت تھے جب ملک دہلی کے تابع تھا اس کی نوعیت میں کسی طرح کے تغیر سے ہر ہیٹے اس قدر کارے ہیں کہ میں نے متعدد پٹوں میں جو ۱۸۲۰ء میں عطا کیے گئے تھے اور جن کا میں نے معائنہ کیا ہے گاؤں کا بیان اس طرح دیکھا کہ پرگنۂ اندورا ور سرکار اُجین درج ہے۔ اول الذکر ملکر کا دار الصدر ہے اور رواج کے مطابق اب تک سرکار اجین میں درج ہوتا ہے جو اس کے رقیب سندھیا کی سلطنت میں ہیں۔

۱۔ ضلعوں کو پرگنہ یا محال کہتے ہیں، آخر الذکر ایک فارسی لفظ ہے وہ قصبے یا شہر کے حلقوں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

۲۔ پرگنہ پیپ لودا میں دس گاؤں اور مالوے کے پاس دوسرے پرگنوں میں بیس سے زیادہ نہیں مگر یہ مستثنیات ہیں بہتر سے اسی تک عام تعداد ہے۔ اندور میں تین سو باسٹھ گاؤں ہیں بھیلسا میں (۷۵۰) گاؤں مگر یہ ایک غیر معمولی مثال ہے۔ یہ سابق میں سرکار تھا اور اب بھی سرکار عالمگیر کہلاتا ہے۔

۳۔ چھوٹے ضلع کو تعلقہ کہتے ہیں اور کبھی کبھی پٹہ۔ مالوے کے بعض حصوں میں نیز باگور کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں لفظ پٹہ بڑی قسمتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ڈونگر پور میں سب سے بڑے پٹے میں (۱۹۱) گاؤں ہیں اور سب سے چھوٹے پٹے میں (۱۹) اور بانسواڑے میں سب سے بڑے پٹے میں (۲۵۰) اور سب سے چھوٹے پٹے میں (۵۹) ڈونگر پور میں زیر تقسیم یہی ہیں مگر بانسواڑے میں دو پٹے ضلعوں میں تقسیم ہیں جن میں (۳ تا ۴۴) تک گاؤں شامل ہیں۔

۴۔ حسابات میں بڑے گاؤں کو اصلی کہا جاتا ہے اور چھوٹے گاؤں کو ذیلی۔

۵۔ اکبر کے نظم کے بموجب ایک صوبے میں (۲۲) سرکار یعنی چھوٹی تحویلیں ہونا چاہئے۔ ایک سرکار میں (۲۲) پرگنے اور ایک پرگنے میں (۲۲) پٹے اور ایک پٹے میں (۲۲) گاؤں۔ مگر ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ یہ قطعی تقسیم اس نظم سے سوا کسی زمانے میں اتنی موجود بھی رہی ہو۔

تمام زمین خواہ پڑیت ہو یا پہاڑی۔ سب قسمتوں کے اندر شامل ہے جن
کے حدود طبعی یا مصنوعی ہوتے ہیں مثلاً دریا، نالا، پہاڑیوں کا سلسلہ،
درخت، چٹان، پشتے یا کسی دو نمایاں چیزوں کے درمیانی حدود،
زمینوں کی پیمائش جن میں تالاب، کنویں، مکانات وغیرہ اور کچھ رقبے
شامل تھے۔ مغل حکومت کے زمانے میں ہوئی تھی اور پیمائش کی یادداشت
ضلع کے ہر ایک ذمہ دار نیز ہر ایک فرنویس کے دفتر میں رہتی تھی۔
ان میں سے متعدد یادداشتیں اس وقت تک بچی ہوئی ہیں مگر جہاں کی
یادداشتیں ضائع ہو گئی ہیں۔ وہاں کی حدود کی یادداشت جس طرح ضلع
یا گاؤں کے موروثی عہدہ داروں کے یاد میں ہے وہ غیر معمولی ہیں۔
وسطی ہند میں جہاں بہت بڑے بڑے قطعات انتیس اور تیس برس
تک ویران رہے ہیں وہاں کے باشندے (اور اکثر صورتوں میں سابق
قابضین کی اولاد) اپنے گھروں اور کھیتوں کو واپس آ گئے اور اپنے
اپنے املاک پر قبضہ کر لیا۔ گویا وہ چند دنوں کے لئے وہاں سے گئے
تھے (اور اس میں بہت ہی شاذونادر کوئی تنازعہ یا اختلاف ہوا) یہ
صرف وہیں ہو سکتا تھا جہاں اس قسم کے ادارات موجود ہوں۔ اور چونکہ
یہ مالگزاری کے اس نظم کی بنیادیں ہیں جن پر خود مختار حکومتوں میں آبادی کی
خوشحالی یا بدحالی کا زیادہ تر انحصار ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ
ان مختلف کڑیوں پر مختصر نظر ڈالی جائے کہ اُن سے ضلع اور گاؤں کے
نظم و نسق بنتے ہیں۔

وسطی ہند میں ملکی[1] یا مقامی موروثی عہدہ داروں میں رتبے اور اہمیت
کے اعتبار سے اول درجہ منڈلائی، چودھری یا زمیندار کا ہے۔ یہ الفاظ بلا تمیز

زمیندار یا منڈلائی

---

[1] وطن دار جسے اس طبقے کے موروثی عہدہ دار اپنے امتیازی نام کے لئے بہت پسند کرتے ہیں اس کے معنی ہیں ملکی یا خانگی حقوق رکھنے والے۔

باب ۱۳

استعمال ہوگئے۔ اول الذکر لفظ عموماً مرہٹی حکومتوں میں استعمال ہوتا ہے اور آخر الذکر الفاظ تقریباً ہمیشہ راجپوت ریاستوں میں اس عہدہ دار کا اظہار کرتے ہیں۔

ہندوستان میں لوگوں کا ہر طبقہ اور قبیلہ اپنا ایک بااثر شخص رکھتا ہے زمین کے قابضین اور کاشتکاروں کا بااثر شخص زمیندار ہے اس اصطلاح کے لفظی معنی قابض اراضی اور (بالخصوص وسطی ہند میں) یہ اصطلاح ہمیشہ زمین کے مالکانہ قابض کا اظہار کرتی ہے مگر ایک ضلع یا صوبے کا زمیندار اگرچہ بلاشک ابتداءً اس درجے پر اس رہنے یا وقعت کی وجہ سے پہنچا جو اُسے اپنے طبقے میں حاصل تھی لیکن اُس کے فرائض میں ہمیشہ حکومت کے عہدہ دار کے فرائض شامل رہتے ہیں اُس کا منصب موروثی ہے اور اس کو گزارے[۱] کے لئے زمین عطا ہوتی ہے جو ضلع اور دوسرے حالات کے اعتبار سے وسعت میں مختلف ہوتی ہے اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مواضعات کے علاوہ اُسے محصولات پر فیصد[۲] کچھ ملتا ہے جو مالوے میں چار سے آٹھ فیصد تک ہوتا ہے وہ حکومت کو مالگذاری نہیں دیتے مگر دسہرے کے تہوار میں علی العموم محصل کو نذرانہ دیتا ہے

لہ۔ اندور کا خاص زمیندار ما دھورا ؤ منڈلائی کہلاتا ہے لیکن اُجین کا ٹھاکر بدان سنگھ زمیندار کہلاتا ہے۔ اور بھوپال میں جس عہدہ دار کو یہ منصب حاصل ہوتا ہے اُس کا لقب چودھری ہے۔

ٹلہ۔ زمینداروں اور دوسرے مقامی عہدہ داروں کا یہ خاص قسم کا عطیہ نان کار کہلاتا ہے۔ یہ نان اور کار فارسی الفاظ سے مرکب ہے جس کا مفہوم خدمت کا گزارہ ہے۔ ان میں سے بعض کو مالوے میں بہت زرخیز اوقاف ملے ہوئے ہیں نولبائی کی زمینداری کا اندازہ ساٹھ ہزار روپے سالانہ سے زیادہ ہوا ہے۔ پرتھی سنگھ بدنا در کا منڈلائی (جو حکومت دھار کا ایک پرگنہ ہے) ایک راجپوت ٹھاکر ہے اور یہ گننے پر اپنے فیصد کے حق کے علاوہ بخت گڑھ کی چھوٹی سی عمارت بھی رکھتا ہے مرہٹوں کی حکمت عملی ان زمینداروں کو گھٹانے کی رہی ہے۔ اندور کے زمینداروں کا قدیم خاندان اگرچہ مالامال ہے مگر ان کا وہ اثر اور اختیار بہت گھٹ گیا ہے۔ جو مغل حکومت کے زمانے میں ان کو حاصل تھا۔

ٹلہ۔ اس کو دامی کہتے ہیں۔

اور دوسروں کے مانند ان مطالبات کے تابع ہے جو غیر معمولی کے عنوان سے خود رایانہ طور پر پریشان حال یا ستمگار حکمرانوں کی طرف سے عاید کئے جاتے ہیں۔ (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے زمیندار کو ضلع کے ہر گاؤں سے ایک رقم مواجبی ملتی ہے[1] (جو عموماً ایک یا دو روپے ہوتی ہے)۔ اُسے ہر ایک ذات اور تجارت پر بھی ایک خفیف سا حق ہوتا ہے مثلاً جولاہوں سے کمبل۔ تیلی سے تیل۔ موچی سے ایک جوڑا جوتا اور اسی طرح کے مواجبات۔

9 زمیندار کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ وہ نظم و امن قائم رکھے (اُس سے توقع یہ کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ماتحت مسلح آدمی رکھے) اور جب مالگزاری کے وصول میں دقت واقع ہوتی ہے تو اپنے منصب اور حیثیت کے اثر سے وہ عموماً مالگزاری کے وصولیابی کا ذریعہ ہوتا ہے اور اگرچہ حکومت اس سے اپنے کام لیتی ہے مگر وہی وہ شخص ہے جسے کاشتکار قائم شدہ رواج کی خلاف ورزی کے ہر ایک عمل یا مداخلت کے خلاف اپنا محافظ سمجھتے ہیں۔

ملک کی حکومت کے اندر اس عہدہ دار کے فرائض پر سابق باب میں نظر ڈالی جا چکی ہے۔ محکمۂ مالگزاری میں اُس کے فرائض اور بھی زیادہ ہیں اور اُس کا دفتر جسے وہ قائم رکھتا ہے اور جس میں تمام گزشتہ عطیات اور واقعی مالگزاری کی ہر طرح کی یادداشتیں ہوتی ہیں وہ مقام جس کی جانب سرکاری عہدہ دار اور کاشتکار دونوں رجوع کرتے ہیں۔ زمینداروں سے توقع یہ کی جاتی ہے کہ وہ ذی علم اشخاص ہوں اور درحقیقت ان کے فرائض کا اقتضا ایک حد تک ایسی خوبی کار رہا ہے جو اس عہدے کے وارث کو مجبور کرتا ہے کہ اگر وہ اہل نہ ہو تو اُن فرائض کو اپنے خاندان کے کسی ایسے رکن کی جانب منتقل کر دے جو انھیں انجام دے سکے۔ وسطی ہند میں زمیندار پست ترین خیال کے سوا اور ہر فیصلے کے ہیں وہ عام طور پر یہ فخر کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے عہدوں پر متواتر پشتوں سے قائم ہیں۔ بعضوں کے پاس شہنشاہانِ دہلی

10 کے پروانے ہیں اور بعضوں کے پاس مالوے کے پٹھان حکمرانوں کے۔ بعض ممبر طور پر اپنے عروج کو مقامی خدمات تک پہنچاتے ہیں مثلاً بہ ترتیب زمینوں کا درست

---

[1] اس رقم کو بھینٹ کہتے ہیں۔

[2] وسطی ہند میں رجسٹرار قانون گو کہلاتا ہے۔ یہ فارسی کے الفاظ قانون اور گو یعنی گوئندہ سے مرکب ہے۔

باب ۱۳
۱۱

کرنا۔[ا] بعض اُن لٹیروں کے گرفتار کرنے اور شکست کرنے کی جانب جو اُس ملک کو تباہ کر رہے تھے جن پر اُن کا تقرر ہوا اور بعض کو زیادہ جائز حق یہ ہے کہ وہ اُن قبیلوں کے سردار ہیں جو سب سے پہلے اُس حصۂ زمین پر آباد ہوئے اور اُس کی کاشت کی۔

[ا]۔ ذیل میں ایک سند کا ترجمہ کیا جاتا ہے جو ۱۷۵۱ء کی لکھی ہوئی اور بالاجی پیشوا کی جانب سے رامچند بہا سکوٹھ کے نام ہے جس میں اس نوعیت کی خدمات کے صلے میں سیر کے منڈلائی حقوق رامچندر کو عطا کئے گئے ہیں جس پر وہ اس وقت تک قابض ہے۔

"چونکہ ضلع لنمار اور صوبۂ خاندیس میں سرکار بیجاگڑھ مدتوں سے بھیلوں کی یورش کا شکار رہی ہے اور تباہ و غیر آباد ہو گئے ہیں جہاں پہلے کھیت تھے وہاں اب جنگل ہو گئے ہیں اس لئے میں نے تمہیں حکم دیا کہ تم ان محالوں کی کاشت اور آبادی کو بحال کرو۔ تم نے میرے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کی۔ اور اُس میں کامیابی ہوئی' تم پونے میں آئے اور حضور میں یہ درخواست کی کہ "میں عالیجاہ کا پرانا خادم ہوں اور میرا خاندان کثیر ہے۔ مجھے اعتماد ہے کہ عالیجاہ میرے لئے مناسب گزارہ عطا کریں گے"؛ میں نے تحقیق کی اور معلوم ہوا کہ تم حکومت کے قدیم اور وفادار خادم ہو اور حکومت کے متعدد کارآمد خدمات انجام دیے ہیں اور مجھے اطمینان ہوا کہ تم حکومت کی بہتری کے لئے کوششیں کرتے رہو گے' تمہاری نسبت ان مناسب تاثرات کی وجہ سے میں آج کے دن سے تمہیں مذکورۂ بالا سرکار کی آمدنی پر سیر منڈلائی کا حق عطا کرتا ہوں۔ سیر منڈلائی کے انعام میں مذکورۂ ذیل پرگنے داخل ہیں (اس کے بعد بتیس ۳۲ پرگنوں کے نام ہیں) جو سیر منڈلائی اب میں نے تم کو عطا کی ہے اُس کی حقیقت سردیشکھی اور وطن داری کے حقوق کے منہا کرنے کے بعد ان محالوں کی آمدنی پر چار فیصدی ہے۔ تم کو ان محالوں پر خاص با اختیار شخص مقرر کرتا ہوں اور ان محالوں سے متعلق ہر طرح کے اقرار نامے حسابات اور کاغذات جن پر تمہاری مہر اور تمہارے دستخط ہوں گے وہ جائز قرار دیے جائیں گے اور سالانہ حسابات پر تمہارے دستخط سے تصدیق ہوگی۔ اور میں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ ان محالوں سے متعلق تمام عہدہ دار' زمیندار اور دوسرے لوگ تمہاری وہ عزت اور اطاعت کریں جو خاص صاحب اقتدار کے لئے لازم ہے اور ان محالوں سے متعلق تمام تجاویز اور انتظامات تمہارے مشورے

باب ۱۳

چونکہ وسطی ہند میں اس طبقے کے لوگوں میں کوئی ایسی مثال نہیں ہے
جن کے خاندان کے کسی رکن کے پاس کوئی ایسی یادداشت بلکہ روایات ہوں جس سے
مسلمانوں کے حملے سے قبل ان کے اختیار کا پتا چلتا ہو۔ اس لئے قیاس یہ ہوتا ہے کہ
موجودہ بنیاد یہاں کے زمینداروں کا قیام پٹھانوں یا مغل بادشاہوں کے عہد سے
ہوا۔ جس ملک سے یہ حملہ آور آئے وہاں اسکے رواج کے لئے یہ بہت باعث سہولت ۱۲
ہوئے اور اگرچہ انھوں نے اپنے خاص طبقے کے لوگوں کو صوبوں اور ضلعوں
کی حکومت پر مقرر کیا۔ مگر باشندوں (خاصکر کاشتکاروں) میں اعتماد پیدا
کرنے کے لئے یہ ضروری ہوا ہوگا کہ وسیلۂ باہمی کے لئے کسی ایسے شخص کا تقرر
کیا جائے جسے یہ باشندے جانتے ہوں اور اس پر اعتماد رکھتے ہوں مگر اس
میں بہت کم شک ہوسکتا ہے کہ اسی قسم کے فرائض رکھنے والے عہدہ دار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور رضامندی سے زیر غور آئیں گے اور اختیار کئے جائیں گے چار فیصد
سیر منڈلائی کے علاوہ میں تمہیں وہ تمام دوسرے حقوق بھی عطا کرتا ہوں جو اس تقرر کے
ضمن میں آتے ہیں۔ مثلاً باوری، مثارا، سایر، راہداری، تہ بازاری وغیرہ وغیرہ"۔

اول۔ باوری ایک قسم کا مختلف قبائل اور پیشوں پر شخصی محصول ہے' اس سند میں
(۶۶) کا شمار ہوا ہے۔ جن میں تیل بیچنے والے، تاڑی جمع کرنے والے، لوہا پگھلانے والے،
شراب بنانے والے، شکر صاف کرنے والے اور دھیڑوں پر سب سے زیادہ محصول
لگایا گیا یعنی ہر خاندان پر ایک روپیہ اور کمان بنانے والے، بارود بنانے والے،
خوشبو تیار کرنے والے اور چنا دلوانے والے، سب سے کم محصول لگایا گیا یعنی ۲/ دوسروں
پر چار آنے اور چھ آنے کے اوسط سے محصول لگایا گیا۔

دوم۔ مثارا یہ پھل دینے والے درختوں اور تاڑی پیدا کرنے والے درختوں کا
محصول ہے' آم پر ایک آنہ، املی پر چوتھائی آنہ اور چھوٹے پر آدھ آنہ سالانہ۔

سوم۔ راہداری یہ محصول ان چوپایوں پر لگایا جاتا تھا جن پر عرقیات بار ہوتے تھے۔

چہارم۔ تہ بازاری، ایک بیل کے بوجھ کے غلے پر پاؤ آنہ اور معمولی ٹوکری اور
خردہ فروشوں سے ایک مٹھی۔

باب ۱۳
۱۳

مسلمانوں کے حملے سے بہت قبل سے ہندوستان میں موجود رہے ہیں[1]

وسطی ہند کے بعض بڑے ضلعوں میں زمینداروں کا ایک مددگار بھی ہوتا ہے جو اُن کے احکام کے بموجب عمل کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی اُن کے قائم مقام کی طرح کام کرتا ہے اس کا عہدہ بھی موروثی ہوتا ہے اور اُس کو بھی اسی طرح معاوضہ ملتا ہے جسطرح زمینداروں کو معاوضہ ملتا ہے مگر اُس کی زمین اور اُس کے مواجبات کم ہوتے ہیں! اُسے محصلات پر بھی حصہ ملتا ہے جو علی العموم دو فیصدی ہوتا ہے۔

ضلع کا قانون گو[2] اگرچہ زمیندار کے ماتحت ہوتا ہے مگر وہ ایک با اہمیت موروثی عہدہ دار ہوتا ہے اُس کی یادداشتوں میں مالگزاری، پیمائش، تعین اراضی سے متعلق ہر ایک حساب ہوتا ہے اُسے محصلات پر کچھ فیصد بھی ملتا ہے جو علی العموم دو فیصد ہوتا ہے اور ہر گاؤں سے کچھ واجبی رقم اور کاشتکاروں اور

۱۔ زمیندار، چودھری یا منڈلائی کا عہدہ غالباً بڑا بلوتی یعنی ساکنان دیہہ کے ہمزمان ہے۔ اسی عہدے یا اس سے تقریباً مماثل عہدے کے لئے مختلف زبانوں میں جو اصطلاح ہے وہ بہت کچھ اس جانب راجع ہے کہ یہ عہدہ مسلمانوں کے فتوحات سے بہت قبل کا ہے۔

سرزمین مرہٹہ میں:۔

دیس مکھ۔ ملک کا سردار

دیسی۔ زمیندار

کنارا میں

ناتھ گوب۔ زمین کا مکھیا

تامول میں

ناتھ اسم۔ زمین کا مکھیا

تلنگانے میں

ناتھ وارو۔ زمین کا مکھیا

سیلون میں

دیس آور۔ زمین کا مکھیا

ہندوستان میں

منڈلائی سنسکرت اور ہندی میں منڈلائی کا مفہوم ایک حلقے یا ایک ایسے قطعۂ ارض کا ہے جس میں متعدد دیہات ہوں۔

۲۔ قانون گو۔

باب ۱۳
زمین کا پیمائش کرنے والا یعنی میرودہ۔

سوداگروں پر اس کے کچھ حقوق بھی ہوتے ہیں۔

ضلع کا میرودہ بھی وطن دار[ا] ہوتا ہے مگر اس کا رتبہ کم ہوتا ہے اس کے فرائض حدود کا جاننا، زمینوں کی پیمائش اور تعین، اور کھیتوں کے متعلق کاشتکاروں کے تنازعات کا طے کرنا ہیں۔ اُسے ایک چھوٹا ٹکڑا زمین کا ملتا ہے اور ہر دیہات پر کچھ مواجب بھی جو علی العموم ایک روپیہ ہوتا ہے، یہ ایک عجیب بات ہے۔

وسطی ہند میں اگرچہ مسلمان باشندوں کا تناسب بہت کم ہے مگر میرودہ تقریباً لازمی طور پر مسلمان ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے اگر واقعہ یہی ہے تو شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ زمین کی پیمائش اول اول مسلمانوں نے رائج کی اور اس ۱۴ امر کے یقین کرنے کے لئے اچھی بنا[ء] موجود ہے کہ قدیم ہندوؤں کا محصول اراضی غلے کے بیج، زمین کی پیداوار اور ہل کے ذریعے سے اندازہ کی جاتی تھی نہ کہ زیر کاشت زمین کی وسعت کے صحیح حساب سے[۲]۔

وسطی ہند کے اکثر ہندوؤں میں گاؤں کے موروثی عہدہ دار دوسرے حصص ملک کے کسی نوعیت کے عہدہ داروں سے بہت کم مختلف ہیں اس ملک میں حکمرانی میں ایسے کثیر و شدید تغیرات ہوئے ہیں کہ اس امر پر حیرت معلوم ہوتی ہے کہ اس طبقے کے اتنے آدمی اپنے حقوق اور اپنے اراضی کے دعوے کو اٹھ، نو اور دس پشتوں سے ثابت کر سکتے ہیں، یہاں کے لوگ زیادہ حال کے زمانے کے ہیں وہاں تحقیق سے ہمیشہ یہ پایا گیا کہ یا گاؤں کے پیداوار کا سلسلہ نیا ہے یا اگر پرانا ہے تو وہ اس قدر برباد ہو گیا تھا کہ سابق پٹیلوں کے تمام نام و نشان مٹ گئے، ایسی صورتوں میں کوئی شخص اس شرط پر

---

[۱]۔ زمین کا پیمائش کرنے والا میرودہ کہلاتا ہے۔

[۲]۔ ملاحظہ ہو منو کتاب ہشتم ۱۱۹ اس میں اس امر کی توثیق کی گئی ہے کہ شہروں کے مالکوں کو تنخواہیں ان کے رکھنے کے مطابق ہل کی زمین کے ذریعے سے دی جائیں جس کا اندازہ ہر ایک کے لئے مقرر ہے۔

باب ۱۳

پٹیل[1] بنایا جاتا ہے کہ وہ گاؤں کے بحال کرنے یا از سر نو قائم کرنے کا اقرار کرے اور جس پروانے کے ذریعے سے اُسے پٹیل مقرر کیا جاتا ہے اُس میں زمین کی اُس مقدار کا تعین کیا جاتا ہے جو اُسے معافی کی طور پر حاصل ہوتا ہے اور اس موروثی عہدے میں اُس کے مواجبات کی اور اُس کے جانشینوں کے مواجبات کی تخصیص کی جاتی ہے۔

۱۵

پٹیل کو جو زمین حاصل ہوتی ہے اُس کی مقدار دیہات کے رقبے کے تناسب سے ہوتی ہے اور دس بگھے[2] سے دو سو بگھے تک ہوتی ہے۔ پٹیل کو (علی العموم جنس کی صورت میں) ہر ایک کھیت کے غلے سے کچھ مواجبات بھی ملتے ہیں جو مزروعہ زمین پر دو سے آٹھ سیر[3] تک فی بیگہ ہوتے ہیں۔ گاؤں کی زمین پر جو شکر اور افیون گاؤں میں پیدا ہوتی ہے اس میں بھی اُس کا کچھ قلیل حصہ ہوتا ہے۔ اُس کے دوسرے مواجبات[4] اور جرمانے بھی ہوتے ہیں۔

---

[1]۔ اس کی مثال بھوپال کے حالیہ بندوبست میں پنڈاریوں کے تیس سے زاید مواضعات میں ملتی ہے جہاں انھیں پنڈاریوں کا سردار باقاعدہ پٹیل بنا دیے گئے تھے مگر بعض صورتوں میں قدیم پٹیلوں کے اخلاف نمونہ دار ہوئے اور پٹیل کے عہدے کے مواجب و حقوق میں شریک کار بنا دیئے گئے۔

جن صورتوں میں پٹیل کے حقوق ایک سے زاید خاندانوں میں مشترک ہوں وہاں ہمیشہ ایک کارکن پٹیل ہوتا ہے اور وہ اس عہدے کے عاملانہ فرائض پر حکومت کے مقامی عہدہ داروں کے اثر سے فایز ہو جاتا ہے۔

[2]۔ ایک بگھے کا اندازہ ثلث ایکڑ کیا گیا ہے مگر اس کا رقبہ ہر ایک صوبے میں مختلف ہوتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے بگھے کا اندازہ ایکڑ کے ایک ثلث کا اور بڑے سے بڑے بگھے کا دو ثلث کا کیا جا سکتا ہے۔

[3]۔ سیر دو پونڈ کے قریب ہوتا ہے۔ یہ اُجین کے روپے کے وزن سے (۸۰) روپے سے (۸۴) روپے تک ہوتا ہے۔ سیر اور سکوں کے صحیح وزن کا ایک نقشہ ضمیمے میں ملے گا۔

[4]۔ اگر کوئی عورت دوسری شادی کرتی ہے تو اسے پٹیل کو جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ جو عام طور پر ایک روپیہ ہوتا ہے۔ تمام بار کی ہوئی گاڑیاں جو دیہات میں ٹھیرتی ہیں ان پر ایک قلیل محصول دینا ہوتا ہے۔ گاؤں کی تمام دکانوں اور وہاں کی بنی ہوئی چیزوں پر اس کا کچھ حق مواجب ہوتا ہے۔

باب ۱۳

ان کا انضباط رواج سے ہوتا ہے اور گاؤں کی کثرت اور اُس کے
جائے وقوع کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اس کے لیئے یہ غیر معمولی نہیں ہے
وہ اپنے پورے گاؤں کو حکومت سے لگان پر لیں اور حکومت اور کاشتکار
دونوں کے لیئے یہ بہترین انتظام سمجھا جاتا ہے۔ پٹیل اُس سے زیادہ کبھی نہیں ۱۶
پیش کرتے جتنا زمین سے پیدا کرتے ہیں اور جب تک کہ حکومت منصفانہ اور
بااعتدال نہ ہو اُس وقت تک بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ پٹیل گاؤں کو لگان
پر لیں۔ مالوے میں بہت سے پٹیل ایسے ہیں جو اچھے زمانے میں اپنے اور اپنے
خاندان کا گزر کرنے کے بعد اپنی معافی کی زمین اور مواجبات سے پانچ سو سے
ایک ہزار روپیے تک نفع حاصل کرتے ہیں اور خود اپنی زمین کی یا حکومت کی زمین
کی کاشت کرنے سے اس سے دو چند رقم حاصل کرتے ہیں۔

مقامی یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ وطنی[1] عہدہ داروں سے متعلقہ موروثی زمین
اور مواجبات کی قیمت بہت اونچی ہوتی ہے اور (شاذ و نادر[2] صورتوں میں اگر
فریق قابض اُن کو علیحدہ کرنے پر رضامند ہو) تو اچھے زمانے میں دس[10] بارہ[12] اور
پندرہ[15] برس کے محاصل پر اُن کی فروخت ہوتی ہے۔ موخر زمانے میں اُن کی فروخت ۱۷
بہت کم ہوتی ہے[3]۔ البتہ اُس کی مکمل شالیں ملتی ہیں کہ پٹیلوں کی زمین اور
اُن کے مواجبات قرض دینے والوں کے پاس رہن کر دیے گئے جس پر معزز
گواہوں کے دستخط ہوتے ہیں۔ یہ وطنی ہند میں نہایت عام ضمانتوں میں سے ایک

۱۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے فارسی کے مرکب لفظ وطن دار کے معنی وطنی حقوق کے قبضہ (قابض) کے ہیں۔

۲۔ ان حقوق کے قابضین کی وابستگی ناقابل بیان ہے۔ ایک ہندو زمیندار نے اپنے تمام قبیلے کی
موجودگی میں مجھ سے یہ کہا کہ اُس کے خیال میں یہ تعلق مذہب سے بھی مقدم ہے۔ اُس نے کہا کہ
میں اپنی وطنی کو بیچنے کے قبل بیس[20] مرتبہ مسلمان ہو جانا پسند کروں گا۔

۳۔ اس قسم کے فروخت کا بہت آخری نوٹس جو مجھے ملا وہ اندور کی یادداشت میں ہے۔
"۹۱۱ف (۱۸۰۹ء) میں بھوپال سنگھ، نول سنگھ اور کھم سنگھ اندور کے پٹیلوں نے اپنی
آزادانہ مرضی سے نگل گور گوسائیں کے ہاتھ اپنی انعامی زمین میں سے (۱۶ یا ۱۷) بیگھے فروخت
کیا اور اندور کے محصل کی کچہری میں اُس کا باقاعدہ اندراج کرایا۔"

باب ۱۳

ایسی صورتوں میں قرض خواہ کا ایک گماشتہ گاؤں میں رہتا ہے اور زمین کی جو مالگزاری اور محصولات اُس کے مالک کی طرف منتقل کئے گئے ہیں اُن کو جمع کرتا ہے۔ پٹیل حکومت کے عہدہ داروں اور اپنے گاؤں کے باشندوں کے درمیان واسطہ ہونے کی وجہ سے بالعموم حکومت کے مواجبات جمع کرتا ہے۔ اُس کا فرض ہے کہ وصولی کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرے جنھیں وہ مناسب سمجھے' بشرطِ آنکہ رواج سے وہ جائز ہوں' وسطی ہند کے پٹیل تمام ذاتوں کے ہیں ہم نہ صرف مسلمانوں اور برہمنوں کو دیکھتے ہیں بلکہ بہت سے میواتی اور گوسائیں اور ہندوستان کے دوسرے قبیلے کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں' اس میں شک نہیں کہ جن گاؤں سے ان لوگوں کا تعلق ہے انھیں ابتداءً انھوں نے ہی آباد کیا تھا۔

پٹواری

پٹواری وسطی ہند میں ہمیشہ خاندانی عہدہ دار نہیں سمجھا جاتا' وہ اکثر حکومت کا ملازم ہوتا ہے اور اُسے پٹیل کے تحت زمین اور مواجبات حاصل ہوتے ہیں اور پٹیل اگر موقر شخص ہوتا ہے تو اکثر صورتوں میں' جب یہ جگہ خالی ہوتی ہے تو وہ کسی قابل شخص کی سفارش کرتا ہے اور پٹیل یا گاؤں والوں کی طرف سے عہدے سے خراب کام لینے یا بدکرداری کا الزام عائد کرنے سے پٹواری اکثر خارج کر دیا جاتا ہے لیکن اس قاعدے کے مستثنیات اور بعض پٹواری نہ صرف موروثی ہیں بلکہ اپنے عہدے کے قدیم تقیضے پر فخر کر سکتے ہیں۔

۱۸

بلائی

بلائی یا گاؤں کا ڈھیڑ اگرچہ یہ پست طبقے کا شخص ہوتا ہے مگر وسطی ہند میں وہ گاؤں کے نہایت اہم عہدہ داروں میں سے ایک عہدہ دار خیال کیا جاتا ہے اُس کو معاوضے میں زمین کی معافی حاصل ہوتی ہے اور گاؤں کی پیداوار سے کچھ فیس ملتی ہے' جب زمین لگان پر نہیں دی جاتی تو وہ مالگزاری جمع کرتا ہے اور اس کو پٹیل کو دیتا ہے' بلائی کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف ہر ایک باشندے کے نام اور وصف سے واقف ہو بلکہ اُس کے پیشے اور اُس کے واقعی مقبوضات سے بھی واقف ہو' مختصر یہ کہ عہدے کے اعتبار سے وہ پٹیل کا جاسوس ہے اور وہ اُن تمام نامناسب معاملات کی جو قوم میں واقع ہوں پٹیل کو اطلاع دیتا ہے۔

باب ۱۳

بلائی سے توقع یہ کی جاتی ہے کہ وہ ہر ایک گھر، تالاب، کنویں، درخت، کھیت
جو اُس کے گاؤں سے متعلق ہوں سب سے واقف ہو۔ وہ ہر ایک سیوانہ اور ہل کی
یادداشت رکھتا ہے اور اُس سے توقع یہ کی جاتی ہے کہ ان حدوں کو روایت یا
اپنے مشاہدے سے جانتا ہو، زمین کے ہر ایک تنازع میں اُس کی شہادت
نہایت اہم ہوتی ہے، اپنے حدود کے اندر وہ مسافروں کا مقررہ رہبر ہوتا ہے
اور پٹیل کی ہدایت پر تمام بوجھ بھی اُسے لیجانا پڑتا ہے لیکن اگر بکثرت ایسا ہوتا
ہے تو یہ کام اُس کے خاندان یا قبیلے کے لوگ کرتے ہیں جو گاؤں میں آباد ہوتے
ہیں اور کاشتکاروں میں مزدوری کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

پُرسائی

پُرسائی یعنی گاؤں کے پروہت کو چند بیگھے زمین حاصل ہوتی ہے اور
کچھ قلیل رقم نکاح کے وقت، بچوں کے نام رکھتے وقت، پیدائش کے وقت
اور جنازے کے وقت جہاں وہ کام کرتا ہے اُسے ملتا ہے۔ وہ جوتشی ہوتا ہے،
(19) اس کے پاس ایک جنتری ہوتی ہے اور کچھ پرانی پوتھیاں جن کی مدد سے وہ اچھے
بُرے موسموں کی پیشین گوئی کرتا ہے، بیج بونے کا وقت معین کرتا ہے اور اسی طرح
کے کام کرتا ہے۔ وسطی ہند میں دیسی عہدہ داروں کے اس طبقے کی وقعت بہت کم
ہوتی ہے وہ بہت غریب ہوتے ہیں اور اپنے خاندان کی پرورش زیادہ تر اپنے
گاؤں میں اِدھر اُدھر گھوم کر کرتے ہیں۔

چوکیدار

چوکیدار کی اہمیت اور عدم اہمیت کا انحصار گاؤں کے محل وقوع کے
اعتبار سے ہے، بعض قصبوں میں اُن کو مسافروں اور مویشیوں پر ایک خفیف سا
نقدی حق حاصل ہوتا ہے اور جب باقاعدہ چوکیدار نہیں ہوتا یا جب چوکیدار کو
نقد تنخواہ دی جاتی ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو یہ رقم پٹیل جمع کرتا ہے۔

بڑھئی وغیرہ

گاؤں کے
بڑھئی، لوہار، حجام اور دھوبی کے فرائض اور امتیازات اس حصۂ ملک میں وہی
ہوتے ہیں جو ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں ہیں، ہمیشہ نہیں مگر اکثر اُن کو
زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ملا ہوتا ہے مگر اُن کو معاوضہ مواجبات یا خاص حقوق
سے دیا جاتا ہے، وسطی ہند کے بعض ضلعوں میں (جیسا کہ گجرات میں ہے) پگی[1] ہوتے ہیں)

---

[1] لفظ پگی پگ سے نکلا ہے جس کے معنی راانگڑی زبان میں پاؤں کے ہیں۔

باب ۱۳

جنھیں گاؤں سے قلیل رقم ملتی ہے، اور اُن کا کام یہ ہے کہ پاؤں کے نقش سے چوروں کا سراغ لگائیں[1]۔

۲۰ ان میں بعض صورتوں میں ایک شخص کا اضافہ کرنا چاہیے جو بیازی[2] (بیاضی) کہلاتا ہے جس کا موروثی فرض وحشی جانوروں کا تباہ کرنا ہے لیکن یہ عہدہ ان گاؤں کے سوا جو ویران اور غیر مزروعہ قطعات سے گھرے ہوئے ہوتے ہیں اور جگہ کم ہوتا ہے۔

اگلی موروثی عہدہ داروں کے حقوق کی وسطی ہند میں بہت وقعت کی جاتی ہے اور اس قابل قدر ادارے کے ناقابل تباہ نوعیت کے ایسے ثبوت کبھی کسی ملک نے نہیں مہیا کئے۔ پنڈاروں کی جنگ کے بعد باشندوں کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی گئی کہ وہ اپنے تباہ شدہ مکانوں کو واپس آ جائیں۔ متعدد ضلعوں میں خاص کر نربدا کے قریب بہت سے گاؤں تیس برس سے زاید تک ویران پڑے رہے[3]۔ باشندے جو منتشر ہو گئے تھے انھوں نے ہر طرح کے پیشے اختیار کر لیے۔ بہت سے پٹیل جنھوں نے اپنی زمینیں چھوڑ دی تھیں لیٹرے بن گئے تھے اور اپنے تباہ شدہ گاؤں میں یا اس کے قریب میں رہے،

---

[1] گجرات میں ان پگیوں کی مہارت بہت ہی نمایاں ہے وہ ایک ڈوری سے پاؤں کے ہر ایک نشان کو ناپتے ہیں اور بجھ سے غور کرتے ہیں جو مہارت سے بہت ٹھیک ہو جاتی ہے جس وقت ان کی تفتیش سے مقصود کا پتا ایک گاؤں میں چل جاتا ہے تو رسی اور تمام نشان اس گاؤں کے پگی کو دیدیے جاتے ہیں جو اپنے شکار کا تعاقب کرتا ہے تا آنکہ وہ چور یا قاتل کو پا جاتا ہے یا دوسرے گاؤں میں اسے ٹھیرا دیتا ہے۔ اس ذریعے سے مجرموں کے سراغ ملنے کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جن پر یقین کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

[2] بیازی کے معنی شکاری کے ہیں۔

[3] یہ صورت حال بالتخصیص نواح بیں اور نربدا کے کناروں پر تھی جہاں زمیندار اور پٹیل دونوں لیٹرے ہو گئے۔ اور جن کھیتوں کو ان کے باپ دادا جوتتے تھے ان پر جو جنگل اگ آئے تھے انھیں میں ان کو پناہ ملی۔

باب ۱۳
۲۱

ان کے بعض رشتہ داروں اور دوستوں نے ان کی مثال پیروی کی دوسرے لوگوں نے اپنے وطن سے سیکڑوں میل دور زمین کی کاشت کی اور ایک بڑی کثرت بڑے بڑے قصبوں کو چلی گئی جہاں انھیں عارضی عمل کی جگہ مل گئی اور باغوں یا کھیتوں میں مزدوری کر کے گزر اوقات کرنے لگے مگر کوئی قوم نہیں ہے جن کے دلوں میں اپنی جائے پیدائش کی محبت ہندوؤں سے زیادہ راسخ ہو اور وسطی ہند کے ہندوؤں نے تمام مصیبتوں اور انتشار کے باوجود ایک لمحے کے لئے بھی اس امید کو خیرباد نہیں کہا وہ اپنے مکانوں کو واپس آ گئے ہر گاؤں کے خاندانوں نے ایک دوسرے سے دور ہونے کے باوجود مسلسل رسل و رسایل قایم رکھا۔ آپس میں بیاہ شادی ہوتے رہے اور جن کڑیوں سے وہ بندھے ہوئے تھے، مصیبت نے انھیں اور مضبوط کر دیا۔

جب ان کو یہ یقین ہو گیا کہ یا سکون قایم ہو گیا تو وہ گروہ در گروہ اپنے بے چھت کے مکانوں میں آنے لگے پٹیلوں[1] کے پیچھے (جو جلا وطن ہونے والوں کی دوسری یا تیسری نسل میں تھے) اکثر صورتوں میں اپنی جماعت کے آگے آگے لائے جاتے تھے جب یہ لوگ اپنے گاؤں میں پہنچے اور ہر ایک گھر کی دیوار ہر ایک کھیت پر اس کے مالک یا کاشتکار نے قبضہ کر لیا اور نہ آپس میں نہ حکومت سے کسی قسم کی مقدمہ بازی ہوئی۔ اور چند روز میں ہر کام اس طرح چل نکلا گویا کبھی کوئی ابتری نہیں پیش آئی تھی، دوسرے قابضین کے دعووں سے بہت کم کسی قسم کی دشواری پیش آئی۔ کیونکہ جب تک یہ امید[2] رہی موروثی عہدہ دار

۲۲

---

[1] ان جماعتوں کے متعدد لوگوں سے میں نے راستے میں اور ان کے مکان پہنچ جانے کے بعد گفتگو کی۔ اور ۱۸۱۸ء میں ہمت افزائی کے نشان کے طور پر (۱۰۰) سے زاید پٹیلوں کو پگڑیاں دیں جو اپنے تباہ شدہ گاؤں میں واپس آ گئے تھے۔

[2] مجھے بہت فکر تھی کہ باسی کا گاؤں جو مئو کی چھاؤنی اور جام کے درمیان واقع ہے اور جو (۳۶) برس سے ترک کر دیا گیا تھا پھر آباد ہو گیا۔ میں نے ایک قریب گاؤں مایا سے

باب ۱۳
۲۳

یا کاشتکار جسے زمین کے انتظام یا اس کی کاشت کا دعویٰ ہے واپس آجائے گا اس وقت تک نئے آباد ہونے والوں کے نہایت درجہ مفید پیشکشوں کو مقامی ارباب اقتدار نے رد کر دیا۔

بدترین حکمراں ہی اس ضرورت کے احساس سے معرا نہیں ہیں کہ اپنی دیوانی حکومت اور مالگزاری کے نظم کی اس قابلِ قدر اور اچھی بنی ہوئی بنیاد کو نقصان سے محفوظ رکھیں۔

مالوے سے ملے ہوئے متعدد ممالک نے خاص کر اس کی مشرقی[۱] حد کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک خاص بھیل نیز انزوی کو لا کر رضا مند کیا کہ وہ مفید پٹے پر زمین کی کاشت کرے اور بینڈ کا پٹواری نتھو رام انتظام کرے۔ اس شخص کی مقامی اہمیت قابلِ لحاظ تھی کیونکہ نیزا ایک مشہور لٹیرا تھا اور اس سے اس کی اور اس کے پیرووں کی اصلاح یقینی تھی لیکن ہلکر کے وزیر تانتیا جوگ نے اگرچہ ان سب باتوں کو تسلیم کیا اور اس تجویز کو عمل میں لانے پر بہت مضطرب تھا مگر اس نے مجھ سے کہا کہ وہ نہ صرف پرگنے کے زمینداروں سے مشورہ کرنے پر مجبور ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ ہر طرح اس امر کا پتا چلائے کہ آیا یاسی کے گاؤں کے پٹیل یا کسی وطن دار کی کوئی اولاد موجود ہے یا نہیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے یہ اضافہ کیا کہ "اگر کوئی ہے تو ہم مرہٹے بھی کتنے ہی برے سہی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے ان کے حقوق میں مداخلت ہو" تلاش کی گئی مگر کوئی ملا نہیں اور میری سفارش قبول کر لی گئی مگر یہ شرط لگا دی گئی کہ سابق پٹیل کے کسی وارث کا پتا چلا تو وہ اس جگہ پر بحال کر دیا جائے گا معلوم ہوا کہ اس خاندان کے لونڈوارے میں ملتے ہیں جہاں سے وہ لوگ اولاً آئے تھے اور میرے ہندوستان چھوڑنے سے چند ہفتوں قبل ایک علاقہ لاجس کے دعاوی کی وجہ سے اسے بلایا گیا کہ وہ آکر اپنے آبا و اجداد کے گاؤں میں بحیثیت پٹیل کے سکونت اختیار کرے اور جو بھیل اس جگہ کے لئے نامزد کیا گیا تھا اس نے بھی بخوشی خاطر اپنے حق کو جائز وارث کے حوالے کر دیا۔

[۱] حال میں ناگپور کے متولی نے جو حصص ملک حوالے کئے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر ملونی کہتے ہیں کہ گڑھا منڈلا میں ضلع کے ایسے موروثی عہدہ دار نہیں ہیں جنھیں زمیندار

باب ۱۳ ۲۴

کوہستانی اقطاع میں نیز باگور کے مغربی صوبے میں دیہات کی حکومت کی ترتیب میں باخود ہا بہت فرق ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہتے ہیں یہ لقب قدیم ملکی حکومت کے جاگیرداروں کے وارثوں کو دیا جاتا ہے اور زمین کے ساتھ ان کا موروثی تعلق اس سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے جتنا کسی دوسرے طبقے کا ہوتا ہے' ان میں سے اکثر گونڈ اور ان کو آبادی کا اصلی جزو سمجھا جاتا ہے بعض کے پاس بڑے بڑے تعلقے اور بعض کے پاس صرف ایک ایک گاؤں انھیں اپنے علاقوں کا مالک سمجھنا چاہئے مگر چودھری یا دیسمکھ کے عہدے یا منصب کے مانند ان کو کوئی عہدہ حاصل نہیں ہے ضلع کا موروثی عہدہ دار صرف محاسب ہے اور اسے بیوہار اور کبھی کبھی گماشتہ کہتے ہیں اور وہ ہمیشہ کایستھ قبیلے سے ہوتا ہے۔ گاؤں کے سرگروہ پٹیل یا کرتل کہلاتے ہیں' ان دونوں میں سے کسی لفظ کا استعمال ذات پر منحصر ہے مگر گونڈوں میں اس کے لئے بھو کا لفظ اور ان کے گاؤں بیشتر اسی بنیاد پر معلوم ہوتے ہیں جیسے باگور میں ہیں اور غالباً ان کے وطنی کے حق کا سبب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے یعنی آخر الذکر میں بھیل اور سابق الذکر میں گونڈ اصلی باشندے ہیں۔ مزید براں مسٹر ملونی کہتے ہیں کہ گونڈ کاشتکاروں کو ان کے پٹیلوں سے زیادہ وطنی کا حق حاصل نہیں ہے برخلاف ازیں باگور کے بھیل اپنے موروثی حقوق پر نہایت شدت سے جمے رہتے ہیں۔

کپتان مکڈانل کہتے ہیں کہ کنتھل میں جو مالوے کی سرحد پر ہے۔ زمیندار یا منڈلائی کے مانند کوئی عہدہ دار نہیں ہے باگور میں پٹیلوں کو معافی کی زمین نہیں حاصل ہے نہ زمین کی پیداوار میں کوئی مواجبات یا حصص حاصل ہیں مگر وہ استحصال سے آزاد ہیں اور جب لگان جمع کیا جاتا ہے تو ان کے حق میں ایک چھوٹی سی رقم چھوڑ دی جاتی ہے' کنتھل میں پٹواریوں کو حکومت کی جانب سے صرف ایک مقررہ ماہانہ تنخواہ ملتی ہے جو گاؤں لگان پر دیے جاتے ہیں ان میں ان عہدہ داروں کی نامزدگی لگان پر لینے والے کی طرف سے ہوتی ہے اور وہی ان کا معاوضہ دیتا ہے۔

ڈونگرپور کے دیہاتوں میں بلاوا اس شخص کا لقب ہے جو بلائی کا فرض

باب ۱۲

جن چھوٹے چھوٹے عہدہ داروں سے یہ حکومت بنتی ہے ان کے القاب اور حقوق بہت کم ہوتے ہیں جو زیادہ قرار یافتہ اضلاع میں ہیں مگر اسکی وجہ آبادی کے عادات و اطوار اور حالات اور ان کے شدید تغیرات پر محمول کرنا چاہیئے جو وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں مثلاً باگو میں بہت کم شک اس میں ہوتا ہے کہ راستے میں حملوں کے قبل جو اس وقت اس کے مالک ہیں باشندوں کا حصۂ کثیر بھیل تھے اور فاتحوں نے بظاہر نہ اس قوم کے ادارات کو دایمی نوعیت دی اور نہ اپنی اپنی نئی رعایا پر اس اثر اور وزن کا اعتماد کرنا چاہا جو ان ضلعوں اور گاؤں کے لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو دایمی طور پر قایم ہیں۔

۲۵

وسطی ہند کے زیادہ قرار یافتہ اور معمور موروثی کاشتکار[1] اب بھی بہت سے امتیازات رکھتے ہیں اور ان کا بہت لحاظ کیا جاتا ہے ان کے آبا و اجداد جن کھیتوں کی کاشت کرتے تھے ان کی نسبت ان کا استحقاق کبھی معرض بحث میں نہیں آیا جب تک کہ وہ سرکار کا حصہ ادا کرتے رہے اگر وہ عمر یا ذرایع کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کھیت کی کاشت نہ کرسکیں تو وہ مزدوروں سے کام لے سکتے ہیں یا اسے دوسرے شخص کو دے سکتے ہیں۔ اور پیداوار کے متعلق اپنے حسب خواہ معاملت کرسکتے ہیں مگر سرکاری کتاب میں کھیت اسی اصلی کاشتکار کے نام رہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) انجام دیتا ہے وہ بھیل ہوتا ہے جو ان سے نسبتہً زیادہ وحشی گروہوں سے لیا جاتا ہے جن کی بود و باش جنگلوں میں ہوتی ہے اور بلائی کے فرائض کے ساتھ وہ چوکیدار کے فرائض کو بھی ملا لیتا ہے اس کی نسبت یہ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ زمین کے سوالوں سے واقف ہوگا مگر وہ تمام تجارتی مال اور اسباب کی اپنے گاؤں کے حدود تک رہبری کرتا ہے اس کا گزارا تھوڑی سی معافی کی زمین پر ہوتا ہے۔ پرتاب گڑھ میں برسائی کو گنہوت کہتے ہیں اور ڈونگر پور میں جوشی۔

[1] وسطی ہند میں کاشتکاروں کو کسان کہتے ہیں (جو سنسکرت کے لفظ کرش سے نکلا ہے جس کے معنی ہل کے ہیں) اس لفظ سے وہ رعیت کے عام لفظ سے ممیز ہو جاتے ہیں جو زیادہ عام اصطلاح ہے اور جن میں ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔

عام طور پر ایک معلوم شدہ معینہ لگان اور قائم شدہ مواجب اس قسم کے لوگوں سے وصول کئے جاتے ہیں اس سے زاید جملہ مطالبات زیادتی اور بے انصافی سمجھی جاتی ہے لیکن یہ زیادتی اور بے انصافی حال کے زمانے میں اس قدر عام ہوگئی ہے کہ موروثی کاشتکاروں کی حالت دوسروں کے مقابلے میں کچھ قابلِ رشک نہیں ہے۔ بااین ہمہ جن کھیتوں کو ان کے باپ دادا نے جوتا بویا تھا اور جن درختوں کو انھوں نے لگایا تھا ان کے ساتھ ان کی وابستگی ایسی ہے کہ وہ بہت کچھ برداشت کر لیتے ہیں اور جب ظلم و زیادتی کی وجہ سے وہ وہاں سے چلے جانے پر مجبور ہوتے ہیں تو وہ واپس بلائے جاتے ہیں کیونکہ کسی ملک پر جو مصیبتیں آ رہی ہیں ان میں یہ بہت بڑی مصیبت خیال کی جاتی ہے کہ اس کے موروثی کاشتکار جاتے رہے۔ تغیرات اور ظلم و جور کے باوجود اس طبقے کے بہت سے لوگ بڑی دولت لے کر واپس آتے ہیں اور چالیس پچاس ہلوں سے کام لیتے ہیں[1]۔ یہ لوگ گاؤں کو لگان پر لے لیتے ہیں اور جب ان کے پاس ذرایع ہوتے ہیں تو پڑت پر زمین بھی آیندہ نفع کے خیال سے چند برسوں کے پٹے پر لے لیتے ہیں۔

دولتمند کاشتکار گاؤں کے موروثی عہدہ داروں کی متعلقہ زمین رہن پر لے لیتے ہیں ان کے لئے یہ بھی ایک عام عمل ہے کہ وہ کنواں بنانے پر روپیہ صرف کرتے ہیں مگر اس سے قبل ایک قرارداد کر لیتے ہیں جس کے بموجب انھیں کچھ سیر حاصل اور پڑت زمین مل جاتی ہے یہ زمین خرچ کے تناسب سے ہوتی ہے، یہ خرچ حکومت کے لئے نہایت مفید ہے کیونکہ آبپاشی کا سلسلہ جاری ہو جانے سے آیندہ آمدنی دوچند سہ چند ہو جاتی ہے، مالوے اور اس سے ملے ہوئے صوبوں میں مذکورۂ بالا قسم کے کاشتکار کھُنا کسان[2] یعنی پرانے کاشتکار

---

[1] - اس میں ایک ہزار سے ساڑھے بارہ سو بیگھے تک کی کاشت داخل ہوتی ہے کیونکہ بیلوں کی ایک جوڑ پچیس بیگھے میں ہل چلا سکتی ہے۔

[2] - جن الفاظ سے وہ مشہور ہیں وہ کھُنا اور وطنی کسان کے الفاظ ہیں جس کے معنی قدیم اور وطنی کاشتکاروں کے ہیں۔

باب ۱۳

سمجھے جاتے ہیں۔ مگر یہ لفظ صرف اسی وقت استعمال ہوتا ہے جب کہ اس گاؤں کی زمین کاشت کریں جس میں وہ رہتے ہیں اگر وہ دوسری زمین کی کاشت کریں جیساکہ اکثر ہوتا ہے تو ان کو پائے کشتی یعنی سفر کرنے والے کاشتکار کہتے ہیں جب آخرالذکر شرائط پر زمین کی کاشت کرتے ہیں تو انھیں ان کی قرارداد سے زیادہ حقوق حاصل نہیں ہوتے ہیں اور یہ قرارداد بہت کم پانچ برس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ وسطی ہند کے ایسے ممالک ہیں جہاں برسوں سے آبادی بہت کم رہی ہے اور زمین کا بڑا حصہ غیر مزروعہ پڑا رہا ہے اس قسم کے طبقے کے کاشتکاروں سے عام طور پر قدیم اور سکونت پذیر کاشتکاروں کے بہ نسبت زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ظالم حکمرانوں کے وقت میں کاشتکاروں پر اسی مناسبت سے بار پڑتا ہے جس حد تک وہ برداشت کرتا چلا جائے۔ نہایت ہی شدید سختی کے سوا اور کوئی شے وطنی کاشتکار کو اپنے باپ کے کھیتوں کو چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ مگر دوسرے مقامات پر کاشت کرنے کیلئے ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو زیادہ نفع کی طمع دلائی جائے۔

۲۷

سکھ واسی

وسطی ہند میں کاشتکاروں کا دوسرا طبقہ سکھ واسی یعنی پناہ چاہنے والا کہلاتا ہے کہ کاشتکاری کا کام کرنے والے مزدور جو ایک دو تین یا زیادہ برسوں کیلئے وہاں سکونت اختیار کر لیتے ہیں جہاں انھیں بہترین برتاؤ کی امید ہوتی ہے۔ یہ بالعموم وہ لوگ ہیں جنھیں جنگ، وبا، حکمرانوں کے ظلم، رشتہ داروں کے جھگڑوں یا کسی دوسری شدید مصیبت نے انھیں ان کے وطنوں سے بھگا دیا ہے ان کے بریات یا حقوق نہیں ہوتے اور جو ان سے کام لینے میں زیادہ تر انھیں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ وسطی ہند کی گزشتہ حالت پر یہ ایک افسوس ناک شرح ہے کہ اس میں کاشت کا کام کرنے والوں کا ایک بڑا حصہ اسی طبقے کا ہے مگر اس وقت کاشتکاروں میں جو مقابلہ جاری ہے اس سے اگرچہ بہت سے کاشتکار موروثی کسان ہونے کی حالت کو ترک کر دینگے مگر اس مقابلے کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ بہت سی پڑتی زمین آباد ہو جائے اور انجام کار یہ طبقہ کاشتکار بہترین طریق پر آباد ہو جائے اور انھیں وہ تمام بریات حاصل ہونگے جنکے ترک کی ترغیب اس وقت ان کو ایک جانب ظلم و ستم کی وجہ سے اور دوسری جانب سے اپنی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۲۸

خاصہ جی و جاگیر وغیرہ۔

صوبۂ وسطی میں خاصہ جی یعنی شاہی دیہات حکمراں کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں ان کا

انتظام ایسے عہدہ داروں کے ذریعے سے ہوتا ہے جو حکومت کے عہدہ داروں سے بالکل ممیز ہوتے ہیں اور ان کے حسابات حکمراں کے بنچ کے دفتر میں رہتے ہیں۔ جاگیر (خواہ جاگیر ذاتی حیثیت میں یا مستقل مالکانہ حیثیت میں شہزادوں اور راہیروں کو دی گئی ہو) یا سرانجام (یعنی فوج کے مصارف کے لئے عارضی عطیات) انعام یا نان کار (معافی) یہ سب عام طور پر موروثی ہوتے ہیں اور ان کی آمدنی منظور نظر ماتحتوں اور ضلع اور گاؤں کے عہدہ داروں کو دیجاتی ہے۔ خیرات (دامی) مقدس اشخاص یا مذہبی ادارات کو جو اوقاف دیے جاتے ہیں (اور خیرات و مبرات شمار ہوتے ہیں) ان کی آمدنی خود ان کے مالک وصول کرتے ہیں کسی ایسے شخص کو خواہ وطنی ہو یا غیر ملکی لگان پر دیدیتے ہیں جو مطلوبہ رقم دینے پر رضامند ہو۔[1] معلوم ہوتا ہے اس قسم کے انتقالات وسطی ہند کے بعض ضلعوں میں نہایت کثرت سے ہوئے ہیں۔ ۲۶ مرہٹی حکومتوں میں اس شخص کی طبیعت کے بموجب جو اختیار کو عمل میں لاتا تھا زمین کی تشخیص مختلف طریقوں پر کی گئی مگر مالگزاری کے وصول کرنے کے طریقے میں جہاں تک کاشتکاروں سے اس وصولی کا تعلق ہے بہت کم فرق ہے، راجپوت عمارتوں کے سوا

[1] یہ دیکھ کر کہ وطن داری کے حقوق چھوٹی چھوٹی قرار دادوں اور خیراتی اغراض کے لئے وسطی ہند میں زمین کا انتقال بہت زیادہ تھا میں نے دھار کے قریب موضع بلسوو کی پیمایش کی خواہش کی اور یہ کہ اس موضع کی زمین جس طرح منقسم ہے اس کی یادداشت میرے پاس بھیجی جائے اس سے مجھے معلوم ہوا کہ ۳۲۷۹ بیگھے زمین ہے جس میں سے ۷۷۰ بیگھے ۱۴ بسوے[2] پڑیت ہے۔ اس میں گاؤں کے راستے ندی نالے میں یا چرائی کے لئے مخصوص ہے اور ۵۰۳ بیگھے سے کم اراضی منتقل نہیں ہوئی تھی بس جس زمین پر لگان ادا ہوتا تھا وہ ۵۰۴۸ (؟) بیگھے باقی رہی اور اس میں سے ۳۲۸ بیگھے بغیر کاشت کے تھی جس اراضی منتقلہ کا حساب مجھے ملا اس سے واضح ہوا کہ ایک تہائی سے زیادہ زمین مملکت کے لئے باعث آمدنی ہوتی ہے اسی قسم کی منتقلہ اراضی ہے۔ اس موضع میں جو عطیات حد سے زیادہ متجاوز ہوتے ہیں وہ یہیں کہ برگنوں کو ۱۷۲ بیگھے دیے گئے ہیں جمعداروں کو ۱۰۰ بیگھے اور چوکیداروں کو ۵۰ بیگھے مگر آخرالذکر ان لوگوں کی جگہ رہتے ہیں اور یہ لوگ درحقیقت موروثی سہ بندی یعنی موضع کے سپاہی ہیں بعد میں میں نے اس ملک کے دوسرے مواضع کی زمینوں کی تقسیموں کے نقشے بھی حاصل کئے اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ بلسوو کی زمین کی جس تقسیم کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ کچھ نامناسب نہیں ہے۔

---

[2] بسوا جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے بیگھے کا بیسواں حصہ ہے۔

باب ۱۳

اور جگہ بٹائی یعنی جنس عطا کرنے کا طریقہ بہت ہی غیر معمولی ہے۔ مرہٹی ریاستوں کی تقریباً تمام رعایا نقد ادا کرتی ہے۔ بندوبست کی بنیاد عام طور پر خریف یعنی پہلی فصل کی پیمائش پر جب کہ وہ کاٹی جائے اور ربیع یعنی دوسری فصل کی پیمائش پر جب کہ وہ نصف فٹ بلند ہو بنی ہے اور اس بندوبست کی ہر تیسرے سال تجدید ہوتی رہتی ہے۔ یہ پیمائش ایک موٹی رسی سے کی جاتی ہے جو گزوں میں منقسم ہوتی ہے[1]۔ وسطی ہند کا عام بیگھا ساٹھ گز مربع الٰہی ہوتا ہے۔ ہر ایک مزروعہ کھیت کا ایک نام ہوتا ہے جو عام طور پر کسی طبعی یا مصنوعی نشان کی بنا پر ہوتا ہے، مثلاً آم والا کھیت، پانچ درخت والا کھیت، میٹھے کنویں والا کھیت، کھاری کنویں والا کھیت بھیڑ والا کھیت، اور اکثر ان کھیتوں کے نام اس شخص کے نام پر ہوتے ہیں جس نے پہلی کاشت کی، مثلاً رام جی کا کھیت، مہد سنگھ کا کھیت، آخرالذکر نام زیادہ عام ہے کیونکہ اس سے کاشتکار کے مورث کا پتا چلتا ہے اور پروانے عطیے یا پٹے کے گم ہو جانے کی صورت میں یہ نام اس دعوے کا جزو ہوتے ہیں جسے وسطی ہند کے کاشتکار نہایت زور کے ساتھ جینی سند کہتے ہیں جس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جس کھیت کو

۳۰

۳۱

۱۔ میردہ یعنی زمین کی پیمائش کرنے والے پر لازم ہے کہ مستند گز سے پیمائش کرے جس پر ضلع کے اہم قصبے کی مہر لگی ہو۔ اکبر کا مقرر کردہ وہی گز استعمال ہوتا ہے (ملاحظہ ہو آئین اکبری، جلد ا صفحہ ۲۹۵ تقطیع کلاں)۔ قبل ازیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ مغلی حکومت کے تحت ہر ایک قطعۂ زمین نیز عمارتوں، دریاؤں، تالابوں اور کنوؤں کی پیمائش ہوتی تھی۔ اس اعلیٰ نظم کا جزوی آغاز ہے کہ زراعت کی اراضی دیے جانے کی تمہید کے طور پر ہو چکا ہے، گزشتہ ایک صدی میں تیار کرکے تقریباً تمام پرگنوں میں انعامی زمین کے سوا اور کسی زمین کی پیمائش نہیں ہوئی تھی۔ جو کھیت درج شدہ اور نامبردہ ہیں وہ رواج اور سابق پیداوار کے بموجب لگان پر دیے جاتے اور بوئے جاتے ہیں۔

ہمارے اضلاع میں بعض تنازعات کے پیش آنے کی وجہ سے ہم نے جزوی پیمائش کا حکم دیا جس سے باشندوں میں بہت بےچینی پیدا ہوئی۔ ان باشندوں نے اسے ایک بدعت سمجھا اور اپنے حق کے طور پر یہ مطالبہ کیا کہ قانون گو کے کھاتوں میں ان کے کھیت جس طرح درج ہیں وہ اس کے مستحق ہیں۔

باب ۱۳

ہندو باشندوں کی روایات

وہ جوتتے بوتے ہیں ان کا حق علم یا یاد میں یا گاؤں کے باشندوں کی روایات میں زندہ ہے۔

جب زمین کا انتظام سرکاری عہدہ داروں کے ذریعے سے ہوتا ہے اور رواج پر توجہ کی جاتی ہے تو گاؤں کا بندوبست بالعموم پٹیل کے توسط سے ہوتا ہے۔ جب گاؤں لگان پر دیا جاتا ہے تو لگان کا لینے والا یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ[1] جو لوگ اس کے تحت مختلف ضلع اور گاؤں لگان پر لیتے ہیں وہ اپنے نفع کے لئے زیادہ جزوی دخل دہی پر اعتماد کرتے ہیں اور اگر چہ وہ پٹیل کی مدد کے بغیر کام نہیں چلا سکتے، مگر وہ اکثر ہر ایک کاشتکار سے جداگانہ بندوبست کرتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر اسے رعیت واری بندوبست کہتے ہیں۔

وسطی ہند میں زمین کی پیداوار، موسم اور کاشت کا طریقہ دیگر حصص ہند سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ بیساکھ (اپریل) کی پہلی تاریخ جس روز زرعی سال شروع ہوتا ہے، کاشتکاروں کے لئے جشن منانے کا دن ہے کیونکہ اسی دن سے ان کی محنت کا آغاز ہوتا ہے۔ بیج بالعموم بیجن ہل کے ذریعے سے جون کے شروع میں پہلا پانی پڑنے کے بعد بویا جاتا ہے اس میں وہ لوگ ایک مہینے سے زیادہ لگے رہتے ہیں اور یہ مسلسل محنت کا زمانہ ہوتا ہے، گاؤں کے کام کرنے والے لوگوں کی تعداد اس زمانے میں بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جب وہ لوگ جنھیں فصل اور بیج سے تعلق ہوتا ہے۔ بیلوں کے خریدنے کے لئے پیشگی رقم دیتے ہیں اور ہر ایک کھیت کا لگان طے کرتے ہیں۔

۳۲

جب مولکا چھ انچ یا آٹھ انچ اگ آتا ہے تو عورتیں اور بچے کلچائی کے لئے لگائے جاتے ہیں اور ایک بھدا سا ناگر تین چار مرتبہ کھیت میں چلایا جاتا ہے اور ستمبر کے شروع میں جب کہ اکثر غلے تیاری پر آجاتے ہیں تو ضلع کا حاکم ان

---

[1] مالوے اور دوسرے صوبہ جات ہند میں ایک عام رواج ہے کہ صاحب املاک بڑے بڑے قطعات لے لیتے ہیں اور اسے ضلعوں اور گاؤں میں تقسیم کرکے دوسروں کو لگان پر دیتے ہیں۔

باب ۱۳

پہلی قسط

لوگوں کو طلب کرتا ہے جن کے ذمے انتظام ہوتا ہے یا جو زمین کو لگان پر لیتے ہیں تاکہ وہ چار آنے کی پہلی قسط ادا کریں۔ پندرہ یا بیس دن کی رعایت کی درخواست علی العموم کی جاتی ہے اور رواج کے بموجب ان لوگوں کو اس رعایت کا حق ہوتا ہے، یہ لوگ اس کے بعد کاشتکاروں سے قسط جمع کرنے کے لئے مختلف دیہاتوں کو خود جاتے ہیں یا اپنے گماشتے بھیجتے ہیں اگر کاشتکار اپنا لگان نقد ہی دینے کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ غلے کے بازار کے موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ طریقہ اس کے لئے نہایت مفید ہے ورنہ بصورتِ دیگر وہ بہت بڑے سود پر قرض لینے کے عام طریق پر چلتا ہے یا سستے داموں اپنا غلہ بیچتا ہے، اکتوبر میں کاشتکار سابق فصل کا بقیہ غلہ جمع کرنے میں مشغول ہوتے ہیں، جیسا ستمبر میں ہوا تھا اسی طرح دوسری قسط کی ادائی کا معاملہ ہوتا ہے۔

دوسری قسط

۲۳

جن ضلعوں میں جوار خاص پیداوار ہے وہاں پہلی ہی فصل خاص اور واحد فصل ہوتی ہے اور ان ضلعوں میں چار قسطوں میں جمع کرنے کے بجائے پوری مالگزاری فصل کے ختم پر نومبر میں ادا کی جاتی ہے۔

نومبر میں زمین ربیع یعنی دوسری فصل کے لئے تیار کی جاتی ہے، خشخاش، نیشکر اور اس فصل کے غلے دسمبر میں بوئے جاتے ہیں (نیشکر کے علاوہ جو پورے ایک برس میں تیار ہوتی ہے) یہ چیزیں تین چار مہینے میں کاٹنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔

تیسری قسط

فروری میں ربیع کی کاشت کی تیسری قسط ادا کی جاتی ہے اور مارچ کے آخر تک پٹہ (جس سے اس سال کی جمع بندی ختم ہو جاتی ہے) مکمل ہو جاتا ہے[1]۔

---

[1]۔ مذکورہ بالا بیان صوبۂ وسطی کے بڑے حصے پر صادق آتا ہے مگر قسطوں کی تعداد اور ان کی ادائی کی تاریخ مختلف ضلعوں میں مختلف ہے۔ پرتاب گڑھ میں صرف تین قسطیں ہیں۔ پہلی نومبر میں دوسری جنوری میں تیسری مئی میں؛ باگور میں صرف دو قسطیں ہیں پہلی نومبر میں، دوسری مارچ میں۔

باب ۱۳

وسطی ہند میں چاول جو نیچے طبقے والوں کی غذا نہیں ہے صرف ڈونگر پور اور بھوپال میں بکثرت ہوتا ہے۔ پہلی فصل کا خاص غلہ جوار اور مکئی ہے دوسری فصل کا غلہ گیہوں اور چنا، اس ملک کے بیشتر حصے میں زمین بہت زرخیز ہے، اور تمباکو، نیشکر اور خشخاش کے سوا اور غلوں کے لئے کھاد کی ضرورت نہیں ہوتی

۳۴

تمباکو وغیرہ کے لئے کھاد[1] کی بڑی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ مکئی، جو، ہلدی کے کھیت جب گاؤں کے قریب ہوتے ہیں تو بعض وقت ان میں کھاد دی جاتی ہے تاکہ ان کی پیداوار زیادہ اور اچھی ہو۔

زمین کا لگان

وسطی ہند میں زمین کا لگان تقریباً ہر ایک ضلع میں مختلف ہوتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے مالگزاری علی العموم نقد دی جاتی ہے اور اگرچہ زمیندار قانون گو اور پٹیل اور ضلع اور گاؤں کے تمام عہدہ داروں کے بموجب جنس میں معین ہوتے ہیں مگر یہ صاف طور پر سمجھ لیا گیا ہے کہ جب تک پہلے سے انتظام نہ ہو جائے کسی محصل یا گتہ دار پر یہ حق نہیں ہے کہ اس پر بٹائی کا مطالبہ کرے بعض صورتوں میں محصل صرف بٹائی ہی کا مطالبہ کر سکتا ہے لیکن یہ صرف نہایت مفلس ضلعوں میں واقع ہوتا ہے، جب بٹائی پر اتفاق ہو جاتا ہے تو عام رواج یہ ہے کہ بیج اور مزدوروں[2] کے معاوضے کو الگ کر کے پیداوار دو چار یا پانچ حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے، بعض وقت حکومت نصف لیتی ہے

۳۵

اور کبھی دو خمس اور اگر حکومت معتدل اور منصف[3] ہے تو صرف ایک چوتھائی۔ ہر صورت میں کاشتکار کے پاس اتنا چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ پٹیل

---

[1] - خشخاش یا نیشکر سے ایک بگیھے کے لئے کھاد کا اندازہ دو روپے ہے۔

[2] - یہ کھد کہلاتا ہے۔ یہ وہ غلہ ہے جو کاشتکار اور فصل میں کام کرنے والوں اور مزدوروں کے گذر کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اس کی مقدار کی قرارداد گاؤں کے اچھے رواج کے بموجب ہوتی ہے اور کچھ موٹا غلہ ہر شخص کو دیا جاتا ہے۔

[3] - اہلیہ بائی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ جن ضلعوں میں اس نے بٹائی کا انتظام کیا تھا ان میں کہیں چوتھائی سے زیادہ نہیں دیا۔

باب ۱۳

اور گاؤں کے تمام عہدہ داروں کے مواجب[1] ادا کرے۔ یہ طریق دریائے چمبل کے مغرب کی راجپوت ریاستوں تک تقریباً محدود ہے۔ نقدی بندوبست میں وسطی ہند کے پہلے مرہٹہ حکمرانوں نے جو تشخیصیں کیں وہ غیر معمولی طور پر معتدل تھیں۔ یہ تشخیصیں ہر ضلع کی زمین اور پیداوار کے مطابق مختلف تھیں۔ آبپاشی کی زمینیں جن میں افیون اور شکر کی فصلیں اچھی پیدا ہوتی ہیں ان کا لگان ہمیشہ پانچ چھ روپے سے آٹھ دس روپے فی بیگھہ[2] تک تھا۔ باغ کی زمینوں کا لگان بھی ایسا ہی اونچا تھا[3]۔ یہ زرخیز زمینیں عام طور پر کھیتوں میں تقسیم کی جاتی ہیں، ان کے گرد باڑ بنائی جاتی ہے اور بہت فکر کے ساتھ ان کی نگرانی کی جاتی ہے۔ اب بعض حصص میں لگان اس سے دو چند ہیں جو پہلے تھے مگر یہ اس سے زیادہ نہیں ہیں جتنا پیداوار کی ترقی یافتہ قیمت برداشت کر سکے۔ دوسری پیداواروں

۳۶

---

[1] یہ مختلف ہوتا ہے، بعض ضلعوں میں حکومت اور کاشتکاروں کے درمیان تقسیم ہونے سے قبل کل پیداوار سے نہ صرف زمیندار اور قانون گو کے حصے بلکہ پٹیل کا حصہ اور دوسرے تمام حصے بھی نکال لئے جاتے ہیں۔

[2] وسطی ہند کا عام بیگھہ ساٹھ گز مربع ہے اور گز کو اگر بتیس انچ قرار دیا جائے تو یہ ایک سو ساٹھ فٹ ہوگا۔ یہ رقبے کو انگریزی گز سے دو ہزار دو سو گز بنا دیتا ہے جو تقریباً انگریزی ایکر کا دو تہائی ہوتا ہے لیکن زمین کی پیمائش میں جو گز استعمال ہوتا ہے وہ اکثر (۲۸) انچ سے زیادہ نہیں ہوتا جس سے بیگھہ گھٹ کر نصف ایکر کے قریب ہو جاتا ہے، ہندوستان کے بعض حصوں میں بیگھہ ایک تہائی ایکر سے زیادہ نہیں ہوتا مگر جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے اس کا رقبہ ہر ایک صوبے میں مختلف ہے۔

[3] آبپاشی کے کھیتوں کے لگان میں جن اسباب کا اثر پڑتا ہے ان میں پانی کی صفت ایک اہم سبب ہے ہندوستانیوں کے نزدیک بعض چشمے یا ندیاں کامیاب زراعت کے لئے زیادہ مفید خیال کی جاتی ہیں خشخاش کی کاشت میں یہ امر زیادہ خاص ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ بعض پانی سے افیون کا ذائقہ بہت ہی اچھا ہو جاتا ہے اور بعض دوسرے کنوؤں کے پانی سے (جو بظاہر ویسا ہی ہوتا ہے) ایسا اچھا نہیں ہوتا۔

باب ۱۳

کی نسبت بھی یہی کہا جا سکتا ہے ۔ اہلیہ بائی کے زمانے میں مالوے کی سیاہ زمین
سے حکومت کو ایک روپے سے زیادہ نہیں ملتا تھا یا جب بہت اچھا غلہ بویا جاتا
تھا اور اسے اچھے بازار کا قرب ہوتا تھا تو ایک روپیہ آٹھ آنے[1] فی بیگھا ملتا تھا،
اب اس کی تشخیص بالعموم دو روپے اور دو روپے آٹھ آنے فی بیگھے کے حساب سے
ہے مگر غلے کی قیمت پونے سے زیادہ ہوگئی ہے اس لئے موجودہ لگان کو سابق
لگان کے مثل معتدل سمجھنا چاہئے ۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ مرہٹے اور نہ کوئی دوسری
حکومت تشخیص کے معاملے میں کبھی غیر معتدل رہی ہو (بیج اور مزدوری کو منہا
کرنے کے بعد) ان کے نزدیک فی صد پچیس یا زیادہ سے زیادہ چالیس منصفانہ
مطالبہ ہے جو براہ راست مالگذاری کے طور پر لگایا جا سکتا ہے مگر کاشتکاروں
پر جو بار پڑتا ہے بہر قسم اچھے زمانوں میں بھی اس کا ایک چھوٹا جزو ہے ۔ کاشتکاروں
کو امداد کے علاوہ ضلع اور گاؤں کے تمام بالادستوں کے مطالبات اور
مواجب ادا کرنا ہوتے ہیں ان پر لازم ہوتا ہے کہ جو سرکاری عہدہ داران کے
گاؤں سے گزریں، ان کو رسد اور چارہ دیں، اور آخری امر یہ ہے کہ ان کو ۳۷
وہ خطرناک مطالبہ برداشت کرنا پڑتا ہے جسے تفریق کہتے ہیں جس میں ہر طرح
کی خرابیاں ممکن ہیں اور حکومت کے منصفانہ یا ظالمانہ ہونے کے اعتبار سے
کم زیادہ ہوتا ہے، نلچا[2] کے گاؤں کے حسابات سے ایک نقشہ بنایا گیا ہے جو
ضمیمے میں دیا ہوا ہے[3]، اس سے گو نہ صحت کے ساتھ مختلف قسم کی زمینوں کے
پچیس بیگھے کی کاشتکاری تفصیلات واضح ہوتی ہیں اور ان مختلف مطالبات
کا بھی اظہار ہوتا ہے جو کاشتکار کو ادا کرنے پڑتے ہیں ۔

مالوے میں ان کاشتکاروں کو جو ابھی حال کے زمانے میں پڑتی زمین
لینے پر رضامند ہوئے ہیں ان کے شرائط زمین کی حالت اور اس کے بیکار

---

[1] ۔ روپیے میں سولہ آنے ہوتے ہیں ۔ [3] ۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ (۴)

[2] ۔ ضلع نلچا میں جو صرف اٹھارہ برس ویران رہا ہے اور جس کی زمین بہت ہی اچھی ہے اس کے
باشندے اس پر قانع ہیں کہ ریاست دھار سے زمین ایک برس کے لئے بلا معاوضہ،
دوسرے برس کے لئے (۴ر) تیسرے برس کے لئے (۸ر) چوتھے برس کے لئے (۱۲ر)

باب ۱۳

پڑے رہنے کے اعتبار سے منضبط کئے گئے ہیں بعض زمینیں جن پر صرف تھوڑے دنوں کاشت نہیں ہوئی ہے ان کے ایک برس یا دو برس میں بحال ہو جانے کا اندازہ کیا گیا ہے، اس کے برخلاف بعض دوسری زمینوں کے لئے بہت زیادہ طویل مدت کی ضرورت ہے، حال کے زمانے میں جو زمینیں کاشتکاروں کے نام بحال کی گئی ہیں ان میں سے اکثر ٹکڑوں میں بندوبست واقعی لگان کا کیا گیا ہے اور تمام دوسرے محصول معمولی ہوں یا غیر معمولی، رواج کے بموجب آیندہ متعین کرنے کے لئے چھوڑ دیے گئے ہیں یہ رواج تقریباً ہر ایک ضلع میں مختلف پایا گیا مگر کاشتکار اور ان کے بالادست رواج کو ہمیشہ بہت اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں لہ

۲۸

مرہٹہ حکمرانوں کی زمینیں علی العموم ٹھیکے پر دی جاتی ہیں اور چونکہ اکثر کاشتکار یا ساہوکار ہوتے ہیں یا ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی تائید ساہوکار کرتے ہیں، اس لئے انھوں نے ریاست کی مجلسوں اور صوبے کے مقامی نظم ونسق دونوں میں اثر پیدا کر لیا ہے اور اس اثر کو قایم کئے ہوئے ہیں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور پانچویں برس کے لئے (۶ء) پر لیں اس کے بعد زمین پر کامل جمعبندی ہو سکتی ہے۔

مائی پور جو (مئو سے بارہ میل جنوب مغرب میں ہے اور) دولت راؤ سندھیا کے علاقے میں داخل ہے، اور جو تیس برس سے زیادہ ویران پڑا رہا ہے اور اس پر بہت جنگل اگ آیا ہے اس کی پڑیت زمین اب پھر اس وجہ سے آباد ہوئی ہے کہ حکومت نے اس کے سابق کاشتکاروں کو یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ چند مستثنیات کے علاوہ ان کاشتکاروں کی اولاد کو اس شرط پر دی ہے کہ تین برس کا لگان معاف رہے اور اس کے بعد ساتویں برس تک اسی ترقی پذیر شرح سے لگان لگایا جائے گا جیسا نیچا میں ہوا ہے۔

لہ۔ ان مقامی رواج کی طرف سے عدم توجہی اور اکثر ان کے برخلاف عام قاعدے کے ذریعے سے اپنے نظم ونسق کو چلانے کی خواہش کا اثر یہ ہوا ہے کہ بعض وقت برطانی حکومت اس سے زیادہ غیر ہر دلعزیز ہو گئی ہے جتنی ظلم اور ناانصافی کے افعال کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اس سے ان کو بڑا اختیار حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اس اختیار سے خالصتہً روپیہ جمع کرنے کا کام لیتے ہیں۔

بڑے بڑے دولتمند ساہوکار چھوٹے سے چھوٹے گاؤں کی مالگذاری جزویات میں در انداز ہو جاتے ہیں جو کاشتکار بیج کے لئے غلہ بچا کر نہیں رکھ سکتے ان کو یہ لوگ بیج کے لئے جو کچھ پیشگی دیتے ہیں اسے قرض کی بجائے زیادہ تر یہ سمجھا جاتا ہے' نفع میں شریک ہونے کے لئے ایک طرح کا چندہ' اچھے موسم میں وہ ازروئے رواج جنس کی صورت میں ایک کے بجائے ڈیڑھ کا دعویٰ کرتے ہیں' یعنی پچاس فی صد نفع رکھتے ہیں لیکن جزوی ناکامی کی وجہ سے اس میں کمی بھی ہو سکتی ہے' درحقیقت بعض وقت اپنے کو خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ جو کچھ انھوں نے پیشگی دیا ہے وہ ان کو واپس مل جائے اور جب فصل تباہ ہو جاتی ہے تو اس کا بالکلیہ ضایع ہو جانا غیر اغلب نہیں ہے کیونکہ کاشتکار اکثر اتنے غریب ہوتے ہیں کہ رقم کے واپس ملنے کی بہت کم امید ہو سکتی ہے' ساہوکاروں کی جن کاشتکاروں سے معاملت ہوتی ہے ان کے خاندان اور مزدوروں کی گذر کے لئے وہ کاشت کے مہینوں کے دوران میں جو غلہ دیتے ہیں وہ بھی جنس میں واپس ہوتا ہے بعض وقت فی سیر جو پیشگی دیا گیا ہے ڈیڑھ سیر ملتا ہے مگر اکثر سوا سیر[1] تمام ہندوستانیوں میں سب سے زیادہ

---

[1] بیج پر جو پیشگی دیا جاتا ہے اس کے بہ نسبت اس پیشگی پر سود کی شرح کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیج میں خشخاش اور دوسرے گراں غلے گیہوں چنا وغیرہ شامل ہے اور ان کی قیمت ان کو سال بھر تک جمع رکھنے کا خطرہ اس سے بہت زیادہ ہے جتنا ان چھوٹی چھوٹی پیشگیوں میں ہے جو سستی قیمت کے غلے جیسا جوار' مکئی وغیرہ کے واسطے دیئے جاتے ہیں یہ غلے مزدوروں کی خوراک کے کام آتے ہیں بیل یا کاشتکاری کے اوزار خریدنے کے لئے جو پیشگی رقم دی جاتی ہے اس پر دو فی صد ماہوار سود ہوتا ہے ساہوکار جس خطرے میں پڑتے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے یہ شرح غیر معتدل نہیں ہے۔

باب ۱۳ بہم

تنگدل[1] لوگوں اور محنتی کاشتکاروں میں اس تعلق کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کاشتکار غریب رہتے ہیں مگر تباہی سے بچ جاتے ہیں، تباہی کی صورت میں ساہوکاروں نے کاشتکاروں کی محنت کی پیداوار پر جو کچھ لگایا ہو سب برباد ہو جاتا ہے۔

وسطی ہند میں مرہٹوں کے زیر حکومت ممالک کے پٹے سابق میں اکثر دس بارہ بلکہ بیس تیس برس کے لئے ہوا کرتے تھے جس سے ٹھیکے پر لینے والے کو زمین کی ترقی سے دلچسپی ہو جاتی تھی مختصر مدت کے لئے ایسا نہ ہوتا بعض ٹھیکہ داروں کی وقعت اتنی زیادہ ہے کہ نہایت پریشان زمانوں میں بڑے بڑے ضلع ان کے خاندانوں کو ٹھیکے پر دیدیے گئے تھے چنانچہ منڈی سور اور کاچ رود

---

[1] وسطی ہند کے بہت سے ساہوکار اور بنیے ان محتاط عادتوں سے ہٹ گئے ہیں جو ان کے قبیلے کا خاصہ ہے اور جس آشوب کے زمانے میں وہ رہتے ہیں اس کے اثر سے بہت سے بیباک سٹہ باز ہو گئے ہیں، کوڑی ساتھ سودا کا طریقہ بہت عام رہا اور اب بھی ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ ایک ساہوکار یا بنیا فصل کٹنے سے قبل دوسرے ساہوکار یا بنیے کو ایک کوڑی دیتا ہے یہ اس امر کا اقرار ہے کہ وہ ایک معینہ تاریخ پر اس کو غلے کی ایک معینہ مقدار ایک معینہ قیمت پر دے گا۔ کاغذ پر لکھائی پڑھائی نہیں ہوتی مگر دونوں کے بہی کھاتوں میں غلے کی خرید اور فروخت لکھی جاتی ہے۔ جب وقت آتا ہے تو فریقین آپس میں طے کر لیتے ہیں، بعض وقت غلہ دیا جاتا ہے مگر عام طور پر جیسا کہ اسٹاک کی خرید و فروخت میں ہوتا ہے صرف تفاوت دیدیا جاتا ہے، باوقعت حکمراں اس قسم کی قمار بازی کو مذموم اور ممنوع قرار دیتے ہیں یہ جب زمینداروں اور سوداگروں تک وسیع ہو جاتی ہے تو اس کی صورت بہت ہی مضر ہو جاتی ہے جب پیشگی کے مطالبے یا اور کسی وجہ سے یہ لوگ مصیبت میں پھنستے ہیں تو وہ ان قمار باز ساہوکاروں میں سے کسی سے درخواست کرتے ہیں اور وہ آیندہ سال کے لئے ایک معینہ رقم پر ان کا غلہ لے لینے پر راضی ہو جاتا ہے اور زمین رکھنے والے کو زمین سے محروم کر دینے کے لئے ہر طرح کی دغا و فریب سے کام لیا جاتا ہے زمین والا اکثر قلیل نقدی پر جو اصل قیمت سے آدھی یا دو تہائی ہوتی ہے اکثر اپنا غلہ دے ڈالتا ہے۔

باب ۱۳ ۔ ۴۱

کے زرخیز ضلع تقریباً ستر برس سے ایک ہی خاندان کے پاس رہے ہیں[1]

ان ممالک کے متعدد ذیلی ٹھیکہ داروں کو مختلف گاؤں کے پٹے

تیس چالیس اور پچاس برس کے لئے دیئے گئے اور اسی نظم کی وجہ سے ان کی

خوش حالی ہوئی۔ سپاج رود کے قریب نالی کو پسکوٹ کے ایک برہمن خاندان

نے تیس برس سے زاید ٹھیکے پر لے رکھا ہے لیکن یہ دولت راؤ سندھیا کے

عام نظم کے مستثنیات اس کے دوسرے مقبوضات کے مالک ہر سال

بدلتے رہے بلکہ کبھی اس سے بھی زاید۔ ہلکر کی حکومت میں ٹھیکے کا طریقہ پہلے

رائج تھا اور اہلیہ بائی کا طریق لمبی میعاد کے لئے پٹہ دینے کا تھا۔ اس وقت

زمین کا سب سے زیادہ حصہ حکومت کے عہدہ داروں کے زیر انتظام تھا

اور غالباً اس وقت تک ایسا ہی رہے گا جب تک کہ ان کی دولت ایسی

نہ ہو جائے کہ ان کی مالگزاری کی مقدار ابھی قرار دی جا سکے۔ زمین کو ٹھیکے

پر دینے کے اس رواج کے متعلق جو اشارات کئے گئے ہیں یہ جس طرح

سندھیا ہلکر کی زمینوں پر عاید ہوتے ہیں اسی طرح دھار اور دیواس کی

زمینوں پر بھی عاید ہوتے ہیں۔

خاص مالوے کی زمین ایسی ہی اچھی ہے جیسی ہندوستان کی کوئی

دوسری اچھی زمین ہو۔ یہ کل زمین کالی زرخیز مٹی کی ہے۔ اس صوبے میں

متعدد دریا اور چھوٹے چھوٹے نالے ہیں مگر آبپاشی کی ضرورت

یہاں اتنی کم ہے کہ شاید ہندوستان کے کسی دوسرے حصے میں اتنی کم نہ ہوگی

ان دریاؤں کا پانی اس غرض کے لئے کم استعمال ہوتا ہے۔ تالاب کم ہیں ۔ ۴۲

---

[1] موجودہ ٹھیکہ دار اپا گنگادھر اس کا باپ ودوبا اور اس کا دادا دلوبا اصلی ٹھیکہ دار رہے ہیں۔ اگرچہ چند برسوں قبل تک پٹے پیارے رحیم بیگ اور اس کے لڑکے کے نام بطور منتظم کے درج ہوتا رہا ہے اس نفیس شخص کو مادھوجی سندھیا نے عادل بیگ کو حوالے کیا تھا اور دلوبا ٹھیکہ دار کا دادا اس سردار کا دیوان یا منتظم تھا اور اس سے بہت جلد ایسا ہوا کہ دربار اسی کو ذمہ دار شخص سمجھنے لگا تھا۔

باب ۱۳

مگر کنویں بہت ہیں، ان کنووں سے باغوں میں خشخاش اور شکر کے کھیتوں میں نیز جو، مکئی اور دوسرے اناجوں میں جنھیں پانی کی ضرورت ہوتی ہے آبیاری ہوتی ہے مگر جوار وغیرہ میں کبھی کبھی پانی دیا جاتا ہے اور پانی دینے کی صورت میں پیداوار بہت بڑھ جاتی ہے لیکن اس قسم کے بیشتر غلوں کا انحصار صرف بارش پر ہے جس کا آغاز عام طور پر اوایل جون میں ہوتا ہے اور وقفے کے ساتھ آخر ستمبر تک جاری رہتا ہے۔

یہ ایک عجیب وغریب واقعہ ہے جس کی توثیق مالوے اور قرب وجوار کے بہت سے بڈھوں اور نہایت موقر باشندوں نے کی ہے کہ اگرچہ پانی کے ضرورت سے زیادہ یا ضرورت سے کم ہونے کی وجہ سے پیداوار کم ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی تیز سرد ہواؤں اور پالے سے فصل کو نقصان پہنچ جاتا ہے مگر یہ کسی کی یاد میں نہیں ہے کہ کبھی پوری فصل کا نقصان ہو گیا ہو۔ اتفاقی وجوہ سے غلہ کبھی کبھی گراں ہو گیا ہے مگر جب تک کہ واقعتاً فوجوں نے غلے کو تباہ نہ کر دیا ہو غلہ ہمیشہ اتنا کافی ہوتا رہا ہے کہ اس سے باشندوں کی گزر ہو سکے، جب تک کہ تاریخ کے سوا اور کبھی ان باشندوں کو اس مصیبت کا سامنا نہیں پڑا ہے جو انسان کے لیے سب سے بڑی مصیبت ہے یعنی قحط۔ اس فراوانی کو وہ غلوں کی کثیر التعداد قسموں، آب وہوا کی ملایمت، زمین کی زرخیزی اور وہاں کے خاص غلوں کی آبپاشی کے بغیر طیار ہو جانے کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ ۴۴

۱۸۱۷ء میں نربدا کے شمال وجنوب کے صوبوں میں مختلف غلوں کا ایک مقابلتی نقشہ طیار کیا گیا، اس نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریائے نربدا کی وادی کے زیادہ مغربی قصبوں تک میں غلہ اس سے سستا بکتا رہا جتنا مالوے یا نیمار کے کسی دوسرے حصے میں بکا ہو۔ سترہ برس قبل گیہوں اور چنا روپے کا پچاس

---

۱ ۱۸۰۳ء اور ۱۸۰۴ء میں جبکہ تمام ملک کو گھوڑوں نے پامال کر دیا تھا تقریباً تمام زراعت بند ہو گئی تھی۔ اور جو بہت قلیل غلہ بویا گیا وہ زمین ہی پر تباہ کر دیا گیا۔ نتیجہ قحط تھا جس میں بہت لوگ ہلاک ہو گئے۔

۲ سیونی اور تنبوڑنی۔

باب ۱۳

اور ساٹھ سیر بکتا تھا۔ دوسرے غلے ساٹھ سیر، اور بعض غلے[1] روپے کے ایک سو بیس سیر بکتے تھے۔

دعوے سے کہا جاتا ہے کہ چھبیس[۲۶] برس قبل بھوپال کے دیوان چھوٹے خاں نے گیہوں اور چنا روپے کا ایک سو بیس سیر خریدا تھا، یہ قیمت کبھی سننے میں نہیں آئی۔ لیکن غالباً اس کی وجہ اس درجہ غلے کی پیداوار کی کثرت نہیں تھی جتنی وجہ یہ تھی کہ اس نے برآمد کو شدید ضوابط سے روک دیا تھا کہ وہ ریاست کی آمدنی کو تباہ کئے بغیر ایک فوج قائم رکھ سکے۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وسطی ہند کی زمین نہایت سیر حاصل ہے بعض حصص میں زمین پر محنت کی زیادہ ضرورت ہے۔ موجودہ ضرورت کاشتکاروں کی ہے اور ابھی کئی برس گزر جائیں گے کہ ان کی مقدار اتنی کثیر ہو سکے کہ اس نفیس ملک کی پڑتی زمینوں کے وسیع قطعات کو شاداب بنا دے۔

۴۴

وسطی ہند کے تمام اضلاع میں زمین کا لگان اس کی مٹی اور محل وقوع کے لحاظ سے مقرر ہوتا ہے[2] شجاع پور میں روئی کے کھیتوں کی زمینوں کا حکومت کو جو لگان ملتا ہے وہ ساڑھے چار روپے سے پونے دو روپے تک ہے۔ یہ فرق اس اعتبار سے ہے کہ زمین نیچی اور آبپاشی کی ہے یا اونچی اور پتھریلی ہے۔ عام اناج جوار کے لئے ایک بیگھے زرخیز زمین کا لگان چار روپے ہے[3]

۱۔ جوار۔

۲۔ اس ضلع اور بھوپال کی دوامی ادارات اور پیداوار کے متعلق بہت سے تفصیلی واقعات لفٹنٹ جانسن کی برمحل تحقیق کا نتیجہ ہے لفٹنٹ ایک نہایت زیرک عہدہ دار ہے جس نے میجر ہنلی کے تحت کام کیا ہے۔

۳۔ اہلیہ بائی کے زمانے میں ہلکر کے علاقوں میں معمولاً جو لگان لیا جاتا تھا اس کی نسبت دریافت کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ کمتر ایسا ہوتا تھا کہ بہترین آبپاشی کی باغ کی زمین چار یا پانچ روپے سے کم پر دی جاتی ہو۔ گیہوں کی اچھی زمین جس کی آبپاشی نہ ہوتی ہو سوا روپے بیگھے سے ڈیڑھ روپے بیگھے تک تھی۔ حکومت کا مطالبہ اس سے زاید ایک آنہ یا دو آنے بیگھے سے آگے نہیں بڑھتا تھا

اس کے برخلاف کم پانی پانے والی زمین ڈیڑھ روپے بیگھے پر دیدی جاتی ہے۔
نیشکر جو صرف آبپاشی کی زمین میں پیدا ہوسکتی ہے اس پر نیشکر کی نوعیت کے
اعتبار سے عام بیگھے[1] پر چار روپے سے سات روپے تک ادا کرتا ہوتا ہے
سفید نیشکر کے ایک بیگھے کی کاشت پر جو مصارف ہوتے ہیں ان کا اندازہ
ایک اچھی فصل ایک اوسط درجے کی فصل اور ایک معمولی فصل سے مرتب
کیا گیا ہے اور اس کا ایک نقشہ[2] ضمیمے میں دیا گیا ہے نیشکر کی پرانی جڑوں سے
ایک دوسری فصل کی تشخیص اس کا نصف قرار دی گئی ہے جو پہلی فصل سے
ادا ہوا ہے۔ ۴۵
زمین کے طیار کرنے اور شکر بنانے کا طریق کسی طرح اس سے مختلف
نہیں ہے جس کا بیان ہندوستان کے دوسرے حصص کے تذکرے میں
ہو چکا ہے خشخاش کو بھی پانی دیا جاتا ہے اور افیون اسی طریق پر طیار ہوتی
ہے جس طریق پر بہار اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں طیار ہوتی
ہے کو کنار کا رس ایک چھوٹے سے تانبے کے برتن یا ناریل کی کھوپری
میں (جس میں ذرا السی کا تیل ہوتا ہے) جمع کیا جاتا ہے۔ پھر اس کو بڑے
برتنوں میں دبا دیا جاتا ہے اور برسات کے ختم ہونے تک السی کے تیل میں
رہنے دیا جاتا ہے اس کے بعد اس کو نکالا جاتا ہے اور ایک ایک انچ موٹی چکتیاں
تین تین چار چار انچ قطر کی بنائی جاتی ہیں اور ان پر اچھی طرح سے خشخاش کی سوکھی
پتیاں چھڑک دی جاتی ہیں، پھر ان کو ہوا میں کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک
کہ وہ سوکھ کر بیچنے کے لایق ہو جاتی ہیں۔ جب تک کہ وہ بیچنے والوں
کے ہاتھوں میں پہنچتی اس وقت تک بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس میں ملاوٹ کی جائے[3]

---

[1] میں عام "بیگھے" کا لفظ استعمال کرتا ہوں کیونکہ بعض ضلعوں میں بیگھا اس رقبے سے
تقریباً دونا ہوتا ہے۔ عام بلکہ بالا وسط نصف ایکڑ ہوتا ہے۔

[2] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ (۵)

[3] افیون میں آمیزش کے مختلف طریقے ہیں۔ گیٹی ہوئی پتیاں، کتھا، گوبر، گڑ اور بہت سی دوسری
چیزیں اس غرض کے لیے استعمال ہوتی ہیں جلا کر راکھ کر دینے سے انکا پتہ آسانی سے چل جاتا ہے۔

باب ۱۲

بیس برس پہلے، طیار افیون کی اوسط قیمت آٹھ روپے کے سیر سے پانچ روپے سے چھ روپے تک تھی۔ ایک بگیہے پر حکومت کو جو شرح ادا کی جاتی ہے اس کا انضباط زمین کی نوعیت اس زمین کی آخری فصل آبپاشی کی آسانی اس پر ہے کہ زیادہ زمین صرف خشخاش کی کاشت کے لئے استعمال ہوتی ہے یا ملے ہوئے غلے کی صورت میں شرح لگان ڈیڑھ روپے سے تین یا چار روپے بگیہے تک ہے اور خالص خشخاش کی صورت میں پانچ روپے سے دس روپے بگیہے تک ہے۔ یہ شرح اگرچہ اونچی ہے مگر خشخاش اور ایشکر کی کاشت (جسے دولتمند کاشتکاروں کے سوا اور کوئی اختیار نہیں کرتا) کاشتکاروں کی تمام شاخوں میں سب سے زیادہ نفع بخش سمجھی جاتی ہے کاشت خشخاش کے اخراجات و منافع کا تخمینہ ضمیمے میں دیا ہوا ہے[1]۔

۴۶

مالوے کے کاشتکاروں میں دولتمند پٹیل ایک یا دو گھوڑیاں رکھتا ہے اور بعض وقت ان سے نسل پیدا کرتا اور بیچتا ہے مگر یہ بہت کم ہوتا ہے لیکن جن سے ہو سکتا ہے وہ سب مویشی گائے بھینس رکھتے ہیں ان سے گزر اوقات کے ذرائع میں اضافہ ہوتا ہے، مالگزاری ادا ہوتی ہے کیونکہ دودھ مکھن گھی جو اپنی ضرورت سے بچ رہتا ہے وہ بازار میں بیچا جاتا ہے جانوروں کے خرچ کو منہا کر کے یہ خالص نفع ہے، کیونکہ یہ لوگ اگرچہ اپنے مویشیوں کے لئے اپنے کھیتوں کے قریب عام طور پر تھوڑی سی چرائی کی زمین رکھتے ہیں مگر ان کے مویشی سال کے بیشتر حصے میں اُفتادہ زمینوں پر چرتے رہتے ہیں اور اس کا کوئی معاوضہ حکومت کو نہیں دینا پڑتا۔ دیہات کے قریب گڈریے بھیڑیں چراتے ہیں اور یہ گڈریے لازماً دیہات کے باشندوں کا جزو ہوتے ہیں۔ یہ بھیڑ[2] جب گلہ گلہ کر کے بیچے جاتے ہیں اور نیز بیلوں کی فروخت پر ایک محصول ادا کرنا پڑتا ہے لیکن گایوں پر محصول نہیں لگتا۔ ہندوؤں

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۶۔

[2] وسطی ہند میں اسے جھیر کہتے ہیں۔

ہا۱۳ کی حکومتوں میں اسے پاپ سمجھا جائے گا کہ اس پوتر جانور پر کسی طرح کی فروخت یا انتقال پر کسی طرح کا محصول لگایا جائے۔

۴۷ گاؤں کی زمینوں سے جو کھیت اور جنگل وغیرہ متعلق ہیں ان میں جو درخت پھلدار ہوتے ہیں یا جن سے نشے کی چیز بنتی ہے جیسے آم، مہوہ[1] وغیرہ وہ یا تو افراد کی ملک ہوتے ہیں یا ٹھیکے پر دیے جاتے ہیں مگر بہر دو صورت میں حکومت پھل اور شہتیر پر اپنا حق قایم رکھتی ہے، مہوے سے جو شراب بنتی ہے اور دوسری ہر طرح کی شراب پر حکومت کو یا اس شخص کو جو گاؤں کو ٹھیکے پر لیتا ہے یا اس کا انتظام کرتا ہے ایک خاص محصول ادا کرنا پڑتا ہے جنگل کی لکڑی اگر قیمتی ہوتی ہے تو اس پر معقول محصول لگایا جاتا ہے۔

۴۸ مرہٹوں نے جب پہلی مرتبہ مالوے اور متصلہ صوبوں پر حملہ کیا تو ان کے پہلے محصلات ویسے ہی تھے جیسے اس غارت گر قوم نے تمام ہندوستان پر لگا رکھے تھے مگر جب سے یہ لوگ ملک کے واقعی حکمران ہو گئے ہیں اس وقت

لہ۔ اس درخت کی پیداوار عجیب قسم کی ہے اور اس کا استعمال عام ہے، پھول اپنی نوعیت میں بہت ہی غیر معمولی ہیں جو تقریباً ہر ایک دوسرے شجر کے پھول سے حقیقۃً مختلف ہیں کسی اعتبار سے وہ پھول نہیں معلوم ہوتے بلکہ بیر سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں اور جب پختہ ہو جاتے ہیں تو خود بخود گر پڑتے ہیں۔ ان کو جمع کر کے چند روز دھوپ میں رکھ کر خشک کر لیا جاتا ہے، اس طرح درست ہو جانے کے بعد وہ ذائقے اور مزے دونوں میں مویز کے مشابہ ہوتے ہیں۔ ان کو خواہ کچا کھایا جائے یا پکا کر، وہ مفید و طاقت بخش غذا ہے۔ مگر اکثر ان سے ناقابلِ تعریف کام لیا جاتا ہے کیونکہ خمیر کھانے کے بعد ان سے بہت قوی شراب طیار ہو جاتی ہے اور یہ شراب اس قدر سستی بکتی ہے کہ ایک پائنٹ آدھ آنے میں خرید کی جا سکتی ہے۔ اس کے پھل سے ایک طرح کا تیل نکلتا ہے جو گھی سے اس قدر مشابہ ہوتا ہے کہ سستا ہونے کی وجہ سے اکثر گھی میں ملا دیا جاتا ہے۔ غذا کے طور پر کام میں آتا ہے، چراغوں میں جلایا جاتا ہے اور زخموں اور ہر طرح کے پھوڑوں پھنسی کے لئے بطور دوا کے خارجاً استعمال ہوتا ہے۔

سے مالگزاری معمولی مدات کے تحت جمع کی جاتی اور اس کا حساب رکھا جاتا ہے[1]۔ تمام زاید اور خود رایانہ محصول غیر معمولی کہلاتے ہیں[2]۔ ان میں ایک محصول گھر کا محصول ہے جسے آمدنی کا محصول کہنا چاہئے یہ محصول ہر دوسرے تیسرے سال (برہمنوں اور کاشتکاروں کو مستثنےٰ کر کے) ہر گھر سے مالک کی واقعی یا فرضی دولت کے مطابق وصول کیا جاتا ہے مگر یہ محصول خاص کر دکانداروں پر پڑتا ہے۔ غیر معمولی کے تحت تمام جرمانے جبر دستانی اور عارضی مطلوبات کے سب آجاتے ہیں، آخر الذکر کے عاید کرنے کے لئے جو کچھ حیلہ حوالہ ہو مگر مرہٹی حکومت میں وہ بہت جلد معینہ سالانہ[3] محصول بن جاتے ہیں۔ جن طبقات پر نظر عنایت ہوتی ہے وہ ان خود رایانہ محصولوں سے بچ جاتے ہیں، اور

لہ۔ یہ مال اور ابواب ہیں۔ اول الذکر زمین کرور گیری بشمول محصولات نشیات وغیرہ سے وصول کیا جاتا ہے۔ آخر الذکر اس شرح تبادلہ کے فرق پر مشتمل ہوتا ہے جو ضلع کی مالگزاری کی معینہ شرح اور بازار کے نرخ میں ہوتا ہے (اور یہ شرح تبادلہ اکثر معتدبہ ہوتی ہے)۔ اتفاقی امداد یا ان عہدہ داران سرکاری کا اذوقہ جنھیں وزیر یا منتظم مقرر کرتا ہے پوتہ دار یعنی اس ملازم خزانہ کی فیس کی جو روپے کی جانچ کرتا ہے۔ حکمرانوں یا اعلیٰ وزیروں کی دعوتوں اور شادیوں کے اخراجات کا چندہ۔

لہ۔ اسے سوی جمع کہتے ہیں" یعنی معینہ مالگزاری سے زاید"

سلہ۔ اس معمول کی مذکورہ ذیل مثالیں قابل لحاظ ہیں۔ ۱۸۰۵ء میں جب جسونت راؤ ہلکر لفٹننٹ کرنل مانسن کی فوج کا تعاقب کر رہا تھا تو اس کے توپخانے کے بہت سے بیل مرگئے تھے، اس بنا پر اس نے بہت سے مواضع پر فی موضع ایک بیل کا چندہ لگا دیا۔ اس اتفاقی ضرورت کے ختم ہو جانے پر یہ محصول بند نہیں ہوا بلکہ اسے نقد میں بدل دیا گیا۔ اور ان مواضع میں ہر ایک موضع کو اس وقت تک خرچ توپخانہ کے نام سے دس روپے فی موضع دینا پڑتا ہے۔ مہاراجہ سندھیا نے ملک میواڑ پر ایک محصول گھوڑا برار کے نام سے لگایا تھا۔ یہ محصول مہاراجہ کے ایک پسندیدہ گھوڑے کی قیمت ادا کرنے کے لئے لگایا گیا تھا جو اس ملک میں مر گیا تھا اور یہ محصول بہت دنوں بعد تک مالگزاری سے ایک جزو کے طور پر سالانہ مشخص ہوتا رہا۔

باب ۳ ۴۹

دوسروں کو زیادہ تر حکمران اور اس کے وزرا کی طبیعت پر انحصار کرنا پڑتا ہے (ان کی مالگزاری کے برائے نام نظم چاہے کچھ بھی ہوں) مگر وسطی ہند میں جو غیر معمولی مطالبات ان لوگوں نے لگائے جو اس کے بہترین حکمراں سمجھے جاتے تھے وہ ایک قوی ثبوت اس امر کا ہے کہ وہ تشخیص نہایت معتدل تھی اور دوسرا قوی تر ثبوت کاشتکاروں کی حالت سے ملتا ہے' جن اضلاع کا انتظام اچھا ہے ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کے کاشتکار ویسے ہی خوش حال ہیں جیسے کمپنی کے ممالک کے محاصل حکومت کا حصہ نسبۃً اس سے زیادہ ہے جو باغلب وجوہ مرہٹوں کی حکومت کے ممالک میں سب محصولوں کے برابر ہو جاتا ہے ایک ریاست کل محصول اپنے خزانے میں جمع کرتی ہے اور وہاں سے اس کا ایک جزو اس کے عہدہ داروں میں تقسیم ہوتا ہے۔ دوسری ریاست میں مالگزاری کی زیر تقسیم ہے' جس سے حکومت کا حصہ مخصوص بالکل الگ ہو جاتا ہے' یہ طریق دیسی ریاستوں کی ترکیب کے مطابق ہے' اور معتدل اچھے زمانوں میں بڑے کاشتکاروں' زمینداروں پٹیلوں اور ان تمام لوگوں کے اندر جن کا تعلق کاشتکارانہ طبقات سے ہے' دولت کی عام تقسیم کے لئے زیادہ موافق واقع ہوا ہے۔

۵۰

قابض دار یا محصل

محصل یا ٹھیکہ دار جب صوبے یا ضلع کا جائزہ لینے کے لئے روانہ ہوتا ہے تو اسے اس ملک کے جس کے لئے وہ نامزد ہوتا ہے تمام معلوم آمد و خرچ کا ایک نقشہ فرنویس کے دفتر سے دیا جاتا ہے' بعض اخراجات کا اختیار ہوتا ہے' اور بقیہ جمع کردہ رقم خزانے میں داخل کی جاتی ہے' وسطی ہند کے مرہٹہ حکمرانوں میں ادھر کے زمانے میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ جس شخص کو وہ ملک کے ٹھیکے سپرد کرتے ہیں ان سے ایک برس کی مالگزاری کا پیشگی مطالبہ کرتے ہیں اور بعض وقت اگر یہ لوگ دولتمند ہوتے ہیں تو دو برس کی مالگزاری کا' اس قسم کے پیشگی پر ایک فی صد ماہانہ سود قبول کیا جاتا ہے' محصل یا ٹھیکہ دار کے پاس اگر خود روپیہ نہیں ہوتا تو اسی شرح سود پر یا اس سے کم پر ساہوکاروں سے قرض لے سکتا ہے' وہ اپنی اس تائید کی وجہ سے ایسا اختیار حاصل کر لیتے ہیں

باب ۱۳

جس سے وہ کاشتکار جن کا ان سے واسطہ ہوتا ہے ان کے رحم و کرم کے تحت آجاتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ ساہوکار ہی ان پیشگیوں کو براہِ راست ادا کرتے ہیں اور انھیں اس ادائی کے عوض ضلع کے محصلات تفویض ہو جاتے ہیں جنھیں وہ ذیلی ٹھیکہ داروں کو دیدیتے ہیں اور جیسا کہ پہلے ظاہر کیا جا چکا ہے اس طریق کا اثر اکثر یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف مالگزاری کے بلکہ ریاست کی مجلسوں کے سرکردہ بن جاتے ہیں۔[1]

۵۱

وسطی ہند میں بہترین اور نہایت مقبول طریقہ مالگزاری وصول کرنے کا یہ ہے کہ دس بیس یا تیس برس کے لئے معزز اشخاص کو پٹے دیدیے جائیں۔ بدترین اور سب سے زیادہ خوفناک طریقہ وہ ہے جو (بالخصوص سندھیا کے متعدد ضلعوں میں رائج ہیں) منتظموں اور ٹھیکہ داروں کو ایک ایک برس کی تفویض ہے۔ یہ لوگ ملک کی خوشحالی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور جو رقم ان کو درکار ہوتی ہے اس کے لئے ہر طرح کی زیادتی کر گزرتے ہیں، مگر ان تمام بدانتظامیوں کے باوجود نہایت شدید صورتوں کے علاوہ اس قدر زیادہ بربادی اور عام مصیبت نہیں ہے جو خیال میں آتی ہے یہ ایسی صورت میں واقع ہوگی جب حکومت کو اپنے تمام خود رایانہ افعال کے ساتھ ایک سازشی اتحاد کے ذریعے سے دغا دی جائے جس میں وزیر اعظم سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے ضلع کے غریب ترین کاشتکار تک شامل ہوں۔ منصب کا عدم تیقن ثابت شدہ جرم کے اندیشے سے سب کو لرزہ براندام رکھتا ہے اور اسی وجہ سے دیہاتوں کے سرگروہ ٹھیکہ داروں، محصلوں، حکومت کے عہدہ داروں میں وہ اتحاد ہوتا ہے جو پست ترین کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ بالاترین پر قابو رکھیں۔ محصل اکثر کسی گاؤں سے خلاف بقایا کو منسوخ کر دیتا ہے اور یہ اس غرض سے کرتا ہے کہ پٹیل یا کاشتکاروں کے سرگروہ کوئی شکایت

---

[1] سندھیا کا وزیر گوپال فرخ اور تانتیا جوگ جو ملہار راؤ ہلکر کے نابالغی کے زمانہ متولی کے اختیارات عمل میں لاتا تھا، دونوں ساہوکار ہیں۔

باب ۱۳

نہ کرے یا مالگزاری کی کسی پوشیدہ مد کو ظاہر نہ کر دے اور محصل اپنے بارے میں
فرد نویس کے دفتر میں پیچیدہ حسابوں کے ثابت کر دینے کی قابلیت رکھنے
یا کسی وزیر کو رشوت دے دینے سے برسوں کے لئے اپنی جگہ محفوظ کر لیتا ہے
اس قسم کے نظم کی خرابیاں وقت آنے پر معلوم ہو جاتی ہیں، اور جب ان کا
پتا چل جاتا ہے اس وقت بھی نرمی سے کام لیا جاتا ہے ان کا تعلق ایک
کمزور ربط کی مطلق العنان حکومت سے ہوتا ہے جیسے کہ ہندوستان کے
حکمرانوں کی حکومت ہے اور جب یہ خرابیاں حد کے اندر ہوتی ہیں اور نظم ونسق
بیدار مغزی کے ساتھ اور منصفانہ اصول پر چلایا جاتا ہے تو معقول حد تک
خوشحالی اور آسائش پیدا ہو جاتی ہے جن لوگوں کو انتظام میں یا تحصیل
میں کوئی حصہ ملتا ہے ان کا جو معاوضہ معقول سمجھا جاتا ہے اس کا لطف
اتنا ہوتا ہے کہ وہ کسی ظالمانہ عمل سے اپنی جگہ کو خطرے میں ڈالنے سے
ہچکچاتے ہیں جیسا کہ ایک مستحکم حکومت کے تحت اکثر ہوتا ہے سرکاری
آمدنی کو ترقی دینے کے ذرائع نکالنے سے اپنے اغراض کو ترقی دینے کے
بجائے ان لوگوں کا نفع اس میں ہے کہ جو لوگ ان کے زیر اختیار ہیں
نسبۃً شخصی خفیف مطالبات کو پورا کر دیں خواہ اس سے حکومت کا نقصان
ہی کیوں نہ ہوتا ہو اور در حقیقت یہ سب حکومت کے خلاف متحد رہتے ہیں۔

۵۲

افراد کی طرح وسطی ہند کے گاؤں بھی کوئی سرپرست یا محافظ تلاش کرتے
ہیں اور کسی ذی اختیار شخص کے ساتھ ایک مرتبہ سلسلہ قائم ہو جانے سے منتظم یا
ٹھیکہ دار کے جرم کے خلاف ایک بڑا بچاؤ مہیا ہو جاتا ہے جو عہدہ دار صوبوں میں
کام کرتے ہیں ان کی واقعی یا مفروضہ غلطیوں اور جرموں پر جرمانہ کرنے سے
مرہٹہ حکمران اور ان کے خاص وزرا بہت نفع حاصل کرتے ہیں، اس سے
یہ لوگ گاؤں کے باشندوں سے بہت خائف رہتے ہیں جسے دربار کے

۵۳

کسی شخص کا تحفظ حاصل ہوتا ہے یہ تحفظ مختلف طریقوں سے قائم ہوتا ہے کبھی
ایسا ہوتا ہے کہ گاؤں میں کوئی عبادت گاہ ایسی ہوتی ہے جہاں وزیر یا سلطنت
کا کوئی بڑا عہدہ دار اکثر آتا جاتا رہتا ہے یا اس قسم کے لوگ اس دیہات کے

باب ۱۳

حدود میں معافی کی زمین یا باغ رکھتے ہیں اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کا
کوئی باشندہ ان کی خدمت میں ہوتا ہے یا ان کے گھر کے خاص ملازموں میں
سے کسی نے اس دیہات کے خاندان میں شادی بیاہ کر لیا ہوتا ہے جس حکومت
میں اصحاب عہدہ کے لئے دوسروں کے معاملات میں دخل دینا آمدنی و قوت
کے بڑھانے کا ذریعہ ہو وہاں نہایت خفیف واسطہ بہت متعدی ہے مضبوط
ربط میں ترقی پذیر ہو جاتا ہے۔

جرمانے کی آمدنی

محصل اور ٹھیکہ دار جب کافی طاقتور تھے تو انھوں نے جرمانہ کرنے کے
طریق کو اپنے انتظام کے تحت تمام گاؤں پر وسیع کر دیا تھا اور پریشان زمانوں
میں کوئی استحصال اتنا سخت نہیں ہوتا جتنا وہ استحصال جسے گنہگاری کہا جاتا تھا
جرمانے کبھی تو افراد پر کیے جاتے تھے مگر زیادہ عام طور پر پورے گاؤں پر۔
عام بنا گاؤں کے حدود کے اندر کسی قتل یا چوری کا واقع ہونا تھی یا افراد
یا گروہ کا کوئی ایسا فعل جس کی نسبت یہ فرض کر لیا جائے کہ اس سے حکومت کو
یا ملک کے والی کو نقصان پہنچا ہے، زناکاری، دوسری شادی جھگڑا فساد
اور تمام بے ضابطگیاں جرمانے کے تحت آتی ہیں، آمدنی کا یہ ذریعہ وسطی ہند
کے بعض شہروں (بالخصوص اجین[1]) میں جس انتہائی خراب حد تک پہنچایا گیا ہے

۵۴

[1] بے ضابطگیوں سے جو جرمانے وصول ہوتے ہیں اجین میں ان کا اجارہ دیدیا جاتا ہے
اور اجارہ دار شہر کے ہر ایک محلے میں مردوں اور عورتوں کو مقرر کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو
بہکا کر ایسے حالات پیدا کریں جن سے ان لوگوں پر الزام عاید ہو سکے۔ ایسے مواقع پر
جھگڑے فساد کی تدبیر کی جاتی ہے جہاں معزز یا دولتمند اشخاص موجود ہوں اور اجارہ دار
کے کارکن جب فرار ہو جاتے ہیں تو ان معزز و دولتمند اشخاص کو پکڑ کر بعجلت حوالات
میں بند کر دیا جاتا ہے یہاں سے ان کو اس وقت رہائی ملتی ہے جب وہ جرمانہ
ادا کر دیں مگر عورتیں وہ ذریعہ ہیں جن کے وسیلے سے سب سے بڑی رقمیں وصول ہوتی ہیں۔
ان میں سے زیادہ آوارہ عورتوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ خاندانوں کی معزز سوگروہ
بن جائیں، تعینات ہو جاتے ہیں اور بے خبر لوگ پولیس کے ہاتھوں میں پھنس جاتے ہیں

باب ۱۳

وہ تقریباً ناقابل یقین ہے۔ پوشیدگی کی نسبتہً زیادہ سہولت کی وجہ سے اس قسم کے جرمانے اکثر محصلوں کے لئے بالائی آمدنی بن گئے ہیں جو غریب طبقے اس استحصال سے تکلیف اٹھاتے ہیں وہ یہ دیکھ کر صبر کر لیتے ہیں کہ ان کے ستانے والے بھی ان مصیبتوں سے مستثنیٰ نہیں ہیں، ان گراں رشوتوں کے علاوہ جن کے ذریعے سے محصلین اور دوسرے حکومتی عہدہ دار اپنے عہدے خرید کرتے ہیں اور جن کی تجدید انھیں ہر دوسرے تیسرے سال کرنا پڑتی ہے انکے خلاف تمام شکایتیں کیسی ہی خفیف کیوں نہ ہوں سنی جاتی اور درج کی جاتی ہیں، اور زیادتی کے شدید افعال کا ارتکاب اگر بر وقت زیر نظر نہ آجائے تو بھی یہ یقینی ہے کہ وہ یاد رکھا جائے گا اور محاسبے کے دن ان کے خلاف اس حساب کی ایک سخت مد بن جائے گا جو ان کی تمام خطاؤں کے متعلق بہت احتیاط کے ساتھ منضبط رہتی ہے ایسے موقعوں پر جو جرمانے ہوتے ہیں، مرہٹہ حکمران ان کی خاص طور پر قدر کرتے ہیں کیونکہ خاص جی یا شاہی زمین کی پیداوار کے ساتھ یہ بھی ان کے صرف خاص میں داخل ہے اور وہ حکومت کے اخراجات میں کبھی شامل نہیں سمجھے جاتے وہ اپنے خاندان کی منظور نظر شاخوں کو اور خاص کر اپنی بیویوں کو بھی اس نوع آمدنی میں حصہ لینے کی اجازت دیتے ہیں

۵۵

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور رہائی صرف رقم ادا کرنے سے ہو سکتی ہے اور تقریباً یہ رقم ان کے جرم کے لحاظ سے نہیں بلکہ ان کے ذرائع کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ بیگناہوں پر برابر اس توقع سے الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ ان الزامات کی رسوائی سے بچنے کے لئے کچھ روپیہ ادا کر دیں گے۔ تھوڑا زمانہ گزرا کہ اجین کے ایک تاجر روغن کو زنا کے ایک سازشی الزام میں حوالات میں بند کر دیا گیا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی گئی۔ اس نے اپنے کو نادار بتایا اور جیسا کہ اس نے اس غرض سے نہیں کہ وہ اپنے کو بے جرم ثابت کرے بلکہ اس عزم سے کہ اس کے ستانے والوں کو آیندہ اس کے ستانے کا موقع نہ ملے۔ کپتان بور تھوک کا بیان ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب وہ اجین میں تھے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ شہر میں کئی دن تک اس کا چرچا رہا اور یہ محصول کے اس طریق کی بدنام کن نوعیت کی مثال کا یہ ایک ثبوت تھا۔

باب ۱۳

اور آخر الذکر اکثر عہدوں کے علانیہ بیچنے والے ہوتے ہیں۔ نیز ملکوں کے والیوں کی تائید کرنے والے ہوتے ہیں۔ جو انھیں معقول عوض دیتے ہیں، یہ خرابی اب بھی موجود ہے مگر چند برس قبل اس سے کم ہے اور وسطی ہند کی ان ریاستوں میں جو براہ راست برطانی نگرانی میں ہیں جن لوگوں کو نظم و نسق تفویض ہے وہ اب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ کاشتکاروں پر ظلم کرنے سے نہیں بلکہ ان کی ہمت افزائی کرنے سے اور رشوت خوار اور خود رائے والیوں اور محصلوں کے مقرر کرنے سے نہیں بلکہ لایق آدمیوں کے تقرر کرنے سے ان کے صحیح اغراض حاصل ہوں گے، اور جو سلطنت ان کی حفاظت کرتی ہے اسے وہ خوش کرینگے اور اپنے ممالک کے نفع کو بڑھا دیں گے۔

مالگزاری اور زمین کی علٰحدگی

وسطی ہند کے مرہٹہ حکمرانوں میں مالگزاری کی دائمی علٰحدگی بہت ہی غیر معمول ہے، انھوں نے یہ فراموش نہیں کیا ہے کہ خود ان کے استحقاق محض عارضی عطیوں سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ اس سے خلاف نوعیت کی سند

۵۶

دینے سے بہت کارے رہتے ہیں، جاگیر یا انعام نانکار کی زمینیں بہت کثیر التعداد ہیں اول الذکر افراد کی زندگی تک کے لیے علاقے ہیں اور آخر الذکر انعام یا خدمت کے صلے کے طور پر ضلع اور گاؤں کے موروثی عہدہ داروں[1] کو دیے جاتے ہیں اور اکثر نہیں مگر کبھی کبھی دوسروں کو بھی۔ استمراری علیہ جو ایک معتدل تشخیص (اور کبھی کبھی مالگزاری سے بہت کم)[2] پر زمین عطا کرتا ہے، راجپوت امرا یا بھیل[1] سرداروں کے سوا دوسروں کو بہت کم دیا جاتا ہے

---

[1]۔ زمیندار، ولمنذار وغیرہ۔

[2]۔ ذیل میں دھار کی ریاست پواڑ کی جانب سے نیمکاتا کے بھومیا شیو سنگھ اور ہمن سنگھ نام موضع ترلا کے استمراری علیے کی (جو میری وساطت سے ۶ جون ۱۸۲۰ء کو عطا ہوا تھا) نقل دی جاتی ہے:-

چونکہ یہ واضح ہوتا ہے کہ قدیم بادشاہوں اور ریاست پواڑ کے راجاؤں کے بزرگوں کی جانب سے موضع ترلا استمرار اً شیو سنگھ اور ہمن سنگھ بھومیا کے بزرگوں کو اس

باب ۱۳
۵۷

مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو ہموار کیا جائے اور ان کو زمین کی کاشت کی ترغیب دی جائے یا یہ کہ اس مہربانی کے شرائط پر وہ کسی حد تک تحفظ کی ذمہ داری کرتے ہیں۔ سرانجام کے سوا اور کسی طرح پر کسی مرہٹہ سردار کو بہت بڑا عطیہ حاصل نہیں ہے اور سرانجام کا مفہوم فوج کی ضروریات پورا کرنا ہے۔ کبھی کبھی ان کی شخصی تائید کی وجہ سے ان کو گاؤں دیے جاتے ہیں مگر اسے بھی قابل وراثت نہیں قرار دیا جاتا۔ مستقل عطیات' مقبول برہمنوں کو یا مذہبی ادارات کے اوقاف کے طور پر دیے جاتے ہیں وسطی ہند کے ابتدائی مرہٹہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شرط سے عطا ہوئے تھے کہ وہ بھیلوں کی لوٹ مار سے مواضع کی حفاظت کریں گے جو سلطان پور اور دھار کے درمیان واقع ہیں' نیز ان مقامات کے باشندوں کے مویشی اور املاک کی بھی حفاظت کریں گے' اور سالانہ ساڑھے تین سو روپیہ ریاست کو بطور خراج کے دیں گے اور چونکہ موجودہ بھومیا شیو سنگھ اور بھیم سنگھ مالوے کے ابتر زمانے میں بھیلوں کے غارتگرانہ حملوں کے روکنے کے قابل نہیں رہے جن سے کاشتکار تباہ ہوگئے' اس لئے یہ ضروری ہوگیا کہ موضع ترلا کو مذکورۂ بالا بھومیوں سے نکال لیا جائے اور باشندوں کی حفاظت کے لئے ایک قلعہ بنایا جائے اور دوسری کارروائیاں اختیار کی جائیں۔

اب کہ تمام ابتریاں دفع ہوگئی ہیں اور برطانی حکومت کے اثر سے ملک میں امن وسکون بحال ہوگیا ہے' مذکورہ بھومیوں نے عاجزانہ طور پر ریاست سے درخواست کی ہے کہ وہ ان کی التجا کی سماعت کرے اور یہ کہ موضع ترلا انھیں سابقہ شرائط پر واپس دے دیا جائے اور وہ اپنے اور اپنے وارثوں کی جانب سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ آئندہ دھار اور سلطان پور کے درمیان بھیل جو کچھ غارتگری کریں اس کے وہ ذمہ دار ہوں گے اور مسافروں اور دھار کے باشندوں کو جو کچھ نقصان پہنچے گا اس کے بھی ذمہ دار ہوں گے اور وہ سرگرمی کے ساتھ ریاست کی خدمت میں مشغول رہیں گے اس لئے راجہ دھار ان وعدوں کے اعتماد و لحاظ کی بنا پر جنرل سر جان میلکم کے توسط سے مذکورۂ بالا موضع ترلا نامبردہ بھومیوں کو شرائط ذیل پر عطا کرتا ہے اندور یا اجین کا پانچسو حالی روپیہ تین قسطوں میں ریاست دھار کو سالانہ ادا کریں۔ جس کا آغاز ۱۴ شعبان سمت ۱۸۸۱ بکرماجیت مطابق ۱۲ جون ۱۸۲۴ء سے ہوگا۔"

باب ۱۳ ۵۸

حکمرانوں کی اولاد نے شہنشاہان دہلی کی سندوں پر بہت کم لحاظ کیا ہے بجز ان اسناد کے جو زمینداروں اور موروثی عہدہ داروں کو حاصل تھیں جن کے خدمات سے ملک کے اندرونی نظم ونسق میں ان کے لئے مفر نہ تھا لیکن اگرچہ ان کی معافی کی زمین اور ان کی برأت قائم رکھی گئی ہیں مگر ان کا اقتدار بہت محدود ہوگیا ہے۔ خاندانی وراثت کی تقسیم سے متعلق جو مناقشے برابر برپا ہوتے رہتے ہیں ان سے مرہٹوں کو مسلسل برابر دخل دینے کا موقع مل جاتا ہے اس سے وہ نہ صرف ان مقامی عہدہ داروں کے اختیار واثر کو کمزور کر دیتے ہیں بلکہ ان کے اختلافات سے آمدنی بھی پیدا کرتے ہیں۔

زمیندار اور موروثی عہدہ دار جنھیں حقوق اور مواجب حاصل ہیں

لہ۔ وطن داروں کی انعامی زمین ہندو قانون کے تابع ہے اور اس لئے زمینداروں اور پٹیلوں کے تمام لڑکوں کے درمیان تقسیم ہو جاتی ہے مگر مواجب و رسوم ہمیشہ خاندان کے بڑے شخص کا ہوتا ہے جو منتظم ہوتا ہے تفصیلی تحقیق سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ جب اس قانون کے عمل سے زمین کی اس قدر تقسیم در تقسیم ہو جاتی ہے کہ وہ خاندان کے افراد کے گزارے کے مساوی نہیں رہتی تو انتشار اور نتیجۃً ترک وطن وتنوع میں آتا ہے اور اس طرح خاندان کی اعلیٰ شاخ جس کا اثر اور جس کے ذرائع ہمیشہ باقی رہتے ہیں پھر کل زمین کو حاصل کر لیتا ہے مگر نتیجہ یہ ہے کہ بکثرت اور شدید نزاعات ہوتے رہتے ہیں اور یہ نزاعات حکمرانوں کے لئے ہمیشہ نفع کا ذریعہ ہوتے ہیں اور اکثر منقسم خاندان کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس قسم کی زیر تقسیم کے لئے ہم وطن داری کے ان دعاوی کو لیتے ہیں جو (چند درکے دیسکھ کے دعاوی سے جداگانہ) خاندان ہلکر نے خاندیس پر قایم کیے۔ ان میں سے کسی کو بھی پورا حق حاصل نہیں تھا۔ گلنا کے دیسکھ کا حق سب سے زیادہ تھا اور وہ تین چوتھائی تھا اور سب سے کم سولھواں حصہ ضلع ڈونگرش مندر بار میں دسلی کے پٹیل کا تھا۔ چونکہ صوبوں میں ابتری برپا تھی ان چھوٹے چھوٹے دعاوی کے قائم کرنے میں یکساں تردد پیش آیا۔ اس کی بنا کچھ تو قدیم حقوق پر قائم رہنے کی وجہ سے تھی اور کچھ اس وجہ سے تھی کہ اس قسم کے دعاوی میں جو سرپرستی داخل ہے اس پر قبضہ رکھا جائے۔ مرہٹوں کی طبیعت میں یہ امر بھی راسخ ہے کہ جہاں موقع مل جائے دوسری ریاستوں کے معاملات میں مداخلت کریں۔

باب ۱۳ — ۵۹

ان کو تنخواہ نہیں ملتی، صوبوں کے والی اور ضلعوں کے محصل نیز ان کے ماتحت عہدہ دار تنخواہ پاتے ہیں۔ ہلکر کی حکومت میں ان میں سے اعلیٰ عہدہ دار کو قلیل سالانہ بھتہ ملتا ہے مگر انھیں بہت معقول نذرانے اور دوسرے فوائد حاصل ہیں۔ وسطی ہندوستان کے اندر سندھیا کے بعض صوبوں میں اعلیٰ درجے کے محصلین کو پچیس ہزار سالانہ تک ملتا ہے۔ اس محکمے کے دوسرے اشخاص کو ان کے فرائض کے تناسب سے تنخواہ ملتی ہے مگر تحصیل کے اخراجات اب جملہ آمدنی کے بیس فیصدی سے زیادہ نہیں ہوتے۔

شہروں اور قصبوں میں مالگزاری کی تحصیل۔

وسطی ہند میں شہروں اور قصبوں کی مالگزاری بھی انھیں اصولوں پر کی جاتی ہے جن اصول پر دیہات کی مالگزاری وصول کی جاتی ہے باشندوں کی بڑھی ہوئی ثروت، ظلم پیشہ حکمرانوں کے لئے بڑی ترغیب کا باعث ہوتی ہے لیکن دولتمند شہریوں کے متفقہ اثر اور قوت سے اس میں روک پیدا ہو جاتی ہے خاص کر ساہوکاروں کے اثر سے جو بہت ہی قوی ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو علانیہ لوٹ صرف نہایت ہی ظلم و زیادتی کے زمانے میں ہوتی ہے جیسی کہ اس ملک میں جسونت راؤ ہلکر کے عروج کے وقت سے مندسور کی صلح کے وقت تک پھیلی ہوئی تھی۔ غیر معمولی امداد، جرمانے اور دوسرے گاہ بگاہ کے محصولوں کے علاوہ جو باشندوں پر عاید کئے جاتے ہیں شہر یا دار الصدر جب وسعت میں ترقی کرتا ہے تو سرکاری زمین کی فروخت سے معقول نفع ہوتا ہے۔ عمارت کے لئے جو زمین اچھے موقع پر ہوتی ہے وہ چار پانچ روپے مربع فٹ کے حساب سے بکتی ہے حکومت اکثر بڑے بڑے بازار بناتی ہے اور جن دوکانداروں کو دوکانیں کرایہ پر دی جاتی ہیں ان سے بہت نفع حاصل کرتی ہے۔

۶۰

پیشکش یا خراج۔

مرہٹہ ریاستوں کی آمدنی کا ایک معقول حصہ پیشکش[۲] سے حاصل ہوتا ہے

---

[۱] ۔ دیہات میں اس ذریعے سے حکومت کو کوئی فائدہ نہیں حاصل کرتی بلکہ اس کے برخلاف نہایت معزز باشندوں کو ایک چھوٹا سا ٹکڑا زمین کا جو نصف بگیھ سے ایک بگیھے اور دو بگیھے تک ہوتا ہے دیا جاتا ہے۔

[۲] ۔ خراج کے لئے پیشکش ایک عام لفظ ہے یہ ایک فارسی مرکب ہے جس کے لفظی معنی پہلے پہل کے تحفہ یا یہ کہ جو پہلے حاصل کیا جائے۔

باب ۱۳

جو بڑے اور چھوٹے راجپوت حکمران ادا کرتے ہیں اس کے جمع کرنے کا طریق یہ ہے کہ باجگزار کے وہاں ایک گماشتہ رہتا ہے اور وہ عام طور پر پیشکش نقد کی صورت میں حاصل کرتا اور روانہ کرتا ہے مگر جب نقد نہ مہیا ہو سکے تو کپڑا اور گھوڑا اور دوسری چیزیں لی جاتی ہیں۔ ان مرہٹہ ریاستوں کی آمدنی کا کوئی دوسرا حصہ اس پیشکش سے زیادہ گھٹتا بڑھتا نہیں رہا ہے چونکہ یہ پیشکش قوت کے زور سے ایک شکست خوردہ اور پست مگر جنگجو اور سرکش نسل کے سرداروں پر عاید کیا گیا تھا اس لیے جب ذرا سی بھی امید پیدا ہو جاتی ہے تاآنکہ اگر تاخیر بھی ممکن ہوتی ہے تو اس کی ادائی میں وقت ڈالی جاتی ہے بقایا بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور تصفیے کا دن اکثر کمزور فریق کی تباہی[1] کا دن ہوتا ہے آمدنی کی یہ شاخ شدید خرابیوں کا موجب رہی ہے اور وسطی ہند میں مرہٹہ حکومتوں نے جو ظلم و زیادتیاں کیں ان کی خاص بنا یہی رہی ہے۔

۶۱ بھوپال کے طریق مالگزاری کی خصوصیات

بھوپال کے نوابوں کا طریق مالگزاری، بندوبست یا تحصیل[2] کے اعتبار سے مرہٹہ حکومتوں کے طریق سے بہت کم مختلف رہا ہے بجز اس کے کہ اس میں چڑھاؤ اتار کم ہوا ہے اور اس کے انضباط میں کاشتکاروں کا خیال زیادہ رکھا گیا ہے جو غیر ملکی دشمنوں (خاص کر پنڈاروں) سے بہت نقصان اٹھا چکے ہیں اگر خود چھوٹی سی ریاست کے حکمرانوں نے ان کے ساتھ ہمیشہ مہربانی اور عمدگی کا برتاؤ کیا ہے۔

---

[1] (برطانی حکومت کے ساتھ ۱۸۰۵ء کی صلح کے بعد سے) دولت راؤ سندھیا جن خاص راجپوت سرداروں کو خراج کے بقایا کی بنا پر تباہ کرنے میں کامیاب ہوا وہ حسب ذیل ہیں:۔ راجہ نارواڑ، راجہ شیوپور، راجہ چندیری، راجہ راگھوگڑھ، راجہ گڑھا کوٹھا اور راجہ اڈھ گڑھ

[2] مالوے کے ضلعوں میں بھوپال کی حکومت کی تحصیل نقد اور بیگھے کے حساب سے ہے، گونڈواڑے (مثلاً گونور، جین پور باری وغیرہ) میں وہ ہل کے حساب سے اور جنس میں تحصیل کرتے ہیں بعض حصوں میں حکومت کا حصہ آدھا غلہ ہے اور بعض دوسرے حصوں میں دو خمس، اس قسم کے فرق کی وجہ پرگنے یا ضلع کا رواج ہے۔

باب ۱۳

اس ریاست کی رعایا کے دوسرے طبقات کے ساتھ بھی علی العموم اچھا سلوک کیا گیا ہے لیکن ایک قانون کی بہت شکایت کی جاتی ہے کوئی بڑا یا چھوٹا آدمی جو ریاست کے حدود میں بغیر اپنا بیٹا چھوڑے ہوئے مر جائے اس کے املاک بحق حکومت ضبط ہو جاتے ہیں ہندو اور بیوہ کو بھی متبنّیٰ کرنے کا حق نہیں ہے تاکہ وہ جس مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہے اس سے رہائی

۶۲

حاصل کرے مرہٹہ اور راجپوت ملکوں میں ایسا[1] رواج جزوی ہے اور خاندان اکثر صورتوں میں کچھ نذرانہ یا جرمانہ دے کر مصالحت کی صورت پیدا کر لیتا ہے۔

ظالم سنگھ کے نظم مالگزاری کی خصوصیات

وسطی ہند کے خاص راجپوت حکمرانوں میں ایک حکمران ظالم سنگھ کا نظم مالگزاری ایسا ہے جو اس کی حکومت کے نظم کے مانند بالکلیہ اس کی شخصی طبیعت کے موافق واقع ہوا ہے وہ ایک بادشاہی کا انتظام ایک کھیت کے انتظام کی طرح کرتا ہے وہ ساہوکار ہے جو کاشتکاروں کو پیشگی رقم دیتا ہے اور وہی وہ حکمراں ہے جسے کاشتکار مالگزاری بھی ادا کرتے ہیں اور اس کے سود کے شرائط ایسے ہی سخت ہیں جیسے شدید ترین تنگ دل دلالوں کے ہوتے ہیں اس سے کاشتکار بہت کچھ اس کے قبضے میں آجاتے ہیں اور اس اعتبار کو بڑھانے کیلئے وہ خود کئی ہزار ہل اور مزدور رکھتا ہے جو نہ صرف پڑیت زمینوں کو بحال کرنے کا کام کرتے ہیں بلکہ

۶۳

حکم ملنے پر ان کھیتوں کے جوتنے بونے کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں جنھیں کاشتکار لگان کی زیادتی کی بنا پر کاشت کرنے سے عذر کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ کاشتکاری کو وسیع کر دیا ہے اور آمدنی بڑھا دی ہے مگر یہ طریق کاشتکاروں پر بہت سخت ہے لیکن گزشتہ تیس برس میں کوٹہ کے ممالک میں کامل امن و تحفظ رہا ہے اور لوگ اس برکت کیلئے ہر ایک قیمت کے دینے کے واسطے آمادہ رہے ہیں۔

سابقاً ظالم سنگھ کے ملک کے بیشتر حصے میں بندوبست بٹائی[2] کے طریق پر تھا

---

[1] کوٹہ کے متولی ظالم سنگھ نے اس خیال کے زیر اثر کہ ضلع برودہ کے ایک فوت شدہ چھوٹے اسامی کے عزیزوں نے میرے پاس شکایت کی ہے اپنے وکیل کو حسب ذیل تجویز بھیجی! اگر شکایت ہوئی ہے تو جنرل صاحب سے یہ کہدو کہ جب کوئی شخص بغیر اولاد کے مر جائے تو اس ملک کا رواج یہ ہے کہ اس کی جائداد اس کی بیوی کو ملے جو اپنی عمر طبعی تک اس سے انتفاع کرے۔ اس کے بعد یہ جائداد ان بیٹوں کو ملے گی جنھیں اس عورت نے باقاعدہ متبنّیٰ کیا ہو۔ اگر کوئی ایسا وارث بھی نہ ہو تو متوفی کے بھتیجے کو ملے گی اور وہ بھی نہ ہو تو دوسرے قریب ترین عزیز کو"

میں نے وکیل سے پوچھا کہ کوٹہ کے رواج کے مطابق سرکار کو اس شخص کی جائداد پر کوئی حق نہیں ہے جو بغیر اولاد کے مر جائے۔ اس نے جواب دیا کہ "کوئی حق نہیں بجز اسکے کہ سرکار یہ منشا ظاہر کردے کہ جائداد اگر ایسی ہے تو اس کا ایک جزو کار ہائے خیر میں صرف کیا جائے"

[2] اس بندوبست میں تخم سے لیے دغلہ علیحدہ کر کے حکومت اور کاشتکار کے درمیان برابر

باب ۱۲

لیکن اس نے چند برس کے اندر اندر نقد ادائی کا طریق اختیار کیا اور کہا جاتا ہے کہ پہلے کی بہ نسبت وہ کاشتکاروں پر زیادہ مہربان ہو گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی وجہ اس کا یہ یقین تھا کہ (اب چونکہ اردگرد کے علاقوں میں امن ہو گیا ہے) اگر وہ مہربانی و فیاضی کا برتاؤ نہ کرے گا تو اس کی بہت سی نہایت کار آمد رعایا اس کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اس کے ضلعوں میں۔ یہ بہت کم ٹھیکے پر دیے گئے ہیں۔ اس کے منتظم کار اوران کے ماتحت سب حکومت کے ملازم ہیں، انھیں زیادہ مدت تک ایک ہی جگہ رہنے کی اجازت بہت کم دی جاتی ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ تعلقات پیدا کر لیں اور اثر حاصل کر لیں۔

۶۴

ظالم سنگھ اپنے بڑے قصبوں کے باشندوں پر محصول زیادہ تر اسی طریق پر لگاتا ہے جس طریق پر مرہٹی ریاستوں میں محصول لگائے جاتے ہیں۔ ان قصبوں میں سے بعض قصبے اور خاص کر جھالرا پٹن، ہلکر کے برباد شدہ ممالک کے لوگوں سے آباد ہوئے ہیں۔ ساہوکاروں اور سوداگروں کا کامل اطمینان جس نے کوٹے میں سکونت اختیار کی ہے وہ سب کے سب ظالم سنگھ کے تابع بن گئے ہیں جو نہ صرف ان کے خاندانی معاملات میں دخل دیتا ہے بلکہ (اگر بعض بعض اشخاص کے بیان پر یقین کیا جا سکے) تو وہ اپنے ملک کے تقریباً ہر ایک تاجر و سوداگر کے کاروبار میں حصہ دار ہے۔ انھی ذرائع سے اور نیز راجپوت سرداروں کی زمینوں کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر کے اسے ملک ... کی زمین بنا لینے سے اس نے سرکاری آمدنی کو اور خود اپنی دولت کو اس قدر بڑھا دیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس کی دولت بہت کثیر ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تقسیم ہو جاتا تھا، محاصل کاشتکار کو ادا کرنا ہوتے ہیں۔ ظالم سنگھ نے جب یہ طریقہ اختیار کیا تو غیر معمولی کے عنوان کے تحت صرف چند مدات تھے۔ ان میں سے ایک پندرہ برس قبل عاید کیا گیا تھا جس سے وزن میں حسابی کمی کی تلافی ہو جاتی تھی۔ اسے "ایجاد ظالم سنگھ" کہا جاتا تھا۔ یہ محصول غلے کی ایک مانی (بارہ من) پر جو کاشتکار یا تھوک فروش تاجر بیچے ایک روپیہ تھا۔ یہ محصول اس وقت تک غلے کے پیچھے لگا رہتا تھا جب تک خردہ فروشی کی نوبت نہ آ جائے۔ حال میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہے۔

باب
بعض چھوٹی چھوٹی راجپوت امارتوں میں مالگزاری کے نظم کے خصوصیات ۶۵

متعدد چھوٹی چھوٹی راجپوت امارتوں میں آبپاشی والی زمینوں کے سوا جن میں افیون، نیشکر، تمباکو وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے، باقی دوسری زمینوں کے محصلات جنس میں وصول کیے جاتے ہیں جسے بٹائی کا نظام کہتے ہیں۔ اصول معتدل ہے۔ زمیندار، پٹیل اور دوسروں کے مواجبات پورے کرنے کے بعد غلہ پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ان میں سے حکومت کو علی العموم دو حصے ملتے ہیں[1] اور کاشتکار کو تین حصے۔ یہ تناسبات اندازہ کردہ مجموعی پیداوار کے اور زمیندار اور دوسرے عہدہ داروں کے مواجبات کی منہائی سے قبل کے ہیں۔ یہ بھی کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے کہ جنس کی قرارداد کے علاوہ ہر بیگھے پر ایک خفیف سا نقدی محصول بھی لگایا جائے مگر اسے ایک غیر معمولی استحصال سمجھا جاتا ہے[2]۔ بااین ہمہ، متعدد راجپوت حکمراں اپنی مالگزاری نقد وصول کرتے ہیں اور ان کے نظم میں ان مرہٹی مملکتوں کے نظم سے بہت کم فرق ہوتا ہے جس کے وہ باج گزار ہیں اور جن کے صوبوں سے وہ گھرے ہوئے ہیں۔

صوبۂ رتھ (جس میں الی موہن، جوبٹ، جھابوا، بربا، ادھ ماہی کے دوسرے مغربی قطعات شامل ہیں) ان سب میں بالخصوصیت کے ساتھ بھیل کاشتکار آباد ہیں اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ہر حصۂ ملک میں "تڑدی" یعنی بھیلوں کے یکجائی جھونپڑوں کے کھیاان دیہاتوں کے پٹیلوں سے رہتے ہیں اونچے ہوتے ہیں جن میں دوسرے قبیلے آباد ہیں آخرالذکر اجنبی سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف بھیل جو تعداد میں سب سے زیادہ ہیں، زمین کے دعویدار ہیں اور حکومت کا حصہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن اس طبقے کے لوگوں کو کسی خاص کھیت سے بہت کم وابستگی ہوتی ہے اور چونکہ ملک کی وسعت کے اعتبار سے آبادی کی نسبت کم ہے اس لئے نہایت خفیف سی وجہ پر یہ لوگ اپنی جائے سکونت کو بدل دیتے ہیں۔

---

[1] یہ اشارات رتلام، سیلانہ اور متعدد دوسری ریاستوں پر عاید ہوتے ہیں۔ امجھیرا میں حکمران کو خریف کی فصل کا ایک نہائی ملتا ہے اور ربیع کا جو بیس میں سات حصے۔

[2] راجگان سیتامئو، نرسنگھ گڑھ، راجگڑھ، اور باگلی اپنی مالگزاری نقد جمع کرتے ہیں۔

باب ۱۲

اس میں سہولت ان وجوہ سے بھی پیدا ہو گئی ہے کہ ان کے رہنے کے مکان بہت آسانی سے بن جاتے ہیں، چشمے بہت کثیر ہیں اور اکثر حصص کی زمین نہایت زرخیز ہے۔ اگر کسی تردی کا بیٹا بددل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے پیروؤں میں سے

۶۶

چند آدمیوں کو ترغیب دیتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی اچھے مقام کو چلے چلیں جو اس کی جائے پیدائش سے چند میل کے فاصلے پر ہوتا ہے، پرا (یعنی آبادی) سے ہٹ کر کسی قدر اونچی جگہوں پر چند جھونپڑیاں بنالی جاتی ہیں اور آس پاس کے کھیتوں کو صاف کر کے ان میں کاشت کی جاتی ہے، اور ان زمینوں پر جو جنگلی درخت ہوتے ہیں انھیں جلا دینے سے ان کی راکھ کھاد کا کام دیتی اور زمین کو زرخیز بنا دیتی ہے۔

حکمراں اس جزوی ترک وطن یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ تبدیل سکونت کی ہمت افزائی کرتے ہیں کیونکہ اس سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اور خاندان کے سرگروہ بھی بہت کم اس میں وقت ڈالتے ہیں کیونکہ نئی آبادی کا بانی اگرچہ تردی کہلاتا ہے اور اس حیثیت میں اس کے پیرو اس کی اطاعت کرتے ہیں مگر پھر بھی وہ اپنے قبیلے کے بالاتر شخص کی صرف ایک شاخ سمجھا جاتا ہے اور اس طرح کے جداگانہ قیاموں کی زیادتی سے قبیلے کے بالاتر شخص کی دولت اور اس کے اثر میں اضافہ ہوتا ہے (کیونکہ اسے مواجبات ملتے اور اس کی اطاعت ہوتی ہے)۔

دریائے ماہی کے مغرب میں جو چھوٹے چھوٹے راجہ آباد ہیں) ان کے خاص قصبوں میں اور ان چند مقبوضات میں جن میں باقاعدہ کاشتکار آباد ہیں تحصیل کا طریق نقدی کا ہے اور اس کا نظم مرہٹوں کے طریق سے مختلف نہیں ہے جو بھیل کاشت کرتے ہیں ان کے ساتھ بندوبست جنس میں ادائی کا ہوتا ہے۔[۱]

---

[۱] - ڈونگر پور میں کاشت کرنے والے بھیل اپنی فصل کا ایک چوتھائی دیتے ہیں۔ زیادہ وحشی گروہ اپنے سردار کے توسط سے جو عام طور پر راول کا خطاب اختیار کر لیتا ہے، نقد یا جنس میں اپنا خراج ادا کرتے ہیں۔

باب ۱۳

وہ ان کی تشخیص ہلوں کی جوڑیوں کی بلکہ ہلوں کی تعداد کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ آخرالذکر دو روپے سے پانچ روپے تک نقد دیتے ہیں[۱]۔ اور بقیہ غلے کی صورت میں۔ بیلوں کی ہر جوڑی پر تین من سے پانچ من تک غلہ[۲] اور دو سیر سے تین سیر[۳] تک گھی جمع کیا جاتا ہے۔ پس اگر یہ اندازہ کیا جائے کہ بیلوں کی ایک جوڑی پچیس بیگھے پر ہل چلا سکتی ہے تو محصولی اوقات میں غلے کے کھیت پر حکومت کا مطالبہ ایک روپیہ بیگھے سے بھی کم رہے گا۔ ان کھیتوں میں عام طور پر جوار، باجرا، اور رمٹرہ غیرہ بوئے جاتے ہیں۔ تردیوں کے حقوق وہی ہوتے ہیں، جو ٹبیلوں کے حقوق ہیں۔ اور راجہ بھلینٹ کے نام سے ہر ایک آبادی[۴] سے اپنے اور اپنے عہدہ داروں کے لئے مالگزاری وصول کرتا ہے۔ حکومت جو کنویں بناتی ہے یا جو کنویں اس کی اراضی کے حدود کے اندر ہوتے ہیں ان کے استعمال کے لئے بھی حکومت ایک محصول عاید کرتی ہے۔ جو غلہ بیچنے والے چھوٹے یا بڑے گاؤں میں رہتے ہیں حکومت ان پر محصول لگاتی ہے۔ جنس کے محصول جن میں سرکاری عمارتوں کے لئے لکڑی اور اینٹ، برتن اور مختلف اقسام کی چیزیں خاص کر چارہ شامل ہے، یہ چیزیں یا محصول کے طور پر وصول کی جاتی ہیں یا نقدی ادائی سے بدل لی جاتی ہیں۔

۶۸ ان ممالک میں سب سے زیادہ عام بندوبست تردیوں کے ساتھ ہوتا ہے جو جھونپڑوں کے چھوٹے سے مجموعے کے لئے ایک خاص رقم

۱۔ پرگنہ کیسر باڑے میں جس کا تعلق راجہ الی موہن سے ہے اور جس میں صرف بھیل آباد ہیں ہر ایک ہل کے لئے مملکت کو سالانہ آٹھ روپے، ایک سیر گھی اور ایک من اناج دینا ہوتا ہے، لیکن غلے اور گھی کا وزن عام استعمال کے وزن سے ڈیوڑھا ہوتا ہے، یہی حکمراں کی مرضی ہے۔

۲۔ من چالیس سیر یا اسّی پاؤنڈ کا ہوتا ہے۔

۳۔ ایک سیر وزن میں دو پاؤنڈ ہوتا ہے۔

۴۔ الی موہن میں ہر آبادی دو روپے ادا کرتی ہے، اگر اس رقم کا مطالبہ جنس میں ہوتا تو بالا وسط دہ سہ چند سے کم نہ ہوتی۔

باب ۱۳

ادا کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ یہ طریق جو جھابوا[1] اور رتلام کے دوسرے ممالک میں رائج ہے اس کا انضباط تردیوں کی مقامی جائے سکونت سے ہوتا ہے کیونکہ اس سے وہ کم و بیش خود مختار ہو جاتے ہیں۔ حکومت میں یہ رائج ہے کہ ان آبادیوں کے چھوٹے چھوٹے سرداروں کو ایک جوڑی بیلوں کے محصول سے درگزر کر کے راضی رکھا جائے اور ان زیادہ وحشی بھیلوں سے جو اپنی پہاڑیوں میں رہتے ہیں اور کاشت کرنے والے بھیلوں سے عادات میں بالکل مختلف ہیں کسی قسم کا محصول جمع نہیں کیا جاتا۔ ان کے سردار کبھی کبھی دسہرے کے موقع پر اس راجہ کو جس کی برائے نام اطاعت کا وہ اظہار کرتے ہیں، ایک یا دو روپے، ایک کدو، اور چند سیر چرونجی نذرانے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

جھابوا، بریا اور دوسری چھوٹی چھوٹی امارتوں کے راجہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ اپنے تابع ٹھاکروں سے خراج و امداد کی شکل میں حاصل کرتے ہیں۔ یہ ٹھاکر عام طور پر انہیں کے خاندان کی شاخوں سے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ فوجی خدمت کے لئے تو علی العموم طیار رہتے ہیں مگر ریاست کا مالیہ ادا کرنا یا نہ ادا کرنا اس پر منحصر ہے کہ بالادست کو اس کے وصول کرنے کی قدرت ہے یا نہیں؟

۶۹

باگور اور ڈونگرپور کی مالگزاری۔

کہا جاتا ہے کہ ملک باگور جس میں بانسواڑے اور ڈونگرپور کی امارتیں

---

[1] جھوا اور دوسرے علاقوں میں جہاں بھیل متمدن ہیں اور نقد ادا کرتے ہیں، وہاں بھی اعلیٰ تردی کاشتکاروں سے مالگزاری جنس میں وصول کرتے ہیں، اور ساہوکاروں کے ذریعے سے اسے فروخت کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ پردن کے حکمراں ہیں۔ جہاں ان کا اقتدار بہت وسیع ہے اور ان کے مواجب اکثر پٹیلوں کے مواجب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

باب ۱۳

شامل ہیں، کسی زمانے میں موجودہ حکمرانوں کے اسلاف کے تحت مالگزاری اور حکومت کا ایک اچھا نظم رکھتا تھا مگر وسط ہند کے کسی حصے پر ایسی تباہی نہیں آئی جیسی اس حصے پر آئی اور اس ملک کو اس کی سابقہ خوشحالی کی حد تک پہنچنے کے لئے معقول مدت درکار ہوگی۔

صوبۂ باگور اور اس کے آس پاس کے صوبوں کے درمیان سب سے زیادہ نمایاں فرق یہ ہے کہ باگور میں موروثی زمیندار اور قانون گو نہیں ہیں۔ اور اگرچہ پٹیل اور دوسرے دیہاتی عہدہ دار ایسے ہیں جن کے فرایض دہی ہیں جو مالوے میں ہیں مگر وہ موروثی نہیں ہیں اور نہ انھیں اپنی خدمات کے صلے میں لازماً منافع کی زمین حاصل ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ موجودہ راجپوت سرداروں کے آباواجداد کا تسلط قایم ہونے کے قبل ان امارتوں کے بیشتر حصص بھیلوں کے قبضے میں تھے اور یہ راجپوت سردار اگرچہ ان دیہاتی عہدہ داروں کے خدمات سے مستغنی نہ ہو سکے مگر انھوں نے یہ نہ چاہا کہ زمینوں کو علیحدہ کریں یا کوئی ایسا قابلِ وقعت اقتدار قایم کریں جو ان کی مطلق العنانی کے لئے روک ہو سکے۔

باگور کا ملک پٹوں میں تقسیم ہے پھر ان کی زیر تقسیم خالصہ (یعنی حکومت کی زمین) جاگیر (یعنی ان ٹھاکروں کے گزراوقات کی زمین جو خراج ادا کرتے اور فوجی خدمت انجام دیتے ہیں) اور خیرات (یعنی خیراتی کاموں کے لئے عطیات) میں ہے۔ ۷۰

بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ خالصہ یا حکومتی زمین ٹھیکے پر دی جائے۔ اس کی اول وجہ یہ ہے کہ گزشتہ تیس چالیس برس کے اندر املاک کا تحفظ ایسا نہیں رہا ہے کہ دولتمند و باوقعت اشخاص اس قسم کے کام اختیار کریں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وزیر[1] کے لئے زیادہ سودمند یہ ہے کہ اس قسم کی زمینوں کو وہ اپنے ہی ہاتھوں میں رکھے اس طرح مالگزاری کے انتظام سے وزیر کو جو فائدہ پہنچتا ہے

[1] راجپوت حکمرانوں کا وزیر کاریار کہلاتا ہے۔

باب ۱۳

اس کے علاوہ اس کو یہ نفع بھی ہوتا ہے کہ جن زمینوں کا مالیہ جنس میں ادا ہوتا ہے ان کا کوٹھاری بن کر وہ فائدہ اٹھائے حکومت کی زمینوں پر جو لگان وصول کیا جاتا ہے وہ باگور کے مختلف حصوں میں مختلف ہے مگر ایک اصول ہر جگہ نمایاں ہے کہ کاشتکار کو بالکلیہ تباہ کئے بغیر جہاں تک زیادہ وصول ہو سکے وصول کیا جائے۔ ڈونگرپور کے متعدد دیہاتوں میں وصولی یا استحصال کے مدات[1]

---

[1] اس چھوٹی سی ریاست کی مالگزاری جن مدات کے تحت وصول کی جاتی ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ برآور (یا آئین جمع) مقررہ مالگزاری۔

۲۔ جیت، تحصیلداروں اور ان کے حشم و خدم کی تنخواہوں کے ادا کرنے کی رقم۔

۳۔ کنور سکری، کنور یعنی راول کے سب سے بڑے لڑکے کے اخراجات سکری کے معنی ہیں پہلی غذا یعنی ناشتہ۔

۴۔ کامدار سکری کامدار یعنی وزیر کے اخراجات کے لئے فیصد (دس فیصد)۔

۵۔ لگات کارکن، حکومت کے عہدہ داروں کے لئے ادائے رقوم۔

۶۔ اودرہا، اس وصولی کی ابتدا بعض موقعوں کی ادائی تنخواہ کے لئے ہوئی جو ریاست کی فہرست میں تھیں۔

۷۔ راتب گھوڑا، راول کے گھوڑوں کا دانہ چارہ۔

۸۔ بھٹی کلول، شراب کی دکانوں پر ایک خفیف سا محصول۔

۹۔ پانڈوار نھکا، نوبت خانے کے اخراجات۔

۱۰۔ پاڑہ براز دسہرے کی قربانی کے لئے ایک بھینسے کا انتظام۔

۱۱۔ سیوراتی، ماگھ کے مہینے میں شیو کے تہوار کے اخراجات۔

۱۲۔ سری پھل، ہولی کے زمانے میں ناریل مہیا کرنا۔ راول کا دستور یہ ہے کہ اس تہوار کے موقع پر جو ٹھاکر، زمیندار اور دوسرے قریبی تعلق رکھنے والے لوگ اس کے پاس آئیں ان میں ناریل تقسیم کرے۔

۱۳۔ داگھا، راول کے لباس خانے کے اخراجات۔

باب ۱۱

بائیس سے کم نہیں ہیں۔ بعض ان میں سے جزوی ہیں، متعدد خود رایانہ ہیں اور شہروں اور دیہاتوں پر ان کی طاقت برداشت کے اندازے سے لگائے جاتے ہیں۔

۷۲ بانسواڑے میں اگرچہ تشخیص کا طریق اسی اصول پر ہے مگر بحیثیت مجموعی زیادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

۱۴۔ سری تھورا، رانی کے لباس خانے کے اخراجات۔

۱۵۔ پانڈو، راول کے گھوڑوں کے خدمت گاروں کی اجرت۔

۱۶۔ گھوڑا چرائی، یہ محصول غیر معمولی مدات کے تحت ان لوگوں کے لئے لگایا جاتا تھا جو ان دیہاتوں سے راول کے گھوڑے لانے کے لئے بھیجے جاتے تھے جہاں یہ گھوڑے کام میں نہ ہونے کی صورت میں گاہ گاہ بھیج دیے جاتے تھے۔

۱۷۔ چارہ، راول کے گھوڑوں کی گھاس مہیا کرنے کے لئے۔

۱۸۔ دلالی، یہ محصول دلالوں کو ادا کرنا پڑتا تھا، دلال وہ لوگ تھے جو تجارتی شہروں میں خریداروں اور بیچنے والوں کے درمیان گماشتے کا کام کر کے گزراوقات کرتے تھے۔

۱۹۔ کسیرا، یہ محصول تانبے اور پیتل کے کاریگروں کو ادا کرنا پڑتا تھا۔

۲۰۔ ڈوب گرادھ، یہ محصول چمڑے کے کام کرنے والوں کو کیسے اور ڈھال بنانے پر دینا پڑتا تھا۔

۲۱۔ بھراوت، یہ محصول بھدے زیور بنانے والوں کو ادا کرنا پڑتا ہے یہ بھدے زیور نیچے طبقے کی عورتیں اپنے ہاتھ پاؤں میں پہنتی ہیں۔ ان تمام محصولوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ بیجہ راول نے قایم کیا تھا، بعد کے زمانے میں جب مرہٹی فوجوں نے حملہ کیا تو محصول ذیل اور بڑھایا گیا۔

۲۲۔ کرنی، یہ ایک محصول تھا جو کسی بیرونی قوت کو خراج ادا کرنے کے لئے عاید کیا جاتا تھا اور ہر طرح کے باشندے اس میں شامل ہونے پر مجبور تھے۔ ساگوارہ، گوڑھیا، گوٹے اور ڈونگر پور کے شہروں میں کاشتکار اس محصول سے مستثنیٰ تھے مگر دوسرے مقامات میں کوئی استثنا نہیں تھا، نہ کاشتکار اس سے بچے تھے نہ کوئی دوسرا باشندہ۔

باب ۱۳

سادہ اور تکلیف دہ ہے۔

باگور کے دیہاتوں کے حکمراں ان دیہاتوں پر جو سب سے زیادہ ظالمانہ بار ڈالتے تھے وہ اپنے کسی منظور نظر کا عارضی حکمراں کی حیثیت سے مسلط کر دینا تھا (ان کو گوہٹی کہتے ہیں) اہل دیہات نہ صرف اس امر پر مجبور تھے کہ اس شخص اور اس کے ملازمین وغیرہ کے لئے سامان بہم پہنچائیں بلکہ جو کچھ ان سے ہو سکتا تھا وہ انھیں اس خیال سے دینا پڑتا تھا کہ مبادا یہ شخص اپنے محاصل بڑھا دینے کے اختیار کو عمل میں لائے۔

ڈونگر پور اور بانسواڑے کے ٹھاکروں کو مواجب دو طریق سے ملتے تھے، ایک طریق کا نام "ٹھاکر کا ربیت" تھا۔ یہ اس سے زیادہ نہیں تھا کہ ایک حصہ[1] دیا جاتا تھا۔ ان صورتوں میں ٹھاکر کو علی العموم معینہ لگان ادا کرنا ہوتا ہے اور باقی تمام مطالبات (جن کا شمار قبل ازیں ہو چکا ہے) سرکاری حکام جمع کرتے ہیں۔ دوسرے عطیات حکومت کی ہر طرح کی مداخلت سے آزاد ہیں، اور جو علاقہ اس طرح پر تفویض ہوتا ہے وہ تنہا ٹھاکر کے زیر انتظام ہوتا ہے اور ٹھاکر اپنی مالگزاری زیادہ تر اسی نظم کے موجب وصول کرتا ہے جو اس کے صاحب ریاست کا نظم ہوتا ہے۔ اس قسم کے عطیات میں خدمت اور نقد امداد دونوں طرح کی ذمہ داریاں اور دعاوی مضمر ہوتے ہیں مگر ان کا انحصار (خاص کر آخر الذکر کا انحصار) فریقین کی جبر و مقاومت کی قوت کی نسبت پر ہوتا ہے۔

ٹھاکروں کی کوئی زمین موروثی عطیات کی بنا پر نہیں ہوتی، اس قسم کی جن زمینوں کا تذکرہ ہوا ہے درحقیقت اس قسم کی زمین وسطی ہند میں ضلع اور دیہات کے موروثی عہدہ داروں اور مذہبی اغراض کے سوا دوسرے طریق پر موجود نہیں ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ وہ تمام مقبوضات جن کے لئے اس قسم کی دستاویزیں موجود نہیں ہیں ان کا قبضہ

۷۴

---

[1] بانسواڑے میں وصولی جاگیردار کے ذریعے سے ہوتی ہے اور وہی سرکار کا حصہ ادا کرتا ہے۔ ڈونگر پور میں وزیر تحصیل کرتا ہے۔

باب ۱۲ — حکمراں کی مرضی تک ہے۔ رواج نے انھیں موروثی بنا دیا ہے اور وہ صرف سخت قصور یا بغاوت ہی کی صورت میں ضبط کی جاسکتی ہیں اور یہ ایسی صورت ہے کہ علاقے کا قبضہ خواہ کسی شرط پر ہو وہ ضبط کیا جاسکتا ہے۔

۴ — باگور میں صرف خیراتی زمین جوادارات یا افراد کو دی گئی ہے صرف وہی ایسی زمین ہے جو دوامی حیثیت سے دی گئی ہے۔ ان کے دستاویز اکثر تانبے پر منقوش ہیں[1]۔ اور ان میں علی العموم یہ لکھا ہوتا ہے کہ جب تک

---

[1] وسطی ہند میں ہر ایک راجہ اور سردار کار خیر کے لئے عطیات دیتا ہے۔ ایسے اغراض کے لئے زمین کا وقف کرنا ایک متبرک کام سمجھا جاتا ہے نرسنگھ گڑھ اور راج گڑھ واقع امت واڑہ کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کی تو دستاویزوں کی نقلیں میرے پاس موجود ہیں۔ ذیل کی دستاویز سے اس قسم کی دستاویزوں کی طرز تحریر اور ان کے مفہوم کا ایک نمونہ مہیا ہو سکے گا:۔

جس پرس رام (دیوان نرسنگہ گڑھ) ہیرت اور روپ راؤ برہمنوں کو موضع کنڈ ور خیرات میں دیتا ہوں اور میں نے اس دستاویز کو تانبے کے پتر پر کھدوا دیا ہے یہ دستاویز حسب ذیل ہے:۔

"یہ کہ ورثا و جانشین موضع مذکورۂ بالا پر کسی قسم کی تشخیص قایم نہ کریں گے اور میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ نہ میں اور نہ میرے ورثا کبھی (یہاں کا) پانی پئیں گے اور اس طرح اس گاؤں کا آزادانہ انتظام و دخل اور اس کے فوائد سے پورا انتفاع ہیرت اور روپ راؤ کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں گے۔ مورخہ ۱۲ جیٹھ سمت ۱۷۷۹ء"

راجہ کی یہ قسم کہ وہ کبھی پانی نہ پیے گا استعارہ ہے اور مقصود اس کا یہ ہے کہ عطا شدہ گاؤں ہر طرح کے مطالبات سے آزاد ہے [اغلب یہ ہے کہ عطا شدہ گاؤں کا پانی نہ پینا مقصود ہے، اور ترجمۂ مذکورۂ بالا میں (یہاں کا) کے الفاظ مترجم کا اضافہ ہیں، مصنف کے ترجمے میں شاید یہ الفاظ سہواً نظر انداز ہو گئے ہیں۔ مترجم]۔

باب ۱۳

آفتاب و ماہتاب قایم ہیں یہ زمین کار خیر کے لئے وقف رہے گی۔ باگور کے
ملک کے اکثر حصوں کی زمین زرخیز ہے اور جس حصے پر اس وقت کاشت ہوتی
ہے اور جس کی آبپاشی کنووں، تالابوں اور دریاؤں (خاص کر دریائے ماہی)
کی نہروں سے ہوتی ہے ان زمینوں سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان خوشنما
وادیوں کی سابق زرخیزی کیسی تھی اور نیز یہ کہ اب اس حصۂ ملک کو جو تحفظ حاصل
ہے اس کے سبب یہ زرخیزی پھر جلد واپس آجائے گی یہاں نیشکر افیون (مقامی
خرچ کے لئے) اور اس حصۂ ہند کے تمام غلے پیدا ہوتے ہیں۔ متعدد کھیتوں کے
گرد باڑبندی ہوتی ہے[1] کاشتکار زیادہ موروثی نوع کے ہیں[2] اور انھیں
نہ صرف زمین پر کاشت کا حق ہے بلکہ بصورت احتیاج وہ زمین کو رہن بھی
رکھ سکتے ہیں۔ اور کسی حالت میں زمین کا کاشتکار کے ہاتھ سے نکال لینا
انتہا درجے کا ظلم سمجھا جاتا ہے۔ اس ملک کی زمین کا ایک معتدبہ حصہ خاص کر
وہ حصص جو ٹھاکروں کے علاقے ہیں، ان کی زیر تقسیم ہو کر چھوٹے چھوٹے
ٹکڑوں میں لوگوں کو دیے جاتے ہیں۔ یہ ٹکڑے دو بیگھے سے بیس بیگھے
تک ہوتے ہیں اور ہر ایک ٹکڑا ٹھاکروں کے فوجی تابعین کی معاش کے لئے
دیا جاتا ہے۔ یہ تمام راجپوت ریاستوں کا عام رواج ہے اور وسطی ہند
میں یہ کم و بیش ہر ایک گاؤں پر وسیع ہے[3]۔ یہ چھوٹے چھوٹے قبضے موروثی

[1] ان کی جھاڑیاں بالعموم دودھیل پودوں کی ہوتی ہیں۔

[2] باگور میں رعایا زیادہ تر اس قبیلے کی ہے جسے کرمی کہتے ہیں۔ زمین علی العموم قطعات میں منقسم ہوتی ہے جو کم سے کم بیس بیگھے کے ہوتے ہیں یہ ایک ہل کے لئے کافی ہوتی ہے اور کچھ زیادہ بھی ہوتی ہے اگر کوئی کاشتکار بھاگ جانے پر مجبور کیا جاتا ہے یا کسی وجہ سے بھاگ جاتا ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے دس یا بارہ برس کی ایک معینہ مدت کے اندر اسے اپنے کھیتوں کو واپس لینے کا حق ہوتا ہے خواہ وہ کسی کے قبضے میں ہوں۔

[3] جو شخص کسی گاؤں میں مقامی خدمت کی شرط پر زمین رکھتا ہے وہ زمین کا نوکر کہلاتا ہے۔

باب ۱۲

ہوتے ہیں بشرطیکہ خدمت کی شرط پوری ہوتی رہے۔ قابض انھیں رہن رکھ سکتا ہے مگر فروخت نہیں کر سکتا۔

۷۶ وسطی ہند کی تجارت

وسطی ہند کو تجارتی کاروان کے گزر[1] اور متصلہ ممالک سے خود اپنی ذاتی تجارت[2] سے بہت نفع پہنچتا ہے۔

افیون

برآمد میں سب سے زیادہ گراں قیمت شے افیون ہے، اندازہ یہ کیا گیا ہے کہ اس صوبے میں ۸۶۰۰۰[3] من سے زیادہ افیون پیدا ہوتی ہے اور اس میں کم از کم ۶۵۰۰۰ من باہر روانہ کی جاتی ہے جس سے دکن، میواڑ، مارواڑ اور گجرات کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ اس شے کی قیمت میں ہمیشہ بہت کچھ کمی بیشی ہوتی رہی ہے، ضمیمے[4] کے اس نقشے سے جس میں کاشت کے مصارف واضح کیے گئے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ کاشتکار تاجروں کے ہاتھ افیون بالعموم آٹھ روپے سیر کے حساب سے بیچتے ہیں۔ لیکن گزشتہ دو برس میں اس کا

۷۷

اوسط اس رقم کی دو چند سے زیادہ رہا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ ہے خراب فصل کا اور اس کے ساتھ تاجروں میں سٹے کی عادت بھی پیدا ہو گئی ہے اور وسطی ہند سے ملے ہوئے تمام ممالک کی سڑکوں کے محفوظ ہونے سے ناجائز برآمد کی کامیابی

۱۔ گجرات، دکن اور ہندوستان کے درمیان تجارت وسطی ہند کے راستے سے ہوتی ہے۔

۲۔ وسطی ہند سے جو خاص اشیا برآمد کی جاتی ہیں وہ غلہ، روئی، افیون، موٹے کپڑے، السی اور آل ہیں۔

۳۔ ملاحظہ ہو کپتان ڈینگرفیلڈ کی رپورٹ۔ اس زیرک عہدہ دار نے مالوے کی افیون کی اوسط پیداوار کا اندازہ کرنے میں یہ تخمینہ کیا ہے۔ ۶۹۲۰۰ بیگھے پر اس کی کاشت ہوتی ہے۔ اور اس پر محصول زمین جو مختلف حکومتوں کو دیا جاتا ہے ۵۱۸۵۷۶ روپیہ ہوتا ہے اور ۴۴۴۶۰۰ سیر کوکنار اس افیون بنانے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے اگر پانچواں حصہ اڑ جاتا ہو تو بھی ۳۵۵۶۸۰ سیر قابل فروخت حاصل ہوتا ہے۔ اور چونکہ اندازہ یہ ہے کہ دو ہزار پکے من سے زیادہ اندرون ملک میں استعمال نہیں ہو سکتا اس لیے پورے ۶۵۰۰۰ من باہر بھیجنے کے لیے بچ جاتا ہے۔ یہ تخمینی پیداوار زیادتی کی طرف نہیں بلکہ یقیناً کمی کی طرف مائل ہے۔

۴۔ ملاحظہ ہو ضمیمۂ ششم۔

باب ۱۳

بھی اس کا باعث ہوئی ہے۔ اس دارو کی موجودہ قیمت زیادہ دنوں تک قایم نہیں رہ سکتی اور یہ پھر بلاشبہہ پانچ چھ روپے سیر بکنے لگے گی۔

زنگ — آل اور دوسرے رنگ[1] مالوے سے بہت معتدبہ مقدار میں برآمد کئے جاتے ہیں۔

تمباکو — تمباکو کی برآمد کی بجائے درآمد زیادہ ہوتی ہے مگر بھیلسا میں جو تمباکو پیدا ہوتی ہے اور جس کی خوشبو کی بہت شہرت ہے وہ دکن اور ہندوستان دونوں طرف بھیجا جاتا ہے۔

غلہ — گزشتہ کئی برس سے غلہ مالوے سے میواڑ بھیجا جاتا رہا ہے اور کبھی کبھی وقتِ ضرورت سے خاندیس اور گجرات کو بھی مگر کمتر ایسا ہوتا ہے کہ غلے کی درآمد آخرالذکر ملک سے نہ ہوتی ہو۔

روئی — روئی کی درآمد بھی ہوتی ہے اور برآمد بھی۔ وسطی ہند کے بعض اضلاع میں روئی اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے اور سوت کی برآمد اس ملک سے ہمیشہ نفع بخش رہتی ہے۔

کپڑا — چندیری میں بہت اعلیٰ قسم کے کپڑے تیار ہوتے ہیں اور ہندوستان کے ہر حصے میں بھیجے جاتے ہیں۔ اس سے کم درجے کے کپڑے جو پہلے سارنگپور، اشتا، سیہور وغیرہ میں خوب بنتے تھے اب ان پر زوال آگیا ہے مگر ادھر حال میں پھر ان کی تجدید ہوئی ہے اور وہ جلد تر تجارت کی ایک بہت معقول شاخ ہو جائے گی۔

سیاہ مویشی (بھینس) — نیماڑ کے سیاہ مویشی (بھینس) ہمیشہ مشہور رہے ہیں اور جوانتری آخر زمانے میں ان صوبوں میں برپا رہی ہے ان کی وجہ سے اگرچہ ان مویشیوں کی تعداد میں بہت کمی آگئی ہے مگر جلد تر وہ مثل سابق کے ایک نفع بخش برآمد کی شے بن جائیں گے۔

درآمد ادنی کپڑے — ریشم خام اور ریشمی کپڑے مگر زیادہ کپڑے، زرین کپڑے، چھینٹ اور بہت سی دوسری چیزیں بنگال اور ہندوستان سے آتی ہیں۔ وسطی ہند کے

---

[1] ایک سرخ رنگ کُسم مالوے سے وادی نربدا اور علاقہ ہائے ناگپور کو بہت زیادہ روانہ کیا جاتا ہے۔ کُسم نقل زعفران ہے۔

باب ۱۳

جنوبی اور مغربی حصص سے اونی کپڑے گجرات کی بندرگاہوں کے ذریعے سے مہیا ہوتے ہیں اور صوبے کے مشرقی و شمالی حصے میں یہ کپڑے بند یلکھنڈ اور ان کو ٹھیوں سے آتے ہیں جو حال میں ہندوستان میں قائم کی گئی ہیں۔ انگلستان کی یہ خاص شئے جس کی فروخت پہلے معتد بہ تھی اب اس کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ وسطی ہند کی دیسی فوجیں بہت گھٹ گئی ہیں اور موجودہ حکومتیں مفلس ہیں۔ اس حصۂ ملک کے باشندے ہاتھیوں کی جھول، زین پوش، کمروں کے ساز و سامان، پلنگ پوش پالکیوں اور رتھوں کے پردوں کے سوا اور طرح پر بہت کم استعمال کرتے ہیں۔ جب خوشحالی پھر قایم ہو جائے گی اور سامانِ عشرت استعمال کریں گے تو تجارت کی یہ شاخ پھر بحال ہو جائے گی۔ اس پر اس حیثیت سے نظر کرنا چاہیئے کہ اس کپڑے کی قیمت نسبتہً زیادہ ہے

۷۹

اور سامان ضرورت میں داخل نہیں ہے۔

انگریزی شال اور مختلف قسم کے چھپے ہوئے سوتی کپڑے جو اب ہندوستان میں عام ہیں انھیں وسطی ہند میں ابھی بمشکل راہ ملی ہے اور یورپ کے یورپی سامان بھی ابھی یہاں زیادہ فروخت نہیں ہوتے۔ تین برس قبل ملک کی حالت ایسی تھی کہ غیر ملکی تاجروں کو یہاں کی رغبت بہت کم اس کی تھی اور آئندہ کچھ مدت تک اس ملک کی غیریت غیر ملکی تاجروں کی کامیابی میں مانع رہے گی۔

سابق میں صوبجات بنگال سے ریشمی کپڑے اور دوسرے سامان مرزاپور، چھترپور، اور رنثورانی پور ہو کر آتے تھے۔ یہ راستہ کئی برس تک رکا رہا۔ اب پھر یہ راستہ کھل گیا ہے اور تھوڑے زمانے قبل مرزاپور سے سامان کی آمد اندور میں ایک خاص واقعہ سمجھا گیا (اس سامان کا زیادہ حصہ گجرات کے لئے تھا) اب یہ سڑک سامانِ تجارت سے بھری ہوئی ہے اور اچھے موسم میں چند دن نہیں گزرتے ہیں کہ اندور یا اجین میں ادھر سے سامان نہ آتا ہو۔

خشک سامان جن میں سپاری، ناریل، اور ہر طرح کے مسالے شامل ہیں

باب ۱۳

زیادہ تر گجرات سے آتے ہیں۔ نیل ہندوستان اور بندیلکھنڈ سے آتا ہے۔

ہیرا، موتی اور دوسرے جواہر کم مقدار میں بندیلکھنڈ، دکن اور گجرات سے آتے ہیں (کیونکہ ان کے خریدار تھوڑے ہیں)۔

مالوے اور باگور اور میواڑ کے مغربی حصوں میں سونا، چاندی اور تانبا بمبئی اور سورت سے آتا ہے۔

۸۰ وسطی ہند میں سونے کے سکے نہیں بنتے۔ قدر قلیل سونا زیور میں خرچ ہوتا ہے اور باقی زیادہ تر گوالیار کے راستے سے ہندوستان کو جاتا ہے۔ چاندی اور تانبے کی درآمد جس قدر ہوتی ہے اس کا بیشتر حصہ ٹکسالوں میں صرف ہوتا ہے۔ لیکن اس صوبے میں بنانے اور نیز قایم شدہ وزن ذیل کے موضوع کا تعلق (سرکاری) آمدنی و تجارت سے اس درجہ ہے کہ اس پر نظر کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وسطی ہند کے تمام خاص شہروں میں ٹکسال[1] ہے۔

سکہ جات

ضمیمے[2] کے ایک نقشے سے روپوں کا وزن اور ان کی آمیزش واضح ہوگی۔

جن اصول پر یہ ٹکسالیں چلتی ہیں اور ان کے سکے بنانے کے بھدے طریق تقریباً سب شہروں میں ایک سے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا مختصر بیان اور اس کے ساتھ دوسروں کے اصلاحات کا مختصر ذکر اس موضوع کے کامل طور پر سمجھنے کے لئے کافی ہوگا۔

سکہ بنانے کا حق کسی خاص جماعت یا شخص کے تفویض نہیں ہے۔ کسی ساہوکار یا تاجر کے لئے جسے اس کام میں کافی مہارت ہو صرف اتنی ضرورت ہے کہ وہ حکومت کے سامنے ایک درخواست پیش کردے اور اس کے ساتھ ایک معمولی سا اقرار یہ بھی ہو کہ وہ معینہ معیار کا سکہ بنائے گا اور اس کی جانچ اور اس کے رائج کرنے کی اجازت کے لئے مناسب رسوم ادا کریگا۔ ۸۱

---

[1] اجین، اندور، بھوپال، پرتاب گڑھ، بھیلسا، گنج باسودہ، سیرونج، کوٹا۔

[2] ضمیمہ ۷۔

تقریباً تمام اخراجات[1] تاجر پر عاید ہوتے ہیں، حکومت اپنے طور پر صرف حسب ذیل عہدہ دار رکھتی ہے:۔ داروغہ[2]، چوکسی[3]، دفتری[4] اور چند نیارچی[5]۔ ٹکسال کے ان عہدہ داروں کو ان کی اجرت کے علاوہ کچھ حق رسدی بھی ملتا ہے لیکن یہ بہت ہی خفیف ہوتا ہے۔ جس طریق پر کام ہوتا ہے اس پر نظر کرتے ہوئے وسطی ہند میں سکہ بنانے[6] کا کام اس سے زیادہ صحت و خوبی کے ساتھ ہوتا ہے جتنا بادی النظر

۱۔ تاجر ٹکسال میں حسب ذیل رقوم ادا کرتا ہے:۔

مواجب حکومت فی صد	۴؍	چوکسی ... ۱ روپے	۴؍
صاف کرائی ۲۵۰۰ روپے	۴؍	جست وغیرہ کا خرچ	۶؍۴
پگھلانے والے ... ۱ روپے	۴؍	پگھلانے میں چاندی کا نقصان فیصد	عہ

لہذا تاجر کے لئے سو روپے پر کل خرچ ۱۱؍ ہوتے ہیں اور حکومت کے اخراجات حسب ذیل ہوتے ہیں:۔

۴؍ فی ہزار	مہر لگانے والے کیلئے	۴؍ فی ہزار	صاف کرنے والے کیلئے
۴؍ ”	نقش کرنے والے کیلئے	۲؍۴ ”	سنار کے لئے
۴؍ ”	کوٹنے والے کیلئے		

۲۔ داروغہ۔

۳۔ "چوکسی" لغوی معنی میں وہ شخص جو "تیقن کرے"۔

۴۔ دفتری۔

۵۔ نیارچی۔

۶۔ ساہوکار یا تاجر کو جب سکہ ڈھالنے کی اجازت مل جاتی ہے اور وہ سناروں کی کافی تعداد جمع کر لیتا ہے تو ایسے سکے یا دوسرے فلزات خرید کرتا ہے جن سے وہ بیش از بیش نفع حاصل کر سکے۔ جو نیا سکہ بننے والا ہوتا ہے اس سے یہ (خرید کردہ) سکے ناقص ہوتے ہیں۔ پہلے انھیں نیارچی یا صاف کرنے والے کے پاس لاتے ہیں۔ یہ نیارچی اگرچہ مستقل سرکاری عہدہ دار نہیں ہوتا مگر اپنے منافع کا ایک حصہ سرکار کو دینے کی قرار داد پر ایک طرح کا ٹھیکہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے معاوضے اور دوسرے مواجب کی شرح تین سو پچاس سکے صاف کرنے کیلئے

ہیں خیال میں آسکتا ہے لیکن محنت کی تقسیم کا انتظام اچھا ہے اور کام کرنے والوں ٨٢

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک روپیہ مستقلاً مقرر ہوتی ہے۔ علاوہ بریں دھات کے گلانے کا
مصالحہ سرکار مہیا کرتی ہے اور سیسہ تاجر مہیا کرتا ہے صاف کرنے کا طریقہ ہمیشہ سیسے کے ساتھ
تا ؤ دینے کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ ساڑھے تین سو روپے ایک مرتبہ کٹھالی میں رکھے جاتے
ہیں اور اس کے ساتھ سیسے کی ایک خاص مقدار مستعملہ چاندی کے معیار کے اعتبار سے ہوتی ہے۔
نیارچی اپنے تجربے سے یہ جانتا ہے کہ صفائی کے ایک خاص معیار کے لئے کس قدر سیسہ درکار ہوگا
یعنی سکے کے لئے جو معیار درکار ہو اس سے قدرے زائد۔ اس کے بعد ادنے دھات کی ایک
خاص مقدار کا اضافہ کر کے معیار کو اچھی طرح ہموزن کیا جاتا ہے۔ پھر یہ صاف شدہ مجموعہ
پگھلانے والے کے پاس جاتا ہے۔ اور وہ ایک مرتبہ ایک ہزار روپے کے وزن کے بقدر ایک
کٹھالی میں ڈال دیتا ہے جو لوہے کے حلقے پر چڑھی ہوتی ہے اور زنجیروں کے ذریعے سے اٹھائی
جاسکتی ہے۔ پگھلانے والا اسے پگھلاتا ہے اور متعدد چھوٹے چپٹے سانچوں میں ڈالتا ہے
جو چھ انچ کے قریب لمبے اور نصف انچ چوڑے ہوتے ہیں اور اس طرح اس کے ایسے ٹکڑے
بنا دیتا ہے جو حسب ضرورت پیمائش کے مطابق کاٹے جاسکتے ہیں۔ پگھلانے والے کو اس کی
محنت کے لئے ہزار روپے پر آٹھ آنے ملتے ہیں جن میں سے نصف تاجر دیتا ہے اور نصف
سرکار دیتی ہے۔ اس کے بعد چاندی کی یہ سلاخیں سنار کے سپرد کی جاتی ہیں۔ ہر ایک سنار کے
سامنے ایک چھوٹی سی اونچی بھٹی اور ایک سندان (نہائی) ہوتی ہے۔ ایک طرف ایک سنار
ہوتا ہے جس کے پاس ترازو اور کترنی ہوتی ہے تاکہ وہ اس دھات کے مربع ٹکڑے تقریباً
صحیح وزن کے دیتا جائے۔ دوسری جانب ایک اور شخص ہوتا ہے جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ
ٹکڑے بن جانے کے بعد ان کے وزن کا زیادہ صحیح اندازہ کرے۔ پھر سنار کو یہ چھوٹے چھوٹے
ٹکڑے ملتے ہیں۔ وہ انھیں پوری طرح گرم کرتا ہے اور چھوٹے چھوٹے چمٹوں سے انھیں
نکال کے ان کے کونوں پر دو تین سخت ضربیں لگاتا ہے بعدہٗ اس ٹکڑے کو چپٹا کرتا ہے
اور ہتوڑی کی نرم ضرب کے ساتھ ساتھ ان کے کونوں کو چکر دیتا ہے اور اس طرح ٹھپے
کے لئے گو نہ مدور شکل بن جاتی ہے لیکن ٹھپّے کے عمل کے قبل اسے دوسرے شخص کے پاس بھیجا
جاتا ہے جو اسے املی اور نمک میں جوش دیتا ہے۔ اس کے بعد یہ ٹکڑے مہر یا نقش کے لئے بھیجے

کی ہنرمندی اور عادتی صحت کاران متعدد ترقیوں کا بدل ہو جاتا ہے جو اہل یورپ کی طباعی نے ان کاموں میں پیدا کی ہے۔ بااین ہمہ یہ ایک ایسا محکمہ ہے جس میں بہت ہی توجہ اور بعض اصلاحوں کی ضرورت ہے کیونکہ سکے میں آمیزش کر کے اسے خراب کر دینے کی طمع اس قدر قوی ہے کہ اس کا روکنا دشوار ہے۔ اجین، اندور اور بھوپال کے سکے میں خوبی و صفائی کافی حد تک برقرار رہی ہے۔ برخلاف ازیں پرتاب گڑھ[1] کا سکہ نہ صرف برابر بدلتا رہتا ہے بلکہ اس میں آمیزش کی مقدار

۸۳

۸۴

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جاتے ہیں۔ یہ کام دو ٹھپوں سے ہوتا ہے۔ ایک ٹھپہ ایک اونچے کندے میں مضبوط جڑا ہوتا ہے۔ چاندی کا ٹکڑا اس پر رکھ دیا جاتا ہے۔ دوسرا ٹھپہ ایک بہت بھاری داب کی شکل میں ہوتا ہے اس کو ایک شخص اسی ٹکڑے پر رکھ دیتا ہے اور اس کا مددگار ایک بھاری ہتوڑے سے اس پر ایک سخت ضرب لگاتا ہے۔ ایک ضرب کافی ہوتی ہے۔ یہ لوگ ہر ایک دو گھنٹے کے بعد کام سے خلاص پاتے ہیں۔

جب اس طرح روپیوں کی تعداد پوری ہو جاتی ہے تو ان کو ممتحن کے پاس لے جاتے ہیں اور اگر وہ منظور ہو گئے تو معاوضہ ادا کر دیا جاتا ہے۔ اور سکے کا مالک ان سکوں کے چلانے کے لئے لے جاتا ہے اور اگر منظور نہ ہوئے تو مالک کے صرف سے دوبارہ ڈھالے جاتے ہیں لیکن پھر کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا البتہ پگھلانے والے کو کچھ قلیل رقم دی جاتی ہے تاکہ وہ زیادہ صاف دھات کی مناسب مقدار کے ساتھ انھیں پھر پگھلائے اور وہ کسوٹی پر پوری اتریں۔ اگر فوری و شدید ضرورت کے وقت زائد صاف کرنے والے درکار ہوں تو ان کو وہی معاوضہ ملتا ہے جو دوسروں کو ملتا ہے لیکن چونکہ انھیں دھات کا گلانے والا مصالحہ خود مہیا کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ نصف کے بجائے چہارم سرکار کو دیتے ہیں۔

[1] ۔ قدیم سلیم شاہی روپے کا معیار (وزن) دس ماشے تھا یعنی خالص چاندی ڈیڑھ سو جو۔ تین برس قبل نو ماشے تھا اور ادھر حال میں آٹھ ماشے سے زیادہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو کپتان میک ڈونلڈ کا خط مورخہ یکم نومبر ۱۸۲۰ء۔

باب ۱۳

بتدریج بڑھتی جارہی ہے ایک روپے میں پچیس جو سے بڑھ کر ساٹھ جو تک پہنچ گئی ہے اسی طرح سرونج کے روپے میں چھ جو سے بڑھ کر تیس جو تک پہنچ گئی ہے اور بھیلسا کے روپے میں چھ جو سے بڑھ کر پونے انتیس جو تک پہنچ گئی ہے۔

پرتاب گڑھ کے سوا، وسطی ہند کی تمام ٹکسالوں میں اصول اور طریق کار تقریباً ایک ہی سا ہے، پرتاب گڑھ میں اس کام کا اجارہ چار بنجارتی کوٹھیوں[1] کو دیا گیا ہے۔ ان کے توسط کے بغیر روپیہ مسکوک نہیں ہوسکتا اور کاریگروں سے کام لینے کا انھیں باری باری سے حق حاصل ہے۔

۸۵

ساٹھ برس قبل راجہ سلیم سنگھ کے زمانے میں انھیں سوداگروں کے وسیلے سے ٹکسال قایم ہوئی تھی۔ راجہ کو شاہ عالم کے خدمات کے صلے میں سکہ بنانے کا اختیار دیا گیا تھا اور روپے پر راجہ کا نام سلیم شاہ ہوتا ہے۔

وسط ہند میں ایک ٹکسال بالا وسط جتنا روپیہ ڈھال سکتی ہے اس کی تعداد آٹھ یا دس ہزار ہوتی ہے[2]۔ اس میں تقریباً پچاس سنار، دس بارہ مہر لگانے والے چھ یا سات نیارے اور دو دھات گلانے والے ہوتے ہیں۔

---

[1] ان سوداگروں کی رضامندی کے بغیر کوئی دوسرا شخص اس کام میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ سرکاری عہدہ دار وہی ہیں جو دوسری جگہوں میں ہیں مگر ٹکسال کے مطالبات زیادہ ہیں:

حکومت کا محصول	۱۰۰ روپے پر	عا ۳ر۶ر
سنار کی تنخواہ	۱۰۰ روپے پر	عه
بنانے میں نقصان	۱۰۰ روپے پر	۱۱ر۶ر
آمیزش کی قیمت	۱۰۰ روپے پر	۳ر
کردی کا الاؤنس	۱۰۰ روپے پر	۱۲/ھ ر

عہدہ داروں اور پہرہ داروں کی تنخواہیں سرکاری محصول میں سے ادا کی جاتی ہیں۔ اس ٹکسال کی خرابیوں پر نظر کی گئی ہے۔

[2] میں نے اندور کی ٹکسال کے معائنے کے وقت دریافت کیا کہ ایک دن میں زیادہ سے زیادہ کتنے روپے بن سکتے ہیں تو جواب ملا کہ گیارہ ہزار۔

تانبے کے سکے کی نسبت کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ اُن کی قیمت بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور اس کا دائرہ بھی محدود ہے۔ یہ سکہ دو پیسے، ایک پیسہ اور آدھے پیسے کا ہوتا ہے۔ یہ بھدی طرح کے کٹے ہوئے ٹکڑے ہوتے ہیں اور ان پر کچھ یوں ہی مہر ہوتی ہے مگر مقامی عہدہ دار ناجائز نفع کے لئے اس کی جسامت اور اس کی معینہ قیمت دونوں بدلتے رہتے ہیں۔ پس اجین، اندور، کوٹا اور بھوپال کے پیسوں کے سوا جن کی کچھ حقیقت ہے باقی اکثر جگہوں کے پیسوں کا چلن اپنے ہی ضلع یا شہر تک محدود ہے۔ اندور اور کوٹا میں عام تبادلہ روپے کے سولہ ٹکے ہے۔ اجین اور زنلام میں پیسہ چھوٹا ہے۔ مندسور اور بہت سے دوسرے مقامات[1] میں نرخ ہر دوسرے تیسرے مہینے بدلتا رہتا ہے اور اس سکے کی حیثیت اس قدر پست ہو گئی ہے کہ جہاں وہ سکوک ہوا ہے اس سے دو میل آگے نہ چل سکے گا۔ ۸۶

پیسے کے علاوہ کوڑی[2] بھی ہے اور پھر اس کی جزوی تقسیم ہے، یہ ایک برائے نام رقم ہے لیکن جن ممالک میں مزدوری اور زندگی کے عام ضروریات سستے ہیں وہاں اس کی عام ضرورت ہے اور معیاری سکہ نسبتہً بلند ہے۔

کوڑی کے علاوہ آدھے پیسے سے کم ہر ایک سکہ برائے نام ہے۔ آنہ یعنی روپے کا سولھواں حصہ وسطی ہند میں حسابات میں کام آتا ہے۔ سوداگر آنے کی چوتھائی سے کم کا حساب اپنی کتابوں میں نہیں رکھتے مگر بنیے دمڑی کا حساب بھی رکھتے ہیں بلکہ اس سے کم کا بھی جو ملک میں رائج ہوں۔

---

[1] ۔ سیلانہ، زنلام اور چمبل کے مغرب میں متعدد دوسرے شہروں میں یہ خرابی بہت بڑھ گئی ہے۔

[2] ۔ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے مانند مالوے میں بھی کوڑی چلتی ہے۔ ایک گنڈے کی چار کوڑیاں ہوتی ہیں، تین گنڈے کی ایک دمڑی، دو دمڑی کا ایک چھدام، چار دمڑی کا ایک دھیلا یعنی آدھا پیسہ، اس کے اوپر پنج دمڑی یعنی پون پیسہ ہے، اور پھر پورا پیسہ اور تیسٹھ ۶۳ پیسے کا ایک روپیہ۔ روپے کو دو شلنگ قرار دیا جائے تو پیسہ تین فارونگ کے برابر ہوگا۔

وزن اور سیل

وسطی ہند میں ہر شے تول کے بکتی ہے۔ نیماڑ کے کچھ حصے میں کوٹا کے ضلع میں (دیگر شہر میں نہیں) اور بعض دوسرے مقامات میں غلے کا ایک پیمانہ مستعمل ہے اور پیسوں کے وزن پر مبنی ہے۔

۸۷ وسطی ہند میں دو قسم کے وزن استعمال ہوتے ہیں ایک سناروں اور جوہریوں کا وزن، اور دوسرا بڑا یا بازار کا وزن۔ اول الذکر چاول کے دانوں اور رتی پر مبنی ہے۔ یہ بہت صاف وزن ہے اور ناقابلِ ترمیم سمجھا جاتا ہے برخلاف ازیں، بازار کا وزن جو ملک کے رائج الوقت روپے کے معیار پر ہوتا ہے وہ نہ صرف خاص وزن سیر میں مختلف ہوتا ہے بلکہ اوپر کے وزن میں بھی مختلف ہوتا ہے۔ بعض ضلعوں میں سیر بڑے اور من وغیرہ میں سیر کی تعداد کم ہے۔ دوسرے ضلعوں میں سیر چھوٹے ہیں اور اس لئے بڑے وزن میں تعداد بڑھانا پڑتی ہے تیسرے میں کل وزن یا چھوٹے ہیں یا بڑے ہیں تا آنکہ وہ یا دونے ہیں یا انھیں دونا کرنا پڑتا ہے۔ معیار کے اوسط اور زیر تقسیموں میں وزن کے اس قدر اختلاف[1] سے لازم آجاتا ہے کہ مالگزاری اور تجارت کے تمام معاملات میں بہت ہی دقیق توجہ کی جائے۔ ضمیموں کی فہرستوں[2] سے جو اپنی حد تک صحیح ثابت ہوں گی تخالف و توافق کے مختلف نکات ظاہر ہو جائیں گے۔

۸۸ ان فہرستوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مانی[3] کے لئے من کی تعداد ہی وہ ذو اضعاف ہے جو تقریباً عام طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ بہت سے خاص شہروں میں یہ ایک مسلمہ رواج ہے کہ جس سیر سے خردہ فروشی کی جاتی ہے اس سے کچھ بڑے سیر سے خرید کیا جائے (یہ بڑا سیر وزن میں عام طور پر دو روپے بھر زیادہ ہوتا ہے)۔ مسالے، سپاری اور دوسری قیمتی درآمدیں کم وزن کے سیر سے بھی بیچی جاتی ہیں۔

[1] ناپ تول کے ان بےشمار اختلافات سے ایک عام مبصر کو حیرت ہوگی اور وہ خیال کرے گا کہ اس سے بہت ابتری پیدا ہوتی ہوگی مگر واقعاً ایسا نہیں ہے۔ جن لوگوں کو ان سے تعلق ہے وہ اسے بہت اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں اور اسکا ثبوت اس سے قطعی ہو سکتا کہ (بجز ازیں کہ دغا یا نفع کی غرض سے مقامی تغیرات کیے گئے ہوں) جہاں یہ صورت ہے وہاں کے باشندوں نے کبھی اس معاملے میں شکایت نہیں کی۔

[2] یہ فہرستیں (جن کے لیے ضمیمہ شمارہ ۲ دیکھنا چاہیے) عالیجاہ عہدہ دار کپتان ڈینگر فیلڈ کی بنائی ہوئی ہیں۔ مگر انھیں نہ اتنا وقت ملا نہ اس کا موقع ملا کہ وہ انھیں حسب خواہ مکمل کر سکتے۔

[3] تمام وسطی ہند میں عام طور پر ایک مانی بارہ من کی ہوتی ہے۔

وسطی ہند میں اس وقت بھی ایسا ہے اور ہمیشہ سے ایسا رہا ہے کہ بہت بڑا کاروبار ہنڈی کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ مئو اور اندور سے ماہانہ دو لاکھ سے تین لاکھ تک ہندوستان کے مغربی صوبوں کے خزانوں پر ہنڈی کے ذریعے سے وصول کیے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ایک موزوں شرح تبادلہ پر صرف اجین و اندور سے اس سے دو چند رقم کاغذی ذریعے سے وصول کی جا سکتی ہے۔ لیکن جو ساہوکاریا ان کے گماشتے یہ ہنڈیاں خرید کرتے ہیں وہ محض ان کو دوبارہ فروخت کرنے کی غرض سے خریدتے ہیں۔ درحقیقت وہ یہ ہنڈیاں اس وقت تک بہت کم طلب کرتے ہیں جب تک کہ وہ مختلف صرافوں سے اپنی مطلوبہ مقدار کے لئے چھوٹی چھوٹی رقموں کا معاملہ نہیں کر لیتے۔ یا جب انھیں شرح تبادلہ کی وجہ سے (جس کی خبر ان کو روز ملتی رہتی ہے) انھیں ان کے خریدنے کی رغبت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انھیں کوٹا یا جیپور بھیجنے میں نفع کی توقع ہوتی ہے۔ اس کاغذی نوع کاروبار کے لئے آخر الذکر بہت بڑی منڈی معلوم ہوتی ہے۔ ۸۹

جے پور

وسطی ہند میں گزشتہ چند برسوں کے اندر شرح تبادلے کا اتار چڑھاؤ بہت زیادہ ہوا ہے مگر اب یہ اندازاً اس سطح پر ہے جو بہت ہی پرامن زمانے میں رہی ہے اور جب تک ایسے واقعات سے اس میں انتشار نہ رونما ہو جن سے غیر معمولی طلب پیدا ہو اس وقت تک اس معیار کے قریب رہے گی جو اس تجارتی تعلق کا نتیجہ ہو جس سے اس پر اثر پڑتا ہے۔ وسطی ہند کے صوبے گجرات اور دکن کو قیمتی پیداوار بھیجتے ہیں مگر ہندوستان کو معدودے چند چیزیں

لہ۔ میں نے اول اول ۱۸۱۷ء میں جب ہنڈیاں بھنائیں تو اجین اور سونات کے روپے کے درمیان بٹاون پندرہ فی صد تھا۔ بہت دنوں تک ساہوکاروں کے ایک اتحاد کی وجہ سے تبادلہ ناموافق رہا۔ مگر یہ اتحاد ٹوٹ گیا اور ہنڈیوں کے لئے مقابلہ پیدا ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ دو برس کے اندر فرخ آباد بنارس، دہلی وغیرہ کی ہنڈیوں پر تبادلہ پانچ روپے سیکڑہ ہو گیا۔ یہ شرح تقریباً وہی ہے جو پہلے اس زمانے میں تھی جب ملک میں بہت زیادہ خوشحالی تھی۔

روانہ کرتے ہیں۔ اور مرزاپور اور بنارس کو (جہاں سے ان کی درآمد کا بہت حصہ آتا ہے) بہ مشکل کوئی سامان بھیجتے ہیں۔ اس پر یہ اضافہ کیجیے کہ بنگال کے صوبوں سے جو تجارتی مال آتا ہے ان کے حصے گجرات کے رقوم کی ادائی اکثر اجین اور اندور کے ساہوکاروں اور گماشتوں کے ذریعے سے ہوتی ہے اور جو ہنڈیاں روانہ ہوتی ہیں ان کے بڑے حصے کی وجہ یہی ہے۔ ایک دوسرا سبب اور بھی ہے، کمپنی کے صوبوں کے دیسیوں کی بڑی تعداد وسطی ہند کی ملازمت میں ہے یا یہاں آباد ہوگئی ہے[1]۔ انھیں برابر ہنڈیوں کی ضرورت رہتی ہے اور وہ علی العموم چھوٹے چھوٹے صرافوں کو وسیلہ بناتے ہیں جو ان کو وطن میں ان کے خاندان والوں کو روپیہ ادا کرنے کا ذمہ لیتے ہیں۔ اس نوعیت کی ہنڈیوں کی طلب پونا اور دکن کے علاقوں کے لیے بھی ہے مگر اس مقدار میں نہیں ہے اور یہی وجہ شرح تبادلہ کے اس فرق کی ہے جو (پونا اور دکن کے لیے) اس قدر موافق نہیں ہے جس قدر ہندوستان کے لیے موافق ہے۔ ۹۰

ساہوکاروں اور تاجروں میں اگر ہیں تو معدودے چند ہی ایسے ہیں جنھیں سرمایہ دار کہا جا سکتا ہے۔ اور گزشتہ انقلابات میں وہ اس طرح ملیا میٹ ہو گئے ہیں کہ اگر بالکلیہ تباہ نہیں ہو گئے ہیں تو بھی ان کے وہ اخلاق اور وہ صحیح عادات بہت کچھ زائل ہو گئے ہیں[2]۔ جو ہندوستان کے دوسرے حصص کے اس طبقے کے لوگوں میں ہیں۔

---

[1] چونکہ وسطی ہند کے اندر برطانی فوج اور شاگرد پیشہ تقریباً تمام کے تمام ہندوستان کے لوگ ہیں اس لیے جو روپیہ وہ اس صوبے میں صرف کرتے ہیں اور ان کے خاندانوں کی پرورش کے لیے جن ہنڈیوں کا مطالبہ ہوتا ہے اس سے اس طبقے کی کمی کا عوض ہو جاتا ہے جو ہندوستان کے ان پٹھان اور راجپوت سپاہیوں کے بڑے حصے کے خارج کر دینے سے ہوا جنھوں نے اتنے دنوں تک اس ملک کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔

[2] اس پر نظر ہو چکی ہے اور یہ جس عمل کی جانب منجر ہوتا ہے (اس پر بھی نظر ہو چکی ہے) ایک طریق جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں کسی قدر معلوم ہے او ہر حال کے زمانے میں وسطی ہند اور بالخصوص اجین میں عام رہا ہے۔ اجین میں اس پر بہت زیادہ عمل ہوا ہے

مالوے کی کروڑگیری

وسطی ہند کی مرہٹہ حکومتوں میں سایر ہمیشہ آمدنی کا ایک بہت بڑا جزو رہا ہے۔ اور آخر میں ان کے علاقے اس قدر برباد ہوگئے تھے کہ اکثر سرحدی اضلاع میں مالگزاری سے زیادہ کروڑگیری سے وصول ہوتا تھا۔ سایر ایک حق شاہی سمجھا جاتا ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اسے ان عام عطیات میں شامل کیا جائے جن کے ذریعے سے زمین عارضی یا دائمی طور پر علحدہ کی جاتی ہے زمینداروں کے بھی اپنے اپنے اضلاع میں سایر ہوتے ہیں[1]۔ چوکیداروں کا بھی کچھ خفیف سا حق ہوتا ہے۔ اور جب مویشی یا غلہ یا سامان بھیلوں کے ملک سے گذرتے ہیں تو ان کے سردار بھی کچھ وصول کرتے ہیں جسے کوڑی کہتے ہیں۔ یہ لفظ اگرچہ حد سے بڑھا ہوا ہے مگر اس سے ان بھیلوں کے دعوے کا اعلان ظاہر ہوتا ہے۔ بعض دیہاتوں کے سرکردہ اور موروثی عہدہ دار تاجروں پر قلیل محصول لگاتے ہیں۔ یہ تمام محصول اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں اور ابتری کے سوا کسی دوسرے زمانے میں فریق متعلقہ کے حق کے سوا زاید کا مطالبہ ہرگز نہیں کیا جاتا۔ ہر ضلع کے سایر کے حسابات علحدہ رہتے ہیں مگر یہ حساب وہی عہدہ دار رکھتے ہیں جو محکمۂ مالگزاری کی دوسری شاخوں کا کام کرتے ہیں۔

۹۲ اگر مالوے کی کسی مرہٹہ حکومت سے کوئی شخص کروڑگیری کا ٹھیکہ لیتا ہے تو اسے اس حصۂ مالگزاری کے جمع کرنے کے معمولات[2] کا ایک تخمینہ ملتا ہے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ طریقہ "اونت" کہلاتا ہے۔ ان ہنڈیوں پر "پہلان" یعنی پہاؤ لکھا ہوتا ہے "روکڑ" یعنی ورشنی ہنڈی کے بالمقابل ہے۔ جو شخص ان ہنڈیوں کو وصول کنندہ سے قبول کرتا ہے وہ انھیں اپنی بہی میں اس شخص کے نام پر سود کے ساتھ درج کر دیتا ہے۔ یہ سود جاری رہتا ہے اور ہنڈی قابل انتقال ہوتی ہے مگر ہنڈی کے کسی قابض کو ہنڈی کی رقم کی وصولیابی کا حق نہیں ہوتا۔ یہ ایک طرح کی رواں ساکھ ہے جسے باہمی مفاہمت سے افراد کی ایک جماعت نے سرمایہ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاری کیا ہے مگر جب اس کی کثرت ہو جاتی ہے تو یہ لاحاصل ہو کر بیکار ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی رواں ہنڈیوں کا چلن ساہوکاروں اور دلالوں تک محدود ہے۔

[1] ۔ زمین کی طرح یہ بھی جمع شدہ رقم پر کچھ فیصد کر دہ ہوتا ہے۔

[2] ۔ لفظ "معمول" کے بجائے جو ہندوستان کے دوسرے حصوں میں مالگزاری کی عام اصطلاح ہے

اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کسی حال میں معینہ شرح سے تجاوز نہ کرے گا۔ یہ شرح نسبتاً معتدل ہے اور محصول درآمد و برآمد میں جیسا ظاہر ہوتا ہے اس درجہ بلند نہیں ہے۔ سایر چیز کی قیمت کے بموجب وصول کیا جاتا ہے مگر جب مقدار زیادہ ہوتی ہے (جیسا کہ غلہ، نمک اور روئی کی صورت میں ہوتا ہے) تو سایر کا حساب سو بیلوں کے بوجھ سے کیا جاتا ہے۔ اور ایک رواج (جو مختلف اضلاع میں مختلف ہے) یہ ہے کہ محصول لگانے کے لئے ایک سو بیس، ایک سو پچاس بلکہ دو سو تک کا شمار سو کے بجائے کیا جاتا ہے۔ یہ اس ضرورت پر ہوا ہے کہ جن ریاستوں کے علاقے ملے ہوئے ہیں وہ محصول کو اس غرض سے گھٹاتی ہیں کہ آمد و رفت کی تجارت قائم رہے کیونکہ سخت بار ڈالنے سے یا دوسری جانب کی ریاست کا بار ہلکا کر دینے کی وجہ سے تجارت دوسرے راستے سے ہونے لگتی ہے۔

مرہٹہ حکومتوں کی آمدنی کی کوئی دوسری شاخ نہیں ہے جس میں انھیں کروڑگیری سے زیادہ دھوکا دیا جاتا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وزیر، محصل اور ٹھیکہ لینے والے سب تقریباً بلا استثنا تجارت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہلیہ بائی کے انتقال کے وقت سے گزشتہ دو برس تک وسطی ہند میں تجارتی تخمین نے جفاکش سوداگروں کا پیشہ ہونے کے بجائے زیادہ تر فوجی مبارزات کی نوعیت اختیار کر لی ہے۔ ہر تاجر کا ایک مسلح گروہ ہوتا تھا، وہ وزیروں اور فوج کے سپہ سالاروں سے تعلق پیدا کرتا، غارت گر سرداروں اور قزاقوں سے قرار داد کرتا اور وہ خواہ درآمد کرتا یا برآمد اپنے مال کی حفاظت وہ اس طرح کرتا جس طرح فوج کے سامان کی حفاظت کی جاتی ہے اجین، اندور اور مندسیور کے بیمے کی کمپنیاں چھوٹی چھوٹی فوجیں رکھتیں اور ان کا خرچ اس بلند شرح معاوضہ سے نکلتا جو مالوے، گجرات، دکن اور ہندوستان کے درمیان درآمد و برآمد کی تمام چیزوں پر عاید کیا جاتا۔ ان کمپنیوں کو مجبور ہونا پڑتا تھا کہ اپنے وقت کے

۹۳

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں دیکھتا ہوں کہ مالوے میں عام طور پر "شند آمد" بولا جاتا ہے یہ دو فارسی افعال سے مرکب ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو آمد ہو رہا ہے اور اب اضافہ کیا گیا ہے۔

سب سے زیادہ طاقتور قزاقوں کو رشوت دیں ان کمپنیوں اور سوداگروں سے ان قزاقوں کے مطالبات کا معیار صرف ان کے ذہنی اغراض تھے۔
ایسی صورت حالات میں کسی ملک کے سایر کا اندازہ قائم کرنا ناممکن ہے مگر تین دوروں میں بیمے کی شرح کے حساب سے ہم یہ اندازہ کر سکیں گے کہ بہترین وقت میں یہ شرح کیا تھی، بدترین وقت میں یہ کس حد کو پہنچ گئی اور اب تجارتی خوشحالی کا تحفظ کس حد تک بحال ہوگیا ہے۔ یہ تین دور اول مادھوجی سندھیا اور اہلیہ بائی کا عہد حکومت دوسرے ۱۷۹۵ء سے ۱۸۱۵ء تک کا زمانہ جسے زور دار طور پر "دور پرآشوب" کہا جاتا ہے، تیسرے سال حال جس ضمیمے[1] کے نقشے سے اس صورت حال کا اظہار ہوتا ہے وہ بیمے کے اہم دفتروں میں سے ایک دفتر سے لئے گئے ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوگا کہ بیمہ اشیا کی صرف ایک محدود تعداد تک وسیع تھا۔ غلہ، نمک، لکڑی اور مویشی کا بیمہ کبھی نہیں ہوتا تھا اس نقشے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تین سب سے کم وزن مگر سب سے زیادہ قیمتی چیزوں یعنی افیون، سونا چاندی اور جواہر کے معاملے میں بیمہ نہ صرف خطرے کے خلاف ہوتا تھا بلکہ بیمہ کرنے والے ان کو پہنچانے کا کام بھی اپنے ذمے لیتے تھے اور تمام محصولوں کے ادا کرنے کا معاہدہ کرتے تھے اور اس طرح روپے کا کاروبار کرنے والے ایک دوسرے طبقے کے کام میں خلل ڈالتے تھے جس کا ذکر بعد میں ہوگا اور جس کا خاص کام ایک مقررہ رقم کے عوض تمام سامان کو محصول سے آزاد وسطی ہند کے شہروں سے ان صوبوں میں لے جانا تھا جن سے اس حصۂ ملک کی خارجی تجارت ہوتی ہے۔

جب ملک میں طوائف الملوکی تھی اس وقت مرہٹہ حکومتیں اور ہر ایک راجپوت حکمراں اور معمولی سردار اپنی اس قوت کے اندازے کے مطابق جمع کرتا تھا جو تجارت کو محفوظ رکھنے[2] یا اس میں وقت ڈالنے میں اسے حاصل تھی اور اس لئے

۹۴

---

[1] ۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ (۹)۔

[2] ۔ اس قسم کی جبر ستانیوں کی ایک مثال وہ محصول ہے جو سرحد پر راجپوت سردار عام طور پر

۹۵

کوئی معیار نہیں تھا مگر یہ جدید وصولی، سابق کروڑگیری سے جس کا اندراج کتابوں میں ہوتا تھا علی العموم ممیز رکھی جاتی تھی وسطی ہند کی تمام ریاستیں اب اپنی اس خواہش کا اظہار کر رہی ہیں کہ سابق محصولوں کی جانب عود کریں اور آمد و رفت کے محصول کی وہی معتدل شرح قایم کریں جو تیس برس قبل تھی مگر وصولی کی اس شاخ میں اتنے دنوں تک جو خرابیاں برپا رہی ہیں ان سے اس شاخ کو صاف کرنے کے لئے بہت زمانہ درکار ہوگا۔

جن جانوروں یا سامانوں کے لئے معافی کا پروانہ نہیں حاصل ہوتا ان سب پر محصول لگائے جاتے ہیں اور دریا کے پلوں پر پیدل چلنے والوں کو بھی ایک خفیف سی قسم ادا کرنی پڑتی ہے اس نظم کی وجہ سے خاص پریشانی و زحمت ایک دوسرے میں ملے ہوئے علاقوں اور نتیجۃً ان کثیر التعداد مقاموں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جہاں کم یا زیادہ کروڑگیری ادا کرنی پڑتی ہے تاجر اکثر اس سے اس طرح بچ جاتے ہیں کہ جو لوگ ایک[۱] معینہ مقدار کے عوض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عاید کرتے ہیں اور جسے بلسا کہتے ہیں۔ جیا کوا کا راجہ اس تمام سامان پر جو مالوے اور گجرات کے درمیان آتا جاتا تھا اندرگڑھ میں فی گاڑی ایک روپیہ اور فی بیل چار آنے وصول کرتا تھا۔ جب ملک میں سکون ہوگیا تو اسے ترک کر دیا گیا مگر دشواری کے بغیر ایسا نہ ہو سکا کیونکہ راجہ اور اس طبقے کے دوسرے لوگ اس خود رایانہ محصول کے جاری رکھنے کے خلاف بہت دنوں تک بڑے تعرضات کا مقابلہ کرتے رہے یہ خود رایانہ محصول نہ صرف تجارت کے لئے مضر تھا بلکہ انجام کار میں تاجروں کو دوسرا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر کے خود راجہ کی آمدنی کو کم کر دیتا۔

[۱] ۔ یہ لوگ جو عام طور پر گماشتے یا ساہوکار ہوتے ہیں وہ "ہنڈا بھارا والا" کہلاتے ہیں اور ان کا کام "ہنڈا بھارا" کہلاتا ہے۔ یہ دو لفظوں سے مرکب ہے جس میں دو پیشے مضمر ہیں ایک "ہنڈا" یعنی ادائی اور دوسرا "بھارا" یعنی پہنچانے کا ٹھیکہ۔ یہ دونوں کام اکثر ایک ہی شخص کیا کرتا تھا اور اسی سے یہ مرکب لفظ "ہنڈا بھارا" یا "ہنڈا بھارا والا" نکلا ہے۔ پورن ساہ منو سنگھ کی دولتمند کوٹھی (جسے اب دو بھائی پورن چند اور سیتا چند چلا رہے ہیں) نہ صرف بہت بڑے بیمہ کرنے والے ہیں بلکہ جس سامان کا وہ بیمہ کرتے ہیں اس کے ہنڈے بھارے کا کام بھی اس کے ساتھ ملا لیتے ہیں۔

ٹھیکہ لے لیتے ہیں ان کے وسیلے سے نہ صرف سامان روانہ کریں بلکہ جہاں وہ چاہیں وہاں کل محصول ادا کر دیں۔ یہ لوگ اس قسم کے کاروبار سے معقول نفع حاصل کرتے ہیں کچھ تو جائز ذرائع سے مگر زیادہ تر محکمۂ کروڑگیری کے عہدہ داران متعلقہ سے (جن سے ان کا لامحالہ تعلق ہوتا ہے) سازباز رکھنے کی وجہ سے۔ یہ لوگ کبھی کبھی کروڑگیری کے ٹھیکہ دار بھی ہوتے ہیں۔ 96

جو روپے کا کاروبار کرنے والے اس کام میں مشغول ہوتے ہیں انھیں بنجاروں اور مویشی کے مالکوں پر ایسا ہی پر زور اثر حاصل ہوتا ہے جیسا ساہوکاروں کو کاشتکاروں پر حاصل ہوتا ہے جو مالگزاری کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت بڑی شرح سود پر بنجاروں کو پیشگی رقم دیتے ہیں اور پھر ان سے کام لینے کی طاقت کے اجارہ دار بن جاتے ہیں، اس طرح اپنی رقم کی واپسی کو محفوظ کر لیتے اور ان باربرداروں کو اپنا تابع بنا لیتے ہیں۔ اس قسم کے ذرائع کی وجہ سے اور (جب وہ خود کروڑگیری کے ٹھیکہ دار نہ ہوں تو) اپنے ذمے کی تجارت کو کسی خاص راستے کی جانب یا کسی خاص راستے سے پھیر دینے کی قابلیت کی وجہ سے کروڑگیری کے عہدہ دار مجبور ہوتے ہیں کہ رفق و مدارا کریں اور یہ اثر ان ٹھیکہ داروں کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ کسی سوداگر کے مال کو اتنا ہی کم خرچ میں لے جائے گویا خود اس سوداگر نے جانور کرایے پر لئے اور خود ہر ملک کی کروڑگیری کے ناکے پر محصول ادا کرتا رہا ہے۔ اس واقعے کے جاننے کے باعث ہم اس ضمیمے[1] کے نقشے کو (جس میں ہنڈا بھاڑا کا حال واضح کیا گیا ہے) مخصوص مقامات سے مال تجارت کے لانے لے جانے کے معاوضوں کی واقعی رقوم کا ایک بہت معقول اوسط خیال کریں گے۔ 97

بیمے کے نقشے کے مانند ہنڈا بھاڑا کا حساب مختلف عہدوں کا نہیں بنایا گیا ہے اس میں اتار چڑھاؤ کا امکان کم ہے۔ چونکہ اس کا انحصار سرکاری عہدہ داروں کے محصولوں اور جبر ستانیوں کو عام طور پر گھٹا بڑھا دینے

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ (۱۰)۔

کے بجائے زیادہ تر ٹھیکہ داروں کے ذرائع و اغراض پر رہا ہے اس لئے ٹھیکہ داروں کا فائدہ اسی میں تھا کہ اسے تقریباً ایک معلوم و معین شرح پہ قائم رکھیں اور جب کسی خاص حکمراں کی بے انصافی یا زمانے کی حالت اس کام کو ضرورت سے زیادہ خطرناک[1] بنا دے تو کام کو روک دے مگر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ وسطی ہند کے تمام پر آشوب زمانے میں یہ کام سرسبز رہا۔ اس واقعے سے بہت ہی زور کے ساتھ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ایسے زمانے میں بھی ایک معمولی و عام مبصر کو ابتری و تباہی کے منظر کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا دیسی حکومت

۹۸

---

[1] گزشتہ زمانے میں وسطی ہند کے اہم بیمہ کرنے والے اپنی جرأت اور اپنی مبازرت کے لئے نمایاں تھے ۱۸۱۰ء میں اس سے چند ماہ قبل جب سندھیا کی فوج نے اندور پر حملہ کیا اور اسے تباہ کیا ہے گجرات کے مرزا پور کا چھ لاکھ قیمت کا مال تجارت اس شہر میں تھا جسے پنڈاریوں نے گھیر رکھا تھا۔ کیولجی (جس کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے) اور جو پورناس مان سنگھ کی کوٹھی کے موجودہ شریک کا بڑا بھائی تھا اس نے چار فی صدی پر دریائے ماہی کے پار تک اس مال کے بیمہ کرنے کی آمادگی ظاہر کی جہاں پہنچ کر یہ مال گجرات کی حد میں داخل ہو جاتا۔ گاڑیاں (جن کی تعداد ایک سو تھی اور) جن پر یہ مال لدا ہوا تھا ان کے لئے سات یا آٹھ منزلوں کا کوچ تھا مگر ریاست دھار کے حفاظت سے انکار کی وجہ سے خطرہ بڑھ گیا۔ ان حالات نے بیمہ کرنے والوں کی ساکھ کے ساتھ مل کر سوداگروں کو شرح مذکور ادا کرنے پر آمادہ کر دیا۔ کیولجی ہمیشہ دو سو مسلح تنخواہ دار آدمی رکھتا تھا۔ اس لئے ان کی تعداد چھ سو کر دی اور اندور کے عمل کشن جی مال جی سے ایک قرارداد تین سو سوار دو توپوں کی اور اس کے لئے پانچ ہزار روپیہ ادا کیا اور خود سالار قافلہ بن کر اسے بحفاظت دریائے ماہی کے پار اتار دیا۔

موجودہ شرکا میں سے ایک شریک ستیا چند نے اپنے کھاتوں سے نکال کر مجھے اس معاملت کا حساب دکھایا جس سے یہ ظاہر ہوا کہ چوبیس ہزار معاوضہ تھا چودہ ہزار خرچ ہوئے اور دس ہزار نفع رہا مگر اس نے یہ کہا کہ خطرے کے مقابلے پر یہ نفع غیر متناسب ہے۔ اس لئے یہ اضافہ کیا کہ میرے بھائی کیولجی کے سوا مالوے میں کوئی بیمہ کرنے والا کہیں ایسا نہیں ہوا ہے جو اس مبارزت کی ہمت کرتا۔ مگر اس کا سینہ بڑا تھا بہت بڑا تھا۔

کی تنظیم کے خروانزا جس ایر اطمینان و اعتماد قایم رہا ہے۔ ہندوستان کے نہایت درجہ ناانصاف حکمرانوں کے دل میں بھی صاف وصریح طور پر اپنے اغراض، مختلف طبقات کی وقعت، اور مسلمہ رواج کی حرمت قائم رہی ہے اور یہی باعث ہے کہ طوائف الملوکی کے زمانے میں بھی وہ نظم برقرار رہا جو ان لوگوں کو جنھوں نے دوسرے ملکوں میں تعلیم حاصل کی ہے بالکلیہ ناقابلِ عمل معلوم ہوتا ہے۔

اس ملک میں جو محاصل وصول کئے جاتے ہیں ان کی مقدار کو زیادہ جزوی طور پر بیان کرنا بیکار ہے۔ جن اصول پر ان کی تحصیل ہوتی ہے وہ عام طور پر ایک ہی ہیں، صرف صوبۂ باگور میں امارت ڈونگرپور کا ایک نمایاں استثنا ہے۔ یہاں ایک واقعی غیر مہذب روش کی بنا پر تاجروں کے طبقے اور ذات کے بموجب نمایاں امتیازات کئے جاتے ہیں۔[1]

---

[1] اس راجپوت ملک میں سب سے زیادہ مورد عنایت چرن اور بھاٹ ہیں جو ان راجپوتوں کے گویے اور پروہت ہیں۔ یہ لوگ کبھی کبھی تمام محصولوں سے معاف ہوتے ہیں اور جب وہ محصول ادا کرتے ہیں تو ان پر بہت ہی معتدل شرح لگائی جاتی ہے۔

مالوے کے سوداگر پانچ فیصدی کم دیتے ہیں اور ایک ضلع کو مستثنے کر کے باگور کے مقامی بنیوں کے ساتھ اور زیادہ رعایت ہوتی ہے۔ برنجاری اور لوہانا (جو حمالوں کی ایک دوسری صنف ہے اور مالوے کے رہنے والے ہیں) مساوی محصول دیتے ہیں۔ جو حمال باگور کے رہنے والے ہیں وہ سات فیصدی کم دیتے ہیں۔ برہمن تقریباً اتنا ہی دیتے ہیں جتنا رعایت گروہ بنیے دیتے ہیں۔ چارن صرف افیون پر محصول دیتے ہیں اور وہ بھی فی من ساڑھے چار روپے کے حساب سے بھاٹ کے پاس جب تنقور اس مویشی سے کم ہوں تو وہ ہر طرح کے محصول سے آزاد ہوتے ہیں ہر ایک سو بوجھ کے لئے (خواہ کسی چیز کا ہو) وہ تین روپے دیتے ہیں اور دوسو بوجھ کے لئے چھ روپے۔ اس سے زاید جتنا بھی ہو وہ گیارہ روپے دیتے ہیں۔ آل اسنج رنگ اس سے مستثنے ہے اس کے لئے وہ تیرہ روپے دیتے ہیں۔

تمام سوداگروں سے "کورسکری" (حکمران کے ناشتے) کے نام سے ایک چھوٹا محصول لیا جاتا ہے۔ اس محصول سے چارن اور بھاٹ بھی مستثنے نہیں ہیں۔ اس ریاست کے اندر جب ایک مرتبہ محصول ادا ہو چکا تو مال تمام ریاست میں جا سکتا ہے۔ باستثنائے ڈونگرپور جہاں

۹۹ یہ ایک عجیب بات ہے کہ بانسواڑے کی امارت جو ڈونگرپور ہی کے خاندان کی ایک شاخ کے زیر حکومت ہے اور وہاں کے متعدد امرا اس کی رعایا میں ہیں، اس کا تعلق اسی صوبے سے ہے اور جس کی زمینیں ریاست ڈونگرپور کی زمینوں میں باہم ملی ہوئی ہیں،
۱۰۰ اس ریاست (یعنی بانسواڑے) میں محصولوں کے جمع کرنے کا ایک بالکل ہی دوسرا نظم ہے۔ بانسواڑے میں بھاٹوں اور چیرنوں کے سوا باقی سب تقریباً یکساں رقم ادا کرتے ہیں۔ ڈونگرپور کے محصولوں کی شرح کے ساتھ اس ریاست کی شرح کا بیان بھی ضمیمے میں ہوا ہے۔ اسی کے ساتھ محصولوں کی وہ مختلف شرح میں بھی بیان ہوئی ہیں جو پرتاب گڑھ میں افیون پر عاید ہوتی ہیں، ان کے مخصوصات میں بعض باتیں یکساں نوعیت کی ہیں۔
اگر اس کتاب کی حد وسعت اجازت بھی دیتی جب بھی یہ ناممکن تھا کہ وسطی ہند کے ہر ایک صوبے اور ضلع کی آمدنیوں کی گزشتہ تیس برس کی کمی بیشی کا تفصیلی بیان دیا جائے۔ مستند حسابات کا فقدان، حکومت کے تغیرات، جو ضلع کے حدود کے اندر ہوئے ہیں اور حکمرانوں اور زمینداروں کی رقابت نے اس قسم کی کوشش میں ناقابل حل
۱۰۱ دقتیں ڈال دی ہیں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ اچھے وقتوں میں اس ملک کی جو آمدنی تھی اس کا ایک بڑا حصہ نصف سے بھی کم ہو گیا ہے تا آنکہ ایک مثال ایسی ہے کہ ایک قطعہ ارض میں جو کسی وقت میں بہت گراں قیمت تھا نہ صرف زراعت اور باشندوں کا ہر ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جدید محصول عاید کیا جاتا ہے۔ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ مصرحۂ صدر اختیارات سے خفیہ سازش کے پیدا ہونے کا امکان ہے مگر یہ کام صرف چارن اور بھاٹ کر سکتے ہیں اور ان طبقات کے محدود تعلقات ان کا غرور و اعزاز اس قسم کے کسی عمل کے بالمقابل ریاست کے لئے بمنزلہ تحفظ کے ہیں۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس قسم کی کسی خرابی کا اگر پتا چل گیا تو ان کے قابل قدر امتیازات ضائع ہو جائیں گے۔

لہ۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۱۔

لہ۔ سمن پور نگری نامی پرگنے کے حدود تک غائب ہو گئے ہیں۔ مدتوں سے یہاں آبادی نہیں ہے صرف قزاق ہیں جو اس کے جنگلوں سے عارضی پناہ گاہ کا کام لیتے ہیں اور کچھ ذلیل گونڈ ہیں جو جھونپڑیوں میں رہتے ہیں اور آس پاس کے مہوے کی پیداوار پر بسر کرتے ہیں۔ اس علاقے سے نہ صرف یہ کہ کسی طرح کی آمدنی نہیں ہوئی بلکہ چالیس برس تک اسے پرگنہ بھی تسلیم نہیں کیا گیا لیکن ایسے کاغذات

باب ۱۳

نشان مٹ گیا تھا بلکہ جس امارت سے اس کا تعلق تھا اس نے اس کے قبضے کی تمام یادداشت بھی کھو دی تھی جب برطانوی حکومت نے ملکیت و حقوق کی دقیق تحقیق کی اس وقت اس کا پتا چلا اور اس کی بازیافت اور بحالی کی کارروائیاں کی گئیں۔

وسطی ہند کی واپس آنے والی خوشحالی کے لئے یہ ایک بہت ہی خوشگوار علامت ہے کہ بہت سے وہ سردار جنھوں نے مدتوں تک اس ملک کو لوٹا ہے انھوں نے گزشتہ دو برس کے اندر موروثی زمینداری کی حیثیت سے اپنے حقوق کی تجدید کرلی ہے اور ان کا اعتماد اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ ان میں سے متعدد اب اس امر کے خواہاں ہیں کہ مذکورہ بالا ضلعوں کے غیر متدعویہ جنگلوں اور بنجر پہاڑیوں پر موروثی عہدہ دار[1] کی حیثیت سے اپنے حقوق قائم کریں۔

خاندان ہلکر کے مقبوضات مالوے اور نیماڑ میں (اور اب بھی ان کے مقبوضات ہیں) صلح مندسور سے قبل کے بیس برس میں آمدنی بہت گھٹ گئی تھی۔ سندھیا کی ریاست ۱۰۲ کے مانند یہ ریاست بھی اپنے بعض اضلاع لوٹ سے بچا نہ سکی۔ غیر ملکی دشمنوں سے جو کچھ بچا اسے اندرونی بدعملی اور نفاق نے تباہ کر دیا۔ تاہم ۱۸۱۸ء کی بابت ملہار راؤ ہلکر کے علاقوں اور خراج کی واقعی آمدنی کا جو تخمینہ[2] پیش کیا گیا ہے وہ بمشکل صحیح سمجھا جا سکتا ہے اور یہ صرف آٹھ لاکھ روپے تھے۔ یہ تسلیم کیا گیا کہ پیشگی رقوم بہت معتدبہ تھیں اور دوسرے سال کا تخمینہ چودہ لاکھ کا تھا۔ اس وقت یہ اندازہ کیا گیا تھا[3] کہ چند برس کے امن سے اس خاندان کی آمدنی زیادہ سے زیادہ چوبیس لاکھ ہو جائے گی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دستیاب ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت میں اس میں ایک سو چوراسی قصبے اور گاؤں تھے۔ چودہ پھر آباد ہو گئے ہیں اور (میجر ہنلی کے زیر نگرانی) ایسی کارروائیاں جاری ہیں کہ اس ویران قطعے کو پھر آباد کیا جائے۔ یہ ضلع سابق میں اپنی لوہے کی کانوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ یہ کانیں پھر کھولی گئی ہیں اور میجر ہنلی نے ایک کان سے بہت اعلیٰ قسم کے کچے لوہے کے نمونے میرے پاس بھیجے ہیں۔

[1] جن لوگوں نے اپنے دعاوی پیش کئے ہیں ان کے نام دیوی سنگھ، خوشحال سنگھ اور گمان سنگھ ہیں۔ یہ سب کئی برس تک مشہور لٹیرے رہے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو میجر اگینو کی روداد مورخہ ۱۷ فروری ۱۸۱۸ء۔

[3] ملاحظہ ہو میجر اگینو کی روداد۔

باب ۱۳

مگر آمدنی اسی وقت اس اندازے کو پہنچ چکی ہے اور یہ نتیجہ نکالنے کی بنا موجود ہے کہ بیس برس کے اندر (جو آبادی کے اضافے کیلئے ضروری ہے) اس ریاست کی آمدنی چالیس لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ نابالغ حکمراں ملہار راؤ ہلکر کا وزیر تانتیا جوگ یہ ادعا کرتا ہے کہ وہ اہلیہ بائی کے نقش قدم پر چلے گا خاص کر آمدنی کے انتظام کے معاملے میں لیکن اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ تانتیا جوگ میں اس غیر معمولی رانی کے نقش قدم پر چلنے کی قابلیت موجود ہے پھر بھی حالات بہت بدل گئے ہیں۔ اس رانی کے پاس خزانہ موجود تھا، تانتیا جوگ ایک دیوالیہ اور پریشاں حال حکومت کا سرگردہ ہے۔ رانی کے وسائل وسیع تھے، اور انفرادی تباہی یا خراب موسم پیش آنے پر وہ بہت ہی ہمت افزا معافی دے سکتی تھی۔ اس وزیر کے اختیاری وسایل بہت ہی محدود ہیں اور اس وقت بدشواری ریاست کے اخراجات کو پورا کر سکتے ہیں۔ تاہم اس نے آمدنی کے بڑھانے میں بہت سعی کی ہے۔ تقریباً تمام عارضی عطیات کی تجدید کی گئی ہے اور ویران دیہاتوں کی دوبارہ تعمیر و آبادی کے لئے قوی کوششیں کی گئی ہیں۔ اکثر ساکت جو اپنی کامل حیثیت تک یا اس کے قریب پہنچ گئے ہیں انھوں نے طویل المدت پٹوں کا وہ نظم اختیار کیا ہے جو اہلیہ بائی کا طریق تھا۔ دوسروں کے انتظامات ہو رہے ہیں تا آنکہ حکومت جو بہتریں امداد دے سکتی ہے اس کی اعانت سے وہ اسی حالت پر آجائے اور اس وقت حکومت انھیں بھی ٹھیکے پر دیدے گی۔ کل سایر کا اس وقت بھی ٹھیکہ دیا جا چکا ہے۔

۱۰۳

ہلکر کی حکومت میں عام ٹھیکہ دار برہمن اور بنیے ہیں۔ بعض وقت ایک ضلع کے ٹھیکے میں تین چار شامل ہو جاتے ہیں اور سند میں سب کے نام درج ہو جاتے ہیں۔ اگر ٹھیکہ لینے والا مشہور و معروف صاحب دولت نہیں ہوتا تو اس سے ضمانت طلب کی جاتی ہے۔ اگر وہ سایر کا ٹھیکہ دار ہوتا ہے تو اسے بارہ قسطوں[۱] کی ضمانت دینا پڑتی ہے۔ جب زمین کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے تو چار یا چھ قسطوں کی ضمانت طلب ہوتی ہے۔ یہ اس تعداد کے مطابق ہوتی ہے جس میں سال کی ادائی منقسم ہوتی ہے۔ وصولی کے جس نظم پر دولت راؤ سندھیا عمل کرتا ہے اس کا بیان ہو چکا ہے۔ ۱۸۱۷ء کے قبل

۱۰۴

---

[۱] سایر ماہانہ حکومت کو ادا کیا جاتا ہے۔ ہر سال چھ بھاری اور چھ ہلکی قسطیں ہوتی ہیں۔ آخرالذکر بارش کے موسم کی قسطیں ہوتی ہیں بہت کم رقم جمع ہوتی ہے۔

وسطی ہند میں اس کی آمدنی کا اندازہ پینسٹھ[65] لاکھ گیارہ ہزار روپیہ کیا گیا تھا۔ اس تخمینے[1] میں اس کی کل آمدنی ۴۲،۴۴،۶۴۴ روپیہ کی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مجموعی آمدنی ہے جس میں جاگیریں وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس خالص آمدنی (برطانی حکومت کی ادائی اور راجپوت ریاستوں کے خراج کو ملاکر) پچانوے لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ہے[2] اور انتظام ایسا ناقص ہے کہ یہ مقدار بھی وصول نہیں ہوتی۔ وسطی ہند میں دولت راؤ کے مقبوضے کی آمدنی سے اس تفویض کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس وقت ان مقبوضات سے اسے قطعی طور پر دس لاکھ روپے بھی نہیں ملتے اور خاندیس و دکن پر اس کے جو دعاوی ہیں ان سے اس کو بہت ہی کم کچھ ملتا ہے۔ وسطی ہند کی تقریباً ہر ایک ریاست[3] کی نسبت قیاس کر لینا چاہئے کہ اس کی آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے اور سب سے زیادہ بھوپال کی اسلامی ریاست ہے، یہ امارت ان اسباب کی وجہ سے جن کا ذکر قبل ازیں ہوچکا ہے، پست ترین حالت کو پہنچ گئی تھی۔ تاہم ضمیمے[4] کے ایک نقشے سے ۱۸۱۹ء میں ہر ایک حکمران و سردار کی اندازہ کردہ آمدنی ظاہر ہوگی اور ۱۸۲۴ء میں بااغلب وجوہ جو تخمینی آمدنی ہو سکتی ہے وہ بھی ظاہر ہوگی مگر ان عمدہ ممالک کی نسبت یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ان میں جس ترقی تک پہنچنے کی قابلیت ہے وہ اس وقت تک اس کامل حد کو پہنچ سکتے ہیں جب تک کہ وقت اور مسلسل سکون ان کی آبادی کو جو تیس برس کی طوائف الملوکی اور مسلسل جنگ وجدل سے بہت کچھ گھٹ گئی ہے، بحال نہ کر دے۔

۱۰۵

---

[1] مسودۂ ملکی طاقتوں کی موجودہ حالت۔ یہ ایک سرکاری یادداشت ہے جو ۱۸۱۶ء میں مختلف رزیڈنٹوں کے مراسلات سے مرتب کی گئی تھی۔

[2] اس رقم کا اندازہ کپتان جے اسٹوارٹ کا ہے۔ گوالیار میں نگران کار رزیڈنٹ ہونے کی وجہ سے انھیں اس رقم کی تحقیق کا بہترین موقع حاصل تھا۔

[3] خاص استثنا کوٹا ہے جس نے (بوجوہ مذکورۂ سابق) اردگرد کے ملکوں کی تباہی سے اپنی آمدنی کو بڑھا لیا تھا۔

[4] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۲۔

۱۰۶

باب چہاردہم

وسطی ہند کی آبادی

حاصل شدہ مواد جہاں تک اجازت دے اس حد تک وسطی ہند کے باشندوں کے حالات واضح و مکمل بیان کرنے کے لئے اولاً یہ ضروری ہے کہ مختلف قبائل، ان کے عادات و اخلاق اور ان کے مخصوص عادات کا بیان کیا جائے۔ پھر ان رواج کی طرف توجہ کی جائے جو کل آبادی یا اس کے ایک بڑے حصے میں مشترک ہیں اور آخر میں تقسیم اصناف کے ذریعے سے ان لوگوں کو جو پرامن مشاغل میں مصروف رہنا چاہتے ہیں اس تعداد سے ممیز کیا جائے جو اب تک صرف ہتیار کو اپنا پیشہ سمجھتے ہیں۔ بہترین صورت یہ ہوگی کہ ہندوؤں کا بیان دینے کے قبل ان کے سابق آقا یعنی مسلمانوں کا کچھ مختصر تذکرہ کر دیا جائے جنھوں نے اولاً تیرھویں صدی میں وسطی ہند کو فتح کیا۔ یہ ظاہر ہے کہ نہ اس زمانے میں اور نہ کسی اور زمانے میں مسلمانوں کی کوئی بڑی تعداد اس صوبے میں آباد نہیں ہوئی مگر ہمارا مقصود اس کے موجودہ باشندوں کا ذکر ہے۔ نواب بھوپال، ان کے خاندان اور ان کے تابع سرداروں کے سوا اچھے طبقے کا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو موروثی منصب و اقتدار پر فخر کر سکے۔ امیر خاں کے اگرچہ دو ضلعے ٹونک

وسطی ہند کے مسلمان

۱۰۷

باب ۱۲

رامپورہ میں رہتا ہے۔ امیر خاں کا عزیز غفور خاں مندسور کے معاہدے کی رو سے ایک طاقتور جاگیردار بنا دیا گیا ہے اور مسلمانوں کی ایک نو آبادی کا سرگروہ ہو جائے گا جو اس وقت سے اس کے چھوٹے دار المصدر جاؤرہ میں آباد ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ ان دونوں شریک کاروں کو جسونت راؤ ہلکر کی ملازمت میں ترقی ہوئی جس کی سب سے پہلی شہرت سارنگپور کے سیدوں کے ساتھ وابستہ ہے، مگر اب اس کے بیٹے کے ساتھ ان سیدوں میں سے سو سے زیادہ نہیں رہ گئے ہیں۔ یہ سید اور ان کے ساتھ دو یا تین ہندوستانی سردار اور حوالدار پائگاہ صدر الدین (باشندۂ دکن) جس کا خاندان تین، چار پشتوں سے ہلکر کی خدمت کر رہا ہے، بس اب یہی مسلمانوں کے اس کثیر التعداد گروہ کے باقیات رہ گئے ہیں جو ابھی کچھ زمانے قبل تک ہلکر کی ریاست کی خدمات میں تھے۔

دولت راؤ سندھیا کے فوجی[1] ملازموں میں مسلمان نسبتاً کم تھے۔

۱۰۸ دھار اور دیواس کے راجگان کے وہاں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ اور چمبل کے مغرب میں کسی راجہ کی ملازمت میں کوئی با اقتدار و اعزاز مسلمان باقی نہیں رہا ہے۔ ظالم سنگھ کے سوا جس نے بہت سے مسلمانوں کو اپنی ملازمت میں رکھا ہے کسی دوسرے راجپوت سردار نے کسی مسلمان کو اپنی خدمت میں باقی نہیں رکھا ہے،

[1] وسطی ہند میں تمام با وقار مسلمانوں کے وہ خاندان جنھیں خاندان سندھیا یہاں لایا تھا وہ یا تباہ ہو گئے ہیں یا زوال پذیر ہیں۔ مرزا عبد الرحیم بیگ کو مادھوجی سندھیا نے بڑے مرتبے پر پہنچا دیا تھا اور اس کے خاندان کے ایک رکن نے جس نے مالوے میں سکونت اختیار کی تھی منصب و اعزاز حاصل کیا مگر ان کی حقیقی طاقت بالکلیہ زائل ہو گئی ہے۔

مسلمان سردار رانا خاں جسے (حسب بیان سابق) مادھوجی کی شکر گزاری نے بڑے مرتبے پر پہنچا دیا تھا اور بھائی کے نام سے اسے اعزاز دیا گیا اس کے بعد اس کا ایک کمزور لڑکا رہ گیا جس کے پاس گزر اوقات کیلئے صرف ایک گاؤں ہے۔ بابو خاں (رئیس اگر) اور بہیر خاں (سابق منتظم اجین) مسلمان قبیلے سے ہیں۔ یہ لوگ مادھوجی سندھیا کے ساتھ دکن سے آئے اور اب بھی مادھوجی کے جانشینوں کی ملازمت میں کچھ درجہ رکھتے ہیں۔

باب ۱۲

کوٹا کے علاقوں میں متعدد سردار آباد ہیں جن میں خود ان کی یا ان کے بزرگوں کی خدمتوں کے صلے میں زمین ملی ہوئی ہے۔ ذیل میں ان بڑے شہروں کے نام دیے گئے ہیں۔ جہاں زیادہ تر فوجی طبقے کے مسلمان سکونت رکھتے ہیں (اس قوم نے بھی ہندوانہ تقسیمیں اختیار کرلی ہیں) مگر ان میں کسی شہر میں ان کی کثرت نہیں ہے۔ اور متعدد شہروں میں وہ آبادی کا بیسواں حصہ بھی نہیں ہیں۔ شہروں کے مسلمانوں کے علاوہ اس مذہب کے کاشتکاروں، دستکاروں اور مزدوروں کی بھی ایک تعداد اس تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ طبقہ ہندو نومسلموں کی اولاد ہے۔ متعدد جگہ وہ دیہاتوں کے پٹیل ہیں اور تقریباً ہر جگہ میر وہ یعنی زمین کی خاندانی پیمائش کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف اپنے آبا و اجداد کے رسوم و رواج پر قایم ہیں بلکہ بعضوں نے ان کے نام بھی باقی رکھے ہیں۔[۱]

کاشتکاروں اور دستکاروں وغیرہ کا مسلمان طبقہ ۱۰۹

۱۔ بھوپال، آشتنا، سرونج، کروی، محمد گڑھ، سیہورا، رانو، مفولی، نیسرائے، شیر گڑھ، شاہ آباد، کوٹا، شجال پور، سارنگ پٹن، شاہ جہاں پور، سوناوا، اگر، مندسور، رامپورہ، جاؤرہ، ہمید پور، اجین، کاج روڈ، بوبھالی، دھار اور اندور۔

۲۔ اندور کے قریب کجرانا کے موضع کا پٹیل ایک مسلمان ہے اور چودہ یا پندرہ پشتوں تک اپنا نسب بیان کرتا ہے۔ اس کے اسلاف اصلاً ہندو تھے اور اگرچہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں مگر انھوں نے اپنے ہندو نام قائم رکھے ہیں۔ اس کا نام کوکو ہے اس کے ایک بھائی کا نام نانا ہے دوسرے کا کالو ایک بھتیجے کا نام نانا ہے اور اسی طرح کے نام ہیں۔ اس پٹیل کا خاندان یا قبیلہ نیتل کہلاتا ہے انھیں صرف نیم مسلمان سمجھا جائے، ان کا لباس بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہندو باشندوں کا ہے۔

گوالیار سے تین میل پر بھودا اور قریب کے دوسرے چار مواضع کے زمیندار مسلمان ہیں۔ ان کے اسلاف کچھواہا قبیلے کے راجپوت تھے اور انھیں قصبۂ گوالیار کے چودھری کا منصب حاصل تھا مگر شاہ جہاں کے عہد میں وہ اس شرط پر مسلمان ہو گئے کہ چودھری کی حیثیت سے ان کے حقوق برقرار رہیں گے۔

باب ۱۲
۱۱۰

یہ لوگ مخصوص قبیلوں میں منقسم ہیں جن کے ناموں کا اشارہ یا ان کی ابتدا کی جانب ہے یا ان اشخاص[1] کی جانب ہے جنھوں نے ان کو مسلمان کیا۔

اس ملک کے نیم مسلمان باشندوں کا یہ طبقہ اپنے اقرار کردہ مذہب کے نام سے زیادہ اور بہت کم جانتا ہے اور اگرچہ ان کے دیہات میں یا دیہات سے قریب عام طور پر ایک فقیر ہوا کرتا ہے جو مذہبی خدمات انجام دیتا ہے مگر اکثر صورتوں میں یہ لوگ عبادت کے طریقوں سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ وہ بہت کم کسی عبادت گاہ میں جاتے ہیں اور خود اپنے رواج کے بہ نسبت ہندوؤں کے رواج پر زیادہ عمل کرتے ہیں۔ درحقیقت ان کی عورتیں

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) اس بادشاہ نے انھیں جو سند دی تھی اس کی اصل ان کے پاس محفوظ ہے اور اس کی ایک نقل میرے قبضے میں ہے۔

ان زمینداروں کے پاس اپنے راجپوت اسلاف کے حقوق میں، ہمایوں، اکبر بلکہ بابر تک سندیں ہیں، گوالیار کے منصرم رزیڈنٹ کپتان اسٹوارٹ نے (جن سے مجھے یہ اطلاع حاصل ہوئی ہے) ان سندوں کو دیکھا ہے۔

مذکورۂ بالا پانچ مواضع میں کل ڈھائی سو یا تین سو مسلمان خاندان ہیں۔ جو ان راجپوتوں کے اخلاف ہیں۔ ان سب کے اسلامی نام ہیں اور ان میں سے چند نماز وغیرہ بھی کچھ جانتے ہیں مگر وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ انھیں دعا اور قربانی دونوں طرح پر بھوانی کو خوش کرنا پڑتا ہے۔ وہ مہادیو کو بھی مانتے ہیں مگر جس مسلمان ولی کا وہ سب سے زیادہ احترام کرتے ہیں وہ مدی شاہ ہیں۔

ان نومسلموں نے چودھری کا عہدہ بہت مدت ہوئی ضایع کر دیا ہے جس کے لیے وہ مسلمان ہوئے تھے مگر تمام سندوں اور دستاویزوں کو اس امید میں نہایت درجہ احتیاط سے رکھتے ہیں کہ آیندہ کسی زمانے میں ان سے فائدہ حاصل ہو سکے۔

[1] ۔ رحیم خانی، لارخانی شیر خانی قبائل بہت کثیر ہیں اور انھوں نے یہ نام رحیم خاں، لار خاں، اور شیر خاں، سے اخذ کئے ہیں۔ یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اولاً ان قبائل کے آبا و اجداد کو مسلمان بنایا۔

باب ۱۱

قریب کے کسی ہندو مندر میں پوجا کیا کرتی ہیں۔ ان خصوصیات کی وجہ سے ان کے شہری مسلمان بھائی ان کی بہت کم وقعت کرتے ہیں، ان لوگوں کی جہالت، ذلیل پیشے و رواج پر نظر کرتے ہوئے کم شہری مسلمان ایسے ہوں گے جو ان سے شادی بیاہ کریں۔ یہ ہندوستان کے سابق فاتحوں کے مذہب کی ایک ذلت ہے۔ پنڈاریوں کے منتشر کئے جانے کی وجہ سے حال میں اس طبقے میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ پنڈاریوں کے مسلمان سرداروں نے ان بچوں اور بہت سے مردوں کو جنھیں انھوں نے قید کر لیا تھا اپنا ہم مذہب بنا لیا تھا۔ نیچے طبقے کے وہ ہندو جو پنڈاریوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے کہ لوٹ مار میں ان کے معزز رفیق بن جائیں گے۔ ان سب کو مجبور کیا گیا ہے کہ وہ پر امن پیشے اختیار کریں اور اب وہ مالوے کے مسلمانوں کا پست ترین طبقہ ہیں۔

وسطی ہند کے زیادہ بڑے شہروں[1] میں مسلمانوں کا ایک تجارتی قبیلہ ہے جو بوہرہ[2] کہلاتا ہے۔ یہ لوگ ہر طرح کی تجارت کرتے ہیں۔ یہ اول درجے کے تھوک فروش تاجر بھی ہیں اور پھیری کر کے بیچنے والے بھی ہیں، اور بعض وقت دونوں اوصاف ایک ہی شخص میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بوہرے جو وسط میں گجرات کے سواحل سے آئے ہیں وہ پوری آباد کاری کی ترقیاں اپنے ساتھ لائے ہیں ان کے مکانوں کی ساخت[3] اور ان کے ساز و سامان میں بھی برتر خیالی

۱۔ بھوپال، سرونج، اجین، اندور، رامپورہ، مندسور، کالج روڈ، رتلام، شاہ جہاں پور،

۲۔ مسلمان بوہروں کے سوا میواڑ کے ناتھ دوارا کے برہمنوں کا بھی ایک قبیلہ ہے اور ان پر بھی اسی نام کا اطلاق ہوتا ہے۔ لفظ بوہرہ (جو اس نسل کے مسلمانوں کے اصلی ملک میں نامعلوم ہیں) ہندو لفظ بیوہار سے نکلتا ہے جس کے معنی کاروبار تجارت کے ہیں۔

۳۔ میں بمقام شاہجہانپور (جہاں اس قبیلے نے اپنی ایک نو آبادی

باب ۱۱۲

پائی جاتی ہے۔ یہی لوگ وہ خاص وسیلہ ہیں جن کے ذریعے سے یورپی چیزوں کی تجارت ہوتی ہے اور جس شہر میں وہ آباد ہوتے ہیں وہ اپنی ایک ممیز نوآبادی بنا لیتے ہیں۔ وہ اپنے منتخب شدہ ملاؤں کی روحانی حکومت کے تحت متحد ہوتے ہیں؛ وہ ان ملاؤں کے احکام کی بے چون وچرا اطاعت کرتے ہیں جو مسلمانوں کے اس ممتاز فرقے کے قدیم مسلمات کے عین موافق ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قائم کر لی تھی) اس قبیلے کے متعدد گھروں میں گیا ہوں اور یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوا کہ نہ صرف ان کے کمروں میں بلکہ ان کے باورچیخانوں کی وسعت وصفائی میں، ان کے عمدہ بنے ہوئے دودوکش، نفیس طریقے سے ترتیب دیے ہوئے توشے خانے، اور تشتریوں اور رکابیوں میں خانگی نظم وترتیب کی ایسی واقعی آسائش تھی جیسی کہیں بھی ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کے ہاں ہم گئے اچانک گئے، اور اس لیے ان کے واسطے کسی طرح کی طیاری کا امکان نہیں تھا۔

لہ۔ یہ حسنی (حشی شین یا حسنی ؟) قبیلہ ہے جو اپنے قتل وغارت کے اشتغال کے لیے کسی زمانے میں مصر اور ایران میں نہایت خطرناک سمجھا جاتا تھا، یہ لوگ آنکھ بند کر کے اپنے روحانی پیشوا کے حکم کی تعمیل میں اس قسم کے قتل وغارت کیا کرتے تھے۔ جنگ صلیبی کی تاریخ میں یہ مذہبی "شیخ الجبال" کے نام سے مشہور ہے، اس فرقے کے حالات کے لیے تاریخ ایران جلد اول صفحہ ۳۹۵ ملاحظہ ہو۔

وسطی ہند کے بوہروں کی خاص آبادی اجین میں ہے جہاں بارہ سو خاندان چار محلوں میں (جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں) آباد ہیں مگر یہ محلے شہر کے دوسرے حصوں سے مضبوط دروازوں کے ذریعے سے الگ ہیں۔ بوہروں کے سوا کوئی دوسرا شخص ان کے احاطوں میں بغیر اجازت کے داخل نہیں ہو سکتا۔ اجین میں بڑا ملا رہتا ہے اس کا تقرر اس جماعت کے امام مقیم سورت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کا اقتدار وسطی ہند اور جنوب میں اورنگ آباد تک اپنے قبیلے کے تمام لوگوں پر حاوی ہے۔

باب ۱۲

جس سے ان بوہروں کا تعلق ہے۔ وہ آپس میں میل جول کے ساتھ رہتے ہیں اس سے ان کے ارتباط کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور اگرچہ کبھی کبھی انھیں ذی اقتدار کے ظلم و زیادتی سے تکلیف اٹھانی پڑی ہے مگر کاروباری طبقوں میں کمتر ایسے تھے جو بدترین زمانے میں بوہروں سے زیادہ عمدگی کے ساتھ بچ نکلے ہوں۔

۱۱۳

ملتانی

ملتانی اگرچہ علی العموم ہتیار لگائے رہتے ہیں مگر ان کو مالوے کے مسلمانوں کے مدنی طبقات میں شمار کرنا چاہئے۔ وہ دو قبیلوں پر مشتمل ہیں۔ ایک ایک حمال (لودانہ) اور مویشیوں کے تاجر جو کاشتکار بھی ہوتے ہیں۔ لودانہ ملتانیوں کے عادات وہی ہیں جو بنجاروں کے ہیں اور بنجاروں کے مانند ان کے سرگروہ نائک کہلاتے ہیں۔ مویشی کی تجارت کرنے والے اور کاشتکار ان سرگروہوں کی اطاعت کرتے ہیں جنھیں وہ پٹیل کہتے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں رہتے ہیں۔ دونوں قبیلے ایک ساتھ کھاتے ہیں۔ مگر زندگی کے رسوم و عادات میں مختلف ہونے کی وجہ سے آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے وہ اپنی اصل ملتان سے ملاتے ہیں مگر وہ وسطی ہند میں سات یا آٹھ نسلوں سے آباد ہیں۔ اس ملک میں تقریباً تین ہزار ملتانی ہیں جن میں سے پندرہ سو چمبل کے مغرب میں رہتے ہیں۔

فوجی مسلمان

وسطی ہند کے فوجی مسلمان اپنے لباس عادات و اخلاق میں اسی شغل کے دیگر حصص ہند کے مسلمانوں سے بہت کم مغائر ہیں۔ (جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے) بھوپال کے افغان اپنے بعض مختص رسم و رواج رکھتے ہیں جو وہ اپنے وطن سے لائے ہیں اور باحتیاط انھیں محفوظ رکھا ہے۔ وہ اگرچہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ان کے نہایت جزوی کاموں کے انضباط کے لئے اس کے احکام صادر ہوتے ہیں اور ان کی ہدایت کے لئے وہ سالانہ ایک نقشہ وضوابط شایع کرتا ہے۔ اس نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے حدود کے بوہروں کی مردم شماری کر کے بتائے گا۔ گفتگو میں اس نے ان کا اندازہ دس ہزار خاندانوں یا پینتالیس ہزار نفوس کا کیا تھا۔

باب ۳

ایک پُر فخر نسل ہیں اور اپنی عزت کے بڑے پاسدار ہیں۔ مگر یہ چھوٹی سی آبادی اس وقت تک زیادہ تعداد کی ہندو جماعتوں سے گھری رہی ہے جس کے سامنے اسے اگر اطاعت نہیں کرنا پڑی تو جھکنا ضرور پڑا ہے اور فلاکت نے انھیں ایسا گداز کر دیا ہے کہ ان میں اب وہ اکھڑپن اور وہ شوریدہ سری باقی نہیں رہی ہے جو ہندوستان کے پٹھانوں میں پائی جاتی ہے تھوڑے زمانے قبل، تک ان ہندوستانی پٹھانوں کی ایک بڑی تعداد وسطی ہند میں موجود تھی اور اس ملک کے سکون کے برباد کرنے والوں میں وہ خاص تھے۔ لیکن یہ اشارہ بالتخصیص ان فوجی مہارت پیشہ لوگوں کی طرف ہے جو اس ملک کو غیر سمجھتے تھے۔ اس ملک کے مسلمان باشندے پشتہا پشت سے ہندو آقاؤں کی اطاعت کے عادی ہو گئے ہیں اور بالکلیہ اس نسل میں مل گئے ہیں اور اگرچہ انھوں نے قطعی طور پر ہندوؤں کے رسم و رواج نہیں اختیار کیے مگر خود اپنے رسم و رواج کو ایک بڑی حد تک زائل کر دیا ہے۔ ان میں سے اکثر زیادہ معزز لوگوں نے تجارت و صنعت اختیار کر لی ہے اور جو قدر قلیل فوجی احساس ان میں باقی رہ گیا ہے جب وہ کم ہو جاوے گا تو یہ اشغال زیادہ عام ہو جائیں گے مسلمان آبادی کی حالت کا اس سے زیادہ قوی ثبوت کوئی نہیں ہو سکتا کہ کوئی باوقعت صاحب علم، پختہ اخلاق کا مذہبی وسطی ہند کے اندر اس قوم کے بہترین معاشروں میں بھی نہیں ملتا۔

۱۱۴

ہندو

ہندوستان کے تمام دیگر حصص کے مانند یہاں بھی ہندو چار بڑی ذاتوں میں تقسیم ہیں مگر یہ انسب ہوگا کہ اس ملک کے باشندوں کا ذکر قوم اور طبقے کے طور پر کیا جائے کیونکہ وہ اپنے کو اس طریق پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور جو تعلقات و تعصبات انھیں ایک دوسرے سے ممیز کرتے ہیں ان تعلقات و تعصبات کو زندہ رکھتے ہیں۔

وسطی ہند کے مرہٹہ فاتحین و قابضین برہمنوں اور شودروں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ حکمران اور ممتاز فوجی سردار آخر الذکر قبیلے سے ہیں مگر اول الذکر حکومت کے کارکن عمیل ہوتے اور اپنی مذہبی فوقیت کی وجہ سے

۱۱۵

باب ۱۴
مرہٹہ برہمن

ہماری مقدم توجہ کے مستحق ہیں۔
مرہٹہ برہمنوں[۱] کے عادات و خصائل کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے۔ اس قبیلے کے اکثر لوگ ابتدائی فتح کے وقت وسطی ہند میں آئے، دوسرے اپنے فاتح اہل ملک کے جھنڈوں کے گرد جمع ہو گئے اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ان فاتحین نے انھیں دیوانی حکومتوں کے تمام خاص عہدوں نیز فوج میں مامور کیا۔ اس وقت ان کی تعداد کا اندازہ دو ہزار خاندانوں[۲] کا ہوگا اور اگر ہم

---

[۱] یہ مختلف قبیلوں کے ہیں مگر سب کے سب دکن اور کانکن کے باشندے ہیں۔

[۲] جن لوگوں کو بہترین علم کا دعویٰ ہے کہ اجین میں جنوبی برہمنوں کے چھ سو خاندان ہیں، اندور میں سوا سو، مندسور میں تیس[۳۰]، سکاج روڈ میں بیس[۲۰]، نلہر گڑھ میں دس[۱۰]، رامپورہ میں پچیس[۲۵]، بمپورہ میں پندرہ، جاود میں اسی[۸۰]، نیمچ میں دس[۱۰]، جاورہ میں بارہ[۱۲]، ملہار گڑھ میں سولہ[۱۶]، پنشالی میں پندرہ[۱۵]، نولیائی میں پچاس، رتلام میں دس، دھار میں پچاس[۵۰]، دیواس میں پچاس، مہسر میں پچیس[۲۵]، سندلیسر میں آٹھ، شاہجہاں پور میں چالیس[۴۰]، سارنگپور میں پندرہ[۱۵]، شجال پور میں تین[۳]، اشتا میں دس[۱۰]، بھوپال میں پانچ، بھیلسا میں پچاس[۵۰]، سرونج میں بیس[۲۰]، کوٹا (صدر و مفصلات) میں ایک سو، نیلکرہ میں بیس[۲۰]، سپیرا میں دس[۱۰]۔ اندازہ یہ کیا گیا ہے کہ سندھیا کے معسکر اور اس کے قرب و جوار میں تقریباً پانچ سو خاندان ہیں اور اس حساب میں ہم اس خاندان کے سو خاندانوں کو اور بڑھا سکتے ہیں جن کا شمار نہیں کیا گیا ہے، اور اس طرح وسطی ہند میں اس خاندان کی تعداد دو سو سے اوپر ہو جاتی ہے۔ کم سے کم حساب میں بھی ادائے فرائض مذہبی اور سندھیا کی دیوانی و فوجی ملازمت میں تین ہزار اشخاص ہیں جن کے مستقل خاندان تیس ہیں اور ان میں سے اکثر دکن کے مبادزت پیشہ ہیں۔ اسی طرح ہزار آدمیوں کا ہلکر، دھار اور دیواس کی چھوٹی ریاستوں کے لوگوں کو بھی ملا لیجیے اور خاندان میں بالغ عمر کے دو شخصوں کو سمجھیے تو آٹھ ہزار جنوبی برہمن ملازمت کے اہل ہیں۔

باب ۱۳ ۱۱۶

یہ فرض کرلیں کہ ہر خاندان میں دو مرد سن بلوغ تک پہنچے اور اس پر یہ اضافہ کریں کہ اس قبیلے کے چار ہزار کے کوئی معینہ مکان نہیں ہیں مگر وہ مرہٹہ حکمرانوں اور سرداروں کی ملازمت میں ہیں تو آٹھ ہزار سے کم تعلیم یافتہ اشخاص ٹھہریں گے۔ ان میں سے ایک بہت قلیل تعداد مذہبی فرائض میں مشغول ہے یہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار ہوں گے اور بقیہ سات ہزار سے کام کرنے والوں کی وہ باعمل و پر اعتدال جماعت بنتی ہے جو مرہٹہ حکومتوں کے تمام فرائض کو انجام دیتی ہے اور اعلیٰ و ادنیٰ طبقات کے سوداگروں اور محرروں میں بہت ہی محنتی و ذہین جماعت ہے۔ ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ اس طبقے کا ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جسے لکھنے پڑھنے کی تعلیم نہ ملی ہو۔ وہ اپنے درجے کے عادات کی وجہ سے نشہ بازی اور کاہلی سے بری ہیں اور اگرچہ وہ نہایت چالاک اور بعض وقت بے اصول ہوتے ہیں مگر تقریباً تمام پاکیزہ اطوار کے لوگ ہیں اور محنت و استقلال میں نمایاں ہیں۔ پس (عام الفاظ میں) نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ نام کو وہ کام لینے والوں کے ملازم ہوتے ہیں مگر حقیقتہً وہی آقا ہوتے ہیں اور جو دولت وہ پیدا کرتے ہیں اسے بہ حیثیت افراد و بہ حیثیت جماعت دونوں طرح سے ان کے اثر میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱۱۷

جنوبی برہمن جس ملک سے آئے ہیں اس ملک کے ساتھ وہ اپنا تعلق جس طرح قائم رکھتے ہیں اس کا مذکور پہلے ہو چکا ہے۔ وہ وسطی ہند کے برہمنوں کے ساتھ نہ کھاتے پیتے ہیں نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرتے ہیں اور یہی صورت گجرات یا ہندوستان کے برہمنوں کے ساتھ ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ دکن کے ساتھ ان کا تعلق ایسا قوی رہتا ہے گویا انھوں نے ترک وطن نہیں کیا ہے۔ وہ اکثر اپنے وطن یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کے وطن میں جایا کرتے ہیں اور جو کام کی وجہ سے ایسا نہیں کرسکتے وہ تقریباً سب کے سب ہر سال اپنے خاندان میں جنوب سے مردوں اور عورتوں کا اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ ایک خوش نصیب صورت حالات ہے کہ اس کثیر ذہین اور طاقتور طبقے پر ہمارا

باب ۴

اثر قائم ہوگیا ہے۔ ہماری قوت کی توسیع کی وجہ سے ان میں سے اکثر کو بہت نقصان پہنچا ہے اور ان کو ہماری قوت کی مزید ترقی سے خوف ہوگا ان کو بھی احساس ہے کہ ہمارے تحفظ کے ان کے خاندان کے اس حصے کو جسے وہ اپنی اصل سمجھتے ہیں راحت و سکون حاصل ہے۔ اور اپنے وطنوں کی آمد و رفت کی سہولت کو یہ تمام طبقہ ایک حقیقی برکت سمجھتا ہے۔

یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے کہ جنوبی برہمنوں کے اس تمول میں سے (جو پچیس برس قبل اپنی موجودہ تعداد کے کم از کم [1] چند تھے' ان کی شمالی نربدا [2] کے فتوحات میں کوئی ایک بھی کسی صوبے کا زمیندار یا قانون گو نہیں مقرر ہوا ہے۔ 118 دکن میں برہمن ان عہدوں کے حریص ہیں اور جس طرح ملک کے شمالی فاتحین نے کیا اسی طرح ان برہمنوں کے ان حقوق پر حملہ نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی کہ وسطی ہند کے باشندوں کے تعصبات پر وہ لحاظ کرتے ہیں اور انھیں یہ خوف ہے کہ غیر ملک کو اپنا بنا لینے سے وہ اپنے ملک سے جلا وطن ہو جائیں گے۔

شودر ذات کے مرہٹے

دھار اور دیواس کے پوار خاندان کے علاوہ جو راجپوت ہیں مالوے میں مرہٹوں کے تمام فوجی طبقات شودر ہیں۔ سابق میں یہ بہت کثیر التعداد تھے مگر بعد کے برسوں میں ہلکر اور سندھیا دونوں حکومتوں کی روش یہ رہی ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کو اپنے اہل ملک پر ترجیح دیں۔

اس وقت اعتماد کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وسطی ہند میں پانچ ہزار سے زیادہ مرہٹہ شودر ملازمت میں نہیں ہیں۔ بعض مرہٹے خدمتگاری کے کاموں

---

[1] ۔ مادھوجی سندھیا اور اہلیہ بائی کے زمانے میں حساب کیا گیا تھا تو وسطی ہند میں جنوبی برہمنوں کا اندازہ تیس ہزار کا تھا۔

[2] ۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے' باسکوٹا خاندان کو نربدا کے جنوب میں نمسلہ میں زمینداری اس شرط سے ملی تھی کہ وہ زراعت کو بحال کریں مگر یہ ملک خاندیس سے ملا ہوا ہے اور اس کے متعدد ضلع خلط ملط ہیں۔

باب ۱۴ ۔ ۱۱۹

پر بھی ہیں خاص کر سندھیا اور ہلکر کے گھرانوں میں مگر یہ بہت کم ہیں۔ اور ان سے کچھ زائد تعداد ٹھیکہ داروں اور کاشتکاروں کی حیثیت سے آباد ہوگئی ہے مگر یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس طبقے کے تمام لوگ جنھیں وسطی ہند کا باشندہ قرار دیا جائے پانچ سو خاندانوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ اندور کی مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دارالصدر میں مرہٹوں کے ایک سو باون خاندان ہیں۔ مگر ملک کے مختلف حصوں میں آٹھ نہایت آباد دیہاتوں کی جو مردم شماری ہوئی ان میں اس قبیلے کے صرف چار گھر آباد ہیں۔ برہمنوں کی طرح مرہٹہ قوم کے فوجی نیز شہری لوگ دکن کی الفت قائم رکھتے ہیں اور جن لوگوں سے ہو سکتا ہے وہ اس ملک سے مسلسل تعلقات رکھتے ہیں اور آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ اسی رواج کی وجہ سے وہ وسطی ہند کے دوسرے باشندوں کے ساتھ ممزوج نہیں ہوئے۔

مرہٹہ عورتیں

عام الفاظ میں کہنا چاہئے کہ برہمن اور شودر دونوں قسم کے مرہٹوں کی عورتیں جب ان کے شوہر حکمران یا سردار ہوں بہت اثر رکھتی ہیں۔ اور نہ صرف افراد پر اپنے اثر کی وجہ سے بلکہ (جیسا کہ ظاہر کیا جا چکا ہے) بعض وقت شخصی طور پر ریاست کے معاملات میں دخل دیتی ہیں۔ جب بلند مرتبے کے آدمیوں سے ان کی شادی ہوتی ہے تو عام طور پر ان کا جداگانہ گزارہ اور ازوقہ ہوتا ہے جس قدر آزادی کی ان میں خواہش ہوتی ہے وہ اس سے مستفید ہوتی ہیں اور ولادت و شادی کے موقعوں پر اور خاص سالگرہوں پر اپنے دوستوں کو دعوتیں دیتی اور ضیافتیں کرتی ہیں۔ جواہرات اور کپڑوں پر بھی وہ بہت روپیہ خرچ کرتی ہیں اور اس طبقے کی مفلس ترین عورتوں کے پاس بھی زیور کا ایک جوڑا ہوتا ہے۔

۱۲۰

برہمن اور شودر دونوں ذاتوں کی اعلیٰ طبقے کی عورتیں اپنی عقیدت یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنی وہم پرستی کے لئے مشہور ہیں اور اس معاملے میں

لے۔ اس میں دربار اور لشکر گاہ شامل نہیں ہیں ان میں بھی غالباً اتنی ہی تعداد ہوگی۔

باب ۱۲

اپنی کمزوری کی وجہ سے اکثر مذہبی مفتریوں کے جال میں پھنس جاتی ہیں۔ مرہٹوں کی مسلسل فوجی زندگی نے مردوں کی مذہبی پابندی اور اخلاق پر سخت یورش کردی ہے اور اس کا اثر ان کی عورتوں تک وسیع ہوگیا ہے اور ان میں سے برہمنوں تک زیادہ دولتمند طبقات اگر سختی کے ساتھ وہ خصائل قائم رکھتے ہیں جو ہندو ادارات نے عائد کئے ہیں، تو عام شہرت ان کے حق میں بہت بے انصافی کرتی ہے۔ اس رائے کی عام ملامت کے گھٹانے کے طور پر یہ اشارہ کیا جاسکتا ہے کہ گزشتہ پچیس برس کے اندر سندھیا اور ہلکر دونوں دربار حد سے زیادہ عیاش رہے ہیں۔

سندھیا، ہلکر اور پوار کے خاندانوں کی مرہٹہ عورتیں جس قدر اثرات عمل میں لاتی ہیں ان کا بیان ہوچکا ہے۔ خفیہ مشوروں میں انھیں ہمیشہ بہت اثر حاصل رہا ہے اور بعد کے زمانے میں رواج نے انھیں حکومت میں معتدبہ و ترقی پذیر حصہ دیا ہے اور بعض صورتوں میں وہ مسلمہ سرکردہ رہی ہیں۔ انھیں علی العموم پڑھنے، کام کرنے اور حساب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ گھوڑے کا انتظام ہمیشہ ان کی تعلیم کا جزو رہا ہے، اس کا مقصود یہ ہے کہ ان کی حالت کے اعتبار سے اپنے جو فرائض عاید ہوسکتے ہیں اس کے لئے وہ اہل ثابت ہوں[1]۔ اعلیٰ طبقے کی مرہٹہ عورتوں کی نسبت عمومی حیثیت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ

---

[1] جسونت راؤ ہلکر کی بیٹی لچھما بائی سے ایک طولانی گفتگو میں (جس کی تفصیل میں نے یکم ستمبر کے آخر میں مسٹر مٹکاف کو لکھی ہے)، اس نے بڑی فصاحت سے ان فرائض کی تشریح کی جو مرہٹہ شہزادیوں پر اس وقت عاید ہوتے ہیں جب ان کے خاندان اور ان کی مملکت کو خطرہ لاحق ہو۔ اس نے کہا کہ ایسی انتہائی حالت میں (جب شوہر یا بیٹا نہ ہو) اس پر لازم ہے کہ بذات خود فوج کو میدان جنگ میں لیجائے۔ اس نوعمر بائی نے بیان کی تصدیق کے لئے ایک معزز معمر عورت لچھما بائی کی طرف رجوع کی اور اس کی تصدیق اس شرطیہ جملے کے ساتھ ہوئی کہ صورت حال نازک ہو، ایسی حالت میں زنانہ خصائل ترک کئے جاسکتے ہیں۔ بھیما بائی اپنے غیر معتبر مزاج کی وجہ سے عام قواعد کا ایک استثنا تھی وہ سواری شان کے ساتھ کرتی تھی اور نیزہ بازی میں بہت کم لوگ اس سے سبقت لیجا سکتے تھے۔

باب ۱۲

ان میں تناسب حسن کی کمی ہوتی ہے، مگر ان میں جسامت ہوتی ہے اور ان کے چہرے سے چستی و ذہانت کا اظہار ہوتا ہے۔ اگرچہ ضرورت پڑنے پر تقریباً ان تمام عورتوں نے مستعدی و ہمت کا اظہار کیا ہے مگر یہ ماننا پڑے گا کہ اعلیٰ طبقے کی عورتوں میں کم ایسی ہوں گی جن میں بیشرمانہ عیاشی کی مثال ان مرہٹہ بائیوں سے زیادہ ملتی ہو جنھیں حالات نے معاشرے کے ان قوانین سے آزادی دیدی ہے جو ہندوستان میں عورتوں پر عائد ہوتے ہیں۔

غریب نرم مرہٹہ عورتیں محنت و خطرے میں اپنے شوہروں کی رفیق ہوتی ہیں گرمی، سردی کی مسلسل برداشت اور محنت، مزدوری کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ان میں درشتی آجاتی ہے۔ وہ باوفا بیوی اور اچھی ماں ہونے میں مشہور ہیں۔

برہمنوں کے مختلف فرقے

دکن کے برہمنوں کے مختلف قبیلوں کے علاوہ وسطی ہند میں برہمنوں کے جو اسی سے کم فرقے نہیں ہیں مگر تقریباً یہ سب کے سب اپنے بزرگوں کی آمد (اور یہ بھی زیادہ قدیم زمانے میں نہیں) گرد و نواح کے ملکوں[1] سے بتاتے ہیں یا بظاہر اس کا ادعا کرتے ہیں کہ برہمنوں کے صرف چھ فرقے یعنی چھاتی[2] مالوے کو اپنا ملک مادری بتاتے ہیں اور اپنے آبا و اجداد کی آمد کے متعلق وہ بیس یا تیس[3] پشت پیچھے تک جاتے ہیں مگر اس پر بھی مالوی برہمن کہلانے پر فخر کرتے ہیں جو بقیہ دوسروں کے لئے مذمت ہے۔

گجراتی برہمن

گجراتی برہمن بہت کثیر التعداد ہیں، ان میں سے بعض مذہبی کاموں

---

[1] وہ گجرات، اودے پور، جودھپور، بیکانیر، ہندوستان، قنوج اور اودھ سے آئے ہیں یا ایسا ظاہر کرتے ہیں اور اگر ان کی روایات پر یقین کیا جائے تو ان میں سے چند ہی ایسے ہیں جو پندرہ نسلوں سے زیادہ وسطی ہند میں رہے ہوں۔

[2] یہ چھ فرقے ایک ساتھ کھاتے پیتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ باہم ملے ہوئے ہیں، اور چھاتی کہلاتے ہیں جس کے معنی چھ فرقوں کے ہیں۔

[3] شہر بانسواڑے میں گجراتی برہمنوں کے ایک ہزار خاندان ہیں۔ ڈونگر پور میں دو سو اور پرتاب گڑھ میں پچاس۔

باب ۱۴

بلاد جھیوری اور اودھ کے برہمن۔ ۱۲۳

میں مشغول ہیں اور دوسرے تجارت کرتے اور محرر و محاسب کی حیثیت
سے باعزاز معاش حاصل کرتے ہیں۔ مارواڑی باوجود جھیوری برہمنوں
میں سے بھی اکثر تاجر ہیں مگر ان برہمنوں اور نیز اودھ کے برہمنوں کا کثیر
حصہ کاشتکار ہے اور یہ درحقیقت وسطی ہند کے نہایت جفاکش
کاشت کرنے والے ہیں۔

ہندوستانی برہمن۔

ہندوستانی برہمن اس قدر کثیر التعداد نہیں ہیں اور ان کی ایک
معتدبہ تعداد تجارت میں مشغول ہے۔ اودھ کے برہمن (اور انھیں کے
ساتھ بہار کے برہمن بھی جو عام طور پر پوربی کہلاتے ہیں) تقریباً سب کے
سب سپاہی ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں آباد
ہوتے ہیں۔ مذکورۂ بالا قبائل کے چند فوجی برہمنوں اور بنارس
وقنوج کے برہمنوں کو مرہٹہ حکمران دستدار خیرات سے پرورش کرتے ہیں
اوران میں سے بہتوں کو جنوب کے دولتمند برہمنوں کے ملازم کی حیثیت
سے کام مل گیا ہے۔ جنوبی برہمن اگرچہ ان فرقوں کے ساتھ نہ کھانا کھائینگے
نہ ان میں شادی بیاہ کریں گے انھوں نے اپنے علم کے زور سے
اپنے پر سہولت جائز کرلی ہے کہ پست ترین پوربی اگر انھیں پانی دے
ان کے کپڑے دھوئے اور خدمت گاری کے دوسرے کام کرے تو
اس سے یہ جنوبی برہمن نجس نہیں ہوتے۔

رنگھری برہمن۔

جنوبی برہمنوں کے علاوہ وسطی ہند کے تمام برہمنوں کو مرہٹہ
فاتحوں نے ایک نام رنگھری یا کندۂ ناتراش قرار دیا ہے۔ یہ عام طور پر
خاموش پسند واطاعت شعار نسل ہے صرف پوربی برہمن جو اودھ اور
بہار سے آئے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ لوگ وہی باقاعدہ پیدل فوج کی
سرکش جماعتوں میں داخل ہوئے جو اس ملک پر مسلط ہوگئی تھی اور یہاں
کے باشندوں کے ساتھ اس قدر تمرد و وحشت کا برتاؤ کرتی تھی کہ ان
سے ایسی ہی دہشت و نفرت پیدا ہوگئی تھی جیسی پٹھانوں سے
تھی۔

۱۲۴

باب ۱ بندیل کھنڈ کے برہمن۔

بندیل کھنڈ کے برہمن اور بعض نیچے طبقے کے قنوج کے برہمن جو ہر سال وسطی ہند میں آتے رہتے ہیں، ان کے غلیظ عادات اور جرائم نے انھیں جن لوگوں کی سطح تک پست کر دیا ہے اور جن سے وہ ربط رکھتے ہیں انھیں میں ان کا شمار کرنا چاہیے۔

ہندوستان میں شاید کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں برہمنوں کے قبیلے اتنے مختلف ہوں اور جہاں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو جتنی وسطی ہند میں ہے۔

مسلمانوں نے ہمیشہ برہمنوں کو خاص نفرت کا نشانہ بنایا ہے۔ اور وسطی ہند کے راجپوتوں نے ان وجوہ سے جن کا ذکر ہوگا اس نسل کے ساتھ کبھی زیادہ مراعات کا اظہار نہیں کیا ہے۔ جن مرہٹہ حکمرانوں نے اس ملک کو ختم کیا ان کے برہمن وزیروں اور سرداروں کی وجہ سے تغیر کی توقع ہو سکتی تھی لیکن یہ برہمن عام طور پر قابل دنیا دار لوگ تھے اور انھوں نے خود اپنے طبقے جاہل فقیروں اور درویشوں پر اتنی توجہ بھی نہ کی جتنی اس درجے کے دونوں ہندوؤں سے انھیں حاصل ہوئی جنھیں علم مقدس کا اس درجہ ادعا نہ ہوتا جتنا ان برہمنوں کو تھا اور اہلیہ بائی[1] کے سوا کوئی مرہٹہ فرمانروا ایسا نہ تھا جو پرہیز گاری کا بجا ادعا کر سکتا۔ برہمنوں کے لئے اہلیہ بائی کی خیرات کی کوئی انتہا نہ تھی اور نہایت دور دراز سے برہمنوں کے غول اس کے دربار میں جمع ہوتے رہتے تھے۔ ایسی ہمت افزائی کی اب دوبارہ توقع نہیں ہو سکتی مگر اب جو سکون قائم ہو گیا ہے اس سے اجین میں جاتریوں کا سالانہ اژدہام ہونا رہے گا کیونکہ تیرتھ[2] کی جگہوں میں اجین کو بلند مرتبہ حاصل ہے مگر گزشتہ تیس برس کی ہنگامہ آرائیوں میں وہ ایک بڑی حد تک

۱۲۵

---

[1] بعض بائیاں مذہبی اور مخیر ہوئی ہیں۔ تکوجی ہلکر کی بیوی رکما بائی ایک پرہیز گار عورت اور برہمنوں کے لئے بہت فیاض تھی۔

[2] یہ ہندوؤں کے تیرتھ کے سات مقدس مقاموں میں سے ایک ہے اور اس کا درجہ بنارس، اودھ، (اجودھیا) ہردوار، متھرا، دوارکا اور کانچی درم کے برابر ہے۔

باب ۱

انگکار منڈا تیمہ کا مقدس مندر جو قراقول
اپنے اس رتبے سے محروم ہوگیا ہے۔
کے گروہوں سے گھرے ہونے کی وجہ سے برہمنوں اور پرہیزگار ہندوؤں کے لئے
بند تھا' اب سیر جاتریوں کے لئے کھل گیا ہے۔ یہ لوگ اب ہمسر میں
ہی جاتے ہیں اور جس شے سے بھی اہلیہ بائی کا نام وابستہ ہے اس کے ساتھ
ہلکر کی موجودہ حکومت کا احساس ایسا ہے کہ یہاں خیراتی ادارات قائم ہوتے
جاتے ہیں اور مذہبی عمارتیں بنتی جاتی ہیں جس سے توقع ہے کہ یہ شہر جس طرح اپنے
حسن کی وجہ سے دل کش ہے اسی طرح تقدس کے لحاظ سے بھی دلکش ہو جائے گا

راجپوت ۱۲۶

اب راجپوتوں کی طرف ہمیں توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ
وسطی ہند کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں (ان میں وہ قبیلے اور وہ شاخیں
بھی داخل ہیں جن کی نسلوں میں میل ہے۔ وہ اس پر فخر نسل کے اپنے باپ
ہونے پر نازاں ہیں)۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے راجپوت اس ملک کے
حملہ آور اور فاتح تھے۔ اس ملک کی جو قدیم ترین یادداشتیں موجود ہیں ان سے
معلوم ہوتا ہے کہ پوآر اور چوہان راجپوت اس کے حکمراں تھے۔ انھیں
افغانوں نے مغلوب کیا مگر ان میں اور مسلمانوں میں جو کشاکش ہوئی اس سے
یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کی تعداد بہت کثیر تھی اور وہ مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔
ہمیں متواتر شہادتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام راجپوت قبائل
اپنی ابتدا اجودھیا سے سمجھتے ہیں۔ اور ان کے اس حصۂ ہند کے سردار جنھیں
وہ شہزادے کہتے ہیں غالباً قنوج کے ہندو فرمانرواؤں کے عہدہ دار یا نائب سے زیادہ نہیں تھے۔
اودیپور کا خاندان جو مسلمہ طور پر اس طبقے کا سب سے قدیم خاندان ہے اس کا وجود کسی مسلمہ تاریخ میں سمت ۱۹۱ سے

۱۰۴ء

قبل نہیں پایا جاتا جبکہ باپو راول نے چتوڑ پر قبضہ کیا تھا۔ راول کا لقب جسے بعض راجپوت
حکمراں اب بھی عزیز رکھتے ہیں اس حکمراں سے اس کے راست جانشینوں

۱۲۷

کی جانب منتقل ہوا۔ مگر اس سلسلے کے تیرھویں راول نے رانا کا لقب اختیار کیا

لہ۔ اس خاندان کا ممیز عرف "سیسودیا" ہے جس کی نسبت میں نے اپنے مسودے میں
لکھا ہے کہ سب سے پہلے رانا نے اسے اپنے ایک منظورِ عنایت برہمن کی خاطر سے اختیار

باب ۱۲

۱۱۱۴ء

جو ابتک جاری ہے۔ ایک مسودے میں جس سے یہ واقعات منقول ہیں ایک زیادہ اہم
واقعہ یہ مذکور ہے کہ سمت ۱۱۹۱ء میں اس راجپوت حکمراں نے بھیاؤں کو فتح کیا
اور دوسرے بیانات وروایات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ گیارھویں صدی تک
میواڑ اور وسطی ہند کے مغربی حصص اسی نسل کے قبضے میں تھے اور ہمیں یہ بھی
معلوم ہے کہ اس سے بھی بعد میں گونڈ اپنے بعض جنوبی ضلعوں سے نکالے
گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہمیں یہ نتیجہ نکالنے کی ہر ایک وجہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے
قبل کے قنوج اور دہلی کے بادشاہوں کی فوجوں نے جو زیادہ تر راجپوت
قبیلے پر مشتمل تھیں، اس صوبے کے ایک حصے کو فتح کر لیا تھا۔ جب اپنی باری
میں ان بادشاہوں کو مسلمانوں کی اطاعت کرنا پڑی تو راجپوتوں کے جنگجو
قبیلے کا سیلاب جنوب کی طرف چلا اور جس طرف اس نے رخ کیا اپنی رو میں
ان ممالک کے کمزور باشندوں کو بہا لے گیا۔ نیم مہذب قوموں میں تمام
تغیرات کی رفتار ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ راجپوت
ہندوؤں کے جن پست تر طبقوں سے مل گئے ان کے تعصبات کی وجہ سے
اکثر ممالک میں ان کا استقبال اچھے اعمال کے ساتھ ہوا جس سے حکومت
کے غصب کر لینے میں آسانی ہوئی۔ ذات کے اعتبار سے یہ راجپوت
فائق تھے اور فوجی ادارات اور مذہبی تعصبات ہندوؤں کے اعتبار سے
ان کی اطاعت فرض تھی۔ زیادہ پست طبقے کی عورتوں کے ساتھ ان کے تعلقات
نے ایک مرکب نسل پیدا کی جنھیں جسمانی قوت کے ساتھ اپنے باپوں کا فخر
بھی ورثے میں ملا۔ ان لوگوں نے اپنی ماؤں کی پستی کی تمام یاد کو بھلا دینے ۱۲۸
کی سعی کی اور اپنے باپوں کے نام اور انھیں کے سے عادات اختیار کر کے
انھیں کے برابر بن جانا چاہا۔ ان مشکوک قبیلوں میں سے اگرچہ بعض کار آمد
خدمت گزاروں کی حیثیت سے مرغوب رہے مگر ان کو یہ اجازت نہیں دی گئی
کہ وہ اعلیٰ طبقات میں ملیں یا ان سے شادی بیاہ کریں اور وہ ہمیشہ رہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کیا تھا جو اس نام کے ایک گاؤں سے آیا تھا۔

باب ۱۲

اس ملت کے ایک پست تر طبقے کی حالت میں آگئے۔

جو راجپوت خاندان صاحب اقتدار رہے ہیں اور جو شہرت میں سب سے اول ہیں وہ سیسودیا، راٹھور، کچھوا اور چوہان خاندان ہیں سیسودیا جس میں خاندان رامپور اور اس کی تمام شاخیں شامل ہیں وہ اپنے میں سب سے بلند سمجھا جاتا ہے کیونکہ ان کی حکومت سب سے زیادہ قدیم ہے۔ ۱۲۹

ایک راٹھور حکمراں جو ۱۱۹۴ء میں ہندوستان سے بھگا دیا گیا تھا وہ ۱۲۱۱ء میں مارواڑ یعنی جودھپور کا حکمراں بن جانے میں کامیاب ہوگیا۔ اور وسطی ہند میں اس کے اخلاف کو ہر ایک دوسرے راجپوت قبیلے کی بہ نسبت زیادہ اقتدار حاصل رہا ہے، وسطی ہند میں متعدد راجپوت قبیلوں کو علاقے حاصل

ا۔ ایک کتاب موسوم بہ ہنسا دلی راٹھور (یعنی راٹھور قبیلے کا نسب نامہ) راجہ الجیبرا کا وزیر سنتوک رام ۳۰ جون ۱۸۲۰ء کو میرے پاس لایا تھا۔ یہ لپٹا ہوا کاغذ راجپوتوں کے خط بھاکھا میں لکھا ہوا تھا اور اس کے لکھنے والے مرہٹہ ناگری بھاکھا تھے۔ اس کی پیمائش کی گئی تو وہ ٹھیک نو فٹ طول اور سولہ انچ عریض ثابت ہوا اور دونوں جانب گنجان لکھا ہوا تھا۔ اس کے کچھ حصے کئی برس قبل لکھے گئے تھے لیکن خاندان کی وسعت کے ساتھ اس میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ سنتوک رام کو فخر تھا کہ کوئی مشہور و معروف راجپوت ایسا نہیں ہے جس کا نام اس کاغذ میں نہ ملے۔ اور میں اس کا مختصر مقابلہ کر سکا اس سے یہ واضح ہوگیا کہ راجپوت قبیلے کے جو خاندان وسطی ہند میں آباد ہوگئے ہیں۔ ان سب کا صحیح بیان اس میں موجود ہے۔

۲۔ جے چند راجہ دہلی جس نے شہاب الدین محمد غوری کے مقابلے میں اپنی جان اور اپنا تخت کھو دیا تھا، اس جے چند کا پرپوتا وہ شہزادہ تھا جو سب سے پہلے ترک وطن کر کے مارواڑ میں آیا اور جس کے ساتھ دو ہزار آدمی تھے اور (اس کے مورخین کے بموجب) چوالیس برس اچھا برا وقت گزارنے کے بعد پالی کا حکمراں بننے میں کامیاب ہوگیا، جو اس زمانے میں موجودہ ملک جودھپور کا دارالصدر تھا۔

باب ۱۱

ہوگئی ہیں۔ کچھوارا جپوت جو اس وجہ سے بلند درجہ رکھتے ہیں کہ جے پور کا حکمراں خاندان اسی نسل سے ہے، وہ وسطی ہند میں کثیر التعداد ہیں مگر وسطی ہند کے اندر اس قبیلے کا کوئی حکمراں یا سردار نہیں ہے۔ بونڈی اور کوٹا کے راجہ ہارا خاندان سے ہیں۔ یہ چوہانوں کی معزز کثیر التعداد شاخ ہے۔ کچی کی شاخ بھی اس سے تعلق رکھتی ہے اس حصۂ ہند میں اس آخر الذکر شان راگیو گڑھ کے خاندان کی وجہ سے ہے جو کسی وقت میں ایک مشہور خاندان تھا مگر اب گر گیا ہے اور جس کی تاریخ اس تصنیف میں دی جا چکی ہے۔

جن قبیلوں کا مذکور ہوا ہے وہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں مگر وہ اسے روا نہ رکھیں گے کہ کمتر درجے کی شہرت رکھنے والے خاندانوں میں یا ان خاندانوں میں ملیں جو کسی حیثیت سے بتبذل ہو گئے ہیں۔ وسطی ہند کی قدیم تاریخ میں پوار راجپوتوں کا عروج و وقار سب سے زیادہ ہے مگر مسلمانوں نے انھیں مغلوب کر دیا تھا اور ان کی حکمرانی کا بہت دن ہوئے خاتمہ ہوگیا تھا۔ بعد میں اس نسل کا ایک سردار دھار میں بحال کر دیا گیا جو اس کے آبا و اجداد کا عین مستقر تھا مگر وہ مرہٹہ حکمراں کے تابع کی حیثیت سے آیا اور اس کا خاندان جب دکن میں تھا تو اس نے مرہٹہ سرداروں کے ساتھ کھایا پیا اور شادی بیاہ کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ پوار اگرچہ ذی رتبہ وذی اقتدار تھے اور اب بھی ہیں مگر وہ پرغرور راجپوت سردار جنھیں وہ اپنے تابعین میں شمار کرتے ہیں ان کے ساتھ کھانے اور انھیں اپنی لڑکی دینے سے عاری رہتے ہیں۔

۱۳۰

؎۱۔ رتلام، جیاجوا، سیلانا، سیتامئو، کچ برودہ، امجھیرا، ملتان، اور باگلی کے راجگان راٹھور میں اور جودھپور کے خاندان سے قرابت کے دعویدار ہیں۔

؎۲۔ سونت کی چھوٹی سی ریاست کا موجودہ حکمراں دھار کے چودہ خاندان سے ہونے کا دعویدار ہے۔ مسلمانوں کی فتح کے وقت اس خاندان نے سونت کے جنگلوں میں پناہ لی۔

باب ۱۲

دھار کے پوار اپنے کو خود کنی سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی انھیں ایسا سمجھتے ہیں مگر اس نسل[1] کے کثیر التعداد راجپوت ہیں اور بہت سے کم مشہور راجپوت بھی ہیں جو اپنے بزرگوں کا سلسلہ ہندوستان سے ملاتے ہیں۔ دھوریا اور ساننگی قبائل جو بہت بڑے بڑے اقطاع زمین کے مالک ہیں اور موروثی حقوق رکھتے ہیں وہ گجرات سے آئے ہیں۔ یہ مذکور ہو چکا ہے کہ امت کے نام سے ایک بڑا ضلع منسوب ہے۔ یہ کسی مشہور قبیلے کے لوگ نہیں ۱۳۱ تھے مگر اپنے ایک سردار کی وجہ سے اعزاز دوقعت[2] کے درجے پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ سردار اجل سنگھ دیوان نرسنگھ گڑھ ہے جس نے بہت بڑی رقم صرف کر کے اپنے لڑکے کا عقد حکمران اودیپور کی ایک قریبی رشتہ دار لڑکی سے کر دیا ہے۔ اس واقعے اور دوسرے واقعات سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ راجپوتوں اور دوسرے ہندوؤں کے اکثر امتیازات خاندان کے امتیازات ہیں، ذات کے امتیازات نہیں ہیں۔ اور ان کے قواعد میں ترمیم ہو سکتی ہے اور یہ قواعد رواج سے متعلق ہیں مذہب سے متعلق نہیں ہیں۔

وسطی ہند کے راجپوت نسبتہً برہمنوں کی طرف کم التفات کرتے ہیں۔

---

[1] ۔ صرف ایک ہی ذی مرتبہ پوار خاندان ہے جو اپنا سلسلہ وکرماجیت سے ملاتا ہے جو وسطی ہند کے پواروں کا قدیم سرکردہ تھا، یہ خاندان سونت کے چھوٹے درجے کے راجگان سے ہے۔

[2] ۔ جب سے یہ تعلق قائم ہوا ہے، اس وقت سے مالوے کے متعدد اہم خاندان اٹھہ داڑے کے راجاؤں کے ساتھ کھانے پر رضا مند ہو گئے ہیں۔ اس سے ان کا رشتہ قائم ہو گیا ہے راجپوتوں میں جہاں کہیں اس قسم کا شبہ ہوتا ہے (خاص کر مفروضہ ناجائز اولاد ہونے کی صورت میں) وہاں اس کا تصفیہ صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی اعلیٰ نسب واخلاق کا سردار مشکوک یا مطعون شخص کے ساتھ ایک ہی رکابی میں کھائے۔

باب ۱۲

وہ اس قبیلے کے مقدس شخص کی وقعت وحرمت کرتے ہیں مگران کے پروہت چارن اور بھاٹ ہیں جوان کے توہمانہ اہماکات کی رہبری کے ساتھ ان کے آباو اجداد کی مرغوب شہرت کے داستان گو کے منصب کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ ان طبقات کو ان مغرور و جاہل سرداروں کے نسب داں ہونے کا رتبہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ اوران میں سے وہ افراد جن پر نظر عنایت ہوتی ہے اس منصب کے ساتھ مشیر کی حیثیت بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اپنے بالاتر کے دل پر ایک طرح کی فوقیت قائم کر لیتے ہیں اور یہ فوقیت اس وجہ سے اور قوی ہو جاتی ہے کہ وہ ایک طرح کے پُراسرار احساس خوف پر مبنی ہوتی ہے۔ مغرور سے مغرور راجپوت بدحالی میں تسلی کے لئے اور خوش حالی میں وفور مسرت کے لئے انھیں کی طرف نظر کرتا ہے۔ پس قبل ازیں کہ اس نسل کے خصائل اوران کے مخصوص عادات پر نظر کی جائے ضروری ہے کہ ہم چند الفاظ ان لوگوں کی نسبت بھی لکھیں جوان کی جانوں اوران کی قسمتوں پر اس قدر قوی اثر رکھتے ہیں۔

چارن اور بھاٹ

چارن اور بھاٹ دونوں آسمانی نسل ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اول الذکر دو قبیلوں میں منقسم ہیں۔ کچھیلی جو تاجر ہیں اور مارو جو بھاٹ ہیں۔ کچھیلی اور مارو آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے مگر آخر الذکر راجپوتوں میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھاٹ بہت کثیر التعداد میں ہیں مگر چارنوں کا پتا وہاں بہت کم ہے۔ یہ غیر معمولی جماعت معاشرے کی اس حالت سے پیدا ہوئی جس میں ان کا قرابت دار قبیلہ مبتلا ہو گیا ہے (یعنی وہ اگرچہ اپنے کو یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں مہادیو نے خاص طور پر پیدا کیا ہے[۱]

۱۳۲

[۱] ان کی ابتدا کا جو افسانہ ہے اس کے بموجب مہادیو نے اپنے شیر اور بیل کی خدمت کے لئے پہلے بھاٹوں کو پیدا کیا مگر بھاٹوں سے یہ نہ ہو سکا کہ شیر کو بیل کے ہلاک کرنے سے روک سکتے۔ اس سے مہادیو کو بہت پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ اسے مجبور ہونا پڑا کہ نئے لوگوں کو پیدا کرے۔ لہٰذا اس نے چارن کو بھی ایسا ہی اطاعت گزار بنایا جیسا بھاٹ کو بنایا مگر اس کی ہمت کو زیادہ بلند رکھا اور اسے اپنے پسندیدہ جانور حوالے کئے۔ اس وقت

باب ۱۳۳

گروہ راجپوت نسل سے متعلق ہیں) اس فوجی قبیلے کے اکثر سردار جب ہندوستان
سے بھگائے گئے تو وہ منتشر اور غیر متحد ہو گئے۔ ان کا واحد شغل جنگ تھا اور
فسادات اس قدر سخت ہو گئے کہ ہر طرح کا اعتماد زائل ہو گیا۔ مغل حکومت
کی زیادتی نے ان میں سے اکثروں کو لٹیرا بنا دیا۔ جن اقطاع تک میں انھوں
نے بود و باش اختیار کی تھی ان کا ایک بڑا حصہ مسافروں اور سوداگروں
کے لئے ناقابل گزر ہو گیا۔ وسطی ہند کے مغرب کے تمام ممالک میں خصوصیت
سے یہی حالت تھی یہ حصہ ٹھیک دریائے سندھ کے بائیں کنارے سے پر
بیکانیر سے کچھ تک پھیلا ہوا ہے۔

راجپوت جب گنگا کے کناروں پر تھے اس وقت ان کے جو برہمن
پروہت تھے ان کی نسبت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی بڑی تعداد میں ان
راجپوتوں کے ساتھ ہندوستان کے دور و دراز کنارے پر نہیں آئے۔ لہذا
ایسی ہستیوں کی ضرورت تھی جن پر کمزور و وہم پرست طبائع اطمینان کر سکیں
اور جنھیں علم ہو یا علم کا ادعا ہو، جن کا اعتقاد مسلم ہو اور جو ایسے لوگوں کے
درمیان ایک کڑی ثابت ہوں جن کو ایک دوسرے پر اعتماد نہ ہو۔ چارن

۱۳۴

بہت جلد ایسے ہی لوگ بن گئے اور انھوں نے جو رسم و رواج اختیار کیا
ان سے اس معاشرے کی ایک عجیب تصویر مہیا ہو جاتی ہے جس پر انھیں
روحانی و اخلاقی حیثیت سے بڑی حد تک اقتدار حاصل تھا۔

چارنوں کیلئے ضروری تھا کہ وہ پوجا کے مراسم جانتے ہوں خاصکر شیوا اور پروتی
کے مراسم جو راجپوتوں کے مخصوص دیوتا ہیں۔ انھیں لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے اور ان میں سے
جو طبقہ تجارت کرتا ہے وہ ہوشیار کاروباری آدمی ہوتے ہیں (وہ عام طور پر اونٹوں اور گھوڑوں کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہے شیر نے کسی بیل کو ہلاک نہیں کیا۔ مذکورہ بالا تمثیلی فسانے میں شیر بیمانہ زور و ظلم
کا نمونہ ہے اور بیل (جیسا کہ قبل ازیں جلد اول صفحہ ۱۰۸ میں ظاہر کیا جا چکا ہے) انصاف کا مجسمہ ہے۔ مضمون
خاطر چارن کا مقصود یہ ہے کہ کمزور بھاٹ اگرچہ تخصیصاً برقراری انصاف کیلئے پیدا کیا گیا ہے مگر وہ
زور و ظلم کے حملوں سے انصاف کو بچانے کے قابل نہیں۔ لہذا خدا کو ہمیشہ مجالی انصاف کی کوشش کرنا
پڑتی ہے اور اسی لئے اس نے چارن کو زیادہ دلیرانہ طبیعت کا بنایا جس نے اپنے منشا جدید تخلیق کو
ایسی خوبی سے انجام دیا کہ اس کے بعد انصاف کبھی برباد نہیں ہوا۔

باب ۱۴

تجارت کرتے ہیں)۔ بارد چارن اپنی ذہانت قبیلوں کے نسب نامے پر اور کثیر التعداد افسانے سنانے پر صرف کرتے ہیں (یہ افسانے بالعموم نظم میں ہوتے ہیں)۔ ان میں سابق زمانے کے ہیروں کی تعریفیں ہوتی ہیں تاکہ ان کے اخلاف کا فخر مطمئن ہو اوران کے خیالات بلند ہوں۔ ان افسانوں کا سنانا ان چارنوں کا فرض ہے۔

چارن کی خاص قوت اس احساس سے پیدا ہوتی ہے کہ اس کا خون بہانا، یا اس کے خاندان کے کسی شخص کا خون بہانا یا خون بہانے کا سبب ہونا یقینی تباہی و بربادی ہے۔ یہی تو ہمانہ عقیدہ جس کی تعلیم انھیں دی جاتی ہے اور جسے وہ زندگی کا خاص مقصد بنا کر اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں۔ اسی عقیدے کی وجہ سے انھیں معاشرے میں اعلیٰ رتبہ حاصل ہوتا ہے، اور کچھ معاش بھی مقرر ہوتی ہے۔

چارن مسافروں کے لئے حفاظت اور تاجروں کے لئے ضمانت ہوتا ہے اور جب لگان یا جایداد کا سوال ہو تو راجپوتوں میں چارن کی دستاویز کو بڑے سے بڑے دولتمند ساہوکار کی دستاویز پر ترجیح دی جاتی ہے۔ جب وہ خود تجارت کرتا ہے تو اپنی جماعت میں اس پر اعتماد کیا جاتا ہے اور وہ بھی اعتماد کرتا ہے۔

۳۵ جو چارن ان مسافروں کے ساتھ سفر کرتا ہے جن کی نسبت یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ راجپوت لٹیرے ان پر حملہ کریں گے، وہ جب ان لٹیروں کو آتا دیکھتا ہے تو خنجر اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر دیتا ہے اور اگر وہ اس پر توجہ نہیں کرتے تو اپنے جسم میں کسی ایسی جگہ خنجر بھونک لیتا ہے جو ہلاک نہ ہو اور اپنا خون لے کر حملہ آوروں پر ڈال دیتا ہے جو آیندہ کی مصیبت و تباہی کے لیے فال بد ہے۔ اگر اس سے مقصود نہیں حاصل ہوتا ہے تو بار بار زخم لگایا جاتا ہے اور انتہائی صورتوں میں چارن کے رشتہ داروں میں سے کوئی شخص (جو عام طور پر کوئی لڑکی یا کوئی بوڑھی عورت ہوتی ہے) قربان کر دیا جاتا ہے۔ یہی طریقہ اپنا قرض یا اپنی ضمانت کا مطالبہ وصول کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

باب ۱۴

اس کے بعد دوسرا اقدام غیر معمولی نہیں ہے کہ خود اپنے کو قتل کر دیا جائے اور اس بلا کا انجام اس پر ہوتا ہے کہ اس کی بیویاں اور اس کے بچے بھی اپنے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

چارنوں کی عورتیں اپنے لباس اور اپنے اطوار دونوں اعتبار سے آبادی کی تمام دوسری عورتوں سے ممیز ہیں۔ ان کی بود و باش اکثر الگ الگ گاؤں میں ہوتی ہے اور مسافر کو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اپنے لمبے لمبے کپڑے پہنے ہوئے باہر نکل آتی ہیں اور مسافر کی آمد کا خیر مقدم گیت سے کرتی ہیں۔ راجپوت چارن کے ساتھ نہ صرف نہایت وقعت کا (چنانچہ مجلس میں چارن کے آنے اور جانے کے وقت راجپوت نسل کا بڑے سے بڑا حکمراں کھڑا ہو جاتا ہے)، بلکہ چارنوں کو مادی اختیار بھی حاصل ہوتا ہے۔ چارن جب تجارت کرتے ہیں تو ان سے دوسروں کی بہ نسبت کم محصول لیا جاتا ہے۔ تمام دعوتوں اور شادیوں[1] کے مواقع پر انھیں تحفے ملتے ہیں اور ان تحفوں کی حد صرف تحفہ دینے والوں کی استطاعت ہوتی ہے۔ جو چارن مجبور ہو کر اپنے کو ہلاک کر ڈالے اس کی موت کے

۱۳۶

بد نتائج سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ اس کے پس ماندگان کو زمین اور قیمتی تحائف عطا کیے جائیں اور جس راجپوت سردار کی خطاکاری کی

[1] چارن خاصکر مارو طبقے کے جو فقرا ہوتے ہیں دعوتوں اور شادیوں میں بڑی تعداد میں آتے ہیں اور انکی عادت ہے کہ بہیر آکر بڑی بڑی رقمیں وصول کرتے ہیں۔ شادی کے موقع پر (اگر وہ مطمئن نہیں ہوتے) تو یہ دھمکی دیتے ہیں کہ اس خوشی کے موقع پر وہ فریقین پر اپنا خون چھڑک دینگے اور اکثر مواقع پر دھمکیاں عمل میں آگئیں تاکہ وہم پرست راجپوت اس دھمکی کو بیکار نہ سمجھیں۔ باگلی کے راجہ کے بیٹے بھیم سنگھ نے جبکہ بانسواڑہ کا راجہ مجھ سے ملنے آیا تھا، یہ قرارداد کی کہ وہ راجہ کے قریبی رشتہ دار سے عقد کریگا۔ لیکن شادی میں اس دین مطالبے کی وجہ سے تاخیر ہو گئی کہ بھیم سنگھ ان چارنوں اور بھاٹوں کو مطمئن کرے جو نکاح میں شریک ہونگے۔ آخرالذکر کو اس مقدار کی وجہ سے تردد ہوا جو غالباً راول بانسواڑہ کی بلند منزلت کی وجہ سے اس قدر زیادہ ہوگی کہ بھیم سنگھ کے وسائل سے بالاتر ہوگی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اس سے وہ تباہ ہو جائیگا اور ایک مرتبہ اقرار کر لینے کے بعد ان کے حد سے بڑھے ہوئے مطالبات اور انکے معمول میں انکی زیادتی کی وجہ سے اغلب یہی تھا کہ وہ افلاس اور اپنے قبیلے کے اندر ذلت کے درمیان ایک کو انتخاب کر لے

راجستھان

وجہ سے ایسا پاک خون بہا ہو اور جو یادداشت میں ثبت ہوگئی ہو (کیونکہ یہ تمام قربانیاں نظم کا موضوع بن جاتی ہیں)، وہ سردار خوش قسمت ہے اگر وہ کسی ذریعے سے اپنی توجہ و فیاضی کو بھی افسانے کا جزو بنوا دے۔

انسانوں کا یہ غیر معمولی طبقہ جو (انسانیت سے بغاوت کرنے والی عادات کے باوجود) بر بنائے مصلح کے طور پر ترقی کر گیا ہے وہ وسطی ہند چھوٹے چھوٹے راجپوت سرداروں میں بہت ہی کثیر اور بہت ہی طاقتور ہے۔ اس طبقے کا اثر اودیپور، جودھپور، جے پور، بلکہ مالوے تک وسیع ہے۔ درحقیقت آخر الذکر صوبہ ان کے بعض نہایت ہی نمایاں چندیوں کا منظر بن چکا ہے (ان لوگوں کی خودہلاکی کو چندی کہتے ہیں)۔ اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے متعدد مثالیں دی جا سکتی ہیں[1] کہ کس طرح مقولہ و مثال بیان کر کے انسانی سینے کے حسیات کو اس رو سے جو خدا اور فطرت کا مقصود ہے بالکل دوسری جانب پھرایا جا سکتا ہے۔ چارنوں میں بڈھے اور جوان سب کو نہ صرف یہ سکھایا جاتا ہے کہ جس خاندان یا طبقے سے ان کا تعلق ہے جب اس کی عزت کا مطالبہ ہو تو وہ اپنی ہستی کو فنا کر دیں بلکہ اسی برس کی بڈھی عورتوں سے لے کر پانچ برس کی بچیاں مشتاق ہوتی ہیں کہ پہلے وہ جان دیں اور یہ کوئی شاذونادر جذبہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا جذبہ ہے کہ اس قبیلے کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس عجیب و غریب جماعت کے ہر فرد میں موجود ہے۔ بھاٹ یا (جیسا کہ تمیز کی غرض سے کہا جاتا ہے) راؤ بہت کم اپنے کو قربانی کرتے ہیں مگر داستان گو یا گلاونت کی حیثیت سے وہ چارنوں کے ساتھ

۱۴۷

---

[1] چندی کا نمایاں واقعہ ترلہ ضلع امجھرا میں تقریباً ستر برس قبل پیش آیا تھا۔

[2] میں نے بہت سے نہایت مستند واقعات نہ صرف افراد کے بلکہ خاندان کے جمیع افراد کی مثالیں مجھے ایسی ملیں کہ ایک گاؤں کے چارن باشندوں نے اپنے کو قربان کر دیا تھا۔

باب ۱۴

اقتدار اور بعض وقت عہدے میں شریک ہوتے ہیں۔ بھیلالہ اور نیچے درجے کے قبیلوں میں انھیں بہت بڑا اور شخصی اثر حاصل ہوتا ہے، جوان سے فیاضی کا برتاؤ کرتے ہیں وہ اپنے گیتوں میں ان کی تعریف کرتے اور اپنی شہرت دیتے ہیں اور جوان سے بے التفاتی برتتے ہیں یا انھیں نقصان پہنچاتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور ان کی ہجو اس طرح کرتے ہیں کہ انھیں مشتبہ نسب اور نسلی رذیل قرار دیتے ہیں۔ اگر بھاٹ کو سخت آزردہ کیا جاتا ہے تو جس شخص کو وہ ذلیل کرنا چاہتے ہیں اس کی تصویر ایک لمبے بانس پر لٹکاتے ہیں اور اہانت کے طور پر اس کے ساتھ ایک جوتی باندھ دیتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں بھاٹ کے گیت اس شخص کی بدنامی کی یاد قائم کر دیتے ہیں جس سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ یہ تصویر[1] عام طور پر ملک بھر میں گھومتی پھرتی ہے تا آنکہ وہ شخص یا اس کے دوست اس ذہانت اور بدنامی کو قیمت دیکر خرید لیتے ہیں[2]۔ دوسروں کا کیا ذکر خود فرمانروا کا بھی یہ اختیار نہیں سمجھا جاتا کہ وہ بھاٹ کو اس سے

۱۳۸

---

[1] اسے پتلا کہتے ہیں۔

[2] ۱۸۱۲ء میں ہلکر کے دربار کے ایک خاص ساہوکار سیوت رام سیٹھ نے بھاٹوں میں سے ایک بھاٹ کو سختی کے ساتھ اپنی دوکان سے نکال کر جہاں وہ بھیک مانگنے آیا تھا اسے آزردہ کر دیا۔ اس شخص نے سیوت رام کا ایک پیکر بنایا اور اس میں ایک جوتی لٹکا دی اور اسے دربار میں لے گیا اور ہر جگہ اس کی مذمت کے راگ گاتا پھرتا تھا۔ سیوت رام اگرچہ ایک دولتمند اور ذی اثر شخص تھا مگر وہ بھاٹ کو روک نہ سکا مگر اس سے معافی مانگنے سے بھی بہ شدت منکر رہا۔ چند ماہ بعد اس کے دوستوں نے اسی روپے چندے سے جمع کیے۔ اور بھاٹ نے اپنی لعنت بند کر دی مگر یہ کہا کہ وقت گزر چکا ہے کیونکہ اس کی لعنتوں کا اثر ہو چکا اور وہم پرست ہندوؤں نے اس ساہوکار کی تباہی کو جو چند برس بعد واقع ہوئی اس بدبختانہ واقعے سے منسوب کیا۔

باب ۱۲

روک دے یا اس کارروائی کے لئے اسے کچھ سزا دے۔ تو ہمات اور مذہبی خوف بھاٹ کے محافظ ہوتے ہیں۔ یہ تو ہمات اور خوف جب قوم میں عام ہو جاتے ہیں۔ تو مطلق العنانی پر بھی روک قائم کرتے ہیں۔

۱۳۹

کہا جاتا ہے کہ چارنوں اور بھاٹوں کی جماعتوں کا انضباط و انتظام ان قواعد کے بموجب ہے جو اچھی طرح سمجھے جاتے ہیں اور خاموشی سے ان کی اطاعت ہوتی ہے۔ ضرور ایسا ہی ہوگا کیونکہ اگر ہر فرد کو آزادانہ عمل کا حق ہوتا تو ہر معاشرہ اتنے دنوں تک قائم نہ رہتا، اس میں اتنی خرابیاں موجود ہیں کہ وہ اس کا خاتمہ کر دیتی۔ ان لوگوں کے مقدم وہ لوگ ہیں جنھیں ان کی قابلیت اور حکمرانوں کی مراعات نے رتبے اور دولت کے درجے پر پہنچا دیا ہے۔

وسطی ہند کے بھاٹ لباس میں دوسرے باشندوں سے بہت کم مختلف ہیں مگر چارن اپنی بڑی بڑی پگڑیوں ڈھیلے کرتوں اور پائجاموں کی وجہ سے تمام دوسرے لوگوں سے ممیز ہیں۔ چونکہ یہ لوگ زیادہ کاٹھیاواڑ سے آئے ہیں اس لئے وہ اپنے لباس میں اس صوبے کے باشندوں سے مشابہ ہیں جہاں سے وہ آئے ہیں۔

راجپوت

راجپوتوں کے عادات و خصائل کے بیان کرنے میں ان آفاقیوں کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے جو وسطی ہند میں ملازمت کے لئے آئے وہ مغربی ہندوستان، اودھ یا بہار کے باشندے ہیں اور اپنے بالکل غیر رسم و رواج پر قائم ہیں۔ آخر الذکر کی تقسیم سپاہیوں اور کاشتکاروں میں ہو سکتی ہے۔ اس قبیلے کے تقریباً تمام لوگوں کی معاش تلوار یا ہل کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے، مگر کاشتکار تک اپنے گھروں میں ہتیار رکھتے ہیں، اپنے آبا و اجداد کی فوجی عادات کی یاد سے خوش ہوتے ہیں بھاٹ جو گاؤں میں آتے ہیں ان کے گیت سنتے ہیں اور اپنا نسب نامہ محفوظ رکھتے ہیں۔ ان میں سے غریب سے غریب شخص بھی اس بھاٹ کی گزر کے لئے اتنی قلیل امداد دیتا ہے جو سالانہ ان کے آبا و اجداد کے کارناموں کے

راگ گاگران کی عصبیت کو خوش کرتا ہے اور اس کے خاندان کا رجسٹر رکھ کر
اسے یہ توقع دیتا ہے کہ وہ اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادیاں ذلت اٹھائے بغیر
کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ چارنوں اور بھاٹوں کی خاص اہمیت اسی وجہ
سے ہے کہ وہ مختلف راجپوت طبقوں کی خالص نسل کے محافظ ہیں[1]۔ تقریباً تمام
شادیوں کا انتظام وہی کرتے ہیں اور جب کوئی پست ذات کا راجپوت
کسی اعلیٰ خاندان سے تعلق پیدا کر کے برتری حاصل کرنا چاہتا ہے[1] اور
اپنے مقصد کو پورا کرنے کے قبل اسے ان بلند رتبہ ثالثوں کو بہت بڑی
رشوت دینا پڑتی ہے۔

وسطی ہند اور اس کے ساتھ مالوے کے مغربی حصص اور ان کوہستانی
علاقوں[2] کے راجپوت جو اس صوبہ اور راودیپور کو گجرات سے جدا کرتے ہیں
یہ سب راجپوت زادیوں، راجاؤں اور ٹھاکروں کے تحت میں، ٹھاکروں
میں سے بہت سے راجہ کا خطاب اختیار کر لیتے تھے۔ لیکن اگرچہ دولت
اور کسی حد تک خود مختاری ان کے لئے اس خطاب کو اخلاقاً روا رکھتی
ہے مگر نہ وہ ایسا سمجھتے ہیں اور نہ دوسرے ایسا خیال کرتے ہیں کہ
جس خاندان سے ان کا تعلق ہے اور خاندانی معاملات اور انتہائی خطرے
کی صورتوں میں (سیاسی آزادی کے باوجود) جس خاندانی سرگروہ کی

۱ے۔ ملک کی حکومت بھی انھیں اس نظر سے دیکھتی ہے اور جب زمین کے دعوے کا ثبوت
کسی فریق کے نسب پر منحصر ہوتا ہے تو ان کی شہادت ہمیشہ بہترین سمجھی جاتی ہے۔

۲ے۔ نال مندا ول کا زمیندار جودھریا کے پست قبیلے سے ہے۔ اس نے حال میں
اپنے بیٹے کے لئے راٹھور نسل کے ایک پریشان حال ٹھاکر کی بیٹی حاصل کی مگر اس
وقت تک وہ ایسا نہ کر سکا جب تک اس نے ان بھاٹوں پر بڑی رقم نہ خرچ کی جنھوں
نے اس عقد میں نامہ و پیام کیا تھا اور دلہن کے باپ کو ایک گھر اور ایک چھوٹی سی جائداد دی۔

۳ے۔ اس قطعہ میں ڈونگرپور اور بانسواڑے کے علاوہ لوناواڑہ، سونڈی، اور برہیہ[3]
کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی داخل ہیں۔

باب ۱۱ — چمبل کے قریب ۱۴۱ میں راجپوت قبیلے کے راجگان۔

حرمت ووفا شعاری کو وہ محفوظ رکھتے ہیں وہ اس سرگروہ کے ہم پایہ ہیں
چمبل کے مغرب میں بارہ راجہ[1] ہیں جو دولت راؤ سندھیا، ملہار راؤ ہلکر
اور برطانوی حکومت کے اطاعت شعار ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے
جس کی آمدنی چھ[2] لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ ہو۔ اور بعض ایسے بھی
ہیں کہ جب ان کا ملک خوش حال ہوتا ہے اس وقت ان کی آمدنی
ایک لاکھ ہوتی ہے۔ ان سب راجاؤں کے تابع کچھ ٹھاکر ہوتے ہیں۔
ان کی اور ان کے تابعین کی بد معاش کے لئے زمین کے عطیات ہوتے ہیں
ان کی تعداد اور ان کے تعلقات پر بعد میں نظر کی جائے گی۔ یہاں اتنا کہنا کافی ہے
کہ ان میں سے بعض اعزاز و دولت میں اپنے بالا دستوں کے تقریباً
ہمسر ہوتے ہیں۔ گری کا ارجن سنگھ یا گور کا اول امیر ہے اور اپنے ذاتی
اخلاق اور رتبے کی وجہ سے وہ بہت دنوں تک اپنے حکمرانوں کے
قریب قریب برابر رہا ہے (کیونکہ اس سے ڈونگر پور اور بانسواڑہ دونوں
کے راولوں سے زمین ملی ہوئی ہے وہ دونوں کا وفا شعار ہے)۔ لیکن
اس نے ٹھاکر سے بڑا خطاب کبھی نہیں اختیار کیا۔ غالباً یہ اس وجہ سے
ہے کہ وہ راجہ کے قبیلے سے مختلف قبیلے کا شخص[3] ہے۔ برخلاف ازیں ۱۴۲
(سیلانا، کچ، بروڈھ، اور ملتان کے) تین ٹھاکروں نے راجہ کا لقب
اختیار کرلیا ہے مگر یہ سب حکمراں کے قریبی رشتہ دار ہیں اور اس بنا پر

۱۔ برطانوی حکومت کے باجگذار حسب ذیل ہیں۔ ڈونگر پور کا راول، بانسواڑے کا راول،
پرتاب گڑھ کا راجہ، باریا کا راجہ، الی موہن کا راجہ۔ دولت راؤ سندھیا کے باجگذار
حسب ذیل ہیں:۔ رتلام کا راجہ، سیتا مئو کا راجہ، سیلان کا راجہ، امجھیرا کا راجہ،
موٹا واڑہ کا راجہ، سوندی کا راجہ۔ ہلکر کا باجگذار، جھابوا کا راجہ ہے۔

۲۔ ایک لاکھ سو ہزار کا ہوتا ہے، روپیہ کا تبادلہ مختلف ہے مگر عام طور پر دو شلنگ
تین پنس رہے۔

۳۔ راول سیسودیا ہے اور ارجن سنگھ چوہان ہیں۔

چمبل کے مشرق کی راجپوت ریاستیں۔

یہ امتیاز ان کے لئے روا رکھا گیا ہے۔

چمبل کے مشرق میں سب سے پہلے بڑا راجہ کوٹا کا ہے جسے اس کی فوج اور آمدنی کے لحاظ سے ریاست کا رتبہ حاصل ہے اگرچہ وہ برطانی حکومت کا اطاعت شعار ہے اور اسے خراج ادا کرتا ہے۔ بڑے امیروں میں جو مہاراؤ یعنی حکمران کوٹا کے تابع ہیں یا تابع ہونے کا اظہار کرتے ہیں ایک متولی ظالم سنگھ ہے جسے حکمران اودیپور کی جانب سے راج رانا کا خطاب حاصل ہے۔ اندر گرھ[1]، گھنیا، بھوتیا کے امراء بھی شامل ہیں۔ یہ سب مہاراجہ کہلاتے ہیں مگر انھیں اپنے خاندان اور چند تابعین کے سوا اور کسی پر کوئی خاص اختیار نہیں حاصل ہے۔ متعدد قدیم امارتیں[2] دولت راؤ سندھیا کے زیر فرمان ہو گئی ہیں۔ ان جلیل القدر راجپوت خاندانوں کے بہت کم رشتہ دار اس ملک میں باقی ہیں البتہ ان کے متعدد تابعین اب بھی باقی ہیں اور ان کی زمینیں اور ملکیتیں برقرار ہیں۔ مرہٹہ حکمرانوں کی روش نے اس نسل کے لوگوں کو فوجوں میں لینے سے روک دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بعض لٹیرے بنے ہوئے ہیں اور بعض کاشتکار ہو گئے ہیں مگر ان کا اس طرح دبایا جانا اتنے حال کی بات ہے کہ وہ اطاعت گزار کاشتکار نہیں ہیں اور ان کی بار بار کی بغاوتوں کو دبانے کے لئے اب تک ان ملکوں میں بڑی فوج رکھنے کی ضرورت پڑتی رہی ہے۔ لہذا، اس حصہ ملک کے راجپوتوں کے حکمران اگرچہ تباہ ہو گئے ہیں اور ان کی ہمتیں پست ہو گئی ہیں تاہم ان کے ایک بڑے حصے کو اب بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اب بھی فوجی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

امٹھ واڑے میں (سندھیا اور ہلکر کے باجگزار) نرسنگھ گڑھ، کھلچی پور، اور راج گرھ کے چھوٹے چھوٹے راجہ اب بھی اپنے ہی قبیلے کے فوجی

124

[1] - یہ سب سردار مہاراؤ کے رشتہ دار ہیں۔

[2] - ان میں نارو ار، چندیری، اہنگرھ، بہادر گڑھ، شیوپور، اور راگھو گڑھ ہیں۔

باب ۱۲

تابعین رکھتے ہیں۔ باگلی اور چمبل کے جنوب کے اور بہت سے راجہ جو ٹھاکر اور زمیندار تھے اس نسل کے حکمرانوں میں شامل نہیں کیئے جاسکتے نہ یہ رتبہ ہم ان کثیر التعداد راجپوت سرداروں کو دے سکتے ہیں جو انھیں کے مانند ضلعوں کے زمیندار اور بڑے بڑے اراضی دار ہیں۔ نہ ان لوگوں کو یہ رتبہ دے سکتے ہیں جو اپنی حالت کے اعتبار سے گراسیا کہلاتے ہیں اور ابھی حال کے زمانے تک لوٹ مار سے گزر کرتے تھے۔ یہ پشتینی لٹیرے جواب تک اپنے قدیمی حقوق یا ملک میں برہمی پیدا کرنے کی بنا پر اب تک تنخواہ کا دعوی کرتے ہیں، ان کی تعداد بعد کو بیان ہوگی یہاں صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ اجین اور اندور سے متصلہ ممالک و اضلاع میں اس طبقے کے سرداروں کی متعدد قرار دادوں کی ضامن برطانوی حکومت ہے۔

۱۴۴

وسطی ہند میں جن راجپوتوں کو فوجی طبقات سے تعلق رکھنے والے شمار کیا گیا ہے وہ اپنے لباس، عادات و اطوار اور رسم و رواج میں اس ملک کے دوسرے باشندوں سے ممیز ہیں اور اپنی شکل و صورت سے ایک فایق نسل معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا خاص فخریا علامات ان کی غیر معمولی بڑی بڑی پگڑیاں اور گھوڑے اور آفتاب کی گھڑی ہوئی تصویریں جنھیں وہ اپنے گلوں میں لٹکائے رہتے ہیں۔ یہ خرافاتیاتی علامت قطعاً لازمی ہے۔ جن لوگوں سے ممکن ہوتا ہے وہ اسے سونے کی بنواتے ہیں، دوسرے لوگ چاندی پر قناعت کرتے ہیں مگر غریب سے غریب راجپوت بھی اپنے نرینہ بچے کو پہلا ہدیہ یہی دیتا ہے۔ یہ ان کا شخصی دیوتا ہے اور وہ روزانہ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ بھی عام ہے کہ اپنے کسی ممتاز باپ دادا کی تصویر چاندی یا سونے پر منقوش کرا کے پہنیں۔ اسی صورت کی جو علی العموم گھوڑے سوار جنگجو کی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی پرستش بھی ہوتی ہے مگر اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ بھوت پریت دور رہتے ہیں۔

راجپوتوں کے فوجی طبقے کے مراسم اس نسل کے دوسرے لوگوں کے

مراسم سے کچھ زیادہ[له] حقیقی فرق نہیں رکھتے۔ مگر وہ ان اعلیٰ احساس اور
پرفخر اعزاز سے گر گئے ہیں جن کی نسبت ہم ان کی یادداشتوں سے یقین
کر سکتے ہیں کہ کسی وقت میں ان کا امتیاز خاص تھا۔ اگرچہ دہلی کے
بادشاہوں نے راجپوت حکمرانوں کو فتح کر لیا تھا مگر بعد کو ان کی حکمت عملی
یہ ہوگئی کہ وہ ان ہندو جنگجویوں سے خود انھیں کے سرکش گروہوں کو
دبائے رکھنے کا کام لینے لگے اور انھیں کے ذریعے سے ہندوستان کے
جنوبی اقطاع میں اپنے فتوحات کو بڑھانے لگے غرض انھوں نے
اگر راجپوتوں کو ایک ہاتھ سے دبایا تو دوسرے ہاتھ سے بلند کیا اور
وسطی ہند میں ان کا ایک بڑا حصہ اپنے عروج کو شہنشاہان ہندوستان
کی جانب سے منسوب کرتا ہے۔ خاندان تیموریہ کے انحطاط کے بعد
چالاک اور ہوسناک مرہٹوں نے ان کی راجپوت رعایا کو پہلے بے وقوف
بنایا اس کے بعد ان کو تباہ کیا۔ ان کے زوال کی تاریخ دی جا چکی ہے،
ان کے عادات وخصائل کے بیان میں اتنا اضافہ کافی ہے کہ ان کے
عادات وخصائل ان کی حالت سے زیادہ ابتر ہوگئے ہیں۔ اگرچہ ان کی
ہمت زائل نہیں ہوئی ہے اور ان میں بہت سے جاگیردارانہ رواج واحساس
باقی ہیں مگر وہ اب ایک قوم نہیں رہی ہیں۔ وہ اس قدر جاہل ہیں کہ
اپنی سابقہ حالت کو اپنی ذہنی کوشش سے واپس نہیں لا سکتے، ان کی
مصیبت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ وہ دوسروں سے مدد نہیں مانگنا
چاہتے، خاندانی اور قبائلی مناقشوں کی وجہ سے وہ اس قدر منقسم ہیں
کہ وہ اپنی سابق طاقت کی بحالی سے متعلق کسی بڑے منصوبے پر متحد
نہیں ہو سکتے اندریں صورت ظاہر ہے کہ وسطی ہند کی فوجی راجپوتوں کی

له۔ راجپوتوں کا ایک خاص رواج یہ ہے کہ وہ اپنے قبیلے کے اندر کبھی نکاح
نہیں کرتے۔ اسے وہ ایسا ہی مذموم سمجھتے ہیں جیسا دوسرے لوگ اپنے قریبی
رشتہ داروں سے نکاح کو برا سمجھتے ہیں۔

ایک بڑی کثرت کاہلی و عیش پرستی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور جہاں تک
ان کے وسائل اجازت دیتے ہیں وہ یہ عادتیں اختیار کر لیتے ہیں اور
بالخصوص شراب اور افیون سے بدمست رہا کرتے ہیں۔ یہ لوگ افیون
خشک ہی استعمال کرتے ہیں اور گھول کر بھی استعمال کرتے ہیں اور
اس کے بے تکان استعمال میں انتہائی حد کو پہنچ جاتے ہیں[1]۔ ان کی عورتیں
بھی افیون کی عادی ہوتی ہیں اور وہ نوزائیدہ بچوں کو بھی افیون دیتی ہیں۔
آنکھوں کی بھاری پلکیں افیون کے استعمال کا اظہار کرتی ہیں اور اس سے
انکار تو کجا، لوگ اسے زندگی کا خاص لطف بتاتے ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ
وہ مدتوں تک جس معاشرے کے سرکردہ رہے ہیں اس معاشرے میں پست
و حقیر ہو جاتے ہیں احساس کی مداوا وہ اس کیف اور تریاق سے کرتے ہیں
جو ان کی واقعی پست حالت سے انھیں کسی دوسرے عالم میں پہنچا دیتی ہے
(عالم خواب میں پہنچا دیتی ہے)۔ راجپوتوں کے ان عادات و خصائل کے
مستثنیات بھی ہیں جیسا کہ مکرر بیان ہو چکا ہے ان میں متعدد ایسے ہیں
جنھوں نے ظلم و ستم کی دلیرانہ مقاومت میں اپنے کو رام چندر کی نسل کا اہل
ثابت کیا ہے اور اب بھی ان میں بڑی قابلیت کے لوگ موجود ہیں، مثلاً

۱۴۶

لہ۔ دریائے چمبل کے مغرب کے راجپوت حکمرانوں میں سے متعدد حکمراں ایسے ہیں کہ وہ
بہت کم کوئی دربار منعقد کرتے ہیں جس میں تمام حاضرین کو افیون سے ملا ہوا عرق
نہ پیش کیا جائے، جسے "کسمبا" کہتے ہیں۔ وزیر ایک برتن میں جو راول کے سامنے رکھا
ہوتا ہے اپنے ہاتھ دھوتا ہے، اس کے بعد افیون کا عرق اس کی داہنی ہتھیلی میں ڈالا
جاتا ہے۔ اس کے بعد درجے میں جو سب سے اول ہوتا ہے وہ سامنے آتا ہے اور
عرق پیتا ہے، وزیر اپنے ہاتھ دھوتا ہے اور دوسری خوراک اس شخص کیلئے انڈیلتا ہے
جو مرتبے میں دوسرا ہوتا ہے، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تنازعوں کے ختم
کرنے وقت یہ رواج ہے کہ فریقین یہ نشی عرق ایک دوسرے کے ہاتھ سے پئیں جسے
راجپوت دوستی کا تقریباً مقدس اقرار سمجھتے ہیں۔

باب ۱۲ ۱۴۷

کوٹما کا ظالم سنگھ ہے (جس کی زندگی اب طبعی انحطاط سے اختتام کو پہنچ رہی ہے) اس نے نصف صدی تک ایسی قوت وعقل کا ثبوت دیا ہے جو ایک قبیلے کو بچا سکتی ہے۔ مگر یہ بھی صحیح ہے کہ اوپر جو کچھ بیان ہوا اس نسل کے افراد کی عام خصلت وہی ہے یہ لوگ اپنے کو بدستور عنصت وحرفت کے کاموں سے بالاتر سمجھتے ہیں اور اب بھی اسی اقتدار وعظمت کے سایہ سے لپٹے ہوئے ہیں جو کسی وقت میں انھیں حاصل تھے۔

راجپوت عورتیں

فوجی راجپوت طبقے کی عورتیں اگرچہ قطعی پردے میں رہتی ہیں۔ مگر جو چھوٹے بڑے انقلابات اس قبیلے پر آئے ہیں ان میں ان عورتوں نے بھی بہت نمایاں کام انجام دیا ہے۔ ان کے ہر کام کا خاص محرک خاندانی فخر ہوتا ہے اور وہ نہ صرف خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہیں بلکہ اپنی جان تک قربان کر دینے کے لئے آمادہ رہتی ہیں۔ یہ جذبہ جس کی وجہ سے ان عورتوں نے اچھے وقتوں میں ایسی مثالیں مہیا کیں جن سے کلاونتوں کی گیت میں انھیں وہی بلند درجہ ملا جوان کے باپوں اور شوہروں کو ملا تھا، یہ جذبہ اب بعد کے زمانے میں گھر کے مبتذل جھگڑوں میں خصوصیت سے کام آتا ہے۔ اس قبیلے کے حکمرانوں اور امیروں کی تین تین چار چار بیویاں ہوتی ہیں اور یہ رانیاں یا ٹھاکرنیاں اگر ایک دوسرے سے عداوت نہیں تو رقابت ضرور رکھتی ہیں۔ خاوند ان جھگڑوں کو روک نہیں سکتا کیونکہ ان عورتوں میں سے اگر کوئی اس سے زیادہ اعلیٰ نسب کی ہوتی ہے (اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے) تو اگر شوہر کو اپنا مطیع نہیں بنا لیتی تو بھی اپنی وقعت قائم کر لیتی ہے۔ ان عورتوں کو ان کی گزر کے لئے علی العموم علیحدہ علیحدہ علاقے ملے ہوئے ہیں۔ اور جب کوئی حکمراں بڑھاپے، ذہنی خرابی یا دماغی کمزوری کی وجہ سے حکمرانی کے ناقابل ہو جاتا ہے تو راجپوت خاندان کے مناقشات بہت ہی سخت ہو جاتے ہیں

۱۴۸

موجود الوقت قابض کے مرنے کے برسوں پہلے سے اس کی چھوٹی سی ریاست کی جانشینی کا مسئلہ شدید تنازعہ کا باعث بن جاتا ہے۔ ان کی بیویوں کے

باب ۱۲

اعزا ان کے پاس ہوتے ہیں وہ کبھی فوجیں ملازم رکھ لیتی ہیں، قرب وجوار کے درباروں میں اپنے وکیل رکھتی ہیں اور ان درباروں سے مستقل مراسلت قائم رکھتی ہیں۔ اگر کوئی لڑکا نہیں ہوتا تو تبنیت کا مسئلہ اور بھی زیادہ جھگڑوں کا باعث بن جاتا ہے۔ اگر ایک بیوی کے لڑکا ہوتا ہے تو وہ دوسری بیویوں کے لئے ہدف حسد بن جاتی ہے۔ کوشش یہ کی جاتی ہے کہ لڑکے کو ناجائز اولاد ثابت کر دیا جائے اور ان دلیر عورتوں کے عادات وخصائل سے اس اتہام پر کچھ رنگ بھی آجاتا ہے۔ ایسی صورتوں میں سرداروں اور ملازموں کی عام مجلس طلب ہوتی ہے۔ خاندان کے سب سے زیادہ موقر شخص کو اگر خود اس مناقشے سے تعلق نہیں ہوتا تو اس سے یہ چاہا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کے ساتھ کھانا کھا کر اس کا جائز اولاد ہونا ثابت کرے۔

لہ۔ کچھ زمانہ قبل امارت رتلام کی جانشینی کے معاملے میں (جس کا فیصلہ میری جانب رجوع کیا گیا تھا) اس کا اظہار نہایت واضح طور پر ہوا۔

رانی چندراوت نے اپنے خورد سال بچے کے لئے گدی نشینی کے حق کا دعویٰ کیا، دوسری طرف ناہزد راجہ کی دوسری عورتوں نے (جن کی تائید وزیر گوبن جی کر رہا تھا) اس بچے کو اولاد ناجائز قرار دیا۔ فریقین میں مصالحت کی متعدد ناکام کوششوں کے بعد سب نے اس تجویز پر اتفاق کیا رانا اودے پور جس کے خاندان سے بوسیلہ عقد اس بچے کا قریبی تعلق تھا اپنے لڑکے کو اس بچے کے ساتھ کھانا کھلانے کی اجازت دیدے تو اسے جائز اولاد سمجھ لیا جائے گا (رانا خود کسی کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا)۔ پس رانا سے درخواست کی گئی۔ اس نے کپتان ٹاڈ کو جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے:-

"راناجی کپتان ٹاڈ کو یقین دلاتے ہیں کہ بلونت سنگھ اودابائی کا بیٹا ہے۔ اودابائی میری بہن ہے اور اس لئے یہ لڑکا میرا بھانجا ہے۔ وہ سولبر سنگھ راول جی کا بھی (جو میرے بھائی ہیں) بھانجا ہے۔ مجھے اپنے لڑکے کو اودابائی کے بیٹے کے ساتھ کھانا کھانے کی اجازت دینے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ نہ صرف میرا لڑکا بلکہ تمام سولہ امرا

باب ۱۲
۱۴۹

یہ ایسا کام ہے کہ اگر نسب میں شک ہو تو کوئی اعلیٰ عزت کا راجپوت اسے گوارا نہ کرے گا۔ لیکن اس قسم کے مرافعات و مقدمات اس قسم کے خاندانی تفرقوں سے ہر طرح کے جرم کے پیدا ہونے کو روک نہیں سکتے۔ مشتبہ بچوں کی فکر کی جاتی اور وہ مہیا ہو جاتے ہیں کبھی کبھی مخفیہ ذرایع سے ایسا کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ننگ و ناموس کو کھو کر۔ ان کارروائیوں سے

۱۵۰

ایسے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں کہ مار ڈالنا عام ہے (بالعموم زہر کے ذریعے سے) اور اگر کوئی نابالغ جانشین ہوتا ہے تو سن بلوغ تک پہنچتے پہنچتے اس کے دماغ اور جسم کو اکثر کمزور کر دیا جاتا ہے کہ جو لوگ اس کے نام سے حکومت کرتے ہیں انھیں پریشان کرنے کی اس میں قابلیت نہیں رہ جاتی۔ اتنا اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ وسطی ہند میں اعلیٰ راجپوت خاندانوں کے تین چوتھائی کی حالت اس وقت یہی ہے مگر اس کی وجہ بھی ہے۔ مرہٹوں کی دانشمندی یہ تھی کہ وہ جھگڑے اور فساد کی ہمت افزائی کرتے تھے جس سے اس نسل کی تذلیل و تقسیم ہو جاتی تھی جسے نہ تو وہ اپنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک ساتھ بیٹھیں گے اور بلونت سنگھ کے ساتھ ایک ہی رکابی میں کھائیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اگر آپ مناسب سمجھیں تو جنرل میلکم کو نہایت پرزور طریق پر لکھدیں اور اطلاع دیدیں کہ اگر وہ اودیا بائی کو میرے بھانجے کے ساتھ یہاں روانہ کر دیں اور ہم سب ایک ساتھ کھائیں گے۔

رانی اور اس کے لڑکے کو اودیپور بھیجا گیا۔ ایک شخص الزام لگانے والوں کے وزیر کی جانب سے گیا اور ایک شخص میری طرف سے بھیجا گیا۔ ان سب کے سامنے اودیپور کے رانا کے بیٹے نے بلونت سنگھ کے ساتھ ایک ہی رکابی میں اور ایک ہی وقت میں کھایا۔ اس سے اس لڑکے کو امارت کا وارث ظاہر کر دینے کے تمام اعتراضات ختم ہو گئے۔ مقامی حیثیت سے یہ ایک اہم امر تھا کیونکہ (جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے) رتلام کے حکمراں ایک بڑے خاندان کے سرکردہ تھے اور بہت سے راجپوت سرداران کی اطاعت شعاری کا دم بھرتے تھے۔

باب ۱۲

حکومت پر رضا مند کر سکتے تھے اور نہ اسے کامل طور پر مطیع کر سکتے تھے۔ اب ایک دوسری روش پر عمل ہو رہا ہے اور اس قسم کے خاندانی تنازعات اور ان سے پیدا ہونے والے جرائم سے جس نمایاں نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے اس سے اس وقت بھی اس روش کے عمدہ اثر کا پتا چلتا ہے۔ اس قبیلے کے چند اعلیٰ خاندان جو مرہٹہ بالا دستوں کے تابع ہیں ان کی بابت ہماری وساطت و مداخلت سے اگرچہ مرہٹوں کو وہ تمام احکام مل جاتے ہیں جن کے حق کا وہ دعوی کرتے ہیں مگر راجپوتوں پر بھی اس کا اثر وسیع ہو گیا ہے اور اگر اس روش کو اچھی طرح چلایا گیا تو بہت راجپوت حکمرانوں اور سرداروں میں نئی خصلت پیدا ہو جائے گی اور امن عامہ کے ان پریشان کرنے والوں کے عادات و احساسات کو بدل کر انھیں امن عامہ کا بہترین حامی بنا دے گی

وسطی ہند کے راجپوت کاشتکاروں میں اس قبیلے کے عالی تر خاندانوں کی بھی ایک تعداد پائی جاتی ہے لیکن دھوریا، گلوٹی، پورمار، چنڈالی سب سے زیادہ کثیر التعداد ہیں۔ اکثر جگھوں میں وہ گاؤں کے پٹیل ہیں۔ اور ان کے آبا واجداد کو جو عطیات دیے گئے تھے وہ ان کے وارث ہیں۔ وہ اکثر زمین کے نوکر ہوتے ہیں اور ان کی گزر کے لئے چند بیگہ زمین انھیں حاصل ہوتی ہے مگر بہت سے محض مزدور ہیں اور جب ان آخر الذکر کے خاندان کے لوگ سپاہی، ہرکارہ ہو جاتے ہیں یا کوئی دوسرا کام کرتے ہیں تو جب وہ ان کاموں سے تھوڑا سا روپیہ جمع کر لیتے ہیں تو وہ عام طور پر اپنے کھیتوں کو واپس آ جاتے ہیں۔ اس طبقے کے راجپوت اپنے لباس یا اپنے عادات کی وجہ سے دوسرے کسانوں سے ممیز نہیں معلوم ہوتے مگر وہ سب مسلح ہوتے ہیں اور اپنے بھاٹوں کی جوش انگیزی اور اپنے باپ داداؤں کی یاد کی وجہ سے قومی جذبہ قائم رکھتے ہیں اور جن گاؤں میں وہ رہتے ہیں اس گاؤں کے لئے یہ جذبہ باعث قوت سمجھا جاتا ہے۔ فوجی راجپوتوں کی طرح وہ بھی افیون کا لطف اٹھاتے ہیں ان کی بہ نسبت زیادہ اعتدال کے ساتھ۔ عورتیں نہ تو برقعہ پہنتی ہیں نہ گھر دل

۱۵۱

کے اندر بند رہتی ہیں بلکہ کھیت کی محنت میں اور گاؤں کے کاموں میں اپنے شوہروں کی مدد کرتی ہیں اور عام طور پر مضبوط و جفاکش ہوتی ہیں۔

شہروں کے راجپوت جو تجارت میں مشغول ہیں یا خدمتگاری کا کام کرتے ہیں وہ اپنے رسم و رواج اور عادات خصائل میں کاشتکاروں سے کچھ مختلف نہیں ہوتے بجز اینکہ جس معاشرے سے ان کا ربط ضبط ہوتا ہے اس کے اثر کی وجہ سے وہ نسبتۃً زیادہ فضول خرچ ہوتے ہیں۔ کاشتکاروں اور شہریوں کے علاوہ ایک معتدبہ تعداد بنجاروں اور لودھوں کی ہے جو راجپوت ذات کے ہیں یہ راٹھور، جلور، پوار وغیرہ مختلف قبیلوں کے ہیں۔ یہ خیموں میں رہتے ہیں اور انھیں کسی خاص صوبے کا باشندہ کہنا مشکل ہے کیونکہ جہاں وہ خیمہ لگا دیتے ہیں وہی جگہ ان کے اور ان کے خاندان کا گھر ہو جاتی ہے۔ فوجوں کی رسد مہیا کرنے اور تجارت کا کام چلانے کے لئے جہاں ان کی ضرورت پڑتی ہے وہ ان ملکوں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ طلب کے بموجب کسی ایک صوبے میں ان کی تعداد اسی طرح گھٹتی بڑھتی رہتی ہے جیسے کسی تجارتی شے کی اور اس لئے انھیں اس صوبے کی مستقل آبادی کے ایک جزو کی حیثیت سے نہیں شمار کیا جا سکتا۔ مردوں اور عورتوں دونوں کی شکل و صورت اور عادات و اطوار ان کی حالت کے بموجب ہوتے ہیں یہ لوگ ایک جفاکش مگر اکھڑ نسل ہیں۔ جو اپنے ایک خاص معاشرے کے اندر رہتے ہیں اور اپنے لباس اور اپنے رسم و رواج میں

۱۵۲ بنجارے اور لودھے

لہ۔ غلہ لیجانے والوں کی ایک اور صنف بھی ہے جنھیں لودھا کہتے ہیں جو باگور اور کنتول میں رہتے ہیں، وہ دیہاتوں میں رہتے ہیں کبھی دوسرے کاشتکاروں کے ساتھ ملکر اور کبھی خالصۃً اپنے گاؤں میں۔ یہ شودر ہیں اور یہ اصلاً گجراتی ہیں یہ ایک امن پسند غیر ضرر رساں نسل ہے جو بنجاروں سے بہت مختلف ہیں۔ اگر چہ وہ اسی تجارت میں مشغول رہتے ہیں جس میں بنجارے مشغول ہیں۔ لودھا بھی کاشتکار ہیں مگر وہ کوئی دوسرا پیشہ نہیں کرتے۔

باب ۱۸

ایک نمایاں علیحدگی و آزادی کی شان رکھتے ہیں۔ وہ اکثر بلور خود بڑے بڑے تخمین کے کاموں میں پڑ جاتے ہیں اور اگرچہ نہایت جاہل اور وحشی ہوتے ہیں مگر وہ ایماندار سمجھے جاتے ہیں۔ جن ساہوکاروں اور تاجروں سے ان کا تعلق ہوتا ہے ان پر بہت اعتماد کرتے ہیں اور تحریری حساب بہت رکھتے تھے۔ مگر عادت نے انھیں بہت تیز فہم بنا دیا ہے اور مسلسل کام لینے کی وجہ سے ان کا حافظہ ان کے وسیع کاروبار کے نہایت جزوی امور کو یاد رکھنے پر قادر ہے۔ (۱۵۳)

سوندی

وسطی ہند کے اندر یا جیسا اکثر کہا جاتا ہے آدھی ذات والے راجپوت سوندی ہیں جو سوندوارہ سے نکل کر بہت سے قرب وجوار کے اضلاع میں پھیل گئے ہیں۔ (سوندوارہ انھیں سوندیوں کے نام پر ہے) ان کی مختصر تاریخ دی جا چکی ہے۔ وہ ہندو ہیں اور راجپوت ویروں سے اپنا سلسلہ نسب ملانے پر فخر کرتے ہیں مگر ان کے عادات نے انھیں اپنے متعدد معاملات میں ان کے باپوں سے مختلف کر دیا ہے اور گاؤ میش کے گوشت سے پرہیز کرنے کے سوا ہندوؤں کے مخصوص رسم و رواج کو وہ بہت کم ملحوظ رکھتے ہیں۔ یہ قبیلہ مختلف طبقات یا خاندانوں میں منقسم ہے جو اپنے نام اپنے راجپوتی بزرگوں سے اخذ کرتے ہیں مگر سب ایک دوسرے کے ساتھ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ان کی عورتوں میں عقد ثانی بہت عام ہے اور راجپوتوں میں اس امر پر جو سختی ہے اس کے اعتبار سے وہ خیال کرتے ہیں کہ سوندی جن کے وہ اخلاف ہیں انھیں ان سوندیوں نے اس معاملے سے زیادہ کسی دوسرے معاملے سے ذلیل نہیں کیا ہے۔ حکومت کی قوت یا ضعف کے لحاظ سے سوندی یا کاشتکار ہوتے ہیں یا لیٹرے مگر غارت گرانہ جنگ کی طرف ان کا میلان ہمیشہ رہتا ہے اور جب مجبوراً ان کی گزر کاشتکاری سے ہوتی ہے اس وقت وہ ان عادات کا مزہ دل میں رکھتے ہیں۔ ان کا لباس تقریباً وہی ہے جو دوسرے باشندوں کا ہوتا ہے البتہ پگڑی کے انداز میں وہ کسی حد تک راجپوتوں کی نقل کرتے ہیں۔ عام طور پر وہ تومند اور مستعد (۱۵۴)

باب ۱۲

ہوتے ہیں مگر کسی حد تک اکھڑ اور جاہل بھی ہوتے ہیں۔ ملک کے دوسرے باشندے سوندیوں سے جس قدر نفرت کرتے اور ڈرتے ہیں ایسی نفرت اور ایسا خوف کسی نسل کے لوگوں سے نہیں کرتے۔ یہ سب تیز و تند شراب پیتے ہیں اور افیون حد سے زیادہ کھاتے ہیں۔ چونکہ وہ اپنے ذلت نسب اور ذات سے خارج سمجھے جانے کی وجہ سے ان قیود سے آزاد ہیں جو ہندو معاشرے کی دوسری شاخوں پر لازم ہیں، اس لئے وہ اپنی شہوانی خواہشوں کی اچھی طرح تشفی کرتے ہیں لہذا اس طبقے میں ایسی برائیاں عادی ہو جاتی ہیں جنھیں تقریباً ہر ایک دوسرا طبقہ وحشت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سوندیوں میں اتحاد بہت کم ہے اور ہر اس زمانے میں بھی خود ان کے اندر زیادتی اور قتل کے واقعات روزمرہ کی باتیں ہیں۔ ان کے عام جھگڑے زمین کے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ اور ہر فریق اسلحہ سے کام لینے پر آمادہ رہتا ہے۔ یہ نسل اس وقت جیسی خاموش ہے ایسی سو برس کے اندر کبھی نہیں ہوئی ہے۔ جب پنڈاریوں کی جنگ ختم ہوگئی تو برطانی حکومت کو یہ موقع ملا کہ وہ ان کی مضبوط گڑھیوں کو چھین لے اور انھیں اپنے گھوڑے بیچنے پر مجبور کرے اس سے ایک بڑی حد تک ان کی غارتگری کی قابلیت زائل ہوگئی مگر ان کی شر انگیز طبیعت کو دبائے رکھنے کے لئے اب بھی فوج کی موجودگی ضروری ہے اور ایسی بےچین اور بگڑی ہوئی خصلت کے لوگوں کی اصلاح کی امید صرف طولانی زمانے ہی سے ہو سکتی ہے۔ اس قبیلے کی عورتوں نے اپنے باپوں اور شوہروں کے اطوار اختیار کر لئے ہیں اور وہ نہ صرف دلیر ہیں بلکہ بدچلن بھی ہیں۔ سیپچے کے راجوں کی عورتیں کبھی برقعہ نہیں پہنتیں اور علانیہ گھتی چلتی ہیں اور ان میں سے بہتیری سواری میں ماہر ہیں اور بعضوں نے اپنے گاؤں یا کھیت کی حفاظت میں تلوار یا بھالے کے دلیرانہ استعمال سے شہرت حاصل کی ہے۔

۱۵۵

نکاح اور ضیافت کے موقعوں پر سوندی برہمنوں سے امداد حاصل کرتے ہیں مگر مذہبی کاموں کی ضرورت کے سوا برہمنوں کو ان سے بہت کم

باب ۱۲

ربط ضبط ہوتا ہے۔ اس اکھڑ نسل میں، چارنوں کے ساتھ زیادہ اخلاق برتا جاتا ہے مگر بھاٹ جو ان کے سلسلۂ نسل کے افسانے بیان کرتے ہیں اور گوییے جو خود ان کے یا ان کے باپوں کے کارناموں کے گیت گاتے ہیں وہ خاص منظور نظر ہیں جن پر سب کے انعام کی بارش ہوتی ہے۔

بھیلالہ

دوسرا قبیلہ بھیلالہ ہے جو بھیل قبیلے کے راجپوتوں سے نکلے ہیں۔ وہ اپنا نام بھیلوں کے تعلق سے اخذ کرتے ہیں جن کے درمیان انھیں اپنے بزرگوں کی برتری کی وجہ سے وقعت وعظمت حاصل ہے کوہستان وندھیا کے بھیلوں کے سردار تقریباً تمام بھیلالہ ہیں۔ اس طبقے میں راجپوتوں کے فخر و دعاوی کے ساتھ ساتھ بھیلوں کی عیاری و دغابازی بھی شامل ہے، اور تقریباً بلا استثنا ایک عیاش وجاہل نسل معلوم ہوتی ہے۔ برابر خطرات سے سابقہ پڑتے رہنے کی وجہ سے ان میں اکثر دلیری ہوتی ہے مگر اس حد تک عزت وشرم کا فقدان ان میں نمایاں ہے[۵۱]۔ ان میں ہم کبھی فیاضی اور بہادری کا وہ جذبہ نہیں دیکھتے جو سچے راجپوتوں کی ناکامیوں بلکہ برائیوں تک کو رفع کرنے کے لئے کبھی کبھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ ادھر حال کے زمانے میں ان کے اندر یہ غرور پیدا ہو گیا ہے طاقت[۵۲] ووقعت پر

۱۵

---

۵۱ اس امر کے ان کے خصائل میں ہونے کی متعدد نمایاں مثالیں میرے علم میں آئی ہیں مالوے میں صرف بھیلاکس (بھیلالہ) اور سوندی سردار ایسے لیڈر تھے جن پر کسی حال میں مسافر اعتماد نہیں کر سکتے تھے۔ جو راجپوت ہیں یا جو راجپوت نسل سے ہونے پر فخر کرتے ہیں انہیں مقدس گو مختلف طرح کی قسمیں ہیں اور ایسی قسم کھانا تقریباً ذلت کے برابر ہے مگر ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ایسے کمترین شخص کا بھی علم نہیں ہے جس نے مندروپ سنگھ بھیلاس (بھیلالہ) کے سامنے قسم کو شکست کیا ہو۔ اور اس کے بعض رفیقوں نے یعنی ساحل نربدا کے لیٹروں نے اس کی مثال دی ہے۔

۵۲ سیلانہ واقع کنار نربدا، ایک بھیلاس (بھیلالہ) سردار اور اندور کی ایک بیجے کی کوٹھی کے فیما بین ایک قرارداد ہوئی تھی وہ میرے قبضے میں ہے اس میں یااس سردار نے اپنے کو مہاراجہ موہن سنگھ سے ملقب کیا ہے یہ وہ بلند ترین خطاب ہے جو وسطی ہند کا کوئی حکمران اختیار کر سکتا ہے۔

باب ۱۲

پہنچ جانے کی وجہ سے قرب وجوار کے راجپوت سرداروں نے اپنا فائدہ اسی میں سمجھا ہے کہ اپنے تعصبات کو فراموش کر دیں اور اس حد تک سلہ عایت برتیں کہ ان کے ساتھ کھانا پینا جائز کر لیں۔

وسطی ہند میں راجپوتوں کی ناجائز اولاد کے اور بھی قبیلے ہیں جن کے نام پرامن باشندوں کی فہرست میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس نسل سے ہونے پر فخر رکھتے ہیں ان میں سے کمترین شخص بھی اپنے کو شودروں سے بالاتر سمجھتا ہے اور ٹھاکر راؤ ٹھاکر کیلئے اسے موجب فخر سمجھا گیا کہ سروی[2] قبیلے کی ایک عورت اس کے نکاح میں آگئی حالانکہ یہ قبیلہ خود آدھی ذات والا ہے اگر بھوانی کی ایک عورت کا جائزہ بیوی کے

۱۵۷

۱۵۸

لہ۔ نولانہ کا گرا سیا سردار جو راجپوتوں کے کچی قبیلے کا ہے اور کوہستانی وندھیاچل کے سابق ہیتاک بھیلاس (بھیلالہ؟) سردار نادر کے قرب وجوار کے اور بھی متعدد دوسرے سرداروں نے اس قزاق سے وداد و وفاق پیدا کیا اور ان راجپوتوں نے جو قربانیاں کیں ان میں ایک قربانی یہ بھی تھی کہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ اپنے لشکرگاہ میں ایسا ہوتے دیکھ کر ہیٹ سنگھ سے پوچھا کہ آیا اس سے اس کی تذلیل نہیں ہوئی اس نے کہا کہ اس کی تذلیل نہیں ہوئی مگر نادر کو رفعت حاصل ہو گئی۔

لہ۔ سرویوں کی ابتدا کے متعلق مجھے ایک تاریخ دی گئی ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ ان چوبیس راجپوتوں کے اخلاف سے ہیں جو اپنے حکمراں اندرا ؤ راجہ کو لھاپور کے بعد (جبکہ تقریباً چھ سو برس قبل اس نام کے قلعے پر ایک تدبیر سے قبضہ کر لیا گیا تھا) باقی رہ گئے تھے۔ یہ راجپوت اپنے حکمراں کے بعد زندہ رہنے پر اس قدر شرمندہ ہوئے کہ انھوں نے اپنی ڈھال تلوار پھینک دی اور راجپوت کا نام ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا اور اس کے بجائے سروی کا نام اختیار کر لیا جو رانگڑی کے لفظ "سیر" بمعنی کاشت سے مشتق ہے" اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ وہ اب آئندہ کاشتکاری میں مشغول رہیں گے اور سروی آج تک وسطی ہند کے بہترین کاشتکار مشہور ہیں۔ ان کی یہ مہارت کہ کنواں کہاں کھودا جائے کہ جلد پانی نکل آوے جس قدر غیر معمولی ہے اسی قدر امتحان شدہ ہے۔

باب۱۲

خاندان میں ہے جس نے اس خاندان کو بلند کر دیا ہے۔ یہ نکاح اس قرارداد کے نتیجے کے طور پر عمل میں لایا گیا جو پہلے ملہار راؤ نے طے کیا تھا مگر چونکہ اس کا خلف گڈریے کے فرو تر قبیلے سے تھا اس لئے اسے کھتری نسل کی عورت سے نکاح کی اجازت ایک ایسی رسم کے بغیر نہیں مل سکتی جس سے فرق کا اظہار ہوتا ہو۔ مرہٹہ حکمراں کی تلوار جس کے گرد اس کا رومال بندھا ہوا تھا اس حکمراں کی نمایندہ تھی اور عورت کا عقد اس سے ہوا۔ پس اس عورت نے اس تلوار لگانے والے سے عقد کیا نہ کہ گڈریے سے۔

نہ صرف چھوٹے چھوٹے راجپوت حکمراں بلکہ نہایت پست درجے کے لئے لٹیرے سردار بھی جو اس قبیلے سے قرابت کا دعویٰ رکھتے ہیں ان میں یہ رواج ہے کہ اپنے سے پست تر لوگوں کے نام جو خطوط یا احکام لکھتے ہیں ان پر نیزے یا خنجر کا ایک بھدا نشان کھینچ دیتے ہیں۔ یہی نشان خیراتی عطیات پر منقوش ہوتا ہے جسے تانبا پٹہ کہتے ہیں کیونکہ وہ تانبے کے پتروں پر لکھا جاتا ہے۔ اس علامت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس فریق نے یہ سند عطا کی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس قبیلے کا ایک شخص اس علم میں مخصوص طور پر ممتاز تھا حال میں تولبائی سے اندور لایا گیا تھا۔ اس نے تانتیا جوگ کے باغ میں ایک جگہ کنوئیں کے لئے تجویز کی اور پانی تک پہنچنے کے لیے مٹی اور پتھر کی جو تہیں ملیں گی ان کا تفصیلی بیان دیا۔ اسے لکھ لیا گیا اور اسی وقت کام کا ایک تخمینہ بنایا گیا۔ مسٹر ولزلی نے اس کاغذ اور زمین وغیرہ کے متعلق اس کی توثیق کو دیکھ کر اس شخص کو اپنی اراضی میں ایک کنواں کھودنے کے کام پر لگایا۔ پتھر اور مٹی وغیرہ کی توضیح کا ایک کاغذ دیا گیا۔ جس وقت یہ تعلیق لکھی جا رہی تھی اس وقت تک یہ کنواں پچیس فٹ کھد چکا ہے اور اس وقت تک اس کی پیش بینی صحیح ثابت ہوئی ہے۔ پچاس فٹ سے پہلے اسے پانی کی توقع نہیں تھی۔ نتیجے کا انتظار کسی قدر اضطراب کے ساتھ ہوتا رہا اور کام کرنے والوں کی رفتار ترقی تفصیلی طور پر درج ہوتی رہی۔ کیونکہ اس شخص کے فن سے اگرچہ بہت کچھ وہم پرستی کا تعلق ہے مگر یہ صاف عیاں ہے کہ اسے اس بارے میں اچھی بصیرت حاصل ہے۔

باب ۱۴

اس کی قوت کا انحصار تلوار پر ہے۔

راجپوت یا ایسے قبیلے جو اس صوبے میں مخلوط ذات سے وجود میں آئے ہیں ان کے شاخ در شاخ سلسلے کا پتا لگانا بے پایاں کام ہوگا مگر یہ دیکھنا تعجب سے خالی نہیں ہے کہ برہمن باپوں اور راجپوت ماؤں کی اولاد سے ہے وہ اپنی ماؤں کے نسب پر فخر نہیں کرتے بلکہ اپنے باپ کے لباس اور رواج کی پیروی کر کے مدنی مشاغل میں مصروف ہو جاتے ہیں مثلاً تجارت، محرری یا خردہ فروشی۔ وہ وسطی ہند اور بالخصوص اجین میں بہت کثیر التعداد ہیں۔ انھیں کوئی غرور نہیں ہے اور وہ اپنی عورتوں کی حیاسوز عادتوں کے لئے مشہور ہیں۔ ۱۵۹،

تجارتی طبقات

وسطی ہند میں تقریباً تمام ساہوکار اور صراف اور ایک بہت بڑی تعداد بنیوں کی گجرات کے لوگوں کی ہے یا مارواڑ کے لوگوں کی۔ اور عام طور پر یہ زیادہ پرانے آباد کار نہیں ہیں۔ اجین میں گجراتی اصل کے جو بڑے ساہوکار ہیں وہ تین صدی قبل آئے تھے اور مارواڑ کے ساہوکار اس کے بعد کو شجاعل پور کی بڑی کوٹھی تین سو برس قبل قائم ہوئی تھی برخلاف ازیں اندور کی پرانی سے پرانی کوٹھیاں بھی سو برس سے قبل کی نہیں ہیں۔ صرف دو خاندان ملتے ہیں، جو اس آخر الذکر شہر یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ گاؤں میں (کیونکہ جب وہ آئے ہیں تو یہ گاؤں ہی تھا) مرہٹوں کی حکمرانی کے قبل آباد ہوئے۔ ایسی یادداشتیں موجود ہیں کہ اس ملک میں اس قبیلے کے نہایت ہی دولتمند لوگ اس وقت موجود تھے جب مانڈو کے بادشاہوں کے فروغ کا زمانہ تھا، درحقیقت بعض شاہانہ ساہوکاروں کی روایت ابھی تک محفوظ ہے جو اس دار الصدر[1] کے اندر محلوں میں رہتے تھے مگر یہ لوگ گجرات کے تھے۔

---

[1] ۔ مانڈو، گمنڈاسا[2] اور بیلیا[3] کے وہ ساہوکار جو راجہ بھوج کے وقت سے شاہان خلجی کے زمانے تک ہوئے، ان سب کے نام وسطی ہند کے تجارتی طبقے کی روایات میں محفوظ ہیں۔ ان کی دولت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بہت زیادہ تھی۔

۱۶۰ وشنو اور جین فرقوں کے ساہوکار و صراف۔

مالوے میں ساہوکار، صراف اور بنیے یا جین ہیں یا وشنو عقیدے کے ہیں مگر زیادہ تر اول الذکر ہیں[1]۔ اور ان کی دولت اور ان کا اثر بہت لوگوں کو ان کے عقیدے میں لانے کا باعث ہوتے ہیں۔ تقریباً زیادہ تمام وشنو اور شنو درگماشتے اور ملازم جن سے وہ کام لیتے ہیں۔ اگر پہلے سے جین نہیں ہوتے تو اب اس فرقے کے مقابلے کے موافق ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے جینی قبیلہ (جو ہمیشہ برہمنوں کی نظر میں مبغوض رہا ہے) وسطی ہند کے برہمن پجاریوں کے لیے قابل نفرت بن گیا ہے۔ ہندو حکمرانوں کے تمام عنایات بھی انھیں اس مخاصمت سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ چھ برس قبل جینوں نے اجین میں خوبصورت مندر بنایا اس کی تقدیس کے لیے اور مندر کے اندر جینیوں کی محبوب مورت[2] رکھنے کے لیے گجرات سے ایک جتی یعنی ایک بلند درجہ پروہت آیا۔ لیکن ہوا یہ کہ جو دن اس غرض کے لیے مقرر کیا گیا تھا اس کی صبح کو جب مراسم شروع ہوگئے اور جین مندر میں بھر گئے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ ان کی مورت آتی ہوگی، ناگاہ ایک برہمن نمودار ہوا جو دریائے سپرا کا ایک

۱۶۱

بیضاوی پتھر لیے ہوئے تھا جسے اس نے مہادیو کا نشان ظاہر کیا۔ دوسرے برہمنوں اور گوسائیوں کا ایک جرگہ اس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ یہ لوگ ڈنڈوں اور بھالوں سے مسلح تھے انھوں نے بہت جلد بنیئے ساہوکاروں اور دکانداروں کو ان کے مندر سے نکال دیا۔ جو طاق جینی دیوتا کے لیے طیار کیا گیا تھا اس میں مہادیو کی بھدی مورت رکھ دی گئی ہے۔ برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں نے شور مچانا شروع کیا اور چلانے لگے کہ جینوں کا برباد

---

[1] - پرتاب گڑھ میں جینی عقیدے کے پندرہ سو خاندان ہیں اور ڈیڑھ سو وشنو عقیدے کے۔ بانسواڑے میں آخر الذکر زیادہ کثیر التعداد ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً چار سو ہے اور اول الذکر سوا سو۔ ڈونگرپور میں تقریباً ڈھائی سو جین اور پچاس وشنو ہیں۔ ساگ واڑے میں تین سو جین اور پچاس وشنو ہیں۔

[2] - پرسوا ناتھ Parswanath

باب ۱۶

کرنے والا مہادیو“ خارج شدہ فریق نے شہر کے والی کے پاس مرافعہ کیا۔ مگر دوسرے قبیلے بہت قوی تھے اور وہ والی کی اس نوعیت کی مداخلت سے بہ تقابل پیش آ سکتے تھے۔ دولت راؤ سندھیا کی جانب رجوع کیا گیا مگر اس کے اقتدار پر بھی زیادہ توجہ نہیں کی گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ اجین کو چھوڑ دیں گے اور اجین اور گوالیار برباد ہوں گے (کیونکہ دونوں جگہوں میں جینوں نے تمام کاروبار روک دیئے تھے اور دکانیں بند کر دی تھیں۔) تو اس نے اس زیادتی اور اہانت کے انسداد کے لئے ہر ایک تدبیر اختیار کی لیکن اس کی تہدیدوں اور اس کی التجاؤں دونوں کا مذاق اڑایا گیا اور مذہب کے معاملے میں انتہائی حد تک جانے سے وہ خائف ہو گیا، مجبوراً اسے اسی پر بس کرنا پڑا کہ جینیوں کے مصارف وغیرہ واپس دے کر جو کچھ تلافی اس سے ممکن ہو وہ کر دے۔ جین ہی اپنی قلت تعداد اور اپنے پُرامن عادات کی وجہ سے لاچار تھے، وہ بھی مجبور ہو کر اسی نامکمل تلافی پر قانع ہو گئے اور اپنی جانوں پر یہ مزید ستم برداشت کرتے رہے کہ جو مندر انھوں نے بنایا تھا وہ اجین میں ہندوؤں کی سب سے زیادہ ہر دلعزیز عبادت گاہ بن گیا (اور یہ ہر دلعزیزی خاص کر اس کے طریق حصول کی وجہ سے ہوئی)۔

۱۶۲

جین اور وشنو فرقے[1] اگرچہ مختلف مراسم و اعمال ادا کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ دونوں دیش ذات سے ہیں اس لئے وہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ دونوں کی کثیر التعداد ذیلی تقسیمیں ہیں ان میں سے خاص بستا اور دستا یعنی جائز اور ناجائز ان دونوں میں ہمیشہ لطف آمیز

---

[1] یہ فرقے کا فرق ہے، ذات یا خاندان کا فرق نہیں ہے۔ ساتھ کھانے اور باہم مناکحت کے فرق، ذات یا خاندان میں ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی خاندان کے بعض بنیے وشنو ہیں اور بعض جین لیکن عقیدے کے اس فرق سے باہم میل جول یا شادی بیاہ بند نہیں ہوتا۔

باب ۱۲

تعلقات رہتے ہیں لیکن وہ اگرچہ ایک ساتھ کھاتے ہیں مگر ان کے اخلاف آپس میں شادی نہیں کرتے اس طبقے کی آبادی کے اندازے پر بعد کو نظر کی جائے گی۔ گجراتیوں کی بہ نسبت مارواڑیوں کی تعداد زیادہ ہے مگر یہ صرف اس وقت سے ہوا ہے جب سے وسطی ہند پر مرہٹوں کی حکومت قائم ہوئی ہے' ریاست جودھپور سے ان کے تعلق کی وجہ سے وہاں کے مستعد و جفاکش باشندوں کی ایک کثیر تعداد مالوے اور ملحقہ صوبجات میں آگئی ہے' مگر ان نئے آباد ہونے والوں کی ایک کثیر التعداد ایسی ہے جو اپنے ملک سے تعلق قائم رکھتے ہیں درحقیقت ان میں سے بہت سے اپنے آخر ایام زندگی گزارنے کے لئے اپنے وطن کو جاتے ہیں کاروبار میں اپنے حصے اپنے ملک کے نوجوان لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں۔ اور یہ حصے چھوٹی سے چھوٹی دکانوں تک میں ہوتے ہیں۔ یہ نوجوان جماعت وسطی ہند اور دکن میں قسمت آزمائی کے لئے سال بسال آتی رہتی ہے۔

۱۶۳
ساہوکاروں اور بنیوں کے عادات و خصائل۔

وسطی ہند کے تجارتی طبقات نے گزشتہ تیس برس جن حالات میں زندگی بسر کی ان کے اثر سے ان کے عادات و اطوار یا بعض ان کے قبیلے کے دوسرے لوگوں کے عادات و اطوار کی بہ نسبت پست تر ہو گئے مگر وہ مستعد' ذہین اور جفاکش ہیں اور عام طور پر دیانت داری کے لئے مشہور رہیں۔ یہ لوگ (بالخصوص جین) بہت پرہیزگار ہیں ان کی غذا میں کوئی حیوانی شے شامل نہیں ہوتی' وہ تیز شراب نہیں پیتے البتہ ان میں سے بہت سے افیون استعمال کرتے ہیں مگر اس میں بھی بے اعتدالی بہت کم کرتے ہیں۔ ان کی عورتیں برقع پہنتی ہیں اور شادی کے بعد بلکہ منگنی ہو جانے کے بعد (جو بہت ہی ابتدائی عمر میں ہوتی ہے) پردے میں رہتی ہیں۔ لیکن اس سے قبل تک لڑکیاں بھی اسی طرح باہر نکلتی ہیں جس طرح لڑکے اور بڑے بڑے ساہوکار اپنی لڑکیوں کو اس فخر کے ساتھ مجمع میں لاتے ہیں جس طرح لڑکوں کو جین روزہ رکھنے میں بہت سخت ہیں اور ان کا روزہ ہندوؤں کے دوسرے قبیلوں کی بہ نسبت

باب ۱۲

زیادہ لمبا اور زیادہ سخت ہوتا ہے۔ کارآمد آدمیوں کے اس طبقے کو شہنشاہان دہلی بہت پسند کرتے تھے اور بالخصوص فرزانہ و روادار اکبر۔ ان میں سے جو لوگ اکبر کے زمانے میں وسطی ہند میں آباد ہوئے انھیں اس کی پوری حفاظت وعنایت حاصل تھی اور ان کے پاس اب بھی اس کا ایک شاہی فرمان موجود ہے۔^ل ۱۶۴

لہ۔ میرے سامنے ایک درخواست پیش ہوئی کہ "پجیا سور" میں (یعنی ان بارہ دنوں میں جو مقدس سمجھے جاتے ہیں) جانوروں کے ذبح کرنے کی ممانعت کردی جائے اور اکبر کا اصل فرمان (جو اجین میں ان کے اعلیٰ پیشوائے مذہبی کے پاس محفوظ ہے) میرے ملاحظے کے لئے بھیجا گیا۔ ذیل میں اس عجیب دستاویز کا لفظی ترجمہ دیا جاتا ہے:۔

بسم اللہ اللہ اکبر

فرمان بادشاہ جلال الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی

متصدیان مالوہ کو معلوم ہو کہ چونکہ ہماری تمام تر خواہش نیک کاموں کے کرنے کی ہے اور ہمارے نیک ارادے ہمیشہ ایک مقصد کی طرف راجع رہتے ہیں کہ ہم اپنی رعایا کے دلوں کو خوش کریں وغیرہ وغیرہ۔

کسی مذہب یا عقیدے کے ایسے لوگوں کا مذکور جب ہمارے سامنے ہوتا ہے جو پاک زندگی بسر کرتے اپنا وقت مذہبی بصارت میں صرف کرتے اور صرف خدا کے تصور میں غرق رہتے ہیں تو ہم عبادت کے ظاہری اشکال سے اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور صرف دلوں کی نیت پر خیال کر کے، ہمارے دل میں، یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہم انھیں اپنا قرب عطا کریں اور یہ خواہش اس وجہ سے ہوتی ہے کہ خدا کے نزدیک مقبول ہو۔ اسی بنا پر جب یہ مسموع ہوا کہ ہیرجی سور اور اس کے چیلے غیر معمولی زہد و اتقا اور سخت عبادت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو اپنے حضور میں طلب کیا اور پایۂ سعادت کو بوسہ دینے کی اجازت سے ان کی عزت افزائی کی۔

بعد برخاست اور اپنے ملک کو واپس جانے کی اجازت کے بعد انھوں نے

باب ۱۱ ۱۶۵

جس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ پچیا سور یعنی جینیوں کے بارہ دن کے روزے کے دوران میں اس صوبے کے اندر کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے۔ ساہوکار نذرانے دیکر اس قسم کے احکام مرہٹوں اور دوسرے حکمرانوں سے سال بہ سال حاصل کرتے رہے ہیں۔

قبیلۂ کائستھ یا کایتھ۔

مسلمانوں نے جب ہندوستان پر حملہ کیا اور راجپوت حکمرانوں کو فتح کرلیا، تو ہم نتیجۃً یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس ملک کے برہمن جو علم و عزت رکھتے تھے ان کی ناروا داری اور زیادتی سے بھاگ گئے ہوں گے لیکن فاتحوں کو اپنی نئی حکومت کے جزئیات کو چلانے کے لئے کائستھ (یا جیسا کہ زیادہ عام طور پر کہا جاتا ہے کایتھ) قبیلے میں نسبتۃً زیادہ اطاعت شعار اور اچھے کارکن مل گئے۔ اس قبیلے میں مذہبی تشکیک بہت کم ہے کیونکہ وہ ہندوؤں میں نیچے درجے کے ہیں۔ خود انھیں کی یادداشتوں کے بموجب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) حسب ذیل درخواست کی اگر بادشاہ غریب نواز یہ احکام جاری فرمادے کہ بھادوں کے بارہ دنوں میں جنھیں پچیا سور کہتے ہیں (اور جنھیں جین خاص طور پر متبرک سمجھتے ہیں) ان شہروں میں کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے جہاں اس قبیلے کے لوگ رہتے ہوں تو دنیا کی نظروں میں ان لوگوں کی وقعت ہو جائے گی اور بہت سے جانوروں کی جان بچ جائے گی اور اعلیحضرت کا یہ فعل خدائے تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوگا۔ جن لوگوں نے یہ درخواست کی چونکہ وہ دور دراز سے آئے تھے اور ان کی درخواست ہمارے مذہب کے حکم کے مغایر نہ تھی بلکہ اس کے برعکس محترم و مقدس مسلمانوں نے جو نیک اعمال متعین کئے ہیں ان کے موافق تھی، ہم نے اسے منظور کرلیا، اور یہ احکام دیے کہ ان بارہ دنوں میں جنھیں پچیا سور کہتے ہیں کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے۔

موجودہ سند ہمیشہ برقرار رہے گی اور سب پر اس کی تعمیل واجب ہے اور ان کو یہ سعی کرنا چاہیئے کہ کسی شخص کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائی میں تکلیف نہ دی جائے۔

مورخہ ۷۔ جمادی الثانی سنہ ۹۹۲ھ۔

جن میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ لوگ انتظام مملکت میں اپنے سابقہ دخل کی وجہ سے پوری طرح مہارت رکھتے تھے اور اپنے کو کاملاً کارآمد بنانے کے لئے صرف اتنا ہی درکار تھا کہ جو اوصاف ان میں موجود تھے ان کے ساتھ اپنے نئے آقاؤں کی زبان کا اضافہ کرلیں۔ مسلمان ان ہندوؤں کو اپنے ساتھ جنوبی فتوحات میں لے گئے اور

۱۶۶

یہ لوگ وسطی ہند اور دکن کے ممالک میں پھیل گئے اور ان میں سے بعض خاندان جو ضلعوں کے قانون گو یا دیہات کے پٹواری ہیں (کہ مالگزاری کے یہ دونوں محکمے ان کی تعلیم کے اعتبار سے ان کے لئے موزوں ہیں) وہ اس ملک میں اپنی اقامت کو قدیم ترین اسلامی فتح کے وقت سے بتلاتے ہیں۔ ان میں سے بعض زیادہ حال کے زمانے میں آئے ہیں قدیم نو آبادکار مالوی کایستھ بتلاتے ہیں اور ان مالوی کایستھوں میں اور نئے آنے والوں میں نمایاں فرق ہے۔ وہ ایک ساتھ کھاتے ہیں مگر آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے اور باخود ہا بہت کم ربط رکھتے تھے۔ راجپوت سرداروں نے اس قبیلے سے بہت کام لیا ہے اور ان میں سے بعض افراد راجپوتوں اور مسلمانوں کی بدولت بہت اعلیٰ مدارج پر پہنچ گئے ہیں۔

کایستھوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی ابتدا حروف کے ایجاد کی ہمعصر ہے یعنی وہ خلقتہً علمی طبقے ہیں محنت مزدوری کرنے والا طبقہ نہیں ہیں اور اس لئے وہ اپنے کو علم کے لئے وقف سمجھتے ہیں تقریباً ان سب کو فارسی لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے اور وسطی ہند میں وہ رنگڑی (یعنی ہندوؤں کی پراکت) بھی سیکھتے ہیں جس میں عام طور پر کاروبار ہوتا ہے۔ ان میں تعصبات بہت کم ہیں اور ذات کا کوئی غرور نہیں ہے ان کی تعلیم اور ان کی جفاکشی کی عادتوں سے انہیں جو اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں بازار میں ان کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ تمام دفتروں میں جہاں تحریر اور حساب کتاب کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اس طبقے کے لوگ پائے جاتے ہیں فوج میں اور ملک میں منتظمین اور محررین سے لے کر دیہاتوں کے ادنیٰ منشیوں تک کا

باب ۸
۱۶۷

یہی حال ہے[1]۔ صرف کوٹا کے ملک میں اس کارآمد اور علمی قبیلے کے تین ہزار خاندان شمار میں آئے ہیں۔ وہ اپنی اخلاقی خصلت کی سختی کے لئے مشہور نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے مسلمان اور راجپوت آقاؤں کی خواہشوں پر عمل کی گنجایش نکال لینا اور بے چون وچرا اطاعت کرنا ہی ان عہدوں کے لئے سفارش کا کام دیتی ہیں جن پر وہ اُن جاہل نسلوں کے تحت فائز ہوتے ہیں جن کے غرور کو اس کے بغیر تسکین نہیں ہوسکتی کہ جن لوگوں کو ان سے زیادہ واقفیت کا علم ہو وہ ان سے کام بھی لیں اور ساتھ ہی انہیں بے وقعت بھی رکھیں۔ وسطی ہند میں کایستھوں کی تعداد پر بعدازیں نظر کی جائے گی مگر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس قبیلے کا کوئی غیر تعلیم یافتہ نہیں ہے اور انھیں نہ کوئی بھیک مانگتے دیکھا اور نہ خدمت گاری کا ادنیٰ قسم کا کام کرتے ہوئے دیکھا۔ ان میں ایک طرح کی عزیز دارانہ ذمہ داری ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ جب وہ وطنی حقوق یا زمین کے وارث نہیں ہوتے تو وہ کسی دوسرے ملک میں چلے جانے اور اپنے پیشے کے مطابق تحریر یا حساب کتاب کا ہر طرح کا کام اختیار کرنے کے لئے طیار رہتے ہیں۔ جس ملک میں اتنا کثیر حصہ (خاص کر فوجی حصہ) غیر تعلیم یافتہ ہو وہاں یہ امر تعجب خیز نہیں ہے کہ اس قسم کی نسل کو (خواہ وہ تعداد میں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو) شغل کی کمی نہ ہوگی اور جس جسمانی محنت کو وہ اپنی ذلت سمجھتے ہیں اور جسے دوسرے ہندو فرقے (جن میں برہمن بھی شامل ہیں) اکثر مجبور ہو کر اختیار کر لیتے ہیں، انھیں وہ ذلت نہ اختیار کرنا پڑے گی۔ کایستھ خود آپس میں بھی ایک دوسرے کی ادنےٰ قسم کی خدمت نہیں کرتے۔ اس معاملے میں ان کا خیال خود انھیں کے الفاظ میں یہ ہے کہ

۱۶۸

---

[1] ۔ دیوالی یا ہولی کے تہواروں میں تمام کایستھ دیوا پوجا یعنی لکھنے کی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں کیونکہ یہی ان کی گزر کا ذریعہ ہیں، اور ضلعوں کی بڑی کچہریوں میں اس پوجا کے اخراجات سرکار سے ملتے ہیں۔

باب ۱۲

وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ خدا نے جن ہاتھوں کو صریحاً تحریر کے معزز کام کے لیئے بنایا ہے ان ہاتھوں سے ذلیل قسم کے کام لینا گناہ ہے۔

پجاری، مذہبی فرقے اور فقیر

جیساکہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں ہے ایسا ہی وسطی ہند میں بھی مذہبی ہندوؤں کی ایک تعداد ہے۔ جو بعض وقت شہروں و قصبوں میں بس جاتے ہیں۔ مگر زیادہ تر خیرات یا کام کی توقع کے لحاظ سے وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ جو لوگ فقیر بن جاتے ہیں ان میں سب سے زیادہ کثیر التعداد بیراگیوں کی ہے۔ جب تک انھیں وظیفہ یا زمین کی معافی نہ حاصل ہو اس وقت تک وہ بہت کم کہیں جم کے رہتے ہیں لیکن ان میں سے بہتوں کو وظیفہ و زمین حاصل ہے۔ گوسائیں ان سے بہت مختلف ہیں وہ ہمیشہ مسلح رہتے ہیں اور سرداروں کے تحت جماعتوں میں رہتے ہیں اور دوسرے لوگ جو خیرات خوشامد سے مانگتے ہیں وہ اکثر اسے بزور حاصل کر لیتے ہیں لیکن وہ سپاہی کے طور پر خدمت قبول کرنے کے لیئے بھی طیار رہتے ہیں اور دلیر و فادار ہونے میں مشہور ہیں۔ وہ تجارت بھی کرتے ہیں اور کاشتکاری بھی وہ عام طور پر مغربی ہند سے

۱۶۹

آتے ہیں مگر ان کی ایک تعداد کئی پشتوں سے وسطی ہند میں آباد ہو گئی ہے اور اس مذہبی فرقے کے ایسے لوگوں کی مثالیں موجود ہیں جنھوں نے اعلیٰ رتبے حاصل کر لیئے ہیں [۱]

شودر

وسطی ہند کے شہروں میں ان ذاتوں کے سوا جن کا ذکر ہو چکا وہ تمام شودر قبیلے [۲] جو ہندوستان کے دوسرے اقطاع میں ہیں یہاں بھی ہیں۔

---

[۱] ۔ برودانی کی چھوٹی سی امارت کا منتظم ایک گوسائیں ماس گیر ہے۔ وسطی ہند میں اس قبیلے کے متعدد فریق ہیں جن میں دو ہزار سے تین ہزار تک آدمی ہیں خاص کر پیدل سپاہی اور اجین میں اس طبقے کے بعض تاجر نہایت دولتمند ہیں۔

[۲] ۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ وسطی ہند میں ابتری برپا ہونے اور خاندانوں کے انتشار سے فائدہ اٹھا کر بہت سے شودروں نے اپنے نام کے ساتھ سنگھ لگا کر

یا ہا

ان کی تمیز ان پیشوں تجارتوں یا شغلوں سے ہوتی ہے جو وہ اختیار کرتے ہیں، ہر ایک کا ایک نام ہے، رہبر، گڈریے، سنار، گویّے، تیلی، مالی، جولاہے، حلوائی سے لیکر مزدوروں کے ادنیٰ طبقات کلوال، رسی بنانے والے، ناچنے والے اور جھاڑو دینے والوں تک۔

دیہات میں بھی اسی طرح کے تجارت کرنے والے اور کاریگر ہیں اور مسلمان، برہمن اور راجپوت کاشتکاروں کے علاوہ کئی طرح کے شودر ہیں جن کا کام صرف زمین کی کاشت کرنا ہے۔ اس طبقے میں سب سے زیادہ قابل وقعت کمبی اور جاٹ ہیں۔ جاٹ اور گوجر نہایت کثیر ہیں اور یہ

۱۷۰

امر قابل لحاظ ہے کہ یہ دونوں قطعاً ہندوستان خاص سے آئے ہیں۔ کوئی شودر خاندان کسی دوسرے خاندان کے ساتھ کھائے گا نہ شادی کرے گا۔ جس طرح ہندوستان کے دوسرے حصوں میں ہے اسی طرح یہاں بھی وہ اپنے باپ دادا کے رواج اور پیشے پر چلتے ہیں۔ نائی، دھوبی بھنگی غرض ہر ایک کے اپنے بھاٹ ہیں جو ان کے نسب نامے کو محفوظ رکھتے اور ان کے بزرگوں کے قصے سنا کر انھیں خوش کرتے ہیں۔ بھاٹ کا تعلق جس ذات سے ہوتا ہے ہمیشہ اس ذات میں اس سے کام لیا جاتا ہے۔ کسی گاؤں میں اس کے آنے کی خوشی ایسی ہوتی ہے گویا میلے کا دن ہے اور ادنیٰ طبقات میں آپس کی شادی کے تمام معاملات کو وہ طے کر دیتا ہے۔

یہاں کے شہروں کے رہنے والے شودر باشندے ہندوستان کے دوسرے حصوں کے شودر باشندوں سے کسی اہم معاملے میں مختلف نہیں ہیں۔ عام الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ وہ ایک خاموش اور محنتی نسل ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اپنے کو کھتری یا اس قبیلے کے اخلاف بنا لیا ہے امتیازی حیثیت سے لفظ "سنگھ" کا رواج راجپوتوں میں حال کے زمانے میں ہوا ہے اور چونکہ راجپوتوں نے اسے اختیار کیا ہے، گرو گوبند کے تمام سکھ پیرووں نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔

باب ۱۲

دیہات کے رہنے والے بھی ایسے ہی ہیں اور جن حالات میں وہ رہے ہیں، ان پر نظر کرتے ہوئے ان کے اخلاق میں جو خفیف تغیر ہوا ہے وہ نہایت نمایاں ہے۔ اس جماعت کی گزشتہ تیس برس کی تاریخ کی غائر تحقیق سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت سے مجبور ہو کر تقریباً یہ سب کے سب لٹیرے اور قزاق ہو گئے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ان کے حکمراں لوٹتے تھے، وہ لوٹتے تھے اور سب لوٹتے تھے۔ درحقیقت اس کے سوا کوئی دوسرا پیشہ نہیں تھا۔ تاہم یہ لوگ خوشی کے ساتھ ان قیود و عادات کی طرف واپس آ گئے ہیں جو ان کے پیدائشی قیود و عادات ہیں۔ اور اگر خود ان کا یقین کیا جائے تو وہ گزشتہ پریشانیوں سے عاجز آ گئے ہیں اور خوشی سے ان پرامن مشاغل کی طرف واپس آ گئے ہیں جنھیں انھوں نے ایک وقت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔

۱۷۱

وسطی ہند کے شودر باشندے اپنے موجودہ افلاس کی وجہ سے طمع کے بہت زیادہ شکار نہیں ہوئے اور چند ہی بڑی جماعتیں ایسی ہیں جن میں برائی یا جرم اس قدر کم ہو۔ ان کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ جب اجنبیوں سے یا حکومت کے عہدہ داروں سے ان کا سامنا ہوتا ہے تو سچ بولنے سے گریز کرتے ہیں اور کبھی کبھی قطعی جھوٹ کہتے ہیں مگر یہ نتیجہ ہے ان لوگوں کے جرم و خوف کا جو ظلم و زیادتی کا شکار بنے رہنے والوں کی عادات میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کے آپس کے معاملات میں جھوٹ اس قدر عام نہیں ہے اور متعدد (بالخصوص بعض کاشتکار) ایسے ہیں جو سچائی کی پیروی کے لئے ممتاز ہیں۔ معاشرے کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کی وجہ سے جو جرائم پیدا ہوئے ان میں زنا سب سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ زیادتی معلوم ہوتی ہے جو ان کی عورتوں کو بے قید سپاہیوں کی وجہ سے برداشت کرنا پڑی اور نتیجہ یہ ہوا کہ جس وصف کو وہ برقرار نہیں رکھ سکے وہ ان میں ناپید ہو گیا۔ ان کے حکمرانوں کے اضافۂ آمدنی کی خواہش نے عفت فروشی پر سخت جرمانے

باب ۷

عائد کر رکھے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے باشندوں کی ہم آہنگی میں بڑی حد تک فرق پڑ گیا ہے کیونکہ کوئی شخص صحیح یا غلط اطلاع دیدے اس پر توجہ کی جاتی ہے اور اس سے انسانی طبیعت کے بدترین جذبات حقد حسد، انتقام کے پورا کرنے کا موقع ملتا تھا۔ اس سے قبل[1] یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب پنڈاروں سے نئے آباد کار ترلام میں آئے تو ان کے شرائط قرار داد میں اہم شرط یہ تھی کہ ان کی عورتوں کے حدود اختیارات انھیں کے ہاتھ میں رہیں گے عورتوں کو زنا کاری کے لئے جرمانہ نہیں کیا جائے گا۔ اس قبیلے کے معزز لوگوں کا بیان یہ ہے کہ یہ شرط اس وجہ سے نہیں قرار دی گئی تھی کہ اس قبیلے کے لوگوں کو اپنی بیویوں اور بیٹیوں کی عصمت پر اعتماد نہیں تھا بلکہ اس خیال سے ایسا کیا گیا تھا کہ خاندانی معاملات میں حکومت کی مداخلت سے برے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ ۱۷۲

وسطی ہند کے کاشتکار

وسطی ہند کے کاشتکار اچھے کشاورز سمجھے جاتے ہیں اور ان کے کھیت خاص کر نہری کھیت ان کی مہارت کے شاہد ہیں۔ جن حالات میں انھوں نے زندگی بسر کی ہے ان کی وجہ سے ان میں برداشت شدائد کی قوت آگئی ہے، اور ان میں سے بہت سے ہیں جو اپنے مویشیوں، کھیتوں اور گاؤں کی مدافعت میں ہمت دکھانے کی اعلیٰ قابلیت رکھتے ہیں۔ اس وقت تقریباً ان سب کے پاس ہتھیار ہیں۔ پہلے ویسا نہیں تھا بلکہ یہ ادھر حال کے زمانے میں ملک کی ابتر حالت کا نتیجہ ہے۔ سخت ہنگامے جو راجپوتوں میں عام ہیں اور جن لوگوں میں فساد ہوا گروہ موقر اشخاص ہیں تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ ہنگامے دیہاتوں اور قبیلوں کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لیں۔ اس قسم کے ہنگامے شوردر کاشتکاروں میں بہت ہی شاذ و نادر ہیں۔ ۱۷۳

---

[1] زنا کاری کے لئے فریقین کے خاندانوں پر جرمانہ کیا جاتا ہے اور عام طور پر ان کے املاک کے بیشتر حصے کی ضبطی تک پہنچ جاتا ہے۔

[2] ملاحظہ ہو جلد اول ص ۵۶۵ (انگریزی صفحہ)

باب ۱۲

یہ کاشتکار با اعتدال، خوش وخرم اور پرامن لوگ ہیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ معقول یگانگت کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کے خاص جھگڑے زمین کے متعلق ہوتے ہیں، لیکن جب یہ جھگڑے برپا ہو جاتے ہیں، خواہ گاؤں کے حدود سے متعلق ہوں یا افراد کے دعاوی سے متعلق ہوں تو جملہ فریق ایسی شدت کا اظہار کرتے ہیں جو ان کی معمولی نرمی وسست روی سے بالکل مغائر معلوم ہوتی ہے۔ غرض، عزت، غرور، اور دل کا ہر ایک جذبہ برانگیختہ ہو جاتا ہے اور ان کے احساسات اس قدر مشتعل ہو جاتے ہیں کہ اس قسم کے جھگڑوں کے طول پکڑ جانے سے جو مصیبت پیش آنے والی ہوتی ہے اس کا تیقن بھی ان کو اپنے مقصد سے ہٹا نہیں سکتا۔ اگر وہ اپنے مخالف کو بھی اتنا ہی تباہ کریں جتنا خود تباہ ہوں تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

وسطی ہند میں باشندوں کا کوئی طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے عادات و اخلاق اس قدر پست ہو گئے ہوں جتنے شہروں اور دیہاتوں کے زمینداروں اور بھیلوں کے عادات و اخلاق پست ہو گئے ہیں۔ ان میں بہتیرے وہ ہیں جو شدید مظالم انھیں برداشت کرنا پڑیں تو ان کی مقاومت وہ علانیہ نہیں کر سکتے تھے اور اس لئے انھوں نے انتقام کے لئے نہایت ہی مجرمانہ طریق اختیار کئے۔ وہ نہ صرف چوروں کو پناہ دیتے تھے بلکہ انھوں نے اپنے اقتدار کے تحت ایسے لوگوں کی آبادکاری کی ہمت افزائی کی جن کا تعلق ان قبیلوں سے تھا جن کے لئے چوری وقزاقی موروثی پیشہ تھا اور جن کی گزر درحقیقت ان چھوٹی چھوٹی جنگ آزمائیوں پر ہوتی ہے جو وہ ناقابل یاد زمانے سے ملت کے خلاف جاری کئے ہوئے ہیں۔ تقریباً ہر ایک گاؤں جس کے باشندے جسونت راؤ ہلکر اور پنڈاریوں کی غارت گریوں کے بعد گاؤں میں آباد رہ گئے وہاں مذکورہ نوعیت کا ایک گروہ موجود ہوتا ہے یا پٹیل سے اس کا تعلق رہتا ہے۔ اور پٹیل کو اس انعام اور تائید کے صلے میں لوٹ میں سے ایک مقررہ حصہ ملتا ہے۔ بعض گاؤں کے سردار بذات خود ان کاموں میں شامل ہو جاتے تھے مگر عام طور پر

۱۷۴

باب ۱۲

وہ اس حد تک محدود رہتے تھے کہ ان لوگوں کے جرموں کو پوشیدہ رکھتے جنھیں انھوں نے دوسروں پر حملے یا انتقام کا آلہ بنایا ہے۔

ہندوستان کی ایک مشہور مسلم[1] قوم میواتی نے بہت دنوں سے وسطی ہندوستان میں آمدورفت جاری کر رکھی ہے۔ ملک کے ٹھیکہ لینے والے اور منتظمین ان سے سہ بندی (Sebandy) یعنی فوج محافظ کا کام لیتے تھے اور جن کی وہ خدمت کرتے تھے وہ انھیں وفادار سمجھتے تھے مگر اس کی بہت بڑی تعداد جو دیہاتوں میں آباد ہوگئی وہ مسلمہ غارت گر تھے مگر وہ بالعموم جماعتوں میں رہتے تھے اور اس لئے راجپوت ٹھاکر اور دولتمند زمیندار ہی انھیں نوکر رکھ سکتے تھے۔ لیکن اس فہرست میں جس وجہ سے انھیں تقدم حاصل تھا وہ یہ تھا کہ تمام بڑے پیمانے کی قزاقیوں میں ان کے سردار تقریباً لازماً پیش روی کرتے تھے اور دوسرے طبقوں کے کاموں سے اغماض برتتے اور ان کی تائید کرتے تھے[2]۔

۱۷۵

پٹھان وعرب وغیرہ

متعدد راجگان وسرداران خاص کر چمبل سے مغرب کے راجگان وسرداران، مرہٹوں اور پنڈاریوں سے مدافعت کے لئے کثیر تعداد میں غیر ملکی فوج رکھتے تھے مگر یہ راجہ وسرداران شوریدہ سر و بے اصول

---

[1] ۔ اگرچہ عام طور پر ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا ہے مگر یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ مسلمان ہیں یا ہندو۔ وہ دونوں مذہبوں میں شرکت کرتے ہیں اور ہندوستان میں سب سے زیادہ بدمعاش ہیں اگرچہ انھیں قزاق اور قاتل کے نام سے بدنام کیا جاتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جو لوگ انھیں اپنی خدمت میں رکھ لیتے ہیں ان کے وہ نہایت باہمت ومحافظ ثابت ہوتے ہیں۔

[2] ۔ وہ فی الواقع یہ طبقات عام طور پر دونوں ہوا کرتے تھے، پولیس کے سپاہی اور بڑے بڑے قزاق اور اس قبیلے نے جو دولت واثر پیدا کر لیا تھا اس کی وجہ سے وہ اکثر گرفت سے نکل جاتے تھے اور سزا سے تو تقریباً ہمیشہ ہی بچ جاتے تھے۔

باب ۱۲

اجیر سپاہیوں کی جماعتوں کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے[1] ان جماعتوں کے سرگروہ اپنے نفع کے مدنظر ایک کی خدمت سے نکل کر دوسرے کی خدمت میں چلے جاتے تھے اور جہاں کہیں وہ جاتے تھے اگرچہ وہ ہمیشہ کسی مقامی حکمراں کے نام سے کام کرتے تھے مگر باشندے انھیں (اور ان میں بھی خاص کر عربوں کو) تمام سنگاروں میں سب سے زیادہ بے قید و بیباک سمجھ کر بجا طور پر ان سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔ برطانوی حکومت کے کسی کام نے اسے اس سے زیادہ مقبول عام نہیں بنایا ہے[2] جتنا کہ ان باقاعدہ قزاقوں کے اخراج نے اسے ہر دلعزیز بنایا تھا۔

۱۷۶

اب ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ ان سب کے عادات و اخلاق تقریباً ایک ہی سے تھے۔ ان کا خاص وصف سرکشی وغیرہ دستی ہے یہ ایسا وصف ہے کہ جسم و قلب کی قوی ترساخت کے احساس سے ایسے لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے جو انھیں کے مانند قسمت کے سپاہی ہو گئے ہوں اور اپنے ذریعۂ معاش ہتیار سے کام لینے کے سوا انھیں اور کوئی طرح کا کچھ علم نہ ہو اور جن کے عمل کا خاص اصول یہ ہو کہ جس ملک میں ان سے کام لیا جاتا ہو اس کی دیسی آبادی کو وہ حقارت سے

---

[1] یہ اجیر سپاہی جو زیادہ تر عرب، سندھ اور مکران کے تھے ہر سال ملازمت کے لئے وسطی ہند میں آیا کرتے تھے۔ یہ ملک مغربی ہندوستان کے کچھ پٹھانوں کا بھی جولانگاہ تھا۔

[2] ۱۸۱۸ء میں میں نے دفعتہً چمبل کے مغربی ممالک کی طرف کوچ کیا اور مختلف اطراف میں فوجی دستے بھیج کر ان اجیر سپاہیوں کو جن کی تعداد چھ ہزار سے زیادہ تھی اس طرح جا لیا اور اس درجہ خوف زدہ کر دیا کہ ان کا متحد ہونا یا مقاومت کرنا ممکن نہ ہوا۔ لہذا ان کو مجبور ہو کر اپنے بقایوں کے ایک معتدل تصفیے اور ملک کو چھوڑ دینا منظور کرنا پڑا۔

باب ۱۲
پنڈاری

دیکھتے ہوں۔

پنڈاریوں کے حالات بیان کرنے کے لئے ایک باب مخصوص کیا گیا ہے اس سابق خطرناک جماعت کا نام اب صرف انفرادی سردار برطانی حکومت سے وظیفہ خوار اور بھوپال اور نیمار کے گاؤں کے چند غریب باشندوں پر عائد ہوتا ہے۔ وسطی ہند کے دوسرے حصص میں اس جماعت کے جو لوگ ہیں ان کی تعداد متعین کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ لوگ مزدوری کرنے والوں کے ادنے طبقے میں بالکلیہ ممزوج ہو گئے ہیں اور ابتداءً اس طبقے سے یہ لوگ آئے تھے۔ باوقات مختلفہ مھو کے معسکر میں پانچ سو سے چھ سو تک پنڈاریوں سے کام لیا جاتا رہا ہے یہاں ان لوگوں کی ایک آبادی تاڑی بیچنے والوں کی حیثیت سے قائم ہو گئی ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ کھیرے چھانے کے کام میں لگ گئے اور کچھ عمارت کا سامان لانے لگے۔ اندور اور اس کے قرب وجوار میں کئی ہزار پنڈاری ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کی وزیر تانیتا جوگ نے ہمت افزائی کی اور انھیں مدد دی کہ غلہ لانے والوں کی زندگی بسر کریں اگر ان کے یار و رفیق نہیں تو واقف کار ہر جگہ موجود ہیں کیونکہ اعلیٰ سے ادنیٰ تک تمام وسطی ہند اسی نظم کے تحت آگیا تھا، اور ان قزاقوں کے دور دراز کے مہمات کے منافع ملک کے اہم ساہوکاروں ٹھیکہ داروں اور سرکاری حکام کے لئے[۱] تخمین و شرکت کا عام معاملہ بن گئے تھے۔ (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) پنڈاری تمام طبقوں کے لوگ[۲] ہوتے تھے اور وہ اپنے قبیلے کے عام رواج کو قائم رکھتے تھے مگر جو درہ

۱۷۷

---

[۱]۔ راؤجی ترمبک نے مسٹر ولز کی سے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حکومت کو بہت بڑے بڑے قرضے اس شرط پر دیے گئے کہ پنڈاریوں کی مہم کامیاب رہے۔

[۲]۔ تقریباً تمام ہندو ادنے طبقۂ لا دل سے تھے جن کا معمولی کام لشکر گاہوں میں گھاس اور جلاونی لکڑی لانا ہے۔

باب ۸

Durrahs یعنی لشکر گاہوں میں پیدا ہوئے ہیں وہ اس قدر جاہل معلوم ہوتے ہیں کہ اس کا یقین بھی دشوار ہے اور اسی نسبت سے وہ وہم پرست بھی تھے۔ تقریباً تمام مسلمان پنڈاریوں کی عورتیں ہندو عورتوں کا سا لباس پہنتی تھیں اور ہندوؤں کے دیوتاؤں کی پوجا کرتی تھیں[1]۔

اکثر یورشوں میں اپنے شوہروں کا ساتھ دینے کی وجہ سے وہ مضبوط اور مردانہ خصائل کی ہوگئی ہیں، وہ عام طور پر چھوٹے گھوڑوں یا اونٹوں پر سوار ہوا کرتی تھیں اور دیہات والے مردوں کی بہ نسبت ان عورتوں سے زیادہ ڈرتے تھے کیونکہ یہ عورتیں ستمگاری اور مردم آزاری میں مردوں سے بڑھ جاتی ہیں۔

۱۷۸

پنڈاری جب کسی مہم سے واپس آتے ہیں تو ایک نظر میں ان کے اخلاق و عادات کا مشاہدہ ہو جاتا تھا۔ جب وہ نربدا کو دوبارہ عبور کرتے اور اپنے گھروں میں پہنچ جاتے تو ان کا لشکر گاہ ایک میلہ بن جاتا۔ سردار کے مطالبات کے پورا کر دینے کے (جس کا حق غنیمت کا چوتھائی تھا مگر جو اکثر ایک یا دو بیش قیمت چیزوں پر رضامند ہو جاتا تھا) خاص اس مہم کے منتخبہ سرگروہ کا حسب معمول حصہ دینے اور جن سوداگروں اور دوسرے لوگوں نے پیشگی رقمیں دی ہوں ان کے تمام قرضوں کو ادا کر دینے کے بعد، ہر شخص کی لوٹ کا حصہ فروخت کے لیے پیش کیا جاتا تھا۔

---

[1] (مسلمان نیز ہندو) جس دیوی کی پوجا کرتے ہیں وہ مختلف شکلوں اور اوتاروں میں دیوی ہے۔ رامسا پیر جیسے دیو دھرم راجہ بھی کہتے ہیں یا بزبان مسلمان ظاہر پیر، یہ مقدس لوگ ہیں جن کی جانب پنڈاری عورتیں بہت زیادہ رجوع کرتی ہیں جب ان عورتوں کے شوہر ابھی لوٹ مار کی مہم پر جاتے ہیں، اس کے پوجا کے لیے سنیچر کا دن مقرر ہے۔ اس موقع پر مٹی یا پتھر کی بنی ہوئی گھوڑے کی چھوٹی چھوٹی مورتیں چڑھائی جاتی ہیں۔ بہت سے پنڈاریوں کے گلوں میں ایک تصویر لٹکی ہوتی تھی جو سونے یا چاندی کی بنی ہوئی تھی اور ایک سوار کی تصویر ہوتی تھی (جو رامسا پیر کا مجسمہ ہوتا تھا)۔

باب ۱۲

ہر طرف کے تاجر سستا لین دین کرنے کے لئے آجاتے تھے۔ ایک طرف
عورتیں اپنے شوہروں کے مال کے بیچنے میں مصروف ہوتیں دوسری طرف
مرد (جنھیں ان مواقع پر یقین ہوتا تھا کہ ان کے تمام دوست ملاقات کو
آئیں گے) وہ ناچ دیکھنے گانا سننے اور شراب پینے میں مشغول ہوتے
تھے عیاشی و شراب خواری کا یہ رنگ اس وقت تک قائم رہتا کہ
کل روپیہ ختم ہو جاتا۔ اب انھیں مجبور ہو کر لوٹ مار کے نئے مواقع کی
فکر ہوتی تھی۔ اگر موسم ناموافق ہوتا تو ان کا گزران کے سرداروں کے
ذریعے سے ہوتا یا وہ ان سوداگروں سے بڑی بڑی شرح سود پر قرض
لیتے جو ان کے لشکر گاہوں میں رہتے تھے اور جن میں سے متعدد تاجروں
نے بڑی دولت پیدا کر لی تھی۔ وسطی ہند کی سابق آبادی کا یہ بدترین
حصہ ایک جداگانہ جماعت کی حیثیت سے اب مفقود ہو گیا ہے۔

۱۷۹۱

بھیل

بھیلوں کی تاریخ پوری طرح بیان ہو چکی ہے اور اس میں لازماً ان
کے عادات و خصائل کا ذکر بہت کچھ آچکا ہے۔ جو دیہاتوں میں رہتے ہیں
ان کی نسبت شہرت یہ ہے کہ وہ وفادار و ایماندار ہیں۔ وہ بالعموم چوکیدار
ہوتے ہیں اور ان کے لئے کچھ زمین یا کچھ مواجب مخصوص ہوتے ہیں۔ یہ
دیہات میں رہنے والے بھیل اپنے ان کثیر التعداد اور آزاد بھائیوں سے
بہت کم ربط ضبط رکھتے ہیں جو پہاڑیوں میں رہتے تھے۔ بھیلوں کے
کاشت کرنے والے طبقات جو ضلعوں اور دیہاتوں میں اپنے تروی (Turwee)
کے تحت رہتے ہیں وہ اگرچہ جفاکش ہوتے ہیں مگر انھوں نے اپنے قبائل
کی زیادہ اکثر لوگوں کی عادتیں اور اپنے ہتھیار ترک نہیں کیے ہیں اور انھیں
کی طرح وہ بھی تیز شراب کثرت سے پیتے ہیں۔ وہ نہ صرف بھینس بلکہ
گائے کا گوشت کھانے کی وجہ سے اعلیٰ طبقے کے ہندوؤں میں توحش پیدا
کر دیتے ہیں۔ اور گناہ کی وجہ سے ان کا درجہ صرف چماروں سے اوپر ہے
جو مردار کھاتے ہیں اور دوسرے مقامات کی طرح وسطی ہند میں بھی اس قدر
گندے سمجھے جاتے ہیں کہ انھیں دیہات کے حدود کے اندر رہنے کی اجازت

باب۔۲

نہیں ہوتی۔

غارنگر یا وحشی بھیل جو پہاڑیوں میں رہتے ہیں وہ ایک پست قد اور کریہ المنظر نسل ہیں جن کی صورت سے ان کی غذا کی خرابی کا اظہار ہوتا ہے مگر اس پر بھی وہ مستعد اور سخت محنت برداشت کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ مسلمہ ڈاکو اور چور ہیں، وہ تیر اور کمان سے مسلح ہوتے ہیں۔ کمزور اور بے حفاظت لوگوں کی تاک میں لگے رہتے ہیں مگر مضبوط آدمیوں سے بھاگ جاتے ہیں وہ اگرچہ جاہل اور ایک حد تک وہم پرست ہوتے ہیں۔ مگر وہ اپنے تروی (Turwee) پر فدا ہوتے ہیں اور اس کا حکم ان کے لئے قانون ہے جس کی وہ بیچون و چرا اطاعت کرتے ہیں۔ مردوں اور ان سے بھی زیادہ عورتوں کی ذہانت ان کے حالات سے بنی ہے۔ وہ تیز و چالاک ہوتے ہیں، خطرے کا انھیں ایک طرح کا خلقی احساس ہوتا ہے اور مکر و حیلے میں وہ کامل ہوتے ہیں۔ جب ان کے تروی (Turwee) کی خواہش ہو تو دوسرے کو مار ڈالنا یا خود اپنے کو ہلاک کر ڈالنا ان کے نزدیک دونوں معمولی سی باتیں ہیں۔ یہ کل نسل ناخواندہ ہے مگر یہ لوگ بلا استثنا تنبا کو اور تیز شراب کے دلدادہ ہیں۔ ان کے فسادات کا آغاز و انجام بدمستی ہی میں ہوتا ہے۔ عام دعوت کے بغیر نہ کوئی جھگڑا روک سکتا ہے نہ کوئی جرم معاف ہو سکتا ہے اور دعوت کے موقع پر عام و مقبول جرمانہ بھی ہے کہ ان کی سیہ مستیوں کے لئے شراب زیادہ ہو جس کا سلسلہ کبھی کبھی کئی دن تک چلتا رہتا ہے۔ معاشرے میں بھیل عورتوں کا اثر بہت زیادہ ہے لیکن یہ عجیب امر ہے کہ ان کے عادات اور ان کی روش عام طور پر ان عادات و روش سے بالکل مغائر ہیں جو پنڈاریوں کی عورتوں کی نسبت بیان ہوئی ہیں۔ بھیل عورتیں کبھی مردوں کے ساتھ مہمات میں نہیں جاتیں اور جب قیدی گرفتار ہو کر آتے ہیں تو ان کو جان کی خاص امید انھیں عورتوں کی مشہور انسانیت سے ہوتی ہے۔ اپنے باپوں اور شوہروں کے جرموں کی پہلی پاداش ان عورتوں ہی کو برداشت کرنا پڑتی ہے (جب مردوں پر شبہہ ہوتا ہے تو) حکومت سے اگر ہو سکتا ہے تو

۱۸۰

باب ۱۲

ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو پکڑ لیتی ہے۔ ایسی صورتوں میں وہ بہت ہی صبر و ہمت کا اظہار کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ ان کے مرد انھیں چھوڑ نہیں دیں گے اور جو مجرم ہوگا وہ اس کے بجائے کہ ان عورتوں اور بچوں کو قید میں رہنے دے اپنے کو ہر ایک سزا تا آنکہ موت کی سزا کے لئے حوالے کر دے گا۔ وسطی ہند کے بھیلوں سے کیر جیسے کی حالیہ اصلاح میں عورتوں نے بہت ہی نمایاں حصہ لیا ہے جو ان کی جنس کے اخلاق کے سزاوار ہے۔ وہ ہمیشہ اچھے نظم کے معاملے کی حامی رہی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ وہ جفاکشی و محنت کی عادی رہی ہیں اور وہ دیکھ کر خوش ہوں گی کہ ان کے شوہر ایک زندگی جواب تک جرم و عیاشی میں وقت گزارتے رہے ہیں وہ زیادہ باقاعدہ روشوں پر چلنے کے لئے مجبور کئے جائیں بھیل اگرچہ مختلف طبقات میں منقسم ہیں مگر وہ سب ایک ہی قوم سے ہیں۔ وہ سب ایک ہی غذا کھاتے ہیں، وہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں اور وہ اپنی عبادت کے طریق اور اس کی اصل دونوں میں متحد ہیں۔ ان کی عبادت کی اصل، فی الحقیقت وہی ہے جو دوسرے ہندوؤں کی ہے مگر شکل مختلف ہے۔ اس اکھڑ نسل کے مذہبی رسوم زیادہ تر ہندوؤں کے بعض چھوٹے جہنمی دیوتاؤں کے لئے پیشکش (خوشنودی) و قربانی تک محدود ہیں مگر یہ لوگ خاص کر "چیچک" کی دیوی (ماتا دیوی ؟) کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ اسے مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں، یہ پرستش وہ اس امید سے کرتے ہیں کہ ان میں اس خوفناک تباہی کے پھیلنے سے دیوی انھیں بچائے گی۔ وہ مہادیو کا بھی بڑا احترام کرتے ہیں جس کی نسل سے ہونے پر وہ فخر کرتے ہیں (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔)

۱۸۱

۱۸۲

باگڑی اور موگھی

وسطی ہند میں آباد ہونے والے قبائل میں سے جو قبیلے مسلمہ طور پر چور اور ڈاکو ہیں ان میں دو خاص قبیلے باگڑی (Bangree) اور موگھی (Moghee) ہیں اور یہ دونوں نہایت ادنیٰ ذات کے ہندو ہیں۔ یہ ابتداءً ہندوستان کے مغربی حصص سے آئے زیادہ تر چتوڑ کے قرب و جوار سے موگھیوں

کی نسبت یہ کہنا دشوار ہے کہ وہ چمبل سے آگے نہیں بڑھے مگر باگڑی مالوے کے
مشرقی حصص میں معقول تعداد میں آباد ہوگئے ہیں، اور سولہ برس قبل سونکی
راجپوت برسیا کے چھوٹے سے قلعے ستن باری کی فوج محافظ کی حیثیت سے
چار سو سے کم باگڑیوں کو نہیں لائے۔ ضلع برسیا اور اس سے قریب کے
دوسرے ضلعوں میں اس قبیلے کے بہت سے لوگ مدتوں سے آباد تھے۔
باگڑی بہت ہی دلیر نسل انسانی سے ہیں، اور ضرورۃً وہ زمین جوتتے اور
حرفی کام کرتے ہیں مگر ان کا محبوب مشغلہ چوری اور لوٹ ہے۔ ان فنون
میں وہ ماہر بھی ہیں اور دلیر بھی۔ اس طبقے کے چند منفرد اشخاص رات
میں نقب لگانے اور کسی دولتمند شخص کے املاک چرا لینے کے لئے
ویسے ہی آمادہ رہتے ہیں جیسے ان کے بڑے غول مسافروں کی جماعت یا
کسی گاؤں پر علانیہ حملہ کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ یہ لوگ اچھے سپاہی
بھی ہیں جو تنخواہ ملنے پر ہر شخص کی خدمت کرنے اور ہر کام کے انجام دینے
کے لئے طیار رہتے ہیں۔ ہندوؤں کے دوسرے طبقات کی طرح ان کے بھی
مخصوص و ممیز رواج ہیں، جو ان کی ابتدا اور حالت سے تعلق رکھتے ہیں۔
یہ لوگ اگرچہ جرم کے عادی ہیں مگر پھر بھی اصول سے خالی نہیں ہیں مگر اکثر ہندوؤں
۱۸۲ کی بہ نسبت نمک کا پاس کرتے ہیں زیادہ صادق ہیں۔ یہاں نمک دینے والے
سے عام مطلب کھانا دینے والے کے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر باگڑی اسے لفظی معنی
میں لیتے ہیں اور جہاں تک ان سے ممکن ہوتا ہے اپنے بھائی بندوں کے سوا
اور کسی کے ہاتھ سے نمک نہیں کھاتے اور وہ ڈرتے یہ ہیں کہ بہ کثرت ایسا کرنے
سے کہیں انھیں غارتگری سے باز نہ رہنا پڑے۔ باگڑی پیدل سپاہی ہوتے ہیں۔
ان کے جمعدار جن کی اطاعت وہ بلا چون وچرا کرتے ہیں عام طور پر سوار ہوتے
ہیں۔ جب کبھی وہ آباد ہوتے ہیں تو وہ اپنی نوآبادیوں میں رہتے ہیں تاآنکہ کسی
گاؤں میں اگر تین چار خاندان ہی مستقر بنا لیتے ہیں تو وہ دوسرے باشندوں سے
ممیز رہتے ہیں۔ یہ قبیلہ اگرچہ منتشر ہے مگر وہ مراسلت قائم رکھتا ہے جس سے وہ ہر
اس ملک کے اندرونی امن کے لئے جہاں ان کی تعداد زیادہ ہو شدید دشمن بن جاتے ہیں۔

باب ۱۲

گزشتہ چند برسوں میں وسطی ہند کی حالت ان کے لئے بہت موافق تھی۔ خود اپنے سرداروں کے تحت لٹیرے ہونے کے علاوہ راجپوت حکمرانوں اور رعاز نگر سرداروں کے سپاہی بھی رہے ہیں اور مفصلات کے منتظموں اور دیہاتوں کے اجیر یا محافظ چوکیدار بھی رہے ہیں۔ اس قسم کے طبقات کے لوگوں سے کام لینے کی وجہ سے ان منتظموں اور پٹیلوں کو نقصان پہنچانے یا انتقام لینے کی طاقت حاصل ہو جاتی تھی اور اکثر اپنی آمدنی کے بڑھانے کی بھی کیونکہ باگڑی ان کے ضلع یا گاؤں کے حدود کے اندر جو کچھ چراتے یا لوٹتے تھے اس میں ان لوگوں کا معقول حصہ ہوتا تھا۔ جو لوگ اس طبقے کے لوگوں کو کرایہ پر رکھتے یا ان کی حفاظت کرتے تھے ان کے نزدیک ان کی شہرت میں ایک مزید امر یہ تھا کہ جب وہ جرم میں پکڑے جاتے یا سزا پاتے تو اس وقت ان کی راز کی خصلت مسلم تھی۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ وہ اپنے شرکائے جرم کے خلاف کوئی اطلاع دیں اور چونکہ وہ چوری یا قزاقی کے ساتھ قتل کا ارتکاب شاذ و نادر کرتے تھے اس لیے انھیں اکثر موت کی سزا نہیں دی جاتی تھی۔ عام طور پر سخت جرمانے ہوتے تھے اور آئندہ کی نیک چلنی کی ضمانت لیجاتی تھی۔ غریب سے غریب باگڑی بھی جو رقم ادا کرتا تھا اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس قبیلے میں تائید و تعلق کس قسم کا تھا مگر اس تائید و تعلق کا مشاہدہ زیادہ کثرت کے ساتھ قید خانے سے بھاگ نکلنے سے ہوتا تھا اور فرار اکثر نہایت ہی غیر معمولی حالات میں واقع ہوتا تھا۔

۱۸۴

باگڑی بہت تیز شراب پیتے ہیں مگر اس قدر مسرف نہیں ہیں جس قدر بھیل مسرف ہیں اور اسی وجہ سے نیز اس وجہ سے کہ وہ میدان میں رہتے ہیں اور خوب اچھی طرح کھاتے ہیں (تا آنکہ تمام دوسرے گوشتوں کی طرح گائے کا گوشت بھی کھا جاتے ہیں) وہ بھیلوں کی بہ نسبت زیادہ مضبوط اور زیادہ تنومند نسل ہیں۔ جو اضلاع برطانوی حکومت کے راست انتظام میں ہیں ان میں ان لوگوں کی تعداد سے ان کے عادات و خصائل کے جانچنے کا پورا پورا موقع ملا اور ان کی ان کی عادتوں کے بدلنے اور انھیں کارآمد رعایا بنانے کی

باب ۱۲

کوششوں میں بہت ترقی ہوئی ہے۔

۱۸۵

موگھیل زیادہ تر اودے پور کے مشرقی حصص اور ڈونگر پور، بانسواڑے اور پرتاب گڑھ کے ملکوں میں آباد ہیں۔ وہ ابتدائے جودھپور سے آئے جہاں سے انھیں ساڑھے برس قبل راجہ باجی سنگھ نے نکال دیا تھا۔ اگرچہ وہ ایک ممیز طبقہ ہیں مگر وہ باگڑیوں کے مشابہ ہیں۔ چالاکی زیادہ دلیر اور اپنے مخدوم کے زیادہ وفادار مشہور ہیں، مگر باگڑیوں اور موگھیوں کے معاشرے کی حالت اور ان کے عادات وخصائل میں کچھ زیادہ اہم فرق نہیں ہے۔

مینا اور گوجر

ہندوستان کے مینا اور گوجر جو وسطی ہند میں آباد ہوئے ہیں ان کی بڑی تعداد اگرچہ کاشتکار ہے مگر انھوں نے اپنے بزرگوں کے عادات کو فراموش نہیں کیا ہے، اور ان طبقات کے متعدد اشخاص نے اپنے کو ماہر وکامیاب چور اور ڈاکو کی حیثیت سے نمایاں کیا ہے؛ اس جنوبی سرحد پر جو گونڈ رہتے ہیں ان کی نسبت بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ زمین کی کاشت کرتے ہیں، اور اپنی کشت ورزی کی مہارت کے لئے بہت مشہور ہیں، تاہم وہ قزاقی کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔

لٹیروں اور چوروں کے ان ممیز طبقوں کے علاوہ جن کا شمار رہا ہے اس ملک کے تمام قبیلوں کے لوگوں کی بعض نہایت قابل لحاظ جماعتیں ہیں جن کا مقصود یہ ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچا کر زندگی بسر کریں۔

گواڑیہ

۱۸۶

ان میں سے ایک جماعت گواڑیہ (Gwarriah) کہلاتی ہے یہ ایک نہایت ہی غیر معمولی جماعت ہے اور یہ لوگ بالتخصیص چمبل کے مغرب کے شہروں اور دیہاتوں کو تباہ کرتے ہیں۔ ان کی گزران عورتوں اور بچوں کے چرانے پر ہے جنھیں وہ فروخت کر ڈالتے ہیں۔ وہ جور وزیادتی سے بہت کم کام

ل۔ باگور، کنتور اور ان کے قرب وجوار کے علاقوں میں بارہ سو سے زائد نہیں ہیں اُن کا خاص سردار بھیرناتھ ہے۔

باب ۱۲

لیتے ہیں مگر ہر طرح سے ایسے مکر و فریب سے کام لیتے ہیں جن کا اثر نو عمری و کمزوری پر پڑ سکتا ہے۔ ان کی نسبت بہت اچھی طرح معلوم رہتا ہے کہ یہ اغوا کرنے والے لوگ ہیں اور وہ راجپوت سرداروں، ضلعوں کے منتظموں اور دوسرے ایسے ہی لوگوں کے زیر سایہ (جو ان کے جرائم سے فائدہ اٹھاتے ہیں) علانیہ رہتے ہیں۔ جب وہ ایک مدت تک اپنے گھروں سے غائب رہتے ہیں تو جو لوگ لونڈیوں کے حاصل کرنے کے آرزومند ہوتے ہیں وہ بیتابی سے ان کی واپسی کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ جہاں وہ رہتے ہیں وہاں سب سے بڑا شخص جب اپنی پسند کا انتخاب کر لیتا ہے تو باقی لونڈیاں زیادہ سے زیادہ قیمت دینے والوں کے ہاتھ فروخت کر دی جاتی ہیں۔ اس دل ہلا دینے والی تجارت کا تعلق خصوصیت کے ساتھ وسطی ہند کے ابتر زمانے سے ہے، مگر بدترین وقت میں بھی کوئی شخص اپنی گرفتار شدہ بیوی یا بچی کا پتا چلا لیتا تھا تو وہ حکمران جس کے تحت گواڑیہ رہتا ہو انھیں واپس کرا دیتا تھا اور مجرم کو قید کی سزا دیدیتا تھا جو محض ایک مذاق ہوتا تھا۔ یہ نفرت انگیز عمل اس وقت بھی بہت کچھ کم ہو گیا ہے اور بہت جلد بالکلیہ فنا ہو جائے گا۔ ادھر حال کے زمانے میں بہت سے گواڑیے گرفتار ہو کر سزا پا چکے ہیں۔ اور جن اضلاع پر برطانی اثر وسیع ہے ان میں اس ملعون جماعت کا خاتمہ کرنے کی ہر ایک کارروائی کی جا رہی ہے[1]۔

۱۰۷ ان چوروں اور ڈاکوؤں کے علاوہ جو وسطی ہند میں رہتے ہیں گزشتہ کئی برس تک دوسرے ملکوں کے آوارہ گردوں کی سالانہ یورش ہوا کرتی تھی۔

---

[1] میرے سامنے بہت سے مقدمات اور بعض نہایت غیر معمولی نوعیت کے پیش ہوئے اور ہمیں صرف اس امر میں کامیابی ہوئی کہ جن دیسی حکمرانوں اور سرداروں کے علاقوں میں یہ جرائم وقوع میں آئے وہ اس کا تدارک کریں بلکہ میں نے تقریباً سب کو اس جانب مائل پایا کہ دوستانہ اتحاد عمل کے ذریعے سے اس نفرت انگیز طریق کو مسدود کریں۔

ان میں سب سے زیادہ تعداد بند ملکھنڈ کے برہمنوں کی ہوتی تھی جو فرقہ تنوجی کا نام اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ بھکاری، جیب کترے، لیٹرے اور قاتل سب کچھ ہوتے ہیں۔ ان کی ایک تعداد اس عجیب وغریب جماعت میں پائی جاتی ہے جسے ٹھگ کہتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ بہت مشہور ہیں اور ادھر حال کے زمانے میں مالوے اور قرب جوار کے صوبوں میں ان چھوٹے چھوٹے سرداروں کے لئے بہت ہی خطرناک ہو گئے ہیں جن کے ساتھ گزشتہ پریشان کن زمانے میں اس غیر معمولی جماعت کا گہرا تعلق تھا۔ ان ڈاکوؤں اور ان کی معمولی کارروائیوں کے بیان سے جہاں ان کے خصائل کا اظہار ہو جائے گا وہیں ان غولوں کی ایک مثال بھی مل جائے گی جنھوں نے ہندوستان کی گزشتہ حالت میں اس ملک کے صوبوں کو اپنی جولانگاہ بنا رکھا تھا بلکہ حملہ کر رکھا تھا۔

ٹھگ تمام ذاتوں سے مرکب ہیں۔ مسلمان تک شامل کر لئے جاتے ہیں۔ مگر کثرت ہندوؤں کی ہے اور ان میں بھی برہمن اور خاص کر بند ملکھنڈ کے قبیلوں کے برہمن سب سے زیادہ ہیں اور یہی لوگ عام طور پر مختلف غولوں کی کارروائیوں کی رہبری کرتے ہیں۔ ان کی خاص جائے سکونت چمبل اور کاویری کے سواحل اور گوالیار کا شمال مغربی حصہ ہیں۔ یہاں ان کے گاؤں ہیں اور بالعموم ضلع کے منتظم سے ان کا تعلق یا کم از کم مفاہمت ہوتی ہے۔ ان کی مہمیں جونا گپور اور دکن تک پہنچتی ہیں گزشتہ برسوں میں وسطی ہند میں بہت کثیر الوقوع تھیں اور ۱۸۱۹ء میں اس ملک میں ان ٹھگوں کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی۔ ان کے معینہ قواعد ہیں خاص کر غنیمت کی تقسیم کے بارے میں۔ ان کے مبارزات کے معاونین کی تلاش

۱۸۸

لہ۔ جنوبی ہند کے پھانسی گاروں کے ساتھ وہی عادات منسوب کئے جاتے ہیں جو ٹھگوں کے ہیں اور جو قوم ابتر و پریشان حالت ہوگی اس کے اندر غارتگروں اور قاتلوں کی اسی طرح کی جماعتیں پیدا ہو جائیں گی۔

باب ۱۲

ہر طبقے کے لوگوں میں ہوتی ہے۔ ان کے مبازرات کے معاونین ہر طبقے کے لوگوں سے حاصل کئے جاتے ہیں، مگر ان کی خواہش زیادہ تر یہ ہوتی ہے کہ جن ملکوں میں وہ جاتے ہیں وہاں کی حکومت کے متروک افسروں کو حاصل کریں خط یا زبانی اطلاع کے ذریعے سے یہ تحقیق کر کے کہ حالات موافق ہیں وہ جزوی مقامی اطلاع کے لئے بطور پیشرو کے جاسوس روانہ کرتے ہیں جو مذہبی فقیروں، تاجروں یا روزگار تلاش کرنے والے سپاہیوں کے لباس میں ہوتے ہیں یہ لوگ ملک کے اوباش طبع لوگوں سے مل جاتے ہیں اور اصل جماعت کے لئے سارا سامان طیار کر دیا جاتا ہے۔ یہ جماعت اکثر تین چار سو پر مشتمل ہوتی ہے۔ مگر یہ لوگ کبھی یکجا نظر نہیں آتے مگر مختلف گروہ ایک دوسرے سے کامل تعلق رکھتے ہوئے سفر کرتے ہیں۔ ان میں بعض گروہ کے لباس گھوڑے، اونٹ اور خیمے ہوتے ہیں، اور ان کا سازو سامان سوداگروں کا ایسا ہوتا ہے۔ بعض گروہ سپاہیوں کا لباس پہنے ہوتے ہیں جو اپنے سرگروہ کے سخت خدمت پر جارہے ہوں بعض اپنے کو مسلمان فقیر یا ہندو بیراگی بنائے رہتے ہیں، مختصر یہ کہ وہ ہر طرح کا بھیس اختیار کرتے ہیں۔ نہایت دلیر زیادہ مستعد جماعتیں اصل گروہ سے الگ کر لی جاتی ہیں یہ لوگ کبھی خود مسافروں سے پناہ کے خواہاں ہوتے ہیں اور کبھی مسافروں کو پناہ دیتے ہیں مگر دونوں صورتوں میں جو لوگ ان کے شریک ہوتے ہیں ان کا انجام ایک ہی ہوتا ہے۔ ٹھگ اپنے پاس ایک لمبی ریشمی ڈوری ہتھیار رکھتے ہیں جس میں گھنڈی لگی ہوتی ہے، اسے وہ اپنے بے خبر ساتھیوں کے گلے میں ڈال دیتے ہیں انھیں گلا گھونٹ کے مار ڈالتے اور لوٹ لیتے ہیں۔ ان کے شکار (جو ہمیشہ اپنے املاک کی وجہ سے چُنے جاتے ہیں) اگر تعداد میں زیادہ ہوتے یا باخبر رہتے ہیں، تو ہر طرح کے مکروفن سے ان کا اعتماد حاصل کیا جاتا ہے۔ ان کی ضیافت کی جاتی ہے اور کھانے یا پانی میں زہر ملایا جاتا ہے اور اس طرح یہ لوگ بہت آسانی سے ان قاتلوں اور قزاقوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں

۱۸۹

باب ۱۲

کے ظلم و زیادتی کی غیر معمولی کامیابی کی ایک وجہ ان ممالک کی حالت بھی ہے جہاں اس ظلم و زیادتی کا وقوع ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے وسطی ہند میں بڑی طاقت پیدا کر لی تھی اور اس طبقے کے متعدد غول سال بہ سال اس ملک سے گزر کر نواب نظام الملک اور پیشوا کے ممالک میں جایا کرتے تھے۔

چھ برس سے زیادہ نہیں ہوئے کہ مندسور کے منتظم[1] نے ٹھگوں کی ایک جماعت کو گھیر لیا تھا۔ یہ لوگ اپنے کو سوار اور پیدل سپاہیوں کی ایک جماعت بتاتے تھے۔ جو اپنا سامان وغیرہ اونٹوں اور بیلوں پر دکن سے لیجا رہے تھے، بظاہر وہ معلوم بھی ویسے ہی ہوتے تھے مگر منتظم کو یہ پتا لگ گیا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں، اس نے ان کو اطاعت کا حکم دیا، انھوں نے انکار کیا، جنگ شروع ہو گئی، ٹھگ منہزم ہوئے کچھ مارے گئے، کچھ گرفتار ہوئے۔ ان کے سارے لوٹ کے مال پر قبضہ کر لیا گیا جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ تھی اور جن میں امیروں، غریبوں کے ہر طرح کے کپڑے اور زیور وغیرہ تھے کیونکہ یہ لوگ بلا امتیاز تمام طبقوں کو لوٹتے تھے۔ دوسری چیزوں میں ایک بڑی تعداد ان کی پھانسی کی ڈوریوں کی بھی تھی، جن کی نمائش کی گئی۔

190

ادارات، تقریبات، مذہبی و توہمی اعتقادات، مراسم وغیرہ۔

وسطی ہند میں بہت سے ادارات۔ تقریبات، مذہبی و توہمی اعتقادات اور مراسم ہیں جن کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا تعلق تمام ہندو آبادی سے یکساں ہے اور درحقیقت مسلمانوں کے بھی ایک بڑے حصے سے ہے۔ اگرچہ اس ملک میں ایک درسگاہ بھی ایسی نہیں ہے جسے کسی ریاست سے وقف ملا ہو یا امداد ہوتی ہو مگر شہر اور گاؤں میں بچ کے مدارس نہایت کثیر ہیں۔ بھوپال میں فارسی کی تعلیم بہت عام ہے اور چونکہ ریاست کے مراسلات اور اس کے مالیات کے حسابات اسی زبان میں ہوتے ہیں اس لیے جو لوگ ریاست کے مالی نظم و نسق میں ملازمت چاہتے ہیں وہ اس زبان کے سیکھنے پر مجبور ہیں۔ اجین۔ مندسور، سارنگپور اور دوسرے شہروں میں چند مسلمان اور کایستھ طلبا کو فارسی لکھنے پڑھنے کی تعلیم دی جاتی ہے مگر یہ تعلیم اس سے

---

[1] آپا گنگا دھر۔

باب ۱۲

زیادہ نہیں ہوتی کہ وہ خط لکھدے اور سرسری کاروبار انجام دے سکے۔ درحقیقت ان کا علم نہایت درجہ محدود ہوتا ہے۔ اور جن (مسلمان یا ہندو) فارسی منشیوں سے وسطی ہند کے حکمراں اور بڑے بڑے سردار کام لیتے ہیں وہ سب بلا استثنا ہندوستان ہی کے تعلیم یافتہ ہیں۔ ۱۹۱

اجین میں بعض شاستری سنسکرت کی تعلیم دیتے ہیں اور ہر ایک کے چند برہمن شاگرد ہوتے ہیں۔ برہمنوں کے سوا ہندوؤں کا کوئی اور قبیلہ اس مقدس زبان کو نہیں سیکھتا۔ اندور، مندسور اور بعض دوسرے شہروں میں شاستری ہیں جو چند طلبا کو تعلیم دیتے ہیں مگر ان کے باقاعدہ مدرسے نہیں ہیں۔

وسطی ہند کے مدرسوں میں جو عام زبان سکھائی جاتی ہے وہ ہندی ہے جسے رانگڑاہی[1] کہتے ہیں۔ یہ زبان اور حساب کتاب شہریوں کے وہ تمام بچے سیکھتے ہیں جو اس کا موقع نکال سکتے ہیں اور ہر ایک گاؤں میں جہاں سو گھر سے زیادہ ہوں ایک مدرسہ ہوتا ہے جو بنیوں کے لڑکوں کو اور ان کاشتکاروں کے لڑکوں کو جو تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تعلیم دیتا ہے۔ ۱۹۲ کاشتکاروں کے لڑکوں کے لئے یہ تعلیم لازمی نہیں سمجھی جاتی مگر یہ سب لوگ اس کی قدر و قیمت سے آگاہ ہوتے ہیں اور جب انھیں موقع ملتا ہے

---

[1] - رانگڑاہی بھاکھا مغرب میں دریائے سندھ تک، مشرق میں بندیلکھنڈ تک جنوب میں ست پڑا کے پہاڑوں تک شمال میں جے پور، جودھپور اور جیسلمیر تک وسیع ہے۔

مختلف صوبوں میں تلفظ کا فرق ہے اور بعض صوبوں میں الفاظ کا بھی مگر زبان وہی ہے اور ایک ہی حروف میں لکھی جاتی ہے۔ اس زبان میں متعدد کتابیں اور گیت تصنیف ہوئے ہیں، راجپوت کہتے ہیں کہ لفظ "رانگڑ" رن بمعنی جنگ اور گڑھ بمعنی قلعے سے مشتق ہے۔ اس کی یہ بھی بادشاہان دہلی میں سے ایک بادشاہ نے قرار دی تھی جس سے ان کی شجاعت کا اظہار ہوتا ہے مگر مرہٹے کہتے ہیں کہ اس کا اشتقاق "رین" بمعنی جنگل اور "گری" بمعنی انسان سے ہے یعنی کنایۃً وحشی۔

باب

وہ اپنے بچوں کو اس قسم کی تعلیم دلاتے ہیں۔ مدرسوں کو طلبہ کے والدین اپنی حیثیت کے بموجب دو روپے ماہوار سے دو آنے ماہوار تک دیتے ہیں اور بعض وقت مدرسوں کو چندہ بھی ملتا ہے، شہر کے مدرسے کی بہت توقیر ہوتی ہے اور اس کے اعزاز میں شہر کے اندر سال میں ایک مرتبہ میلا ہوتا ہے جب وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ سڑکوں پر ایک جلوس کی صورت میں گزرتا ہے اس موقع پر اس کے لئے چندہ بھی جمع کیا جاتا ہے۔ علی العموم یہ عہدہ ایک ہی خاندان میں، نسلاً بعد نسلٍ موروثی ہوا کرتا ہے، دیہاتوں میں بالعموم برہمن پرسائی (Pursaee) مدرس ہوا کرتا ہے۔ کہیں کہیں یہ کام کوئی جتی (Juttee) کرتا ہے (جو فرقۂ جین کا مقدس شخص ہوتا ہے) اور بعض وقت کوئی ایسا بنیا بھی اس کام کو کرنے لگتا ہے جو اپنے دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت کچھ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ ان تمام مدرسوں میں معقول انضباط ہوتا ہے اور بعض مدرس بہت ہی سخت ہوتے ہیں اور اپنے طلبا پر ان کا اقتدار باپ کے اقتدار کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ وسطی ہند میں لڑکیوں کے لئے کوئی مدرسہ نہیں ہے، اس قسم کا مدرسہ اہل ملک کے تعصبات و رواج سے موافقت نہیں رکھتا۔ بدیں وجہ عورتوں میں تعلیم بہت کم ہے تا آنکہ برہمنوں میں بھی سو میں ایک عورت بھی پڑھ نہیں سکتی۔ ہندوستان کے دوسرے حصوں کے مانند یہاں بھی ناچنے والی لڑکیوں کو اچھی تعلیم دی جاتی ہے اور تقریباً تمام اعلیٰ راجپوت عورتوں کی تعلیم اتنی ہوتی ہے کہ وہ خود خط و کتابت کر سکیں۔ ۱۹۳

جین قبیلے کے سوداگروں میں عورتوں کو علی العموم تعلیم نہیں دی جاتی لیکن جب وہ کم عمری میں بیوہ ہو جاتی ہیں تو ان کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنے کو جتیوں (Juttees) کی خدمت کے لئے[1] وقف کر دے جن کے ساتھ وہ رہتی ہیں اور ان سے نہ صرف مراسم مذہبی سیکھ لیتی ہیں بلکہ اپنے مذہب کی مقدس کتابوں کا پڑھنا بھی سیکھ لیتی ہیں۔ درحقیقت وہ فقیر بن جاتی ہیں اور اپنے

[1] اس قسم کی عورتیں ارجا (معززہ) کہلاتی ہیں، ان کی یہ عزت ان کے علم کی وجہ سے

باب ۱۶

قبیلے کی عورتوں پر معقول اثر پیدا کر لیتی ہیں۔

مدارس کی تعلیم میں نہ ہندوستان کی گزشتہ تاریخ داخل ہے نہ حالیہ تاریخ کیونکہ اہل ملک کو ان مضامین سے دلچسپی نہیں ہے۔ ان کی تعلیم جب معمولی نوشت و خواند سے آگے بڑھتی ہے تو وہ اپنے مخصوص فرقے کے علم الخرافات، خیالی قصوں، اور مذہبی رسم و رواج کے سوا اور کچھ مقصود نہیں رکھتی۔ چند برہمن نجوم کا علم حاصل کرتے ہیں مگر اتنا ہی جتنا جوتشی کے اغراض کے لئے ضروری ہوتا ہے جیسے جاننے کا دعویٰ ان میں سے اکثروں کو ہوتا ہے۔

۱۹۴

کایستھوں، بنیوں وغیرہ کو اتنا پڑھایا جاتا ہے کہ وہ معمولی کاروبار کے خط لکھ سکیں اور صاف طور پر حساب دیکھ سکیں، غالباً یہ آخری وہ فن ہے جس کی تکمیل معقول حد تک ہوتی ہے۔

تہوار

وسطی ہند میں، ہندوؤں کے تہوار بالخصوص دسہرا، دیوالی اور ہولی انھیں مراسم کے ساتھ منائے جاتے ہیں جیسے ہندوستان کے دوسرے مقامات پر۔ مختلف فرقے اپنے سے مخصوص تہوار کو اپنی خاص ضیافت کے لئے ترجیح دیتے ہیں۔ دسہرہ[1] اپنے تمام روابط اور پرشکوہ مراسم کے ساتھ راجپوتوں اور مرہٹوں کے احساسات و عادات سے خاص طور پر موافق ہے، دیوالی بنیوں کا مرغوب تہوار ہے اور اس تہوار کے ختم پر جو چراغاں ہوتے اور دعوتیں ہوتی ہیں وہ ان سے خاص طور پر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس تاریخ پر گزشتہ حسابات بند کئے جاتے ہیں، اور نئے بہی کھاتے کھولے جاتے ہیں اور اس جماعت کے نوعمروں کی ایک کثیر تعداد جوئے کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوتی ہے، عادات و اطوار کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ جو عورتیں اس قسم کی آوارہ زندگی اختیار کر لیتی ہیں انھیں پھر خاندانوں کے اندر گھر سے ربط ضبط کی اجازت نہیں ملتی۔

[1] اس مشہور تہوار کے لئے معاملات "بمبئی" (Bombay Transactions) جلد ۳ صفحہ ۳، ملاحظہ ہو۔

باب

قیود کے نرم کر دیے جانے سے بہرہ ور ہوتی ہے، جو لوگ دیوالی منانے کی رو میں آجاتے ہیں وہ سب جوئے میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن جوئے کا تہوار خوش طبعی کا زمانہ ہوتا ہے جس میں ہر فرقے (بشمول مسلمان کاشتکاروں) شریک ہوتے ہیں۔ نیچے طبقے والوں کے لئے یہ تہوار سب تہواروں سے بڑھ کر ہے۔ یہ سوکشتی تہوار کا دور چار ہفتوں تک رہتا ہے اور لوگ اس میں ہر طرح کی پابندی اور حفظ مراتب کو بھول جاتے ہیں۔ غریب سے غریب آدمی اپنے آقا پر رنگ ڈال دیتا ہے، بیوی شوہر کی عادتی وقعت کو ترک کر دیتی ہے، اور سوائے گانے بجانے کے کچھ نہیں سنائی دیتا۔ اس تہوار کا لطف ادنے باشندوں کو اگر اعلیٰ باشندوں سے زیادہ نہیں تو ان کے برابر حاصل ہوتا ہے اور آخری آٹھ دنوں میں مزدور محنت ترک کر دیتے اور کاشتکار کھیتوں کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں رنگ رلیاں منانے کے سوا ہر کام کو نامبرک سمجھتے ہیں۔

۱۹۵

تفریحات

اگرچہ اس ملک کے باشندے خاص طور پر تہواروں ہی کے مواقع پر خوشی مناتے ہیں، مگر وہ ان کھیل تماشوں میں بھی پوری طرح حصہ لیتے ہیں جو ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بھی عام ہیں۔ شہروں میں پانسوں کے ذریعے سے جوا کھیلنے کی عام خرابی رائج ہے مگر دیہاتوں کے لوگ اسے بہت کم جانتے ہیں۔ آبادی کا فوجی حصہ جن کے پاس گھوڑے ہوتے ہیں اپنا بیشتر وقت ان گھوڑوں کو درست کرنے اور نیزہ بازی سیکھنے میں صرف کرتے ہیں۔ آبادی کا یہ فوجی حصہ اور وہ غریب تر طبقات جن کا پیشہ سپہگری ہے تلوار کا کام قابل استادوں سے سیکھتے ہیں اور بندوق چلانے کی مشق کرتے ہیں، تاآنکہ وہ اس میں نہایت کامل ہو جاتے ہیں وہ ورزشوں کے ذریعے سے بھی اپنی چستی و توانائی بڑھاتے ہیں۔

لہ۔ اس عام ہنگامہ آرائی کے مختصر زمانے میں قمار خانوں کو جو اجازت نامے دیے جاتے ہیں ان سے وسطی ہند کے اہم شہروں میں حکومت بہت نفع حاصل کرتی ہے۔

باب ۱۴ ۱۹۶

ــــ ناچنے والی لڑکیاں بڑے بڑے شہروں کی عشرت کا سامان ہیں، مگر وسطی ہند کے دیہاتوں کے ہر ایک مجموعے کے ساتھ نٹ یا بمبیلا قبائل کے مرد اور عورت ہوتے ہیں (جو جھونپڑیوں ہیں یا خیموں میں رہتے ہیں)۔ نٹ چرخ باز بمبیلا بازیگر ہوتے ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ معمولی قسم کے گانے والے اور بجانے والے بھی ہوتے ہیں اور کسانوں کے لیے انھیں لوگوں کا گانا بجانا عام لطف کا ذریعہ ہوتا ہے۔ دیہاتوں میں اکثر بھانڈ اور سفری تماشا کرنے والے بھی آتے رہتے ہیں[1]۔ ان آخر الذکر میں بعض نہایت کرتبی ہوتے ہیں ان کے تماشوں کے مذاق کا موضوع جن کی وہ نقل کرتے ہیں اکثر ان کے خرافاتی افسانوں سے ہوتے ہیں اور ان کے دنیاوی حکمرانوں اور والیوں کی کارروائیوں کی نقل بھی ہوتی ہے۔ بندر کے چہرے کے ساتھ ہنومان دیوتا اور ہاتھی کے سر اور بڑے پیٹ کے ساتھ گنیش کی شکلیں اسٹیج پر لائی جاتی ہیں اور دیکھنے والے بہت خوش ہوتے ہیں۔ ہندو دیوتاؤں کی شکل اختیار کرنا ان کھلاڑیوں کا عام مشغلہ ہے، اور ایک بڑی مچھلی کی شکل میں چلنا (جس سے وشنو کے خاص جنموں میں سے ایک قسم کی نمایندگی ہوتی ہے) ہمیشہ تعریف کا شور پیدا کر دیتا ہے۔ وسطی ہند کے ان ایکٹروں کے لئے راجہ اس کا ایوان، اور دربار کے تمام وزرا اکثر مذاق کے موضوع بنتے ہیں مگر کسانوں کو جس سے سب سے زیادہ خوشی ہوتی ہے وہ کوئی ایسا کھیل ہوتا ہے جس کے مناظر مانوس عام ہوں مثلاً، کسی ضلع کے نئے منتظم یا ٹھیکہ دار کو اسٹیج پر اس کے تمام عہدہ داروں اور حشم خدم کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، نیا عہدہ دار ہر طرح کی شان دکھاتا ہے۔

۱۹۷

[1] بلوبا نامی ایک برہمن جو ہندوستانیوں اور یورپی مردوں اور عورتوں کی ایک کثیر تعداد کے سامنے میرے لشکرگاہ میں اکثر تماشا کر چکا تھا وہ اپنی ذہانت (اور خاص کر نقالی میں) انگلستان کے بعض نہایت ہی ممتاز اداکاروں سے کسی طرح سے کم نہیں تھا۔

باب ۱۲

عہدے کی ہر ایک ہیئت کو صاف طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ پٹیلوں اور دیہاتیوں کو باری باری سے دھمکی دی جاتی اور پھر ان کی خوشامد کی جاتی ہے تاآنکہ بڑے آدمی کے شرائط پر وہ متفق ہو جاتے ہیں یا اس کے مورد عنایت لوگوں میں سے کسی کو اپنا طرفدار بنا لیتے ہیں یہ مورد عنایت شخص چکنی چپڑی باتیں کرتا اور رشوت لیتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ انھیں نمود کاریوں میں کبھی کبھی گاؤں کے پٹیل کو اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ درباریوں سے ملنے جلنے کی وجہ سے وہ آپے سے باہر ہوتا جا رہا ہے شان جتاتا اور اپنے غریب دوستوں کے درمیان مضحکہ انگیز طور پر بڑا بنتا ہے اور اس کا خاتمہ کبھی کبھی ایسے واقعہ پر ہوتا ہے جس میں پٹیل کی حالت ایسی ذلت و پشیمانی کی نظر آتی ہے کہ اس سے ہنسی آتی ہے۔ گاؤں کے مرد اور عورت اور بچے جو رات بھر بیٹھے ان تماشوں کو دیکھا کرتے ہیں وہ اس قسم کی نمود کاریوں پر تعریفوں کا شور مچا دیتے ہیں خاص لوگ ایکٹروں کو کھانا کھلاتے ہیں اور ان کے انعام کے لئے کچھ قلیل سی رقم جمع کی جاتی ہے گاؤں کی آمدنی سے بھی انھیں ایک خفیف سا حصہ ملتا ہے۔[۱] اس تماشے کی جگہ علی العموم گاؤں کے قرب کا سبزہ زار ہوتا ہے مگر شادیوں اور دعوتوں وغیرہ کے ایسے مخصوص مواقع پر عارضی عمارت بنالی جاتی ہے۔

۱۹۸ کاشتکاروں کے عادات و خصائل۔

وسطی ہند کے کاشتکار مرد اور عورت دونوں نمایاں طور پر شاد و فرحاں لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ وہ گانے کے خاص طور پر شایق ہیں۔ ان کی محنت ختم ہونے کے بعد مرد حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور گھنٹوں ملکر گاتے رہیں گے یا کوئی قصہ سنتے رہیں گے۔ قصے کا مضمون عام طور پر مذہبی ہوتا ہے اور ان کے سابق حکمرانوں کی داستانوں اور ان کے آبا و اجداد کے کارناموں سے مخلوط ہوتا ہے۔ تمام عورتیں گاتی ہیں اور عموماً دیکھا جاتا ہے کہ وہ جب کسی کنوئیں یا دریا سے اپنے گھر والوں کے لئے پانی لے کر

[۱] جیسا کہ مالگزاری سے متعلقہ باب میں بیان ہو چکا ہے تحصیل کی یہ بھی ایک باقاعدہ مد ہوتی ہے

باب ۱۲

لوٹتی ہیں تو سب مل کر کوئی دلپسند گیت گاتی جاتی ہیں۔ گاؤں کی شادیوں میں عورتیں ناچوں میں اور ہر ایک دوسری پاک تفریحوں میں ایسی آزادی کے ساتھ شریک ہوتی ہیں کہ دنیا کے کسی دوسرے حصے کے اس طبقے کے رواج میں اس سے زیادہ آزادی نہیں ہوتی۔ عبادت اور پیدائش اور شادی کے تمام مراسم میں اس حصۂ ملک اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے انھیں قبائل کے مراسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

وسطی ہند کے نیچے درجے کے باشندوں میں عادات کی وہی سادگی ہے جو مرہٹوں میں ہے۔ وہ جب اپنے سے کسی برتر شخص کے سامنے جاتے ہیں تو بلا تکلف زمین پر بیٹھ جاتے ہیں، اور جو کچھ کہنا ہوتا ہے آزادی سے کہتے ہیں۔ درحقیقت یہاں کے تمام طبقات کی عادتوں میں (ہندوستان کے لوگوں کی بہ نسبت) کچھ ایسا فرق ہے کہ ہندوستان سے آنے والوں کو اس سے حیرت ہوگی۔ ہندوستان میں اعلیٰ اور ادنیٰ میں جو فرق مراتب مسلمان امرا کی ایک پرغرور مطلق العنان نسل نے قائم کئے تھے اس کے باقیات اب تک موجود ہیں اور اس سے ایسے اطوار ہو جاتے ہیں کہ جو لوگ

۱۹۹

دوسرے ممالک میں نہیں گئے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تمام ہندوستان کے باشندوں کا طریق یہی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو اس ملک کے عادات پر استعجاب ہوتا ہے بلکہ وہ انھیں ناگوار گزرتا ہے خاص کر ایک رواج جو یہاں عام ہے یعنی لوگ بائیں ہاتھ سے سلام کرتے ہیں اور اس کی بنا اکثر ایک وہمی قسم ہوتی ہے جس سے داہنا ہاتھ مذہبی کاموں کے لئے خالصۃً مخصوص کر دیا جاتا ہے۔

غلامی

مالوہ اور قرب و جوار کے صوبوں میں غلامی زیادہ تر عورتوں تک محدود ہے، مگر شاید ہندوستان کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں لونڈیاں اتنی کثرت سے ہوں۔ ناچنے والی لڑکیاں سب کی سب کم عمری میں نائکوں (Nakin) کی خرید کی ہوئی ہوتی ہیں جو اکثر اس تخمین میں بڑی بڑی رقمیں لگا دیتے ہیں۔ لڑکیوں اور جوان عورتوں کو تمام طبقات کے

؎۔ دوسرے طبقوں کے مانند یہ لوگ ساہوکاروں سے سود پر قرض پاتے ہیں۔

باب ۱۲

لوگ خرید کرتے ہیں۔ راجپوت سرداروں میں ان کی بڑی کثرت ہے اور یہی حال بڑے برہمن گھرانوں کا ہے۔ لیکن یہ رواج ادنے طبقوں تک پہنچا ہوا ہے۔ اور بہت کم سوداگر یا کاشتکار ایسے ہوں گے جن کے پاس اس قسم کی عورتیں نہ ہوں۔ مرد غلام بہت ہی کم ہیں اور اہل منصب و جائداد کے سوا دوسرے لوگوں کے وہاں نہیں دیکھے جاتے اور بالعموم یہ غلام ان لوگوں کے معتمد علیہ خادم ہوتے ہیں۔

۲۰۰

وسطی ہند میں غلام مختلف طریقوں سے مہیا کئے جاتے ہیں ان کی حالت کا شمار قحط یا گرانی کے زمانے سے ہوتا ہے جبکہ لوگوں نے اپنے بچوں کو ان اشخاص کے ہاتھوں فروخت کر دیا جو ان بچوں کی پرورش کر سکتے تھے اور اس سے بالطبع ان کا مقصود یہ تھا کہ اپنے بچوں کی جان بچالیں۔ اور اس کے ساتھ خود اپنی زندگی کے لئے کچھ سہارا مہیا کرلیں۔ اس ملک کے غلاموں کی ایک بڑی تعداد راجپوتانہ[1] سے آئی ہے جہاں مرہٹوں کی زیادتیوں نے باشندوں کو ترک وطن پر مجبور کیا اور ایسی مصیبت میں پڑ گئے کہ مجبور ہوکر اپنے بچوں کو اپنے سے علٰحدہ کر دیا۔ لیکن غلامی کے ان منابع کے سوا زیادہ مجرمانہ نوعیت کے دوسرے منابع بھی ہیں۔

راجپوتوں اور دوسرے قبائل کے لوگوں خاص کر سونڈیوں کی بہت مثالیں موجود ہیں کہ ان کی لونڈیوں سے ان کے جو اولاد ہوئی ہو انھیں فروخت کر ڈالیں کیونکہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ اولاد بھی غلام ہی پیدا ہوئی ہے۔ اس قسم کی فروخت اس وقت ہوتی ہے جب باپ مصیبت میں ہو یا قیمت بہت ہی بڑی مل رہی ہو۔ لیکن خود مالک کے سوا دوسرے لوگوں سے جو اولاد ان لونڈیوں کی ہوتی ہے۔ ان کی فروخت زیادہ عام ہے۔

---

[1] مارواڑ وہ صوبہ ہے جہاں سب سے زیادہ تعداد حاصل ہوتی ہے۔ ۱۸۱۳ء-۱۴ کے قحط میں امیر خاں نے اس ملک میں اس قسم کے ۱۲۰۰ بچوں اور نوجوانوں کی پلٹن بنائی تھی۔

باب ۱۴ ۲۰۱

اس طرح پیدا کردہ غلاموں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے۔ لیکن مزید ضرورت بنجارے[1] پوری کرتے ہیں، جو گجرات[2] اور دوسرے ممالک سے عورتیں لاتے اور وہاں لے جاتے ہیں جن کی نسبت وہ عام طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ انھوں نے خرید کیا ہے، گواڑیے بھی اس ضرورت کو پوری کرتے ہیں اور ان کی نسبت یہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ علانیہ لڑکیوں کی چوری کرتے ہیں اور ان کا یہی پیشہ ہے۔

یہ غلام جب خرید کئے جاتے ہیں تو ان کے قبیلے کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے اور عام جواب (خاص کر گواڑیوں Gwarriah کا جواب) یہی ہوتا ہے کہ وہ برہمن یا راجپوت ہیں۔ بچوں کو یہ سکھلایا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ ذات کا ہونا بیان کریں اور روزانہ ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ اس بیان کے عاجلانہ قبول کے نتیجے کے طور پر پورے خاندان کی ذات جاتی رہتی ہے[3]۔ جب نیچ قبیلے کے لوگ اپنی لڑکیوں کو یا شوہر اپنی منسوبہ بیویوں کا بینہ برہمنوں کے گھروں میں پاتے ہیں تو اپنے سے اس درجہ پست عورتوں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے یہ برہمن اور ان کے خاندان گر جاتے ہیں اور اپنی پاکیزی کے بحال کرنے کے لئے انھیں بہت طولانی اور گراں خرچ کفارے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ یہ ایک نمایاں امر ہے اور سابق پنڈاری جماعت کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے کہ ہر عمر اور صنف کے جن کثیر التعداد لوگوں

---

[1]۔ اس قبیلے کے حالات کے متعلق "معاملات بمبئی" (Bombay Transcations) جلد اول صفحہ ۱۵۹ دیکھا جائے۔

[2]۔ وسطی ہند کی گزشتہ پریشان حالی میں گجرات۔ اس ملک سے بالخصوص بنجاروں کے ذریعے سے سال بہ سال لونڈیوں کی ایک کثیر تعداد حاصل کرتا رہا۔

[3]۔ میری کوششوں نے جن کثیر التعداد عورتوں کو غلامی سے چھڑایا ان میں سے بہت سے نہایت پست قبیلوں کی عورتیں برہمنوں کے گھروں میں ملیں جہاں ان کے ساتھ اس طرح سلوک روا ہوتا تھا گویا وہ برہمن ذات کی ہیں۔

باب ۱۲
۲۰۲

کو انھوں نے قید کیا، ان سے اگرچہ خادموں کی طرح سے کام لیا یا اپنے سرداروں کو دے دیا اور ان کے عزیزوں سے فدیہ طلب کیا مگر ان قیدیوں کو کبھی غلام بنا کر نہیں بھیجا اور نہ بنجاروں کے مانند غلاموں کی تجارت کی۔ گرانی یا کسی دوسری عام مصیبت کے زمانوں کے سوا، (جبکہ عورتیں بہت سستی ہو جاتی ہیں) مالوے میں عورتیں چالیس پچاس روپے سے لے کر سو اور ڈیڑھ سو روپے تک بکتی ہیں، قیمت ان کی صورت کے اعتبار سے ہوتی ہے کسی زمانے میں یہ عورتیں روزانہ تجارت کی شے تھیں، ان میں سے بہت سالانہ جنوب کی طرف خاص کر پونے کے علاقوں میں بھیجی جاتی تھیں، جہاں ان کی قیمت بہت زیادہ ملتی ہے۔ یہ تجارت جو حال میں کم ہو گئی ہے، زیادہ تر مرہٹہ برہمنوں کے ذریعے سے چلتی تھی[ل] اور ان میں سے اس بے شرمی کی تجارت سے بڑی دولت جمع کر لی تھی۔

یہ بیان ہو چکا ہے کہ وسطی ہند میں مرد مملوک عام نہیں ہیں اور جو ہیں ان کے ساتھ اونے درجے کے ملازموں کی بہ نسبت زیادہ تر حقیقی لڑکوں کا سا برتاؤ ہوتا ہے لیکن عورتوں کا معاملہ بالکل مختلف ہے، جو تقریباً ہر حالت میں فواحش کے لئے فروخت کی جاتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان میں سے بعض اپنے مالک کی محبوبہ بن جاتی ہیں اور اختیار و عیش دونوں کا لطف اٹھاتی ہیں اور بعض دوسری لونڈیوں کو اپنے لڑکوں کی کامیابی کی وجہ سے عروج حاصل ہوتا ہے مگر یہ مستثنیات سے ہے۔ ۲۰۳

ناچنے والی عورتیں جو سب کی سب لونڈیاں ہوتی ہیں دوسروں کے نفع کے لئے محنت و بدکاری کی لعنت میں مبتلا رہتی جاتی ہیں۔

ل۔ ایک برہمن گماشتہ بناٹک پنڈت چوبیس برس قبل دھار کے اعلیٰ افسر حکومت کی حیثیت سے ضلع بیرسیا میں رہتا تھا، اس نے اس تجارت کے ذریعے سے بڑی دولت جمع کی۔ وہ ہر سال اس قسم کی پچاس ساٹھ عورتیں پونا بھیجا کرتا تھا۔

باب ۱۷

بعض راجپوت سردار اور زمینداروں[1] کے خاندانوں میں پچاس سے لے کر دو سو تک لونڈیاں ہوتی ہیں ان میں ان لونڈیوں سے گھر کے ادنیٰ درجے کے کام لینے کے بعد رات کو انھیں ان کے ٹھکانوں پر بھیج دیتے ہیں اور یہاں انھیں آزادی ہوتی ہے کہ جس طرح کے تعلقات چاہیں پیدا کریں لیکن اس طرح کے جو آزادانہ تعلقات وہ پیدا کرتی ہیں اس کے منافع کا ایک بڑا حصہ مالک سال بہ سال لیتے ہیں اور اگر کوئی اولاد ہوتی ہے تو اسے اپنے لونڈی غلاموں میں شامل کر لیتے ہیں۔ اس قسم کی لونڈیوں نیز ناچنے والی طوائفوں کو شادی کی اجازت کبھی نہیں ملتی اور اکثر ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اس برتاؤ کی وجہ سے نیز تعلقات کی وجہ سے طوائفوں کی برابر یہ عادت رہتی ہے کہ وہ بھاگ نکلیں۔ اگر پتہ چل جاتا ہے تو ان کو ہمیشہ حوالے کرنا پڑتا ہے بشرطیکہ خریداری کی دستاویز پیش کی جا سکے جس کی رجسٹری بازار والے شہر کے پولیس کے دفتر[2] میں بوقت خریداری ہونا چاہیئے۔

۲۰۴

وسطی ہند کی دیسی حکومتوں کی عادت یہ ہے کہ مالک اپنے غلاموں کو جو کچھ بھی سزا دیں حکومت ان سے تعرض نہ کرے بجز ازیں کہ سزائے موت کا باعث ہو ایسی صورت میں مالک ذمہ دار ہوتے ہیں بعض صورتوں میں غلاموں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ ہوتا ہے مگر یہ عام نہیں ہے درحقیقت یہ امر خود مالک کے مفاد کے خلاف ہے کیونکہ اس کے اقتدار سے بھاگ نکلنے کے مواقع بہت کثیر ہیں۔

---

[1] دریائے چمبل پر تال کے موجودہ راجپوت زمیندار کے پاس کم از کم ڈیڑھ سو لونڈیاں ہیں۔ جاوڑے کے موجودہ زمیندار کے باپ کے ایک وقت تین سو لونڈیاں تھیں سندھیا اور ہلکر کے درباروں کے اعلیٰ برہمن وزرا کے خاندانوں میں دس سے پچاس یا ساٹھ تک لونڈیاں ہوتی ہیں۔ بانسواڑے کے راول کے پاس دو سو لونڈیاں ہیں۔

[2] اس دفتر کو کوتوال کا چبوترہ کہتے ہیں۔

باب ۱۲

گزشتہ تیس برس تک وسطی ہند کی حالت مذکورۂ بالا قسم کی غلامی کے لئے موزوں تھی اور یہ صوبہ ان بد قسمت عورتوں کی مخلوط نسلوں سے بھرا ہوا ہے لیکن اب اس تجارت کا زوال لازم ہے کیونکہ گواڑیا Gwarriahs اور دوسرے لوگ جو اس تجارت کو چلاتے تھے اب سزا سے بچ جانے کے اس اعتماد کے ساتھ بچوں کو چرا نہیں سکتے جو مدتوں انھیں حاصل رہا ہے۔ چند برس قبل تک کوئی شخص اپنی بیوی یا بیٹی کا پتہ چلانے کے لئے خود اپنے ضلع کو چھوڑ کر باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اب سارے ملک میں لوگ امن کے ساتھ سفر کر سکتے ہیں۔ یہ تغیر اور جرم کی سراغ رسانی جو حال میں ہوئی دونوں مل کر اس قابل نفرت رواج کو ختم کر دیں گے۔

گداگری

وسطی ہند میں گداگری دو طبقوں کا شغل ہے ایک وہ جن کا یہی پیشہ ہے، یہ لوگ اس ذریعے سے زندگی بسر کرتے ہیں اور خیرات حاصل کرنے کے سوا ان کے پاس گزر اوقات کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے مگر دوسرے طبقے کے لئے یہ اتفاقی احتیاج یا مصیبت کا نتیجہ ہے۔ گداگروں کی ایک جماعت قوم کے لئے مستقل بلا ہے، برخلاف ازیں دوسرے قسم کے گداگروں کی تعداد موسم کی کیفیت یا ملک کی عام حالت کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اول الذکر طبقے میں وہ تمام برہمن شامل ہیں جو مندروں میں مذہبی فرایض ادا کرتے ہیں یا جو اس قسم کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کے پاس کوئی شغل نہیں ہے۔ یہ لوگ وسطی ہند میں بہت کثیر التعداد ہیں۔ روپیہ وصول کرنے کے لئے ان کا عام حیلہ یہ ہوتا ہے کہ انھیں اپنی لڑکیوں کی شادی کرنا ہے یا تیرتھ کو جانا ہے۔ چند برہمن عورتیں بھی اسی طرح کی گداگر ہیں۔ مسلمان فقیر، ہندو گوسائیں، بیراگی، جوگی، بھاٹ اور جتی (Juttee) سب مذہبی گداگر ہیں، پرسائی یعنے گاؤں کا پروہت بھی اس اصول پر گداگر ہے۔

۲۰۵

ہندوستان کے دوسرے مقامات کے مانند وسطی ہند میں بھی اندھے اور لنگڑوں کے سوا جو لوگ مصیبت کی وجہ سے گداگری کرتے ہیں

باب ۱۲

ان میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کو واقعی بدقسمتی نے فلاکت میں مبتلا کر دیا ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کاہلی اور بداطواری کے شکار ہوئے ہیں۔ ان آخرالذکر اشخاص کی تعداد اس وجہ سے بہت بڑھ گئی کہ دولتمند ہندوستانی گاہ بگاہ محض شان کے لئے بلا امتیاز غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ لیکن یہ امر بڑے شہروں تک محدود ہے اور وہاں بھی بعض ذاتیں ہیں مثلاً کایستھ جن میں گداگر نامعلوم ہیں۔ بنیوں کے وسیع قبیلے میں بھی گداگر بہت ہی کم ہیں۔ دیہات میں گرانی کے زمانے کے سوا دیگر اوقات میں یہ ایک غیر معمولی امر ہے کہ مذہبی طبقے کے سوا اور کوئی گداگر نظر آئے اور جیساکہ بیان ہو چکا ہے ان لوگوں کا پیشہ ہی بھیک مانگنا ہے۔ ہر ایک چھوٹے سے گاؤں میں کوئی مقدس فقیر وہاں کے مختصر سے مندر کا ایک خدمت گزار ہوتا ہے اسے بھوپا کہتے ہیں اور وہ بالعموم گوجر یا گسی اور لیبت قبیلے کا شخص ہوتا ہے (اور اس کا فرض یہ ہے کہ وہ مندر میں جھاڑو دے اور اسے صاف رکھے) اس ملک میں اد عائی کم ہیں تاآنکہ طب کے مدعی بھی کم ہیں[1]، اور جو ہیں وہ بڑے شہروں میں ہیں۔ جب کوئی شخص خود بیمار ہو یا اس کے خاندان کا کوئی فرد بیمار ہو تو گاؤں میں صحت کے حصول کا عام ذریعہ یہ ہے کہ ایک مٹھی بھر اناج اور ایک پیسہ دے دیا جائے اور علاج یہ ہے کہ غلے کو مندر پر رکھ کر یا کچھ منتر پڑھ کر پاک کیا جاتا اور اس کے چند دانے نذر دینے والے کو واپس کر دیے جاتے ہیں۔ جیساکہ اکثر ہوتا رہتا ہے جب کوئی کسان یہ یقین کرتا ہے کہ اس پر جادو ہوا ہے تو اس کا تدارک بھی بھوپا ہی کے ذریعے سے ہوتا ہے مگر اس موضوع پر بعد کو نظر کی جائے گی۔

۲۰۶

ستی و اطفال کشی

سابق میں ستی ہو جانے کا رواج وسطی ہند میں بہت عام تھا جیساکہ[2]

---

[1] وسطی ہند میں یہ عام بات ہے کہ گاؤں کے حجام جو بیشتر مسلمان ہوتے ہیں دوا کا بھی کچھ علم رکھتے ہیں۔ وہ ٹوٹی ہڈی کے بٹھلانے میں بھی ماہر اور ان کی عورتیں دایہ گری کا کام کرتی ہیں۔

[2] یہ صرف ہنداؤں تک محدود نہیں ہے۔ گزشتہ سال جو چند واقعات ستی کے

باب ۱۴
۲۰۷

قبروں پران کثیر التعداد پتھروں سے ظاہر ہوتا ہے جن پر شوہر اور شوہر کے ساتھ جل جانے والی بیوی دونوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں جب راجپوتوں کا اقتدار تھا اس زمانے میں یہ رواج بہت زیادہ تھا۔ مسلمان حکمرانوں نے اپنی رعایا کو آزردہ کیئے بغیر جہاں تک ہوسکا اس کے روکنے کی سعی کی اور مرہٹوں نے جب سے اس ملک میں اعلیٰ اقتدار حاصل کیا ہے انھوں نے اس جانب سے عاقلانہ اغماض برتا، نہ اس رواج کی پسندیدگی سے اس کی ہمت افزائی کی اور نہ ایسے روک کے اشتعال پیدا کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ رواج بہت کم ہوگیا۔ جہاں تک معلوم ہوسکا گزشتہ بیس برس کے اندر کل وسطی ہند میں ستی کے واقعات سال میں تین چار سے زیادہ نہیں ہوئے یہ واقعات[1] ایک بڑی حد تک برہمنوں اور راجپوتوں تک خصوصاً محدود ہو گئے ہیں۔ اس سے یہ اضافہ تسکین بخش ہے کہ جے پور، جودھپور اور اودے پور کے حکمرانوں کے انتقال کے بعد ان کی کریا کرم کی شان بڑھانے کے لئے بہت سی غیر رضامند عورتوں کو ان کی چتا میں جبراً جھونک دینے کے جو دل ہلا دینے والے مناظر پیش آتے ہیں وہ اس ملک میں نامعلوم ہیں۔ راگھوگڑھ کے تین آخری راجاؤں کے ساتھ کوئی عورت ستی نہیں ہوئی۔ پرتاب گڑھ کے سیسودیا خاندان میں تین نسلوں سے ستی کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اور موجودہ راجہ ساونت سنگھ (جو ایک اعلیٰ شخص ہے) نہ صرف اس دردانگیز رواج کے خلاف ہے بلکہ وہ لڑکیوں کے مار ڈالنے کا علانیہ و مسلمہ دشمن ہے، جب راجہ بانسواڑے کا انتقال ہوا تو اس کی بیویوں میں سے کسی نے بھی اس کے ساتھ جل مرنے کی خواہش نہیں کی

۲۰۸

حالانکہ خاندان کے بھاٹوں نے اس کے سامنے ان سابق بیویوں کی شہرت کے راگ گائے جو اپنے شوہروں کی آگ میں جل کر خاک ہو جانے سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوئے ان میں سے دو، ایک اجھیرا میں اور دوسرا کاج روڈیا (ماؤں) کے واقعے تھے۔ جو اپنے اکلوتے بیٹوں کے ساتھ جل کر مرگئی تھیں۔

[1] بھیلوں میں کبھی کبھی وقوع پذیر ہوتے ہیں مگر بہت کم۔

باب ۱۲

غیر فانی ہو گئی ہیں ۔ راجپوتوں میں کھتی قبیلے کی عورتیں اپنے کو ہلاک کر دینے کے لئے سب سے زیادہ آمادہ رہتی ہیں ۔ درحقیقت ان میں سے اکثروں کے لئے عزت کا سوال ہے کہ اپنے شوہروں کے بعد زندہ نہ رہیں ۔ وسطی ہند میں اس طبقے کے لوگ بہت کم ہیں ۔ یہاں کئی برس سے ستی کا کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوا ہے جس میں عورتوں نے اپنے دوستوں اور ضلع کے سرکاری عہدہ داروں کی صلاح اور ان کے تعرضات کے خلاف خود اپنی مرضی سے ایسا نہ کیا ہو ۔

طفل کشی ادنے طبقے میں نا معلوم ہے ۔ یہ ہولناک رواج اعلیٰ طبقے اور کم آمدنی والے ان راجپوت سرداروں کے اندر محدود ہے جو اپنی

لہ پرتاب گڑھ کے موجودہ راجہ نے تقریباً اڑتیس برس قبل اپنے علاقوں میں دختر کشی کو منسوخ کر دیا ہے ۔ تقریباً اس زمانے میں بانسواڑے کے راول لشن سنگھ نے اپنے علاقوں میں جہاں اس کا اثر بہت کم تھا اس رواج کی ممانعت کر دی ہے ۔ کسی خاندان میں اس رواج کے برانگیختہ ہونے یا جاری ہونے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں ۔ جھوال کے معمولی درجے کے ٹھاکر نے (جو امجھیرا خاندان کا رشتہ دار ہے) چونتیس برس قبل بانسواڑے کے راول کی لڑکی سے شادی کی ۔ اس سے ٹھاکر کے خاندان کا غرور کس حد تک بڑھ گیا کہ اس کے خاندان کی کوئی عورت کمتر درجے میں شادی نہ کرسے گی اور ایسی خوش نصیبی کے دوبارہ حصول کی مایوسی نے دختر کشی کی راہ پیدا کر دی ۔ امجھیرا کے وزیر سنتوک رام نے مجھ سے کہا کہ وہ موجودہ ٹھاکر پدم سنگھ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے سنا کہ ایک لڑکی بچہ پیدا ہونے کی خبر چپکے سے اس کے کان میں کہی گئی ۔ اس نے (سنتوک رام نے) دیکھا کہ ٹھاکر اپنی انگلیوں سے افیون کی ہلاک گولی بنانے لگا (یہ عام اشارہ ہے) مگر اس نے التجا کی کہ بچی کو زندہ رہنے دیا جائے اور اس کی درخواست منظور ہو گئی اور سنتوک رام نے یہ اضافہ کیا یہ چھوٹی بچی جواب آٹھ برس کی ہے میری لڑکی کہلاتی ہے ۔"

باب ۱۲
۲۰۹

لڑکیوں کے لئے مناسب عقد کے انتظام سے مایوس ہو کر بیجا غرور میں آکر اپنی بچیوں کو ہلاک کر ڈالتے ہیں لیکن یہ رواج زوال پذیر ہے اور اس قسم کے جرم کے وقوعات کو روکنے کے لئے ہر طرح کی سعی کی گئی ہے۔[1]

قدیم بیانات کے بموجب تہواروں کے مواقع پر اپنے کو انکار منڈا اسٹھ کی چٹان سے یا جاوڈ کی قریب کی بلندی سے گرا کر ہلاک کر ڈالنا ہی

[1] ۔ ان اہل ملک سے گفتگو کے دوران ہیں جو برطانی حکومت کے اقتدار یا نگرانی کے تحت اعلیٰ منصب وحیثیت رکھتے ہیں میں نے ہمیشہ اس خود ہلاکی پر دہشت کا اظہار کیا ہے اور یہ امید ظاہر کی ہے کہ ان لوگوں کو معاشرے میں جو اثر حاصل ہے اس کے ذریعے سے نیز ان کی اس خواہش کی وجہ سے کہ وہ اپنے یورپی بالا تروں کے جذبات کو ٹھیس نہ لگائیں گے۔ یہ رواج ایک وقت میں معدوم ہو جائے گا، لیکن اطفال کشی کے بارے میں جب کبھی تذکرہ ہوا ہے میں نے اپنی نفرت کا اظہار کیا ہے کہ رواج کے نام سے بچوں کو ہلاک کیا جائے اور جو لوگ ایسا عمل کرتے ہیں ان سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس قسم کے اظہار جذبات سے کبھی آزردگی نہیں پیدا ہوئی۔

[2] ضلع بھجال پور میں خود ہلاکی کے دو حادثات حال میں وقوع پذیر ہوئے۔ ایک واقعہ میں اس کے سوا کوئی دوسری وجہ نہیں ظاہر کی گئی جو خود اس ہلاک ہونے والے شخص نے بیان کی تھی یعنی وہ اپنی زندگی سے عاجز آگیا تھا اور دوسری صورت ناقابل علاج تکلیف کی جانب منسوب کی گئی۔ ایک بڑا گڑھا کھودا گیا جس میں دفن ہونے والا شخص اس طرح کھڑا ہو جائے کہ سطح زمین سے اس کا سر ایک فٹ نیچا رہے۔ پھر اس کے عزیزوں اور ہمسایوں نے آہستہ آہستہ اس کے گرد مٹی ڈالنا شروع کی جب مٹی سر تک پہنچ گئی تو اس شخص کے اشارے پر غار عجلت کے ساتھ بھر دیا گیا۔ جن لوگوں کا اس سے تعلق تھا اور جو وہاں موجود تھے اس قربانی ذات کے کاموں میں خلل نہ پڑنے کی اس قدر فکر تھی کہ اعلیٰ حکام کے پاس سے جواب موصول ہونے تک

باب ۱۲

ایک زمانے میں عام تھا لیکن گزشتہ برسوں میں اس قسم کی قربانیاں بہت کم وقوع میں آئی ہیں۔ جو لوگ اس طرح اپنے کو قربان کرتے ہیں وہ عام طور پر ادنیٰ ذاتوں[3] کے ہوتے ہیں۔ جن خیالات کے تحت وہ ایسا کرتے ہیں ان میں ایک اہم خیال ان کا یہ اعتقاد ہے کہ دوسرے جنم میں وہ راجہ پیدا ہونگے مگر انسان کی طبیعت کو اس طرح کے فعل پر آمادہ کر دینا کسی سرسری خیال کا کام نہیں ہے۔ تقریباً یہ تمام لوگ اپنے کو اس طرح ہلاک کرتے ہیں یا مذہبی جذبے کے اشتعال کی وجہ سے یہ دیوانے ہو جاتے ہیں یا ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی تربیت ہی اسی قسم کی قربانی کے تصور کے ساتھ ہوئی ہے۔ آخر الذکر عام طور پر وہ لڑکے ہوتے ہیں جو بہت دنوں تک بے اولاد رہنے والی عورتوں کے پہلے لڑکے ہوتے ہیں اور ان عورتوں نے کسی خیالی لذت کو رفع کرنے کے لئے یہ عہد کیا ہوتا ہے کہ (اگر ان کے کوئی لڑکا ہوگا) تو وہ اسے انکار منڈاٹھ پر وقف

۲۱۰ ۲۱۱

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ کام عجلت کے ساتھ ختم کر دیا گیا۔ تحقیقات کے نتیجے سے یہ ثابت ہوا کہ دونوں صورتوں میں یہ کام بالکلیہ خودکار تھا۔

[1]۔ اس جگہ کا نام سکھ دیو ہے۔ یہ تاپ گڑھ کے قریب ایک چٹان بھی ہے جسے گنیتم جی کہتے ہیں۔ جہاں سے فدائی اپنے کو گرایا کرتے ہیں۔

[2]۔ لفٹننٹ ڈگلاس جاتزا کے زمانے میں انکار منڈاٹھ میں امن قائم رکھنے کے عزم سے نومبر ۱۸۲۰ء میں سپاہیوں کی ایک کمپنی کے ساتھ منڈلالسی کمر سے الگ کر لئے گئے اور ان کو یہ ہدایت کی گئی کہ ہر ذریعے سے جو جبر کی حد تک نہ پہنچے ان ذاتی قربانیوں کو روکیں۔ ایک گوسائیں جس نے بلا حصول وسائل بدری ناتھ کی جاترا کی قسم کھائی تھی صرف اس نے اپنے کو قربان ہونے کے لئے پیش کیا اور بروانی کے منتظم مومگیر نے (جو اتفاقاً وہاں موجود تھا) بہ آسانی اسے اس ارادے کے ترک کرنے پر رضامند کر لیا اور وعدہ کیا بدری ناتھ تک جانے کے لئے گوسائیں کو خرچ دے گا۔

[3]۔ یہ عام طور پر بھیل، ڈھیڑ یا چمار ہوتے ہیں۔

باب ۱۴

کر دیں گی۔ بچے کو جب پہلی بات کی خبر دی جاتی ہے وہ یہی عہد ہوتا ہے اور یہ خیال اس کے دل میں قصائے مبرم کے طور پر اس طرح جما دیا جاتا ہے کہ دریائے نربدا پر اس چٹانی بلندی پر آنے کے برسوں قبل اس کی حالت اکثر دیسی رہا کرتی ہے گویا قسمت اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ ایک سر آمد قدیم یہ ہے (اور اسے عام اعتقاد کی تائید حاصل ہے) کہ اس بلندی سے (جس کی اونچائی ایک سو بیس فٹ ہے) جو شخص گر کر زندہ بچ جائے اسے یہاں کا راجہ بنا دینا لازمی ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ڈیڑھ سو برس ہوئے یہ چھوٹی امارت اسی طریق سے حاصل ہوئی تھی۔ لیکن اس حصول امارت کی تجدید کے امکان کو روکنے کے لئے موعودہ شخص کے آخری کھانے میں زہر ملا دیا جاتا ہے اور اس خطرناک جست کے قبل عام طور پر زہر کا فعل محرک اشیا کے ذریعے سے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس طرح ستی کی چتا پر ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی واپسی کی اجازت نہیں ہوتی اور مسلح آدمی طیار رہتے ہیں کہ صورت وقوع کی تکمیل پر مجبور کریں اور گرنے کے بعد اگر کچھ جان باقی رہے تو اسے بھی ختم کر دیں۔ اس طریق پر عورتیں اپنے کو کبھی کبھی شاذ و نادر قربان کرتی ہیں۔[1]

۲۱۲ - جادوگری

جادوگری پر اعتقاد تمام ہندوستان میں عام ہے مگر وسطی ہند میں اس کا شیوع غیر معمولی حد تک ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ برہمن سے لیکر پست ترین بھیل تک سب اس توہم میں گرفتار ہیں۔ جو لوگ اس کا ہدف و شکار ہوتے ہیں ان کے لئے اس کے نتائج اس قدر خطرناک ہوتے ہیں کہ اس پر سرسری نظر ڈال کے گزر جانا مناسب نہیں ہے۔

Mundissor

[1] ۱۸۱۹ء میں کبھی قبیلے کے ایک مرد اور اس کی بیوی نے (جو علاقہ مندسور کے رہنے والے تھے) اپنے کو اس طرح پر قربان کیا۔ راجہ پرتاب گڑھ کے بھائی نے انھیں اس ارادے سے باز رکھنے کی سعی کی مگر بیکار۔ مرد کی عمر ۲۷ برس کی تھی) اور عورت کی عمر ۲۰ برس کی۔ یہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے سر کے بل گر پڑے۔

باب ۱۲

دھاکنوں (Dhakuns) یعنی جادوگرنیوں کی نسبت جو تصور شایع ہے وہ یہ ہے کہ بعض عورتوں کو (عام طور پر بڈھی عورتوں کو جن کے چہروں پر جھریاں پڑی ہوتی ہیں) کسی حد تک فوق الانسانی طاقت حاصل ہوتی ہے اس طاقت سے اگرچہ ان میں یہ قابلیت نہیں پیدا ہوتی کہ وہ آیندہ کا حال معلوم کرسکیں یا اپنے حسب خواہ جو چاہیں حاصل کرسکیں مگر اس سے ان کو یہ طاقت حاصل ہو جاتی ہے کہ اپنے بھیر کی مدد اور اپنے منتروں کے زور سے اپنے کینے اور اپنی نفرت کو پورا کرنے کے لئے انسانوں یا حیوانوں کو درد، تکلیف یا موت میں مبتلا کرسکیں۔ اعتقاد یہ ہے کہ عام طور پر وہ اپنا انتقام لینے کے لئے جس انسان یا جانور کو ہلاک کرنا چاہتی ہیں اس کے جگر کو بتدریج گلا دیتی ہیں، ان کی جادوگری کی قوت ہر ماہ کی ۱۴، ۱۵ اور ۲۹ کو حاضر رہتی ہے، سال کے بعض اوقات میں یہ قوت بہت قوی ہوتی ہے خاص کر دسہرے کے نو دنوں میں مگر دیوالی وہ وقت ہے جب یہ طاقت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرے اوقات میں دھاکن دوسری عورتوں ہی کی طرح معلوم ہوتی ہیں، ویسے ہی کپڑے پہنتیں، اسی طرح باتیں کرتیں اور ویسا ہی کھاتی ہیں مگر جب ان پر سودا سوار ہوتا ہے تو بعض وقت دیکھا جاتا ہے کہ ان کی آنکھیں سرخ انگارے کی طرح چمکتی ہوتی ہیں، ان کے بال بکھرے ہوئے اور پریشان ہوتے ہیں اور ان کا سر ایک عجیب بیہودانہ طور پر حرکت کرتا ہوتا ہے[1]۔ اعتقاد یہ ہے کہ ان ایام میں راتوں کو وہ باہر چلی جاتی ہیں اور اپنے کپڑے اتار کر شیروں اور دوسرے وحشی جانوروں پر سوار ہوتی ہیں اور اگر وہ پانی پر جانا چاہتی ہیں تو ان کی طلب پر جنگل کے چوپایوں کی طرح نگرمچھ آجاتے ہیں اور وہ ان کی پیٹھ پر سوار ہو کر دن

۲۱۳

---

[1] میں نے یہ کیفیت ان حالات سے لکھی ہے جو بعض اشخاص نے مجھ سے بیان کیے (جو بصورت ظاہر نہایت فہمیدہ معلوم ہوتے تھے) اور جنھوں نے قطعی طور پر یہ کہا کہ انھوں نے دھاکنوں کو اکثر اس حالت میں دیکھا ہے۔

باب ۱۶

نکلنے کے قریب تک دریاؤں اور جھیلوں میں سیر کرتی پھرتی ہیں دن نکلنے کے وقت وہ ہمیشہ اپنے گھروں کو لوٹ آتی ہیں اور اپنی معمولی ہیئت میں کام کاج کرتی ہیں۔ اس قسم کے محال اعتقاد کے بیان کی ضرورت نہ ہوتی مگر اس کی وجہ سے ہر سال جو کثیر التعداد قتل ہوتے ہیں ان کی وجہ سے مجبوراً اسے زیر بحث لانا پڑا۔ اندازہ یہ کیا گیا ہے اور یہ اندازہ قابل لحاظ بنا موزون پر ہے کہ اس ملک میں گزشتہ تیس برس کے اندر ایک ہزار سے زاید عورتیں جادوگری قرار دے کر قتل کی گئی ہیں اور ان میں سے ایک بڑے حصے کی ہلاکت کوٹا کے ستولی ظالم سنگھ کے حکم سے ہوئی ہے یہ شخص اپنی تمام غیر معمولی کمالیت کے باوجود

۲۱۶

اپنے کمزوریوں کے ایسے توہم کی وجہ سے بدنام ہے[1] اس کی شہرت کی وجہ سے دوسروں کے یقین میں بھی پختگی آگئی ہے اور ہر حال میں متعدد مزعومہ جادوگرنیوں کے قتل میں اسی کی مثال پیش کی گئی ہے[2] اور اس کی فہم و دانش کی

---

[1] ۔ کوٹا کے ایک اخبار مورخہ ۵ ستمبر ۱۸۱۹ء کے اقتباس ذیل سے اس حکمران کی کمزوری کا (جو دوسرے اعتبارات سے ایک جلیل القدر اور قابل حکمراں ہے) ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے قابل اندراج ہے کہ ایک صدی قبل ہمارے ملک میں بلی کے متعلق اس طرح کا جو تعصب رائج تھا اس کے عین مطابق ہے:۔ "آج راج رانا نے کوتوال کو حکم دیا کہ معسکر کی تمام بلیوں کو پکڑ کر دریائے سندھ کے پار بھجوا دے جو شخص ایک بلی پکڑ کر لا دے اس کے لیے ایک روپے کے انعام کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کارروائی کی .... یہ ہے کہ تاثیر گر یہ جادوگرنیوں کی تاثیر کے مثل ہے۔"

[2] ۔ ذیل میں میرے نام کے خط مرسلہ میجر ملی مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۱۹ء کا اقتباس دیا جاتا ہے۔

"یہاں کی بہ نسبت جادوگرنیاں زیادہ تر مندسور میں اور آپ کی جانب ملتی ہیں اور ان کی ذات کے ساتھ جو اوصاف وابستہ کیے جاتے ہیں وہ سب جگہ ایک ہی ہیں۔ لیکن ادھر ہمال میں دو بدقسمت عورتوں کی وجہ سے یہ معاملہ میرے علم میں آیا جن پر جادوگری کا الزام لگایا گیا اور انھیں بے رحمی سے قتل کر ڈالا گیا۔ ایک راج گڑھ کے

باب۱۳

مسلمہ فوقیت کو جادوگری اور اس کے فوق الانسان عمل کرنے والوں کے وجود کے ناقابل انکار ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کسی عورت کے جادوگرنی ثابت کرنے کا طریق معمول ادنے قبیلے کے مذہبی فقیر کے ذریعے سے ہوتا ہے جسے بھوپا کہتے ہیں اور جس کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس میں یہ قابلیت ہے کہ وہ جادوگری کی پوشیدہ قوت کو معلوم کر لے۔ لیکن عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ دیہات کی جو عورت بوڑھی، بدقوی اور بدمزاج ہوتی ہے اس پر شبہہ کرنے کی کافی وجہ ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص، اس کی بیوی یا اس کا بچہ اس کے مویشی بہت دنوں تک بیمار رہے یا دفعتہً مر جائے اور کسی بڈھی عورت کی نسبت یہ گمان ہو کہ اسے اس شخص یا اس کے خاندان سے عداوت تھی تو اسے گرفتار کیا جاتا اور اس کی آنکھوں میں لال مرچ[۱] کا سفوف جھڑک دیا جاتا ہے مگر

۲۱۵

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) راول نے قتل کیا اور دوسری سندھیا کے ضلع شجاع پور میں قتل ہوئی۔ اس قسم کی ایک تیسری بدبخت عورت نے اپنے کو میری حفاظت میں دیا۔ جب میں نے راول پر اس ظلم کے لئے تاوان لگایا تو اس نے اس عمل کی سند میں ظالم سنگھ کا حوالہ دیا جس کی نسبت اس نے کہا کہ حال ہی کے زمانے میں ظالم سنگھ نے اس قسم کی عورتوں کو ہلاک کیا ہے۔

[۱] بھوپا ان ذرایع کو بھی استعمال کرتے ہیں مگر اس وقت تک نہیں جب تک کہ تمام دوسرے ذرایع کی آزمایش نہ کر لیں اور دیہاتوں کے یہ درویش اپنے اس مفروضہ علم کو نفع کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ ان کی شہادت علی العموم عورت کو شبہے سے بری کر دے گی۔

دسمبر ۱۸۱۹ء میں میرے سامنے قتل کا ایک مقدمہ پیش ہوا ایک بدقسمت عورت کو جادوگرنی سمجھ کے اس کا سر توڑ دیا گیا تھا کہ اس کا بھیجا نکل گیا تھا، اس عورت کے شوہر نے ایک قدرے سم خورده بھوپا کی سند پیش کی کہ اس کی بیوی جادو کے فن سے واقف نہیں تھی، اس نے مجھ سے کہا کہ عورت کو شبہے سے بری کرنے کے لئے اسّی روپے خرچ کر کے اس نے یہ سند حاصل کی ہے۔

باب ۱۲

اس سے آنسو نہ نکلیں تو یہ بد قسمت ہستی مجرم قرار پا جاتی ہے کبھی کبھی اسے کچیلے
کے درخت کی شاخوں سے یا ارنڈ کے درخت کی جڑوں سے پیٹا جاتا ہے اور
(دوسرے کوڑوں کے ناکام رہنے کے بعد) اگر ان کوڑوں سے پٹنے پر وہ چلا
اٹھے تو اسے جادوگرنی سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہی ایسے کوڑے ہیں جن سے اس
قسم کے لوگوں کو اذیت پہنچ سکتی ہے۔ دوسرے مواقع پر جادوگرنی کو ایک
بورے میں بند کر کے کسی تالاب میں ڈال دیا جاتا ہے اور اس کی بے حرمتی کا
واحد ثبوت صرف یہ ہے کہ وہ ڈوب جائے۔ اگر وہ کوشش کر کے تیرتی رہے
تو لامحالہ اسے مجرم قرار دے دیا جاتا ہے اور سزا دی جاتی ہے۔ ۲۱۶
سزا یہ ہوتی ہے کہ اسے مجبور کیا جاتا ہے کہ چمار کا مستعمل پانی پیے جس سے ذات
جاتی رہتی ہے یا اس کی ناک کاٹ لی جاتی ہے یا اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔
قتل کا وقوع اکثر حکمرانوں کے توہم پرستانہ خوف کی وجہ سے ہوتا ہے یا ادنیٰ
طبقات میں افراد وحشیانہ فطرت کی وجہ سے اور اس قسم کے افراد اگر اپنے
تشبیہ کے لئے کوئی سی وجہ بھی پیش کر دیں تو ان جرموں کے لئے انھیں سزا بھی نہیں دی جاتی۔

ان واقعات کے بعد یہ بیان تقریباً ناقابل استناد معلوم ہوگا کہ جن
بانصیب عورتوں پر جادوگرنی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے وہ اگرچہ عام طور پر
اس سے انکار کرتی ہیں مگر بعض اس خیال کو تقویت بھی دیتی ہیں کہ انھیں
فوق الانسانی قوتیں حاصل ہیں جس سے انھیں نفع بھی ہوتا ہے اور اپنی قوم
میں ان کا اثر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ بچے والی عورتیں یا جن کے بچے روگی ہوتے
ہیں وہ ان عورتوں کو دان دیتی ہیں اور ان کی دعاؤں کی خواہاں ہوتی ہیں
اور صرف انھیں کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ دوسری جادوگرنیوں کے جادو
کا توڑ کر سکتی ہیں۔ اس لئے اکثر خفیہ طور پر انھیں اس کام پر بھی لگایا جاتا ہے۔

رتنہ اور باگر کے صوبوں میں لوگ ایسے خاندانوں میں نکاح نہیں کرتے
جہاں کوئی جادوگرنی انھیں دوسری جادوگرنیوں کے کینے سے بچانے والی
نہ موجود ہو۔ لیکن ان کے رشتہ دار اور دوست ان عورتوں کو جادوگرنی
کے نام سے جو ایک مذموم نام ہے موسوم نہیں کرتے انھیں ایک والی یعنی

محافظ کہا جاتا ہے۔ مالوے کے بہ نسبت ان ملکوں میں یہ اعتقاد زیادہ سخت ہے اور یہاں جادوگرنیوں کی طرح جادوگر بھی ہیں۔ لیکن اس موضوع پر کافی گفتگو ہو چکی ہے۔ یہ توہم اگرچہ عام ہے اور اس قدر جڑ پکڑ گیا ہے کہ اس کا رفع ہونا اس کے سوا اور کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ علم کی اشاعت کے ساتھ بتدریج رفع ہو تاہم اس وقت بھی اتنا کیا گیا ہے[1] کہ جو بد قسمت انسان جادوگری سے متہم ہوں ان کا قتل اگر رک نہیں گیا ہے تو بڑی حد تک کم ہو گیا ہے۔ ۲۱۷

ہندوستان کے باشندوں کی بہت بڑی کثرت کی جہالت اور توہم پرستی نے انھیں بہت زیادہ ان طبقات کے اختیار میں دے دیا ہے جن کے معلومات بہتر ہیں اور جو ان لوگوں کے جذبات تعصبات سے کام لینا چاہتے ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے لیے کوئی مثال اس سے قوی تر نہیں ملی جو مئی ۱۸۱۹ء میں وسطی ہند میں واقع ہوئی۔ پنڈاریوں کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور ملک میں معقول حد تک سکون پیدا ہو گیا تھا جب پر امن باشندوں میں دفعتہً اس وجہ سے اضطراب پیدا ہو گیا کہ کچھ ناریل[2] ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو اس پر اسرار ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے کہ انھیں جلد از جلد معینہ جگہوں پر پہنچا دیا جائے (عام طور پر مقامی صاحب اقتدار کے پاس[3]) شمال میں جبل پور سے اور جنوب میں ۲۱۸

[1] اندور کے ریزیڈنٹ مسٹر ولزی نے اپنے مراسلہ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۸۲۰ء میں ایک دلچسپ مقدمے کی تفصیل درج کی ہے اس مقدمے میں انھوں نے یہ اصرار کیا کہ ملزم کے ساتھ بھی الزام لگانے والوں پر وہی امتحان عاید کیا جائے یعنی وہ گہرے تالاب میں ڈال دیے جائیں۔ اس کا اثر خوش گوار ہوا۔ ریاست ہلکر کا دیوان تانتیا جوگ اگرچہ توہم کے زیر اثر اکثر تھا مگر اس مثال سے وہ خوش ہوا اور اس سے اسے ہدایت ہوئی اور مجھ سے اپنے اس عزم کا اظہار کیا کہ اس نوع کے معاملات میں ہمیشہ وہ اسی کی تقلید کرے گا۔

[2] بعض مقامات پر ناریلوں کے ساتھ تانبے کے پیسے بھی تھے۔

[3] اندور کے قریب مقام مہو میں جہاں میں نے حال ہی میں معسکر بنانا شروع کیا ہے بیس سے زیادہ پٹیل اپنے اپنے ناریل میرے پاس لائے۔ میں نے ان سے چند

باب ۱۷

دکن تک اور سرحد گجرات سے علاقہ بھوپال تک یہ اشارہ سرعت کے ساتھ گزر گیا اور کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ جس گاؤں میں یہ ناریل پہنچے وہاں کا پٹیل بے تحاشا دوسرے گاؤں میں لے گیا تاکہ وہ اس لعنت سے بچ جائے جو ایک لمحے کی تاخیر کرنے والے یا روکنے والے کے لئے موعود تھی۔ اس غیر معمولی امر پر روشنی ڈالنے والا کوئی وقوعہ پیش نہیں آیا۔ ہر طرح کی تحقیقات کی گئی اور لوگوں کو روانہ کیا گیا جنھوں نے کئی سو میل تک ناریل جانے کا راستہ دریافت کیا مگر کوئی اطلاع حاصل نہ ہوئی اور ایک صورت حال جس نے ایک مہینے سے زاید تک تمام وسطی ہند میں شدید اضطراب پیدا کر دیا تھا، وہ آج تک بالکل راز بنا ہوا ہے۔ جس وجہ سے اس کی ابتدا ہوئی اور اس کے مقصود و مفہوم کے متعلق ہر وقت مختلف قیاس آرائیاں کی گئیں۔ بعضوں نے یہ سمجھا کہ یہ برطانی حکومت کے کامل طور پر قائم ہو جانے کا نشان ہے۔ بعض کا خیال یہ ہوا کہ یہ پیشوا باجی راؤ کے حق میں ہے جس نے اس وقت تک اطاعت نہیں کی تھی، عام خروج کی علامت ہے۔ برخلاف ازیں جو لوگ اس کا سراغ لگانے کے لئے جے پور بھیجے گئے تھے وہ اس بیان کے ساتھ واپس کرے کہ ایک مقدس برہمن نے اپنے وطن کے ضلع میں

۲۱۹

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) گھنٹے ٹھہرنے کی خواہش کی اور جب سب جمع ہو گئے تو میں ان سب کو اس مقام پر لے گیا جہاں میں ایک مکان کی بنیاد رکھ رہا تھا اور جنوبی ہند کے جو کام کرنے والے وہاں لگے ہوئے تھے ان کے ایک توہم پرستانہ رواج سے فائدہ اٹھا کر جس کا اقتضا یہ ہے کہ اس موقع پر وہ ناریل توڑیں اور تقسیم کریں، میں نے یہ خواہش کی جو ناریل آئے ہیں وہ اس کام میں آویں اور میں نے پٹیلوں سے کہا کہ ان کو اب معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں نے اس قدر عجلت سے کیوں ان کو اپنے خیمے پر بلوایا تھا، اور میرا یقین یہ ہے کہ اس وقوعے سے وہ برطانی طاقت کے نیک آغاز اور اس کے مضمر دوام کا شگون لیں گے۔ ان کو اس توجہ سے اطمینان ہو گیا اور لشکر گاہ کے ہندوستانیوں کے لئے خوش طبعی کا ایک سامان مہیا ہو گیا ورنہ وہ متفکر و خوف زدہ ہو جاتے۔

باب۸

ناریل ہر طرف بھیجے تھے جس سے بیٹا پیدا ہونے کی مسرت کا اعلان مقصود تھا اور اس علامت نے جو آگ کی طرح سے پھیل گئی تھی اپنے ابتدائی سادہ مقصود سے دور ہو کر ایک وہمی نوعیت حاصل کر لی تھی۔ اگر یہی صورت ہو (اور یہ غیر اغلب نہیں ہے) تو اس سے ایک نہایت نمایاں حد تک یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کے ادنےٰ طبقوں میں دفعتہً حرکت عمل پیدا ہو جانے کی کس قدر طفلانہ وہمانہ حالت موجود ہے۔

فوجی انتظام

وسطی ہند کی آبادی جن قبائل پر مشتمل ہے ان کا بیان ہو چکنے کے بعد، اس ملک کے مختلف حکمرانوں اور سرداروں کے فوجی انتظام پر نظر کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ خیال ہو سکتا ہے یہ فوجیں زیادہ تر ہندو سپاہیوں پر مشتمل ہیں مگر مختلف ریاستوں میں تناسب لامحالہ مختلف ہے۔ سندھیا، ہلکر اور ظالم سنگھ کی فوجوں میں ہم پانچ ہندوؤں میں ایک ایک مسلمان کا شمار لگا سکتے ہیں۔

۲۲۰

بھوپال کی چھوٹی سی ریاست میں مسلمانوں کا تناسب بہت زیادہ ہے کیونکہ تقریباً تمام سوار اور پیادوں کی ایک معتدبہ تعداد (جن میں پشاور اور کابل کے ایک ہزار افغان شامل ہیں) اس طبقۂ مسلمانان سے ہیں۔

چھ سو سوار جن کا تعلق غفور خاں کی جاگیر سے ہے وہ سب مسلمان ہیں۔ لیکن چھوٹی چھوٹی راجپوت امارات[۱] جن کے مسلح تابعین کا اندازہ ساڑھے چھ ہزار سوار اور پیدل کا ہو سکتا ہے وہ تقریباً سب کے سب ہندو ہیں۔ بعض بڑے شہروں میں ایسے مسلمان ہیں جو اب تک اس امید میں گھوڑے رکھے ہوئے ہیں کہ وہ ملازم ہو جائیں گے اور ان کا گزران کی چھوٹی ہوئی قسمت کے اندوختے پر ہے مگر بالیقین ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ وسطی ہند کی آبادی کے فوجی جزو میں مسلمانوں اور ہندوؤں کا عدم تناسب بہت زیادہ ہے۔ یہ لوگ اگرچہ کسی باقاعدہ ریاست کے ملازم نہیں ہیں،

[۱] ان اماراتوں میں سب سے زیادہ اہم دھار، دیواس، ڈونگر پور، بانسواڑہ، پرتاب گڑھ، رتلام، سیلانہ، سیتامھو وغیرہ ہیں۔

پھر بھی یہ لوگ اپنے کو نسلاً و نسلاً سپاہی سمجھتے ہیں لیکن آخر الذکر (یعنی ہندو) جس میں گرا سیہ سرداروں کے راجپوت تابعین، سوندھی نسلاً اور وہ دوسرے نیم مفتوح نسلیں شامل ہیں جو حال میں مغلوب ہو گئی ہیں مگر ابھی تک اپنے باپ دادا کی عادتوں پر جمی ہوئی ہیں، ان سب کا شمار ان کے مکانات سکونت کی فوجی آبادی میں کر لیا گیا ہے۔

۲۲۱ وسطی ہند کے حکمرانوں اور سرداروں کی فوجوں کا ایک حساب ضمیمے کے نقشے میں دیا گیا ہے[۱]۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ۲۴۸۱۲ سوار اور ۱۹۱۷۵ پیدل ہیں (جن بناؤں پر یہ نقشہ بنایا گیا ہے وہ معقول حد تک صحیح ہیں)۔ یہ تعداد خواہ نا قابل لحاظ ہو یا ازمنہ سابقہ کے تجربوں کے خلاف ہو پھر بھی ملک کی موجودہ حالت کے عین مطابق ہے چوبیس برس کے شدید ہیجان کے بعد اب امن وسکون کی حالت میں آیا ہے۔ اور چونکہ اس کی ضمانت برطانی حکومت کی اعلیٰ قوت نے کر دی ہے اس لئے ملکی حکمرانوں کو اس کی ترغیب نہیں ہوتی کہ ریاست کے اغراض اور مالیات کے جمع کرنے کے لئے جس قدر فوج کی ضرورت ہے اس سے زیادہ فوج رکھیں۔

آبادی چونکہ اس امر کا تعلق وسطی ہند کی اندرونی خوش حالی سے تھا اس لئے آبادی کی تعداد اور ان کے عادات واطوار کے متعلق بہت جلد تحقیقات جاری کر دی گئی۔ بلکہ اور دھار و دیواس کے پوار راجگان کے ملکوں میں باشندوں کی تعداد کے صحیح نقشے مرتب کئے گئے ان حکومتوں نے اپنے حدود کے اندر ہر ایک ضلع کی نہایت صحیح مردم شماری میں سبقت کی اور اس کا نتیجہ ضمیمے کے ایک خلاصے میں دیا گیا ہے[۲]۔

۲۲۲ ایک طرف اگر ہم اس نیک نیتی اور اعتماد پر اپنے کو مبارکباد دے سکتے ہیں

---

[۱] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۳۔

[۲] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۴ (الف)، (ب)۔

باب ۱۲

جن سے اس قدر کارآمد اطلاعین حاصل ہوئیں تو دوسری طرف یہ افسوس بھی ہے کہ سندھیا اور دوسری ریاستوں کے حسد نے اس طریق کو زیادہ بڑھنے سے روک دیا۔ لیکن جو کچھ اس وقت ہمارے قبضے میں ہے ان سے ہم معقول حدتک یقینی لباون پر اردگرد کے ان ممالک کی جن کی معاشرت اور سیاسی حالات ایک ہی سے ہیں آبادی اغلب کی تعداد کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

قلیل وکثیر آبادی کے معقول تناسب کے مدنظر چودہ ضلعوں[۱] کا انتخاب کیا گیا۔ ان کا کل رقبہ تین ہزار چار سو بہتر مربع میل ہوا اور ان کے باشندے (جن کی تحقیق نہایت ہی صحیح شمار کی گئی ہے[۲]) تین لاکھ بیالیس ہزار ستہتر نفوس ہوئے فی مربع میل اٹھانوے کا تناسب ہوا۔ وسطی ہند کی گھٹی ہوئی آبادی کے لئے اسے محفوظ طور پر معیار قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہر ایک گھر میں رہنے والوں کی تعداد مختلف اضلاع میں معتد بہ حد تک مختلف تھی۔ شہر اندور میں یہ تعداد پانچ سے قدرے زائد تھی۔ اس دارالصدر کے قریب کے بعض دیہاتوں میں یہ تعداد چار سے زائد نہیں تھی غالباً پانچ کو اوسط قرار دیا جا سکتا ہے۔

۲۲۳

خواہش یہ ہوئی کہ کوہستان وندھیا میں بھیلوں کی آبادی کا تیقن کیا جائے اور جو حسابات موصول ہوئے ان کی تصحیح ہلوں اور مزروعہ کھیتوں کے ذریعے سے کی گئی کیونکہ اس نسل کے عادات کتنے ہی بے ترتیب

---

[۱] اندور، سوار، ہسال پور، بانکھی، دیپال پور، الوٹی، برگنوڈی، دیواس، دھار، بدنادر، دھید پور، ترانا، کیتا، نلچا۔

[۲] ہر ایک گاؤں اور ضلع کے جو گوشوارے میرے سامنے پیش کئے گئے۔ ان سے زیادہ مفصل و واضح کوئی شئے نہیں ہو سکتی۔ تمام اصناف میں مردوں عورتوں اور بچوں کو میز کیا گیا تھا اور بعض میں ہر ایک مرد کا نام دیا گیا تھا (ایک ضلع میں تیس ہزار تھے)

باب ۱۴

کیوں نہ رہے ہوں ان کی کاشت کردہ زمین کے اعتبار سے ان کی تعداد بہت صحیح معلوم ہو جاتی ہے۔ (مندو کو مرکز قرار دیکر) جو قطعہ تجویز کیا گیا شرقاً و غرباً ساٹھ میل اور شمالاً جنوباً دس میل تھا، اور اس میں ایک سو چھوٹے چھوٹے گاؤں تھے جو پڑا کہلاتے ہیں ہر گاؤں میں بالاوسط نو جھوپڑے تھے اور ہر جھوپڑے میں چار سے زائد آدمی نہیں تھے۔ اس طرح فی مربع میل تقریباً چھ ہوتے ہیں اور ان پہاڑی قبیلوں کے اندازے کا اسے معقول حد تک صحیح معیار قرار دیا جا سکتا ہے، قرب و جوار کے رہنے والے باامن باشندے خوف کی وجہ سے ان کی تعداد پر ہمیشہ مبالغہ کرنے کی جانب مائل رہتے ہیں[1]۔

ضمیمے کا خلاصہ جس میں ممالک مذکورۂ بالا کی آبادی کی تعداد دی گئی ہے صحت کے مدنظر اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ خلاصہ ان متعدد نقشوں سے مرتب ہوا ہے جو ضخیم اور تفصیلی تحریروں سے بنائے گئے تھے جن میں ہر ایک خاندان کی تجارت اور اس کے شغل کا تعین کیا گیا تھا۔ لیکن ان میں سے کسی میں، بھی باقاعدہ تنخواہ پانے والے سپاہیوں، قلعہ گیر فوج اور مقامی فوج محافظ کی تعداد شامل نہیں ہے[2]۔ ان سب پر پہلے ہی نظر کی جا چکی ہے۔ لیکن، مدنی طبقات مثلاً، برہمن، بوہرے، سوداگر، دکاندار، اہل حرفہ اور کاشتکار جو غیر مسلح ہیں اور شاذو نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ انھیں سپاہی بننے پر راغب کیا جا سکے، ان سب کو غائر نظر سے ان غارتگر اور شوریدہ سر طبقوں سے الگ رکھا گیا ہے جو ملک میں منڈلاتے رہتے ہیں اور سلاح برداری کو اپنا پیشہ سمجھتے ہیں۔ اس انتظام سے ہیں یہ موقع ملتا ہے کہ قوم کی ان شاخوں

۲۲۴

[1] ضمیمہ شمارہ ۱۲۔ (ج)۔

[2] سہ نبدی۔

باب ۱۳

کی تعداد کا معقول حد تک صحیح تصور قائم ہو سکے جو غیر معمولی اوقات میں ان ریاستوں کے موافق یا مخالف میدان عمل میں آسکتی ہیں جن کی وہ رعایا ہیں۔ یہ امر بجائے خود اگرچہ ایک اہم امر ہے مگر جب اس کا مقابلہ اس مزید سہولت سے کیا جاتا ہے جو ان مردم شماریوں کی وجہ سے وسطی ہند میں موثر انتظام قائم کرنے اور اندرونی امن بحال رکھنے میں ملتا ہے تو امر مذکورہ نہایت ثانوی حیثیت کا ہو جاتا ہے۔

جو مواد اب ہمارے قبضے میں ہیں ان کے ذریعے سے ہم نہ صرف ان غارتگر طبقوں کے بڑے حصے کی تعداد کا بلکہ ان کی جائے سکونت کا بھی تعین کر سکتے ہیں، جو گزشتہ کئی برس سے اس ملک کی خوش حالی کے بدترین دشمن رہے ہیں۔ ہلکر اور راجگان پوار کی قلمروؤں میں صرف ان قبائل کی تعداد ۸۸۸۳۴ نفوس ہے اور یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دولت راؤ سندھیا اور اس کی باجگذار ریاست شاہجہاں پور غربی اور اگر میں ان کی تعداد اتنی ہی کثیر ہے۔

۲۲۵

وسطی ہند کے راجپوت اپنے عدم اتحاد اور اس پست حالت کے باوجود جس میں وہ مبتلا ہو گئے ہماری نہایت مختص توجہ کے مستحق ہیں خواہ ہم ان کی تعداد ان کے فخر اور ان کی جہالت پر نظر کریں یا اپنے سرداروں کے ساتھ ان کی وابستگی پر نگاہ ڈالیں۔ اگرچہ یہاں وہ اس قدر کثیر التعداد نہیں ہیں جتنے بعض متصلہ ملکوں میں ہیں۔ تاہم ان کے عادات و خصائل وہی ہیں اور ان پر حکمرانی ہمیشہ ان کے تعصبات پر نہایت تفصیلی نظر رکھ کر ہونا چاہیئے۔ ہلکر اور راجگان پوار کے علاقوں کے اعداد مردم شماری جو ہمارے پاس ہیں ان راجپوتوں کی تعداد ۱۷۱۹۱ پائی جاتی ہے جو کل آبادی کے آٹھویں حصے سے قدرے زیادہ ہے لیکن سندھیا کے علاقوں میں ان کی تعداد زیادہ کثیر ہے اور یقین کے ساتھ یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کل باشندوں کا چھٹا حصہ ہے۔

وسطی ہند کی آبادی سے متعلقہ دیگر واقعات میں یہ واقعہ بھی

ا۔ موگھی؛ باگری، بھیل، سوندی، اور بھیلالس۔

باب ۱۴

قابل ذکر ہے کہ قوم کے جوان آدمیوں کے مقابلے میں لڑکوں کا تناسب کم ہے[1] عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے اور ہندؤں کے ساتھ مسلمانوں کا غیر معمولی تناسب ہے بچوں کی نسبتہً کم تعداد کا سبب شاید یہ ہے کہ گزشتہ بیس برس اس ملک کے تمام حصے میں طوائف الملوکی اور جنگ وجدل کا دور دورہ تھا۔ عورتوں کے مردوں سے زیادہ ہونے کا بھی یہی سبب قرار دیا جا سکتا ہے اور مسلمانوں کی نسبت جن کا تناسب ہندؤں کے مقابلے میں ساڑھے اکیس میں ایک کا ہے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نسل جو وسطی ہند میں کبھی بہت زیادہ نہیں تھی اسے گزشتہ صدی میں اس ملک کے اندر اگر کچھ اقتدار حاصل بھی تھا تو بہت ہی کم تھا۔

۲۲۶

اس موضوع کے اس حصے کو ختم کرتے ہوئے یہ بیان کر دینا نہایت طمانیت بخش ہے کہ ملکی حکومتوں کے بعض حکمراں جنھوں نے وہ مواد مہیا کیا جن سے یہ مردم شماریاں مرتب ہوئیں اس اطلاع نفع عظیم سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے احکام جاری کر دیے ہیں کہ آئندہ پیدائش، موت، انتقال مقام اور نئے آباد کاروں کے سالانہ نقشے باقاعدہ ہر ضلع سے مہیا کیے جائیں۔ ان کے بالیاتی نظم ونسق کی نوعیت وترتیب کے مدنظر یہ ایک آسان انتظام ہے اور حکام اضلاع کے نقشوں سے (جو اس وقت تک مہیا کیے گئے ہیں) اگر ہم اندازہ کریں تو یہ نقشے مکمل اور صحیح ہیں۔ اس کارروائی سے انھیں خود جس نفع کی توقع ہے اس کا تصور تانتیا جوگ کے ان الفاظ سے بہتر نہیں ہو سکتا جو اس نے اس وقت کہے تھے جب اس نے ہلکر کے علاقوں کے ضخیم نقشے مہیا کیے کہ وہ اس اطلاع کے طلب کرنے سے اپنے

[1] بارہ برس اور اس سے کم عمر والوں کو بچوں میں شمار کیا گیا ہے۔

باب ۱۲

مجھے ایک ایسی آگاہی بخشی جس کا اظہار میں صرف ان الفاظ میں کر سکتا ہوں کہ بہ حیثیت ایک وزیر کے میں اپنے کو اسی شخص کے مانند محسوس کرتا ہوں جس کی آنکھ کا موتیا بند رفع کر دیا گیا ہو۔ تاریکی کے بعد یہ روشنی ہے۔

باب پانزدہم

۱۸۱۷ء اور ۱۸۲۱ء میں وسطی ہند کی حالت کی نسبت

۲۲۷

مقابلتی رائے

وسطی ہند کی گزشتہ حالت سابق ابواب میں پوری طرح واضح
کی جا چکی ہے مگر یہ مناسب ہوگا کہ ۱۸۱۷ء میں جب برطانوی فوجیں ان ممالک
میں داخل ہوئیں اس وقت حکمرانوں اور سرداروں کا جو اقتدار تھا اس پر
ایک مختصر نظر باز پس ڈالی جائے اور ان کی موجودہ حالت کا ان کی گزشتہ
حالت سے مقابلہ کر کے اور نظم اور عمدہ حکومت کے جاری کرنے میں جو
ذرایع اختیار کئے گئے ہیں ان کا تفصیلی بیان دینے سے ہم ایک نظر
میں اس تغیر عظیم کے اثرات کو پیش کر سکیں گے جو وقوع میں آئے ہیں اور
کسی دوسری طرح جو کچھ ممکن تھا اس سے بہتر صحت کے ساتھ اس مداخلت
کے نتایج کا اندازہ کر سکیں گے جو برطانوی حکومت کو مجبور ہو کر اس ملک کے
معاملات میں اختیار کرنا پڑا اور جس کی توضیح اس کتاب کے سابقہ صفحات

باب ۱۵

میں ہو چکی ہے۔

۱۸۱۷ء کے اختتام پر دولت راؤ سندھیا کی سیاسی حیثیت کا نیز
برطانی حکومت کی جانب اس کے رویے کا بیان پوری طرح ہو چکا ہے کہ
کیونکر برطانی حکومت کی فوجوں کی موجودگی کی وجہ سے اس یادگار موقع پر
سندھیا کو مجبور ہو کر اپنے مرغوب عزائم کو ترک کرنا پڑا اور عین اس وقت
جب وہ اپنی قوم کا سب سے زیادہ طاقتور سردار تسلیم ہو چکا تھا اسے اپنی
قوم کے معاملے کا نمایاں منحرف بننا پڑا۔ اب صرف یہ باقی رہ جاتا ہے کہ
اس کے گزشتہ اور موجودہ فوجی وسایل اور وسطی ہند میں اس کی
حیثیت پر نظر کی جائے۔

۲۲۸

۱۸۱۷ء میں اس کی فوج تقریباً[1] چھبیس ہزار (۲۶۰۰۰) باقاعدہ پیدل
تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) سوار اور تین سو چھیانوے (۲۹۶) توپوں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ
ایک بڑی جماعت پنڈاریوں کی تھی جن پر اسے قیادت تو نہیں مگر اقتدار حاصل
تھا۔ بعض مقامی فوجیں تھیں اور اس کے قلعوں کی قلعہ نشین فوجیں اور توپیں
تھیں مگر ان آخر الذکر میں صرف چند ہی زیادہ قوی تھیں[2]۔

۱۔ ۱۸۱۷ء میں دولت راؤ سندھیا کی فوج کا شمار ۱۵،۰۰۰ سوار اور ۱۳،۰۰۰ باقاعدہ
پیدل کا تھا اور اس کے ساتھ ایک تعداد ہلکے توپ خانے کی تھی؛ اسی نسبت سے
تقریباً تین سو توپوں کے لیے گولہ انداز تھے۔ یہ توپ خانہ ان بڑی توپوں کے
علاوہ تھا جو توپ خانہ میں تھیں۔ ماسوا ازیں، سواروں اور پیدلوں کی مقامی فوجیں
تھیں جن سے مالگزاری کے وصول کرنے اور امن کے قایم رکھنے کا کام لیا جاتا
تھا، اور پنڈاریوں وغیرہ کی بے مربوط فوجیں بھی تھیں ملاحظہ ہو کپتان کلوز کا مراسلہ۔

۲۔ اغلباً اسیر گڑھ کے مدافعات بہترین ہیں۔ اس کے بعد گوالیار کا درجہ ہے
یہ دونوں پہاڑی قلعے ہیں؛ جیسے یادا گڑھ، ناروار، چندیری، راگھوگڑھ، بجرن گڑھ
اور راٹ گڑھ ہیں۔ برخلاف ازیں، شیو پور جیسی گڑھ اور رات گڑھ میدان میں
ہیں۔ اسی طرح اور بھی مستحکم مقامات ہیں مگر اہمیت میں کم ہیں۔

باب ۵

سندھیا کے علاقے اگرچہ اس درجے تباہ نہیں تھے جس درجے ہلکر کے علاقے تباہ تھے مگر پھر بھی پریشان وابتر حالت میں تھے۔ اس کی فوج اور اس کے فوجی متبعین برطانی حکومت سے جنگ کرنے پر کافی طور سے مائل تھے کیونکہ یہ لوگ برطانی حکومت کے اثر اور اس کی قوت کی ترقی کو اپنے لئے موجب تنزل سمجھتے تھے لیکن کاشتکار اور وہ راجپوت سردار جو مرہٹہ حکمراں کو فرمانروائے اعلیٰ تسلیم کرتے تھے وہ مضطربانہ طور پر کسی ایسے تغیر پر نظر لگائے ہوئے تھے جو انھیں تباہی ومصیبت سے نجات دے۔

۲۲۹

۱۸۱۷ء میں ہلکر کی فوج پنڈاریوں، سہ بندیوں اور قلعہ نشین فوجوں[1] کے علاوہ دس ہزار پیدل، پندرہ ہزار سوار، اور سو میدانی توپوں پر مشتمل تھی۔ ایک ضلع کو چھوڑ کر، اس حکمراں کے باقی تمام علاقے تباہی وبربادی کا ایک منظر پیش کرتے تھے جس میں ہر طرح کی حکومت کا فقدان تھا مگر پھر بھی چند کڑیاں ایسی باقی تھیں جو ان نامربوط اجزا کو ملائے ہوئے تھیں جن سے یہ ریاست مرکب تھی۔ اور ۱۸۱۷ء کے اختتام کے قریب اس ریاست کے باخودہا منقسم سرداروں نے اس مشترک خطرے سے خوفزدہ ہوکر جو ان سب پر چھایا ہوا تھا اپنے عارضی اتحاد کے ذریعے سے اس ریاست کی فوجی شاخ کو ایک ایسی مکمل ونوتنظ عطا کردی کہ جسونت راؤ کے انتقال کے بعد سے نامعلوم تھی۔

امیر خاں کی فوج ہلکر سے بہت دنوں قبل جدا ہوگئی تھی۔ یہ فوج قوت میں ہلکر کی فوج سے پوری طرح برابر تھی کیونکہ اس میں آٹھ ہزار باقاعدہ پیدل، بیس ہزار سوار اور تقریباً دو سو توپیں تھیں۔ توپوں کے بعض وستے گھوڑوں کے ذریعے سے کھینچے جاتے تھے۔ جو علاقے

۲۳۰

[1] ہلکر کے قبضے میں سب سے زیادہ مضبوط قلعے خاندیس میں گالنا اور چندور تھے۔ مالوے میں ہنگلاس گڑھ اور بیجاگڑھ میں سندوا۔ ان سب قلعوں اور مخاص کر آخرالذکر میں توپوں کی بھی ایک تعداد تھی۔

باب ۱ — اس سردار سے متعلق تھے وہ ہلکر کے علاقوں سے کسی حد تک بہتر حالت میں تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان غارتگر جماعتوں کو جو ملک کے غیر محفوظ حصص میں برابر پھیرتی رہتی تھیں پٹھانوں سے زیادہ خطرہ تھا۔

۱۸۱۷ء میں کوٹا کے متولی ظالم سنگھ کی فوج میں بارہ ہزار پیدل، چار ہزار سوار اور سو سے زاید میدانی توپیں تھیں۔ یہ باقاعدہ معقول تنخواہ پانے والی اور اچھے ساز و سامان سے مرتب فوج ان دو ہزار راجپوتوں کے علاوہ تھی (جن میں سے تین سو سوار تھے اور) جو ریاست کوٹا کے وفاداری کے پابند تھے، ملک کی فوج محافظ اور ظالم سنگھ کے کثیر التعداد قلعوں[1] کی فوجیں بھی اس کے سوا تھیں۔ یہ سب قلعے توپوں سے اچھی طرح مسلح تھے۔ جو وجوہ اوپر بیان ہو چکے ہیں ان کی بنا پر اس امارت کا خوشحالی کی حالت میں رہنا اردگرد کے ملکوں کی حالت کو دیکھتے ہوئے اور بھی زیادہ تعجب انگیز تھا۔

۱۸۱۷ء میں نواب بھوپال اپنے قلعۂ دارالصدر اور چند دوسرے قلعوں[2] کے قبضے تک محدود تھا۔ اس کی فوج تقریباً پندرہ سو سوار اور بارہ سو بے قاعدہ پیدل پر مشتمل تھی۔

وسطی ہند میں پیشوا اور بعض دوسرے جنوبی مرہٹہ سرداروں کی جاگیریں غیر محفوظ تھیں اس لیے ۱۸۱۷ء میں وہ اس ملک کے سب سے بدتر حصے تھے۔ ان کی مدافعت کے لئے صرف تھوڑی سی فوج محافظ تھی اور یہ فوج عام غارتگروں کو روکنے سے قاصر تھی۔ ۲۳۱

۱۸۱۷ء میں حکومت کی حیثیت سے دھار کی ریاست کی نسبت

---

[1] ان میں سے اہم کوٹا (جو ایک قلعہ بند شہر ہے) شاہ آباد، گاگرون، شیو گڑھ اور نر گڑھ خاص ہیں۔ ان کے علاوہ کوٹا کے علاقوں میں متعدد گڑھیاں یعنی چھوٹے قلعے ہیں، جو ان کثیر التعداد چھوٹے چھوٹے سرداروں کی اقامت گاہ تھی یا کسی زمانے میں رہی ہیں جو راجہ کے اطاعت گزار ہیں۔

[2] اسبا پانی، رائسین، گنگور گڑھ اور چوکی گڑھ۔

یہ کہنا دشوار تھا کہ نام کے سوا کچھ اور تھا۔ اس کے علاقے غصب کر لیے گئے تھے یا ویران کر دیے گئے تھے۔ اور متولیہ مینا بائی اور اس کا خورد سال لڑکا آٹھ یا دس ہزار سواروں اور پیدلوں کا سردار تھا۔ اور یہ سوار اور پیادے بالکلیہ لوٹ مار پر بسر کرتے تھے۔ دیواس کے راجگان پوار سارنگپور کو کھو چکے تھے اور جو علاقے ان کے پاس باقی رہے تھے ان کی آمدنی بہت کم تھی اور برسوں تک ایسا ہوتا رہا کہ جب فصل کا وقت آتا تو اس آمدنی کو پنڈاری اور دوسرے لٹیرے وصول کر لیا کرتے تھے۔ راجگان یا سوارٹھ، ڈونگر پور، پرتاب گڑھ، رتلام، سیتامئو، جابوا، امجھیرا، اور اسی قسم کے دوسرے راجاؤں کی حالت تقریباً ایسی ہی تھی اور اپنی مصیبت کو رفع کرنے کے لیے جو ذرائع وہ اختیار کرتے تھے ان سے وہ مصیبت اور بڑھ جاتی تھی کیونکہ تقریباً تمام صورتوں میں ہوتا یہ تھا کہ مرہٹوں سے محفوظ رہنے کے لیے جن غیر ملکی اجیر سپاہیوں سے کام لیتے تھے وہ سپاہی اور بھی بدتر دشمن ثابت ہوتے تھے۔ ان کے علاقوں کی آمدنیاں پست ترین حد کو پہنچ گئی تھیں۔ اور ان میں سے بعض آبادیوں میں یہ سمجھنا دشوار ہو گیا کہ باشندے گزر کس طرح کرتے ہیں: تاہم شہروں اور حصاردار دیہاتوں کے قریب کچھ تحفظ موجود تھا۔ یہ حصاردار دیہات جو پہلے زیادہ عام نہیں تھے گزشتہ ہنگامہ آرائیوں کے زمانے میں بہت زیادہ بڑھ گئے تھے۔ اور ان کی قلعہ بندی اتنی کافی تھی کہ وہ سواروں اور معمولی غارتگروں کو روک سکتے تھے۔ صرف کوہستان وندھیا کے دامن کے قریب جہاں پنڈاریوں، گونڈوں اور بھیلوں کے مساکن تھے یہ دیکھا جاتا تھا کہ سیکڑوں دیہات ویران اور بے سقف پڑے ہیں[۱] کیونکہ کسی طرح ادائی رقم

[۱] ملک کے اس حصے کے بعض قطعات کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھیں جانوروں نے غصب کر لیا تھا، اور واپس آنے میں باشندوں کو اپنے کھیتوں کے لیے ان جانوروں سے واقعتاً لڑنا پڑا۔ میں نے کپتان ایمبروس کو انجادی اور یاگلی کے قریب کے ملک کے تحفظ کے لیے علحدہ کر کے متعین کر دیا تھا، اور جب میں نے اس ملک کے

باب ۱۵

بے تحفظ لوگوں کو ان وحشی قبایل سے بچا نہیں سکتی تھی اور نہ کسی وعدے وعید پر خواہ کتنے ہی بہتر طریق سے کیا گیا ہو اعتماد ہو سکتا تھا ان کے ملک کی اس حالت نے مالوے اور نیمار کے جنوبی حصص کے باشندوں کو یہ موقع دیدیا کہ وہ چاہیں تو ان علاقوں کے ستانے والوں سے تعلق پیدا کر لیں اور چاہے جلاوطنوں سے۔ ایک بڑے حصے نے اول الذکر صورت کو پسند کیا اور جس تباہی کے وہ شکار ہوئے تھے اسے پھیلانے میں سرگرم معاون بن گئے۔

۲۳۳

۱۸۲۱ء میں وسطی ہند کی حالت کا تبصرہ پیش کیا گیا ہے اس کا مقابلہ چار برس قبل کی حالت سے کرنے سے ہر اس شخص کو یہ حالت ناقابل تسلیم نظر آئے گی جس نے خود موقع پر تغیر کی اس صریح ترقی کو نہ ملاحظہ کیا ہو۔ اور جن اسباب سے یہ ترقی ہوئی ان پر غور نہ کیا ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قریب دلوار میں چینیوں کی ہلاکت آفرینی کے حالات سنے تو میں نے اس عہدہ دار کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے قرب و جوار کے ان باشندوں کی صحیح تعداد سے اطلاع دے جنھیں ۱۸۱۸ء کے اندر چینیوں نے ہلاک کیا ہے۔ ان کا حساب حسب ذیل ہے:-

انجادی ۔ ۳۹ ۔ بھیر وگرارا ۔ ۸ گھوسی ۔ ۵ ۔ جملہ ۸۴ ۔

باگلی ۔ ۱۷ ۔ ارگولی ۔ ۱۵ ۔

راگھوگڑھ اور کرناود کے درمیان دو مسافر مہلک طور پر زخمی ہوئے جس سے کل تعداد ۸۶ ہو جاتی ہے۔ کپتان ایمبروس نے جو یادداشت میرے پاس بھیجی ان میں ہلاک ہونے والوں اور ان کے گاؤں کے نام بھی درج تھے۔

ایک ذی ہوش ہندوستانی کے بعد کے بیان سے ۱۸۱۸ء کے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۵۰ تک پہنچ گئی ۱۸۱۹ء میں اس سے بہت کم جانیں ضایع ہوئیں اور ۱۸۲۰ء میں شاید ایک بھی نہیں۔ اس ملک کے دوسرے حصص میں بھی واپس آنے والوں کے لیے یعنے ایسے ہی خوفناک ثابت ہوئے جیسے باگلی کے قریب ثابت ہوئے تھے۔

جو مہم ابھی ابھی ختم ہوئی ہے وہ کسی ریاست یا کسی جماعت اشخاص پر حملہ نہیں تھا بلکہ ایک نظم پر حملہ تھا اور پہلی ہی کامیابی مکمل ہوئی کہ تقریباً اسی وقت سے کوئی شخص نہ رہا جو یہ جنگ طول پکڑے یا پھر دوبارہ جنگ ہو۔ دلوں پر جو فتح حاصل ہوئی اس کے مقابلے میں کہنا چاہئے کہ فوجوں پر جو فتح حاصل ہوئی وہ خفیف تھی۔ مسلسل انقلاب سے جس قسم کی عام مصیبت ہمیشہ پیدا ہوتی ہے وہ اپنا دور پورا کر چکی ہے اور تمام طبقوں اور گروہوں تک پہنچ چکی ہے۔ جو لوگ لوٹ مار پر بسر کرتے تھے ان میں سے وحشیانہ لوگوں کو بھی یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مسلسل عدم تیقن اور خوف کی حالت کوئی دل پذیر حالت نہیں ہو سکتی۔ اسی ملک کے حکمرانوں، سرداروں اور باشندوں میں نہ قومی احساسات ہیں نہ ایک دوسرے پر اعتماد ہے اور نہ اتحاد کا کوئی ایک اصول ہے۔ لہذا، جب ایک ایسی حکومت نے جس کی قوت کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا یہ اعلان کیا کہ ہر ضلع میں اس کے مالک کا حق ہے بشرطیکہ وہ اپنے کو امن اور نظم کا دوست ثابت کرے اور جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ اس روش کے اختیار کرنے اور طوائف الملوکی کی ترقی کا ساتھ دینے پر اس حکومت کی دوستی اور مخالفت کا انحصار ہے تو سب کے سب اطاعت پر متفق ہو گئے۔ بعضوں کے لئے اپنے عادات پر غالب آنا دشوار ہوا مگر مخالفت کا جذبہ کسی سے ظاہر نہیں ہوا۔ ملک کی ویران حالت تغیر کے حق میں موزوں تھی کیونکہ پر امن پیشوں کے ذریعے سے وقت کی تجدید کے لئے ایک وسیع میدان ہاتھ آ گیا۔ لیکن جنگ کے نتیجوں نے برطانی حکومت کو متعدد دیسی ریاستوں کے اوپر جو فائق قدرت دیدی وہ آئندہ کے امن اور خوشحالی کا خاص سبب بن گئی۔ برطانی حکومت کے عہدہ داروں کو موقع ملا کہ وہ ان ریاستوں کی کوششوں کی تشکیل اور ہدایت کریں یہ دوسروں کے لئے مثال بن گئی اور وسطی ہند کے ہر صوبے میں ترقی کی ایک رو چل نکلی۔ لیکن اس کے سمجھنے کے لئے زیادہ تفصیلی بیان کی ضرورت ہے۔

باشپ

اس تغیر سے دولت راؤ سندھیا کو دہرا فایدہ پہنچ چکا ہے، ایک طرف فوج کی کمی دوسری طرف آمدنی کی زیادتی۔ ۱۸۱۷ء کے بعد سے فوج معتد بہ حد تک گھٹا دی گئی ہے۔ اس حکمراں کی کل فوج اب تیرہ ہزار باقاعدہ پیادوں اور نو ہزار سواروں سے زیادہ نہیں ہے۔ توپ خانہ زیادہ تر سابق ہی کے برابر ہے لیکن مقامی سوار اور فوج محافظ نصف سے زاید گھٹ گئی ہے اور فنی بڑی بڑی جمعیتیں سرکش سرداروں کے زیر قیادت تھیں اور جو سب سے زیادہ ملک کے وسایل کے لئے تباہ کن تھیں وہ سب کی سب یا توڑ دی گئیں یا منتشر کر دی گئیں۔ صرف انھیں تخفیفوں کی وجہ سے واقعی اخراجات میں بیس ہزار سالانہ سے کم کی بچت نہیں ہوئی ہے اور بابو سندھیا جسونت راؤ بھاؤ، اور دوسرے اسی قسم کے سران لشکر کا خاتمہ کر دینے سے جو اسی نوح کی جمعیتوں کے قاید تھے جو نہایت درجہ بے مصرف اور گراں خرچ تھے، روپے اور سکوں کا جو فایدہ حاصل ہوا ہے اس کا اندازہ دشوار ہے۔ ۱۸۱۷ء میں وسطی ہند کے اندر سندھیا کا ایک ضلع بھی ایسا نہیں تھا جو کم وبیش ابتر حالت میں نہ ہو۔ ۱۸۲۱ء میں امن عامہ کا ایک دشمن بھی نہیں دیکھا ہے۔ اس کے علاقوں میں ترقی کی رفتار ہر حصے میں مختلف ہے مگر ترقی عام ہے۔ مندسور اور نولیائی جہاں اس تمام دوران میں نسبتہً سکون برقرار رہا ہے، گزشتہ تین برس کے اندر آمدنی میں اضافہ دس پندرہ فی صد سے زیادہ نہیں ہوا ہے برخلاف اجین کے شہر اور اضلاع میں جو اس کے گرد ہیں اسی تین برس کی مدت میں لگان ۱۸۱۷ء کے سوا لاکھ سے بڑھ کر تقریباً تین لاکھ ہو گیا ہے۔ بھیلسا کا اضافہ اور بھی زیادہ ہے، ۱۸۱۷ء میں اسے چالیس ہزار کے ٹھیکے پر دیا گیا تھا اور ۱۸۲۱ء میں اس سے ڈھائی لاکھ وصول ہوئے۔

۲۳۵

۲۳۶

ہندوستان کے اس جانب میں سندھیا کے کل علاقوں کی نسبت

لہ۔ کنڈی راؤ ٹھیکہ دار تھا۔ یہ واقعہ اس کے گماشتے اننا جی نے مجھ سے بیان کیا۔

باب ۱۵

ہم محفوظ طریق پر یہ اندازہ قایم کر سکتے ہیں کہ آمدنی میں تقریباً پچیس فی صد کا اضافہ ہوا ہے اور اخراجات وصولی میں کم از کم پندرہ فی صد کی کمی۔ دھوکل سنگھ کی زیادتیاں جن کی وجہ سے کم از کم دو برس تک راگھوگڑھ کے ضلع میں ابتری اور بربادی رہی اس کے قید ہو جانے کے باعث ختم ہو گئیں اور پیدل فوج کے شور و شر بروقت بند ہو گئے ہیں جو آخر زمانے میں لا بلیٹ کے زیر قیادت تھی مختصر یہ کہ اس قسم کے نظم حکومت کے تحت جس قدر سکون ممکن ہے وہ دولت راؤ سندھیا کے ملک کو حاصل ہے۔ بہت سے کاشتکار جنھوں نے اس کے علاقوں میں اس وجہ سے پناہ لی تھی کہ وہاں ہلکر اور دوسرے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے علاقوں کی بہ نسبت یہ تحفظ تھا وہ اپنے اپنے وطنی اضلاع کو چلے گئے ہیں مگر ان کی جگہ پریشان حال اور خارج شدہ سپاہیوں سے زاید از ضرورت پر ہو گئی۔ یہ سپاہی اپنے سابق شغل کاشتکاری کی طرف واپس آ گئے ہیں یا ضرورت سے مجبور ہو کر انھوں نے حرفت اختیار کر لی ہے۔ سندھیا کے علاقوں میں چند ہی گاؤں ایسے تھے جہاں گھر ویران پڑے ہوں مگر اکثر گاؤں ایسے تھے جو گھٹ کر چار پانچ خاندان تک رہ گئے تھے۔ ان تمام دیہاتوں میں شہروں کے باشندوں کی تعداد بڑھ گئی ہے مگر اس کا تناسب وہ نہیں ہے جو ہلکر اور پوار خاندان کے مقبوضات کا ہے، ان مقبوضات کا تباہی و بربادی کی حالت سے سرسبزی کی حالت میں آ جانا غیر معمولی درجے کی سرعت کے ساتھ ہوا ہے۔ ۲۳۷

۱۸۱۷ء میں ہلکر کی ریاست کی جو فوج تھی اس کی تعداد دیکھا چکی ہے جن وستوں کو مہند پور میں شکست ہوئی اور وہ منتشر ہو گئے وہ پھر یکجا نہیں کئے گئے، اور اب اس حکمراں کے پاس صرف دو سو پیدل محل کی حفاظت کے لئے ہیں۔ اب بھی تین ہزار سوار قایم رکھے گئے ہیں اور توپ خانہ تیرہ توپوں پر مشتمل ہے جن میں گیارہ توپیں برطانی حکومت نے ان توپوں میں سے نذر کی ہیں جو جنگ کے زمانے میں گرفتار ہوئی تھیں۔

۱۸۱۷ء میں مالوے اور نیمار کے مقبوضات سے ہلکر کی آمدنی

باب ۱۵

چار لاکھ اکتالیس ہزار چھ سو اناسی روپے تھی، ۲۰-۱۹۱۸ء میں یہ آمدنی سولہ لاکھ چھیانوے ہزار ایک سو تراسی روپے تھی۔ چار برس قبل وصولی کے مصارف پینتیس ۳۵ سے چالیس ۴۰ فی صد تک تھے اب پندرہ فی صد سے زیادہ نہیں ہیں، درحقیقت اب سہ بندی فوج یونہی برائے نام ہے۔ برطانی فوجوں کے قرب اور اس کے ساتھ اس علم نے کہ یہ حکومت ہلکر کے علاقوں کی موید و محافظ ہے اب تک سکون بحال رکھا ہے۔ اس ریاست کی سریع بحالی کا تصور اس سے زیادہ کسی شے سے حاصل نہیں ہو سکتا جو ضمیمے کے نقشے[1] میں دی گئی ہے اس نقشے سے

۲۳۸

ایک نظر میں ان تمام دیہاتوں کا حال معلوم ہو جاتا ہے جو مختلف اضلاع میں ۱۸۱۷ء کے بعد سے دوبارہ آباد ہوئے ہیں۔ اس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت ہلکر کے قبضے میں جو تین ہزار سات سو ایک سرکاری گاؤں ہیں[2] ان میں سے ۱۸۱۷ء میں صرف دو ہزار اڑتیس آباد تھے سولہ سو تریسٹھ گاؤں ویران ہو گئے تھے اور جیسا کہ اہل ملک اور دیگر کہتے ہیں وہاں چراغ بھی نہیں جلتا تھا[3]۔ ۱۸۱۸ء میں دو سو اٹہتر گاؤں بحال ہوئے ۱۸۱۹ء میں تین سو تینتالیس اور ۱۸۲۰ء میں پانچ سو آٹھ، اب صرف پانچ سو تینتالیس گاؤں ویران باقی رہ گئے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ تین برس کے اندر یہ بھی دوبارہ آباد ہو جائیں گے یہ صحیح ہے کہ اس مختصر زمانے میں گیارہ سو بیس گاؤں جو بحال ہوئے ہیں ان میں سے صرف چند گھروں میں باشندے موجود ہیں لیکن تقریباً ان سب میں وطنی موروثی عہدہ دار پٹیل اور پٹواری واپس آ گئے ہیں، زراعت شروع ہو گئی ہے اور سال بہ سال بڑھتی رہے گی۔

ہلکر کے علاقوں کا انتظام اچھا ہے اور اس وقت ایک ملکی حکومت کی تمام ذہانت اور قوت نہایت جائز ذرایع یعنی رعایا کی ضرورت و محنت

---

[1] ضمیمہ شمارہ ۱۵ (الف)

[2] سرکاری گاؤں سے مراد وہ گاؤں ہیں جو جاگیر یا انعام وغیرہ میں نہیں دیے گئے ہیں۔

[3] فارسی لفظ "بے چراغ" انتہائی ویرانی کے ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

باب ۱۵
۲۳۹

کے ذریعے سے وسایل کے بڑھانے کی طرف بہت اچھی طرح رہبری کر رہی ہے۔
اس ملک کے کاشتکاروں کے طبقے میں ہمت افزائی کی وجہ سے
نئے شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھی ہے اور برابر بڑھتی جارہی ہے۔ ثانیاً جو لوگ
کا خیال یہ ہے کہ پانچ برس کے اندر ان علاقوں کی خوشحالی ایسی ہو جائے گی کہ
کسی زمانے میں تاآنکہ اہلیہ بائی کے زمانے میں بھی نہیں رہی ہے۔
اضافہ شدہ آبادی کا ایک بیان دیا گیا ہے[1] اندور کی آبادی کا اضافہ حیرت انگیز
ہے یہ شہر تین برس کی مختصر مدت میں ایک برباد شدہ قصبے سے بدل کر
ایک خوشحال دارالصدر ہو گیا ہے۔

دھار اور دیواس کی پوار ریاستیں، جن کے علاقے بھی غیر آباد ہو گئے
تھے، ۱۸۱۷ء اور ۱۸۲۱ء کا مقابلہ کرنے سے ایسی ہی خوش کن تصویر پیش
کرتے ہیں۔ ۱۸۱۹ء میں دھار کی آمدنی دو لاکھ سرسٹھ ہزار تھی اور ۱۸۱۷ء میں
جب برطانی فوجیں وسطی ہند میں داخل ہوئی ہیں تو بیس ہزار بھی یقینی نہیں
ملتا تھا۔ اس سال اس چھوٹی سی ریاست میں آٹھ ہزار آدمیوں کی غارتگر
فوج تھی۔ اب اس میں تین سو سواروں کی معقول تنخواہ پانے والی جمعیت
ہے اور آٹھ سو بے قاعدہ فوج اور سہ بندی ہیں۔ اس ملک کے دیہاتوں کی
بحالی ضمیمے کے نقشے میں ظاہر کی گئی ہے اس کی وسعت کا تناسب ویسا ہی
نظر آتا ہے جیسا ہلکر کے ملک کا ہے اور درحقیقت بعض ضلعوں میں اس سے
بھی زیادہ ہے[2] دھار کا نظم ونسق بابو راگھو ناتھ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ
برطانی حکومت کے کامل اعتماد اور تائید کے ساتھ کام کرتا ہے اور اس
امارت کی خوشحالی کو بحال کرنے میں لگاتار محنت کر رہا ہے۔ اسے اپنی
کوششوں میں سگارام بابو سے ہمت افزائی حاصل ہوتی ہے جو دیواس
کے دوراجاؤں کا برہمن دیوان ہے۔ ان دو حکمرانوں کے علاقے ۱۸۱۸ء میں

۲۴۰

۱۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۵ (ب)
۲۔ نربدا کے کنارے کا خوبصورت ضلع دھرم پور تباہی کے بعد بحال ہو گیا ہے۔

دس ہزار روپے کی آمدنی تک پست ہو گئے تھے ۔ ۱۸۱۹ء میں انھوں نے ایک لاکھ نو ہزار تین سو بہتر روپے وصول کئے اور دیواس جو تقریباً ویران ہو گیا تھا اب ایک آباد قصبہ ہے جو دیہات ۱۸۱۷ء سے دوبارہ آباد ہوئے ہیں انکی تعداد ایک سو اکتالیس سے کم نہیں ہے[1] اب انکی آمدنی اس سے زیادہ ہے جتنی حکمرانوں کے موجودہ خاندان میں کسی زمانے میں کبھی رہی ہو۔ ترقی کا ایک ہی سا جذبہ ہلکر اور پوار کی حکومتوں میں جاری ہے اور اس جذبے کی بنا انکی گزشتہ اور موجودہ حالت کا خوش آیند مقابلہ اور برطانی قوم کی مسلسل تائید کا اعتماد ہے۔

گزشتہ انقلاب کی وجہ سے امارت کوٹا کی حالت مالوے کی ہر ایک دوسری امارت کے بہ نسبت کم متغیر ہوئی ہے، اس ریاست کو معاہدہ مندسور کے بموجب جو اضلاع دیے گئے ہیں[2] اور جو ابتر حالت میں تھے ان کو بھی بحال شدہ سکون سے فایدہ پہنچا ہے۔ جیسا کہ پوری طرح ظاہر کیا جا چکا ہے ۲۴۱ ظالم سنگھ کی غیر معمولی ذہانت نے اس کے ہمسایوں کی پریشان حالی سے اس کے اپنے علاقوں کو نفع پہنچا دیا ہے۔ اس نے نہ صرف کاشتکار رعیت کو ہیں بلکہ ان کی محنت کی پیداوار سے زیادہ سے زیادہ وصول کرنے کا سامان بھی کر لیا ہے۔ امن و نظم کی عام بحالی اسے نہ صرف آبادی کا اس سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا ہے جتنا کہ اسے وسطی ہند کی غارتگر جماعتوں کی شکست سے نفع پہنچا ہے اور اسے مجبور ہونا پڑا ہے کہ اپنی وصولی کے سخت نظم کو بہت زیادہ ڈھیل کر کے ترک وطن کو روک دے۔ اس قسم کی تجویزوں کو زیادہ موثر طور پر عمل میں لانے کے لئے نیز برطانی حکومت کو رضامند کرنے کے لیے[3] اس نے علانیہ اپنے اس ارادے کا اعلان کیا ہے کہ اس حکومت کی رعایا سے جس کا وہ صدر ہے آیندہ وہ کسی طرح کا استحصال بالجبر نہ کرے گا۔ یہ ہوشیار بڈھا مدبر اس قسم کی باتیں بھی کرتا ہے کہ وہ ہر ضلع میں ایک ستون نصب کرے گا کہ اس غیر ارادی انصاف کے عمل کی دائمی یادگار رہے۔

پس بہ حیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۸۱۷ء کے بعد سے اگر کوٹا کی آمدنی

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۵ ج
[2] گنگا ور دیگ پیچپا پہر اور اہمور
[3] ملاحظہ ہو کپتان ٹاڈ کا مراسلہ

باب ۲۴۲

میں اضافہ نہیں ہوا ہے تو بھی باشندوں خاص کر کاشتکاروں کی حالت
بلاشبہہ واقعی حد تک بہتر ہے۔

کوٹا کی فوج کی تعداد وہی ہے جو ۱۸۱۷ء میں تھی۔ آدمی بہترین
قسم کے ہیں اور انھیں تنخواہ باقاعدہ ملتی ہے اور ساز و سامان اچھا ہے۔

۱۸۱۷ء کی بھوپال کی آمدنی اور اس کی فوجوں پر نظر کی جا چکی ہے
اس وقت اس کا حکمراں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جد و جہد کر رہا تھا
اور جو مختصر فوج مخاصمت کے روکنے کے لئے اس نے ہتھیار رکھی تھی اس کے
اخراجات حکمراں کی استطاعت سے زیادہ تھے۔ اب بھوپال وسطی ہند
میں ایک معقول ریاست ہے اس کے علاقے برطانی حکومت کی فیاضی اور
دوستی کی وجہ سے وسیع ہو گئے ہیں کیونکہ برطانی حکومت کا مقصود یہ رہا ہے
کہ اس ریاست کو اتنی عظمت و قوت عطا کرے جو اس کے سب سے زیادہ
خوشحال حکمرانوں کے وقت میں رہی ہو۔

۱۸۲۰ء میں بھوپال کی آمدنی کا اندازہ نو لاکھ روپے کا کیا جا سکتا ہے
اور جیسا کہ ملحقہ نقشے[1] میں ظاہر کیا گیا ہے یہ ملک سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا
ہے۔ اس پسندیدہ حلیف کی فوج دو ہزار سواروں تک بڑھا دی گئی ہے
جن میں ایک بڑی تعداد نہایت اچھی حالت میں ہے۔ اس حکمراں کے پاس
ہر قسم کی چار ہزار پیدل فوج ہے اور تقریباً ایک سو اسّی توپیں ہیں جن میں
سے چھتیس میدانی توپیں ہیں۔ سابق میں نواب بھوپال کے قبضے میں جو قلعے
تھے ان کے علاوہ برطانی حکومت کے وسیلے سے اسے اسلام گڑھ بھی مل گیا ہے۔
وسطی ہند میں امیر خاں کے صرف دو ضلعے ہیں سیرونج اور پیراوہ۔ یہ دونوں
۱۸۱۷ء کے بعد سے بہت ترقی کر گئے ہیں مگر خاص کر آخر الذکر جس کا انتظام
اچھا ہے اور ۱۸۱۹ء کے بعد سے اس کی آمدنی دو چند سے زیادہ ہو گئی
ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۵ (ل)

باب ۱۵

۲۴۳

غفور خاں کی جاگیر میں بھی معتد بہ تغیر ہوا ہے۔ ۱۸۱۹ء میں اس کی آمدنی تین لاکھ چھہتر ہزار تین سو ستاسی روپے تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۱۷ء کے بعد سے کم از کم پچاس ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔ اس سردار کے پاس پہلے جس طرح کا بے ترتیب غول تھا اب اس کے بجائے عمدہ قسم کے چھ سو سوار ہیں اور یہ سوار برطانی حکومت کے تحت ملک میں عام نظم قائم رکھنے کے کام میں لگائے گئے ہیں۔

ڈونگرپور، بانسواڑہ اور پرتاب گڑھ کے علاقوں (خاص کر آخر الذکر دو علاقوں) میں اتنی زیادہ ترقی ہوئی ہے جتنی وسطی ہند کے کسی دوسرے علاقے میں ہوئی ہو۔ ان کی آمدنی کے اضافے کا بیان ہو چکا ہے۔ ان کی آمدنی اور ان کی زراعت کا بھی یہی تناسب رہا ہے لیکن ان ویران ملکوں کی بحالی کے لئے ان اضافوں سے زیادہ ان علاقوں کے واقعی باشندوں کے عادات کے تغیر پر نظر کرنا چاہئے اور بہ صورت حالات سرعت کے ساتھ اچھی ترقی کر رہی ہے۔ گزشتہ چار برس کے اندر ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو عظیم تغیر واقع ہوا ہے وہی کیفیت کسی قدر تبدیلی کے ساتھ چمبل کی تمام مغربی و مشرقی راجپوت امارتوں کی رہی ہے۔ ہر ایک امارت میں غیر ملکی اجیر سپاہی برطرف کر دیے گئے ہیں اور خاندان کے چند حشم و خدم اور خود ملک کے تھوڑے سے سہ بندیوں کے علاوہ اور ان میں فوج نہیں رکھی گئی ہے۔ جس نسبت سے ان امارتوں میں برطانی حکومت کے عام تحفظ کے اعتماد کی وسعت ہوئی ہے اسی نسبت سے ان کی آمدنی و زراعت میں بھی ترقی ہوئی ہے۔

۲۴۴

کثیر التعداد گراسیہ سردار اور ان کے تابعین جو ۱۸۱۷ء میں ملک کے اندر بے قید لوٹ مار سے زندگی بسر کرتے تھے اور سو برس سے وہ ایسا ہی کر رہے تھے وہ اب سکون کی حالت میں ہیں اور جس طرح ان کے عادات بدلتے جائیں گے اسی طرح ان کا میلان طبع اور ان کے سرکشانہ ذرایع اختیار کرنے کا زور گھٹتا جائے گا۔

باب ۵

سونڈواڑہ کی حالت کے تغیر پر نظر کی جا چکی ہے اور غالباً یہ تغیر بھی ایسا ہی نمایاں ہے جیسا کوئی دوسرا تغیر۔ یہ ملک ویران ہونے کے بجائے ہلوں کا اتنا ہی اضافہ ظاہر کرتا ہے جتنا صوبے کے کسی دوسرے حصے میں ہوا ہو۔ اور ان بارہ سو سلح ڈاکوؤں میں سے جو ۱۸۱۷ء میں اس صوبے کے قلعوں میں پناہ گزیں ہوتے اور وہاں سے نکل کر آس پاس کے ضلعوں کو لوٹتے تھے، اب ان میں سے ایک بھی قزاقانہ زندگی نہیں بسر کرتا۔

وندھیا کے دامن میں اور نربدا کے سواحل پر گونڈ، بھیلالہ اور بھیلوں میں جو غیر معمولی تغیرات وقوع میں آئے ہیں وہ بھی اسی حد تک قابل پذیرائی ہیں۔

جب برطانی فوج وسطی ہند میں داخل ہوئی ہے بلکہ ۱۸۱۸ء میں بھی یہ ملک فوجوں تک کے گزرنے کے لئے محفوظ نہ تھا اور اس سال کے آخر تک جب تھوڑی چھاؤنی قایم ہوئی ہے، یہ چور اور لٹیرے جنھوں نے مالوے کے اس حصے کو مدتوں سے برباد کر رکھا تھا اپنی لوٹ مار جاری کئے ہوئے تھے۔ اب نہ صرف یہ لوٹ مار فرو کردی گئی ہے بلکہ اس قوم کے مفسد و متبذل حصے کو (جو اس قسم کی لوٹ مار کرتے تھے) زندگی کی بہتر روش کی برکتوں کا احساس ہو گیا ہے۔ اور نربدا کے داہنے کنارے پر بھوپال کے علاقوں سے لیکر گجرات تک اور بائیں کنارے پر ہندیا سے بروانی تک محنت اور ترقی کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔

۲۴۵

جو لوگ لٹیروں کے سرداروں کی حیثیت سے مشہور تھے وہ اب موروثی کاشتکاروں کی حیثیت سے اپنے باپ دادا کے حقوق کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ نئے گاؤں ہر جگہ پیدا ہوتے جا رہے ہیں اور وہ جنگل جو برسوں تک ناقابل گزر سمجھے جاتے تھے اب بہت سرعت کے ساتھ صاف ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ قصبوں اور شہروں کے بنانے کے لئے لکڑی مہیا کرنے میں نفع ہے۔ جام اور ماندو کے درمیان جو جنگل

باب ۱۵

پہلے نادر سنگھ کے تابع تھے وہ اب ہر جگہ کاشت کر رہے ہیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے گاؤں بنتے جا رہے ہیں جس سے امید ہوتی ہے کہ اس کل قطعۂ ارض میں جلد تر اور کامل تغیر ہو جائے گا۔ بہت سے ایسے اضلاع کا نام لیا جا سکتا ہے جو لفظاً و معناً کامل بربادی کی حالت سے بحال کئے گئے ہیں۔ مانپور نے جس کا تعلق سندھیا سے ہے سات برس سے مالگزاری نہیں ادا کی ہے اور ۱۸۱۷ء میں وہاں ایک آدمی بھی نہیں رہتا تھا۔ اب اس میں بیس سے زیادہ خاندان ہیں مگر گزشتہ چند برسوں کے اندر بردیا اور کاناپور کے ضلعوں سے زیادہ تغیر کسی میں نہیں ہوا ہے۔ یہ دونوں ضلعے نربدا کے بائیں کنارے پر واقع ہیں۔ ۱۸۱۸ء میں جب یہ ضلعے برطانی حکومت کے قبضے میں آئے اور ان کی کیفیت معلوم کی گئی تو صرف کاناپور میں ایک گاؤں تھا جس میں آبادی تھی اور بردیا میں ایک گاؤں بھی نہ تھا۔ ۱۸۲۰ء کی اطلاع کے بموجب کاناپور میں بیس گاؤں اور بردیا میں تیرہ گاؤں ہیں۔ اور نربدا کے کنارے کے کمپنی کے اضلاع میں جن میں مذکورۂ بالا دو ضلعوں کے علاوہ ہندیا اور کسراد بھی داخل ہیں اکتیس گاؤں سے کم ایسے نہیں ہیں جو گزشتہ دو برس کے اندر پھر سے آباد کئے گئے ہیں۔

۲۴۶

وسطی ہند کے باشندوں کے دلوں میں جو تغیرات پیدا ہوئے ہیں ان کے مقابلے میں آمدنی کے یہ تغیرات اور قصبوں اور دیہاتوں کی یہ بحالی ایک خفیف و غیر اہم امر ہے۔ ہول و تخویف اور طوائف الملوکی کا دور دورہ کبھی ایسا کامل نہیں ہوا جیسا ۱۸۱۷ء میں تھا۔ اب جو صورت حال ہے اس سے زیادہ قوی تضاد پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت اہل ملک غالباً اس سے زیادہ خوش و مطمئن ہیں جتنا آئندہ کبھی ہوں گے۔ انھوں نے جو خطرات و مصائب برداشت کئے ہیں اس کی یاد موجودہ امن اور عمدہ حکومت کے لطف کو بڑھا دیتی ہے۔ سندھیا کے چند اضلاع جہاں اب بھی بدنظمی جاری ہے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر بہ حیثیت مجموعی

باب ۱۵

کبھی کوئی ایسا ملک نہیں تھا جہاں آبادی کے حرفت و محنت کرنے والے طبقات اپنی حالت سے اس سے زیادہ خوش رہے ہوں جتنا کہ یہاں اس وقت ہیں۔ اس احساس میں ان فوجی طبقات کے دماغی اضطراب سے بھی خلل نہیں پڑا ہے جو اپنے پیشے سے بھی محروم کر دیے گئے ہیں۔ تمام وہ لوگ جو ملک کے واقعی باشندے تھے ایک نہ ایک حیثیت میں زیر غور آ گئے ہیں اور غیر ملکی اجیر سپاہیوں کے ایک بڑے حصے کو (جو خارج شدہ فوج کا کثیر جزو تھے) ملک کو ترک کر دینے پر مجبور کیا گیا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ اب بھی مراسلات و تعلقات رکھتے ہیں مگر ملک کے امن کو برباد کرنے کے لیے وہ اب کبھی واپس نہ آئیں گے، اور جن کارروائیوں اور اصولوں کے ذریعے سے یہ تغیر عمل میں آیا ہے وہ محفوظ ہیں اور ان کی تائید کی جاتی ہے۔ لیکن اس حصہ بحث کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس ملک کے حکمرانوں اور سرداروں کے ساتھ ہمارے تعلقات پر نظر کی جائے اور جو انتظامات اور قرارداد یں ہم نے کی ہیں یا ان حکمرانوں اور ان کے باج گزاروں اور ان کی رعایا کے مابین جو ضمانت ہم نے کی ہے، ان کا حوالہ دیا جائے۔

دولت راؤ سندھیا سے ہمارے موجودہ تعلقات جس معاہدے کے ذریعے سے قایم ہوئے وہ وسطی ہند میں برطانی فوج کے داخلے سے چند روز قبل ہو گیا تھا۔ لیکن اس مختصر مدت کے اندر اس حکمران کے ساتھ ہمارے تعلق میں اگرچہ لفظاً نہیں مگر معناً کامل تغیر ہو گیا۔

جنگ مہید پور کے قبل چنبل کے مغربی جانب کے مقبوضات سندھیا کے خاص منتظم بایا گنگا دھر نے اپنا ایک گماشتہ برطانی صدر مقام پر بھیجا اور ہلکر اور پنڈاری دونوں کے غارتگر گروہوں کے خلاف تحفظ کی درخواست کی۔ اس کے ساتھ جس مہربانی اور توجہ کا برتاؤ کیا گیا اس کی وجہ سے دوسروں نے بھی ایسی ہی درخواست کی اور اپنے اپنے ملک کے امن کے بحال رکھنے اور ترقی دینے میں ان کی کوششوں کی اعانت کی گئی۔

۲۴۷

باب ۱۵

اور یہ اعانت اس سے زیادہ تھی جن کی ذمہ داری موجودہ معاہدوں سے
عاید ہوتی تھی۔ جاورہ جسے جسونت راؤ بھاؤ سے نکال لیا گیا تھا، پنڈاریوں
سے پاک و صاف کر کے دربار گوالیار کے راست اقتدار میں دے دیا گیا۔ (۲۴۸)
ان آشتی آمیز کارروائیوں سے انگریزی اثر و اقتدار کو ایک حد تک
قبول عام حاصل ہو گیا۔ اس سے وہ رشک آمیز خوف دب گئے جو ہماری
سریع ترقی سے پیدا ہو گئے تھے۔ ۱۸۱۹ء میں راجگان رتلام اور سیلانہ
سے بزور خراج وصول کرنے کے لیے ولیٹیروں[1] کی ایک فوج کے ساتھ
باپو سندھیا کی آمد نے ان راجگان کے خاندان کے تمام راجپوت
سرداروں کو مسلح ہو جانے پر آمادہ کیا۔ دونوں فریق نے ہمارے توسل کی
التجا کی اور اسی توسط سے سندھیا کے لیے مصارف وصول کیے بغیر خراج
کی باقاعدہ ادائی اگرچہ متیقن ہو گئی مگر اس ملک سے اس کی غارتگر فوجوں کا
اخراج ہو گیا اور وہ چھوٹے چھوٹے راجپوت سردار جو ایک صدی سے
ظلم و جور سے آزاد رہے تھے برطانی حکومت کے شکر گزار و وفا شعار بن
گئے۔ دولت راؤ سندھیا نے ان انتظامات پر کوئی تعرض نہیں کیا
سہولت کے خیالات اور ملک کے مسلسل سکون کو ترقی دینے کی خواہش نے
اسے مائل کیا کہ سیوتی لناوارہ کے راجاؤں، نیز سیتا مھو اور راجھیرا کے
چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے ساتھ بھی یہی انتظام کرے۔

اس کارروائی سے فی الاصل دولت راؤ سندھیا نے اپنے چنبل
سے مغرب کے باجگزاروں کی سیادت برطانی حکومت کو حوالے کر دی ہے (۲۴۹)
اور ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے معاملات میں اس تباہ کارانہ مداخلت
کے حق کو ترک کر دیا ہے جسے اتنی طویل مدت تک یہ مرہٹہ حکمران اپنی ادر

[1] - باپو سندھیا جو اب مر چکا ہے، وہ ان سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار ہے
جن کے نسب خاندان سندھیا کی تاریخ میں یہ بیان ہوا ہے کہ بہت بڑی اور بے قاعدہ
فوجوں کی کمان کرتے ہیں۔

اپنے عہدہ داروں کی آمدنی کا ایک وسیع مگر بالواسطہ ذریعہ سمجھتا رہا ہے۔
ان انتظامات کی خاص دلی تحریک بر وقت ان ممالک کی ابتر حالت تھی جس سے
یہ مایوسی ہوگئی تھی کہ کسی دوسرے ذریعے سے جایز مواجب کبھی وصول
نہ ہوں گے۔ اس قسم کے خیالات اور اپنے نظم ونسق کی مقامی کمزوری
کی وجہ سے سندھیا کو یہ ترغیب ہوئی کہ وہ اپنے متعدد دوسرے
تابعین کے متعلق بھی ہمارے توسط کا خواہاں ہو۔ خاص کر ان گراسیا
سرداروں کے متعلق جو بہت دنوں سے اس کے ملک کو لوٹ رہے تھے۔
ان انتظامات کا ایک خلاصہ دیا جائے گا۔ سر دست اتنا کہنا کافی ہے کہ
ان انتظامات سے وسطی ہند کے اندر سندھیا کے مقبوضات مغربی اور
جنوبی اضلاع اس طرح پر برطانی اثر واقتدار میں آگئے ہیں کہ (اگر کبھی
ایسی ضرورت پڑی تو) انھیں سے سندھیا کی بربادی کا کام لیا جا سکتا ہے
لیکن یہ ضرور ہے کہ اسے اس کا احساس ہوگا اور اس معاملے نیز دیگر معاملات
میں (اس کے بدول سرداروں اور تابعین کے خیالات جو کچھ بھی ہوں
مگر خود) اس حکمراں نے شخصی طور پر جو قطعی روش اختیار کی ہے' اس سے
۲۵۰۔ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ برطانی حکومت کی مخالفت کے تمام خیالات کو ترک
کرکے وہ اب صرف برطانی حکومت کی دوستی سے فائدہ اٹھانے کا متمنی ہے۔
اس اصول پر عمل کرتے ہوئے اس نے وسطی ہند میں اپنے عہدہ داروں
کی تقرری وبرطرفی کے معاملے میں نہ صرف برطانی حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار
کی جانب توجہ کی ہے بلکہ اپنے عہدہ داروں کو بہت کچھ اسی برطانی حکومت
کے عہدے کے زیر ہدایت کر دیا ہے۔[1] کسی باضابطہ ذمہ داری کے بغیر یہ
حکمراں فی الواقع ایسی فرو تر حالت میں آگیا ہے کہ اس کی حیثیت برطانی قوم

---

[1] وسطی ہند میں برطانی اغراض کے انتظام کے دوران میں مذکورۂ بالا واقعات کی مجھے
متعدد شہادتیں ملی ہیں اور سندھیا کے اعلیٰ مقامی عہدہ دار اس طرح پر میرے تابع
کر دیے گئے تھے کہ اس سے اس فرمانروا کی طبیعت کا بے شک وشبہہ ثبوت ملتا تھا۔

کے تابع کی ہو گئی ہے اور سر دست اپنی دشواریوں سے نجات پائے اور اس سکون کے لیے جو اس کی خاص آرزو ہے، صرف برطانی قوم ہی کی طرف نظر اٹھاتا ہے۔

۱۸۱۷ء میں برطانی حکومت ہلکر کی حکومت سے بالکلیہ غیر متعلق تھی مگر مندسیور کے معاہدے کی رو سے (جو شامل کتاب ہے[۷۱]) یہ حکمراں ایک تابع حلیف ہو گیا ہے۔ کسی ایسی ریاست سے کوئی معاہدہ ایسا نہیں ہوا جس سے اتنی کم مدت میں دونوں ملکوں کو اس سے زیادہ نفع پہنچا ہو۔ یہ حکمراں چونکہ خود نابالغ ہے، اس لیے ان تمام معاشی امکانات میں سہولت پیدا ہو گی جو ایک فلاکت زدہ ملک کے لیے ضروری تھے اور ایک مضبوط و قابل دیوان تانتیا جوگ کو کامل برطانی تائید عطا کی گئی ہے اس دیوان نے چار برس کی مدت میں ملک میں دوبارہ خوشحالی پیدا کر دی ہے اور دربار کو افلاس و مصیبت کی حالت سے نکال کر عزت و وقعت کے درجے پر پہنچا دیا ہے۔ اس ریاست اور برطانی حکومت کے درمیان تعلق نے نہایت درجہ خوش گوار صورت اختیار کر لی ہے اور برطانی حکومت اگرچہ ہلکر کے علاقوں کے عام امن کو بحال رکھتی ہے مگر اس کے داخلی نظم و نسق میں مداخلت نہ وہ عمل میں لاتی ہے نہ اس حق کا دعوی کرتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملکی عہدہ دار اپنے کو مامون سمجھتے ہیں اور اپنی فرمانروائی کے فرائض کے اہل ہیں۔ ان کی ماتحتانہ حالت جس رشک و بے اطمینانی کی مقتضی ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ طوایف الملوکی اور خطرے کے بجائے سکون و امن کی جو حالت پیدا ہو گئی ہے یہی اس وقت تمام ادنی و اعلی کے جذبات پر حاوی ہے۔ اور جو لوگ نظم و نسق کو چلاتے ہیں وہ اس طریق کی صحیح قدر کرتے ہیں جس طریق سے ان کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے۔ ہمارے عمل کے اصول کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ان میں خوف کے جو احساسات تھے ان کے بجائے اب اعتماد پیدا ہو گیا ہے اور توقع یہ

۲۸۱

۷۱۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۶، (ب) اور امیر خاں کے ساتھ معاہدہ کے متعلق ضمیمہ شمارہ ۱۶، (ف ۱)۔

باب ۱۵

ہے کہ یہ اعتماد زیادہ دیرپا ہوگا کیونکہ یہ اعتماد ہمارے اقوال کا نہیں بلکہ
صریحاً ہمارے ان افعال کا نتیجہ ہے جو ہم نے ہندوستان کے اس حصے پر
اپنے اثر و اقتدار کے عمل میں لانے میں اختیار کیا ہے۔ اس دربار میں ایک
فریق تھا جو اپنے عہدوں کے جاتے رہنے سے بددل تھا مگر یہ فریق
غائب ہوگیا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت کاموں کا انصرام جن ۲۵۲
لوگوں کے ہاتھ میں ہے ان میں بلاشرط موافقت کا جذبہ موجود ہے اور
ان علاقوں میں بہت ہی کم لوگ ایسے ہیں جو برطانی حکومت کے ساتھ
اس تعلق اور اس پر اس انحصار سے بددل ہوں۔

دھار سے جو معاہدہ ہوا ہے اس کا خلاصہ ضمیمے میں شامل ہے[1]،
اس امارت کے ایک نابالغ حکمراں یعنی سابق راجہ کی بیوہ سیتا بائی کے
متبنیٰ کے تحت ہونے کی وجہ سے معاشی اصلاحات کے جاری کرنے میں
ہمیں یہاں بھی وہی مفید مواقع حاصل ہوئے ہیں، جو ہلکر کی ریاست میں
حاصل ہوئے۔ دیوان بابو رگھوناتھ جوشش عمل یا برطانی حکومت کی فیاضانہ
روش کی قدر کرنے میں نانیا جوگ سے کم نہیں ہے۔ برطانی حکومت نے
خاندان دھار کی تباہ شدہ قسمت کو بحال کر دیا ہے اور ہندوستان کے
حکمرانوں میں اس خاندان کو پھر ایک مرتبہ حکومت و منزلت عطا کر دی
ہے۔ دھار کے ساتھ ہمارے تعلقات اسی نوعیت کے ہیں جیسے ہلکر
کے ساتھ ہیں اور یہ محالفہ اس وقت تک نظم اور عمدہ حکومت کے بروئے کار
آنے میں کامیاب رہا ہے۔ غالباً اس ریاست سے ہمیں غیر محدود شکر کا
حق ہے کیونکہ ہلکر نے اگرچہ ہمارے ساتھ تعلق پیدا کر کے وسیع و معتدبہ فوائد حاصل
کیے ہیں، مگر رسماً وہ خود مختاری اور کچھ علاقوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔
برخلاف ازیں راجہ دھار کے علاقے (جن میں سے متعدد اس نے کھو دیے تھے)
تقریباً کل بحال کر دیے گئے ہیں[2]۔ اور اسے ایسی حد تک برتری دی گئی ہے ۲۵۳

[1]۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۶ (ق)

[2]۔ بگ اور گنگرور کے اضلاع جواب ریاست کوٹا کے قبضے میں ہیں، اور مال مند آدل کے

باب ۱۵

کہ وہ خود اپنی کوششوں سے کبھی اس برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کی امید نہیں کر سکتا تھا۔ یہ خیال دیواس کے ان دو راجاؤں پر اور زیادہ زور کے ساتھ عاید ہوتا ہے جن کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ ان کے قبضے میں ہے وہ انہیں فیاضانہ انصاف وروش کے ان اصول کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو وسطی ہند کے انتظام میں برطانی حکومت کے مد نظر تھا۔

دیواس سے جو معاہدہ ہوا تھا اس کا خلاصہ[1] شامل کر دیا گیا ہے۔ راجگان بہت قبل اس درخواست پر رضامند ہو گئے تھے کہ اپنے مشترکہ اغراض کے انتظام کے لئے صرف ایک وزیر[2] مقرر کریں اور قرعۂ انتخاب سکارام باپو کے نام پڑا جو ایک مستعد کارذی ہوش برہمن ہے اور جس نے ان راجگان کے ملک کی خوشحالی بحال کرنے اور برطانی حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات کو ترقی دینے اور مستحکم کرنے میں نہایت کامیاب سعی کی ہے۔ برطانی تعلقات کی جانب ان سرداروں اور ان کی رعایا دونوں کے جذبات وقعت اور وابستگی کے تھے۔ ان راجگان اور حکمران دھار نے وحمل راؤ پوار کے حق میں، ضلع سندری کا ایک ثلث حصہ منتقل کر دیا ہے۔ اس موقر خاندان میں یہی ایک سردار رہ گیا تھا جس کے لئے

۲۵۴

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اضلاع جو غفور خاں کی جاگیر کے اجزا ہیں ان سب کا تعلق سابقاً دھار سے تھا مگر معاہدۂ مندسور کے بموجب وہ علحدہ کر دیے گئے اور واپس نہیں دیے جا سکتے۔ مگر ان اضلاع کو چھوڑ کر ریاست دھار نے برطانی حکومت کے تعلق کی وجہ سے اپنے تمام دوسرے مقبوضات حاصل کر لئے ہیں اور اپنے بعض ایسے دعاوی بھی (خاصکر آئی موہن کا خراج) جو مدتوں سے خفتہ ہو چکے تھے۔

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۶۔ (مترجم)

[2] خوش قسمتی سے اس انتظام میں اس وجہ سے سہولت پیدا ہو گئی ان راجگان میں سے ایک راجہ کا موروثی وزیر نابالغ تھا۔ سکارام جس کا انتقال حال میں ہوا ہے اس کا جانشین اس کا بھائی ہوا ہے۔

باب ۱۵

سامان نہیں ہوا تھا اور اس فیاضانہ انتظام سے اسے جو راحت نصیب ہوئی اس کی وجہ سے وہ برطانی حکومت کے خیال وانصاف کی جانب سے ایسا ہی مطمئن ہو گیا۔ جیسی اس خاندان کی دوسری شاخیں مطمئن تھیں کیونکہ برطانی حکومت ہی نے اس انتظام کو سوچا اور اس کی ذمہ داری کی تھی۔ ملحقہ عہدنامہ جو بھوپال[1] کے ساتھ ہوا ہے اس سے اس ریاست کے ساتھ ہمارے تعلقات کی نوعیت ظاہر ہوتی ہے مسلمانوں کا قبیلہ اپنی خوشحالی اور اپنی سابق عظمت کے بحال کرنے والوں کی نسبت شکر گزاری کے احساسات رکھتا ہے اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ ایسی نسل ہے جس کی عصبیات اور حسیات فخر پر لحاظ ضروری ہے۔ اس خاندان میں آیندہ کی نزاع کے کچھ تخم ابھی موجود ہیں۔ لیکن فکر رکھنے سے یہ محالفہ ان تمام اغراض کے کارآمد ہوگا جن اغراض کے لئے یہ موکد ہوا ہے۔

کوٹا کے راجہ کے ساتھ جو معاہدہ[2] ہوا وہ اپنے عمل میں اس وقت تک نہایت اچھا رہا۔ ظالم سنگھ کے ساتھ ہمارے جو تعلقات ہیں ان سے ہمیں صاحب اقتدار اعلیٰ کے حقوق حاصل ہو گئے ہیں مگر عام سکون قایم رکھنے کی حد سے زیادہ اندرونی انتظام میں کسی قسم کے دخل کا حق نہیں ہے۔ بھوپال کی طرح یہاں بھی ذمہ داری میں ایک وقت لاحق ہے وہ یہ کہ بروقت جو روش ناگزیر ہو گئی تھی اس کی وجہ سے ہمارے تمام حکمرانوں کے اس متولی کے اخلاف کی علیحدگی کی ہر طرح کی سعی کے خلاف اس متولی کے اخلاف کی تائید لازم آگئی جسے ہم نے بروقت صاحب اختیار پایا تھا لیکن یہ حالت متعدد دیسی ریاستوں میں عام ہے۔ اس کی بنا خاندانوں کی وقعت اور روش پر ہے جس پر ان کے آبا و اجداد چلتے رہے ہیں جس سے غضب میں بھی نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور جو لوگ اپنے اقتدار کے حصول وقیام میں کسی طرح کی زیادتی کر گزرنے میں تامل نہیں کرتے ان کے لئے قبیلے یا قومی احساس کو بے سمجھے بوجھے مستقل کرنے کے بجائے حکمرانی کا نام دوسروں کیلئے چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں برطانی حکومت کیلئے اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اپنے قول کو قایم رکھے اور کوٹا کی آخری شورش انگیزیوں میں برطانی حکومت اپنے مواثیق پر جس طرح لفظاً و معناً قایم رہی ہے اس کا بہترین اثر اس ریاست اور وسطی ہند کی دوسری ریاستوں پر پڑے گا۔

پرتاب گڑھ، ڈونگرپور اور بانسواڑے کے راجاؤں کے ساتھ

۲۵۵

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۶ (ج)

[2] ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۶ (د)

باب ۵

جو معاہدے ہوئے ہیں (اور جن کے خلاصے شامل کر دیے گئے ہیں[1]) وہ اسی اصول پر ہوئے ہیں۔ یہ باجگزار حکمراں ہیں جنھیں ہم حکمرانی کا عام پسند ذریعہ بتانا چاہتے ہیں اور فاطلانہ و فیاضانہ نگرانی و ہدایت کے تحت انھیں ایسی خوشحالی حاصل ہو جائے گی جس سے وہ مدتوں سے بیگانہ رہے ہیں یہ حکمراں کبھی خود مختار نہیں رہے ہیں اور انھوں نے یا ان کے آبا و اجداد نے اپنے سابق ارباب سیادت اعلیٰ کے تحت جو حالت دیکھی ہے اس کے مقابلے میں برطانی حکومت کے موجودہ تعلقات کے تحت ان کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس میں کچھ بھی شک نہیں ہو سکتا کہ جب تک ہم ان کا وہ لحاظ کرتے رہیں گے جو ان کی حیثیت کا تقتضا ہے اور ان کی رعایا کے رسم و رواج کی وقعت کرتے رہیں گے اس وقت تک ان کی وابستگی برقرار رہے گی۔

۲۵۶

دوسرے سرداروں اور زمینداروں سے ہم نے جس طرح کے قول و قرار کئے ہیں ان کی وسعت و نوعیت ضمیمے کے ایک خلاصے[2] سے معلوم ہو جائے گی۔ یہ نہایت کثیر التعداد ہیں اور پہلی نظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ بہت سی دشواریاں پیش آئیں گی مگر دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ ہمارے تمام روابط کا نفسِ مقصود ایک ہی اصول پر ہے نیز یہ کہ ذمہ داریاں سادہ اور اچھی طرح محدود ہیں اور ہمیں اپنے اعتماد انصاف اور طاقت کے بہت قوی ذرایع حاصل ہیں جن کا استعمال اگر اعتدال اور استحکام کے ساتھ کیا گیا تو وسطی ہند کے صاحب سیادت اعلیٰ کی حیثیت سے ہمارے فرائض بڑھتے جائیں گے۔

جو تغیرات ہو چکے ہیں یا جن کا آغاز کیا گیا ہے ان میں مفید نتایج پیدا کرنے میں غالباً اس سے بڑھ کر کوئی تغیر نہیں ہے کہ اس ملک کے

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۶۔ ح۔ط۔ی۔

[2] ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۶۔ ک۔ل۔م

باب ۱۵

ہر ایک حصے میں عمدہ سڑکیں بنائی جا رہی ہیں۔ جو لوگ ملک میں سکونت پذیر ہو گئے اور سب سے بڑھ کر قوم کے تجارت پیشہ باشندے اس مفید کام کی وسعت کو جلد تر محسوس کریں گے۔ لیکن دوسرے طبقات پر اس کے اثرات اور بھی زیادہ اہم ہیں۔ مانڈو کے قریب کوہستان وندھیا کے بعض حصص میں جو چند نامکمل سڑکیں جاری کی گئی ہیں ان کا اثر اس سے زیادہ ہوا ہے جو چھوٹی چھوٹی پریشان کن جنگ وجدل کے ختم کرنے کے لئے پانچ ہزار آدمیوں کو کام پر لگانے سے ہوتا۔ یہ نفع دائمی ہے کیونکہ ان کوہستانوں میں آسان گزار راستوں کے کھولنے سے نہ صرف کوہستانوں کے وحشی اور قانون شکن باشندوں پر ہیبت طاری ہو گئی ہے بلکہ ان راستوں کے ذریعے سے دوسرے طبقات کے ساتھ مانوس ونفع بخش تعلقات پیدا ہو گئے ہیں اور اس طرح عادات واطوار کے اس کامل تغیر کی بنیاد پڑ گئی ہے جو اس قسم کے قبایل کی اصلاح کے لئے ہماری امیدوں کی واحد بنیاد ہے۔

۲۵۷

یہ فیصلہ ابتدا ہی میں ہو چکا تھا کہ مندسیور کے معاہدے سے قبل جو واقعات پیش آئے ہیں ان کے ساتھ برطانی حکومت کا نام شامل نہ کیا جائے۔ اس وقت سے قبل کے خراب زمانوں کے ساتھ جو تنازعات وجرایم وابستہ تھے ان کے تمام نقصانات ومضرات کے ساتھ ان کا دفتر کھولنے کے بجائے یہ بہتر تھا کہ ان کی یاد کو اس ملک کے باشندوں کے دلوں سے ہمیشہ کے لئے محو کر دیا جائے۔ اس اصول کے اختیار کرنے سے ہم ان معاملات میں اگر منصف نہیں تو حکم بننے سے بچ گئے جو ہرگز قابل اطمینان طور پر طے نہیں ہو سکتے۔ بہت سے ایسے چھوٹے چھوٹے راجپوت حکمراں اور سردار تھے جنھیں ان کے زیر عمل اختیار پر کوئی حقیقی استحقاق نہیں تھا۔ متعدد ایسے حکمراں اور سردار اور بعض حکمراں ایسے دیہات، اراضیات اور حقوق رکھتے تھے جن پر قبضے کے سوا انھیں کوئی حق نہیں تھا۔ تمام اختیار، مقبوضات اور حقوق جو حال میں غصب کئے گئے تھے دوسرے لوگ

ان کے دعویدار تھے مگر ہر ایک کے مرافعے کے جواب میں جنوری ۱۸۱۸ء کی "صورت حال" بطور حجت پیش کی گئی۔ یہ فرض کر لیا گیا اور صحیح طور پر فرض کیا گیا کہ سکون و آسایش کی کارروائی کے لئے صرف یہی بنا ہو سکتی ہے اور بہت سے ایسے اشخاص جن کو نقصان پہنچا اور جو مایوس ہوئے اس انصاف مجرد سے بہ تقابل پیش آویں گے مگر انھیں بھی مجبور کیا گیا کہ وہ اس کی مصلحت و دانائی کو قبول کریں۔ اس عام قاعدے سے چند انحرافات کئے گئے ہیں مگر یہ صرف اس صورت میں جہاں ملک کے سکون میں خلل پڑتا تھا یا جب دونوں فریق نے فی الفور معاملے کو ہمارے حوالے کیا کہ جب کسی سابق عہدنامے کی وجہ سے ہماری مداخلت ضروری ہوئی۔

ہمارے اقتدار کے قایم ہونے کے بعد اولیں دو برسوں میں شکایات و مرافعات توقع سے زیادہ ہو گئے، مگر جزوی مقدمات جو پہلے نہایت کثیر تھے بتدریج گھٹتے گئے کیونکہ یہ ظاہر ہوتا گیا کہ ہماری مدافعت صرف امن عامہ پر اثر انداز معاملات تک محدود ہے اور خلفاء و تابعین کے علاقوں میں عدالت و مالیات کے داخلی انتظام سے متعلقہ معاملات میں دخل نہ دینے پر ہم مستحکم تھے۔ لیکن اگرچہ ان لوگوں کے شکایات کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا تھا مگر ان کی سماعت تحمل کے ساتھ کی گئی اور اس سے نہایت درجہ فایدہ ہوا کیونکہ شکایت کرنے والے کتنے ہی مایوس کیوں نہ ہوئے ہوں مگر جس لحاظ و توجہ سے ان کے ساتھ برتاؤ کیا گیا اس سے وہ مطمئن ہوئے اور اپنے مقدمے کی تحقیقات نہ کئے جانے کے وجوہ کو معلوم کر کے انھوں نے اس اصول کی واقفیت کو شایع کیا جس اصول پر برطانی نگرانی عمل میں آئی تھی اس کا اچھا اثر پڑا، اس اعتبار سے بھی کہ ان کو زیادہ اطمینان ہو گیا اور اس اعتبار سے بھی حکمرانوں اور سرداروں کی وقعت بڑھی۔ یہ حکمران اور سردار اگرچہ ایک ایسی حکومت کے احسان مند ہونے پر مجبور تھے جو ان کو پست کرنے کے ذرایع رکھتے ہوئے ان کو بلند کرتی تھی مگر اس علم سے ان پر ایک مفید روک قایم ہوتی تھی کہ

باجلد ۲۰۸
۲۰۹

اس حکومت کے سامنے ان کے انصاف واختیار کے متعلق جو فریادیں پہنچتی ہیں ان سے ان کے نظم ونسق کے متعلق اچھا یا برا اثر پیدا ہوتا ہے۔

ابتدا ہی سے اس امر کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی تھی کہ وسطی ہند کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں اور سرداروں اور اس ملک کے اعلیٰ برطانی ارباب اقتدار کے درمیان روابط اعتماد کی بنا پر شخصی راہ رسم پیدا کی جائے یہ امر اس وجہ سے اور بھی زیادہ اہم تھا کہ اس کا تعلق قزاقوں کے ان بعینہ گروہوں کے سرداروں سے تھا جنھوں نے اتنی مدت تک اس ملک کو تباہ کیا اور اس کے باشندوں کو لوٹا اور قتل کیا۔ جس قوم کو انھوں نے اس بری طرح برباد کیا تھا اس میں نظم و طاقت پیدا ہو جانا ان کی سزا کی تمہید سمجھی جاتی تھی اور ان کی سرفروشانہ روش اس یقین کی وجہ سے جاری تھی کہ ان کو معافی نہیں مل سکتی۔ اس اثر کی وجہ سے یہ کام آسان نہیں رہا کہ ان میں بہتر عادات پیدا کیے جائیں مگر اس دلخواہ مقصود کو حاصل کرنے کے لیے تمام ذرائع کام میں لائے گئے۔ انھیں کاشت کے لیے بنجر زمینیں دی گئیں اور اسی قسم کے مقامی سپاہیوں میں جو ان کے طبائع کے موافق تھے اور جن سے یہ امید تھی کہ ان میں متمدن زندگی کے عادات پیدا ہو گئے ان کے رشتہ داروں اور ان کے تابعین کو ملازمتیں دی گئیں شفقت آمیز برتاؤ سے انھیں رام کیا گیا اور ان میں ایسا اعتماد[1] پیدا کیا گیا جس سے وہ وفاداری ظہور میں آئی جس کی توقع تھی۔ لیکن تدریج مستقل اعتماد پیدا

۲۶۰

[1] بھیلوں کی اصلاح کے لیے میں نے جو پہلی کارروائی کی وہ انھیں کے سرداروں کے زیر قیادت ایک چھوٹی سی فوج کا تیار کرنا تھا اور قبل ازیں کہ وہ اس خدمت پر ایک مہینہ رہے ہوں، میں نے ان کو خزانے کا محافظ بنا دیا جس کا اثر حیرت انگیز ہوا۔ وہ خود اپنے خیال میں بلند ہو گئے اور اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کی نظروں میں بھی ایسا ہی اچھا اثر اس سے بھی پیدا ہوا کہ غریب جمیل کے نہایت ہی بیباک غارتگر سرداروں کو میں نے مسلسل اپنی خدمت میں حاضر رکھا۔

باب ۱

کرنے کے لئے بہترین ذرائع کے طور پر ان سرداروں کے بچوں کو فکر کے ساتھ تعلیم دی گئی تاکہ بعد میں وہ ان قبیلوں کو ترقی دینے کا ذریعہ بنیں جو اپنے موروثی سرداروں کی کورانہ تقلید کرتے ہیں۔

وسطی ہند کے حکمرانوں اور سرداروں سے ہم نے جو قرار دادیں[۲] کی ہیں ان کی تجدید آسانی سے اور ان کی پابندی قطعی طور پر ہو سکتی ہے۔ لیکن، ان کے علاوہ اور بھی فرائض ہیں جو عام طور پر ان حکمرانوں اور سرداروں اور ان کی رعایا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ زیادہ نازک نوعیت کے ہیں اور عملدرآمد میں زیادہ دشوار ہیں۔ اپنے ربط ضبط کو ایسی صورت میں لانا اور ان میں ایسی کیفیت پیدا کرنا کہ معاشرے کے وہ روابط جو ایک اچھے نظم کے لئے لازمی ہیں قائم رہیں اور ان میں ترقی ہو اور ادنےٰ طبقات کو طمانیت حاصل ہو اور ہر ایسی حالت میں کہ ہم ان طبقات کے بالاتر کی تائید کرتے ہوں یہ مقصود اول ہی ہے ایک بڑی اہمیت کا مقصود سمجھا گیا تھا مگر اس کا حصول آسان نہیں تھا لیکن جو طریق اختیار کیا گیا ہے وہ اس وقت تک کامیاب ثابت ہوا ہے چونکہ اس ملک کے باشندے فوجی زیادتیوں کو سہتے رہے ہیں اس لئے جب ہم پہلے پہل اس ملک میں داخل ہوئے تو انھوں نے ہماری فوقیت کی نسبت شک و خوف کا اظہار کیا اور بعضوں نے غلطی سے اسے ناپسندیدگی بلکہ انحراف سمجھا مگر یہ صرف بے حرمتی اور جور و ظلم کا اندیشہ تھا اور ہماری فوج نے سفر و حضر میں جس شدید نظم و ترتیب کے ساتھ عمل کیا اس سے یہ اندیشہ رفع ہو گیا۔

۲۶۱

---

[۱] - ان میں سے متعدد لڑکے جن میں نادر بھیل کا بیٹا بھیمن سنگھ اور کمرانی سردار مظفر کا بیٹا روشن شامل تھے تین برس تک میرے مستقر پر رہے۔

[۲] - مختلف ٹھاکروں، زمینداروں وغیرہ سے ہماری جو قرار دادیں ہوئیں اس کا نفس مطلب ضمیمہ شمارہ ۱۶۵ - س - ع - ف میں دیا گیا ہے۔

باب ۱۰

اور اس تمام خود پسندی و غرور کے فقدان نے جس کا انھیں اپنے فاتحین سے اندیشہ تھا، خیالات میں کامل تغیر پیدا کر دیا ہے۔ اور فوج وافراد کا گزر جدھر ہوتا ہے انھیں کا دوست و محافظ سمجھ کر ان کے ساتھ اخلاق کا برتاؤ ہوتا ہے اس اثر کو قائم رکھنے کے لئے ایک بڑی مدت تک یہ ضروری ہوگا کہ ہم اپنے اطوار کو بہت فکر کے ساتھ منضبط رکھیں۔ ملک کے امن کے قیام اور اس کے ساتھ خوش حالی کی جانب ترقی کا انحصار اس پر ہے کہ ہم اپنی عام نگرانی کے اندر اطواراً یا فعلاً کسی ایسی چیز کو دخل نہ دیں جس کا میلان اس رشک وخوف کو دوبارہ پیدا کرتا ہو جو اب ساکن ہو گیا ہے۔ اہلِ ملک کے دلوں میں بہت دنوں تک ہمارے آخری مقاصد کے متعلق خطرۂ باطنی موجود رہے گا۔ اسی وجہ سے لازمی ہے کہ ان کے ساتھ ربط ضبط مخصوصاً معین کردہ اشخاص تک محدود رہے۔ کوئی سرکاری عہدہ دار یا فرد جسے اس صوبے میں آنے

۲۶۲

اور آباد ہونے کی اجازت دی جائے اس کے کسی فعل سے اگر ہماری بے غرضی اور اعلیٰ اغراض کی نسبت اگر دوسری رائے قائم ہوئی یا جس سے اہلِ ملک کو اپنے مرغوب ملکی و مذہبی رواج کا خطرہ نظر آیا تو اس سے ان کے تمام احساسات بدل جائیں گے اور اعتماد و وابستگی کے بجائے شک و نفرت پیدا ہو جائے گی۔

ہم جن اصول پر کام کرتے ہیں ان کی اشاعت اور ہر درجے کے لوگوں کو اپنی حقیقت کو سمجھانے کی ضرورت کا احساس اول ہی سے رہا ہے اور ملک کے ہر حصے میں معزز و بادانش و ہوش عہدہ داروں کا تقرر کیا گیا ہے کیونکہ یہی وہ تدبیر ہے جس سے مقصد مذکورہ پورا ہو سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ توقع سے زیادہ خوش بختانہ ثابت ہوا ہے۔ مختلف حلقوں میں ان گماشتوں نے تمام طبقات سے راست تعلق پیدا کر کے نہ صرف بہت زیادہ اثر قائم کر دیا ہے بلکہ ہمارے عادات و اخلاق اور ہمارے ارادوں کے متعلق معلومات پھیلا دیے ہیں جن سے وقعت و اعتماد

باب ۵

میں اضافہ ہو گیا ہے اور اختلافات میں تحکیم کر کے اور مقامی تنازعات کو طے کرا کے انھیں تقریباً تمام صورتوں میں فوج کے بغیر ملک کے اندر امن برقرار رکھنے میں کامیابی ہوئی ہے۔ ان عہدہ داروں سے بعض اصول کی نہایت قطعی پابندی چاہی جاتی ہے اور ان کی روش نہایت فکر کے ساتھ اور واضح طور پر متعین کر دی گئی ہے۔ مقصد یہ رہا ہے کہ مطلوبہ رائے عامہ کے قائم رکھنے کے سوا ملک کے اندرونی نظم و نسق میں ہر طرح کی مداخلت سے گریز کیا جائے۔

۲۶۳

اس باب کے ختم کرنے کے قبل پر زور طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں جہاں ملک کے سیاسی حالت کے تغیر نے اس کے باشندوں کی خوش حالی کو عموماً اس قدر زیادہ بڑھا دیا جس قدر چار برس کے اندر وسطی ہند میں وقوع پذیر ہوئی، اور یہ خیال کرنا خوش آیند ہے کہ چند قزاقوں کو زیر کرنے کے سوا ایک بندوق چلائے بغیر امن بحال کیا گیا اور اس وقت تک قائم ہے۔ اول ہی سے یہ امر پیش نظر رہا ہے کہ قوت کے ذریعے سے یہ کام ہرگز تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا اور امن کے آیندہ بحال رہنے کی امیدوں میں تمام بناؤں سے زیادہ ایک بنا یہ ہے کہ یہ مذکورۂ بالا طریق سے قایم کیا گیا ہے۔

۲۶۴

باب شانزدہم

وسطی ہند میں برطانی قوت کی حالت کے متعلق خیالات۔ اس کا آیندہ نظم و نسق۔ پنچایتی عدالتیں۔ ان سے کسطرح کام لیا جاتا ہے، ان کے اجرا کی تجویز سے اختتامی ملاحظات۔

برطانی قوت کی حالت کے متعلق خیالات۔

یہ امر نہایت درجہ اہم معلوم ہوتا ہے کہ مشرق میں برطانی شہنشاہی میں جو تغیر واقع ہوا ہے اسے پوری طرح سمجھا جائے۔ ایسے واقعات کی وجہ سے جو ہماری قدرت سے باہر تھے ہمیں بادل ناخواستہ مجبور ہونا پڑا ہے کہ ہم اس وسیع براعظم کے صاحب سیادت اعلیٰ کے فرائض اپنے ذمے لیں اور اب سب یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہماری قلمرو ہندوستان کے عام سکون کی بنیاد کے سوا اور کسی بنیاد پر مستحکم نہیں رہ سکتی۔

ہماری موجودہ حالت بظاہر سکون کی ہے مگر پُر از خطرات ہے

باب ۱۶

جو ذرائع ہمارے پاس تھے ان کے ذریعے سے قوت سے کام لینا مقابلۃً آسان تھا۔ ہماری حکومت کی فیاضی نے ہماری حکومت کی شان بڑھادی اور لوگ ہر وقت اس سے مطمئن ہو گئے کہ وہ فیاض طبع اور ہمدرد فاتحوں کے قدموں کے نیچے آگئے ہیں۔ مسلسل جنگ وجدل اور طوائف الملوکی سے تنگ آکر انھوں نے اقتدار کے جاتے رہنے پر بھی بہت ہی کم افسوس کیا۔ پرسکون ایام کی توقع تھی اور لوگ ترقی کی امیدیں سر بسجود ہو رہے تھے۔ پر تمام احساسات جو طاقت، انسانیت اور قسمت کے متحدہ مساعی سے پیدا کئے تھے، انھیں ہماری ابتدائی کارروائیوں کی نوعیت سے انتہا درجہ ترقی ہوئی۔ حکومت کے عمیل عام طور پر وہ افراد تھے کہ جن مواقع پر انھیں مقرر کیا گیا انھیں مواقع پر انھوں نے نام پیدا کیا تھا۔ قواعد کی پابندیوں سے وہ آزاد تھے اور ان کے کام ان لوگوں کے جذبات کو ساکن کرنے اور ان کے عادات وتعصبات سے موافقت کرنے کے لئے موزونیت رکھتے تھے جن لوگوں کو ہموار و مطیع کرنا تھا۔ لیکن بہت سے اسباب ایسے ہیں جو اس قسم کے زمانے کو قلیل المدت بنادیتے ہیں اور ایک زیادہ سرد مہر روش کی جانب تبدل اور جو ممالک راست ہمارے تابع ہیں ان میں ہمارے قوانین وضوابط کا اجرا بالطبع شورش اور خوف کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جب لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہیں۔ نفرت اور بددلی خوف وقدردانی کی جگہ لے لیتی ہیں اور حکمراں، سردار اور تمام وہ لوگ جنھیں منصب یا اثر حاصل تھا صرف ایک ایسا نظم دیکھتے ہیں جس نے انھیں لازمی طور پر پست کر دیا ہو اور آخر میں انھیں فنا کر دے گا۔

۲۶۵

یہ نقطۂ خیال صرف ان ممالک پر عائد ہوتا ہے جو براہ راست ہمارے زیر اقتدار ہیں۔ اثر اور اقتدار کی وہ حکومت جسے ہم اپنی حالت کی مجبوری سے اپنے متعدد حلفاء تابعین پر عمل میں لاتے ہیں وہ اور بھی زیادہ شدید مشکلات پیش کرتی ہے۔ جو دیسی ریاستیں اس حالت میں

۲۶۶

ہیں ان کی نسبت ہم اپنے رویے میں دو انتہا ہوں کے درمیان ایک وسطی راستہ اختیار کر کے ان دشواریوں کو اگر بالکلیہ رفع نہیں کر سکتے تو کم کر سکتے ہیں۔ ان کے اختیار اور نتیجۃً ان کی سودمندی کو کم کرنے کے لئے ہمیں جزوی اور پریشان کن مداخلت سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس سے وہ مقصد فوت ہی ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم نے ان کے وجود کو قائم رکھا ہے۔ اس کے ساتھ وہ مضر طریق بھی نہ اختیار کرنا چاہیے جو ان کے مخالفے کے عام شرائط کی تکمیل کا اطمینان دلاتے ہوئے ان کے اقتدار کی کورانہ تائید کرتا ہو خواہ ان کی کارروائیاں ملک کی سرسبزی اور باشندوں کی خوشحالی کے لئے کتنی ہی تباہ کن کیوں نہ ہوں۔ اگر حکمت عملی کا اقتضا یہ ہے کہ ہم ہندوستان کے ایک معتدبہ حصے پر ملکی حکمرانوں اور سرداروں کے توسط سے حکمرانی کریں تو ہمارا یہ فرض ہے کہ حکومت کے ان شاہی ذرایع کو کمزور کرنے کے بجائے ہمیں اپنا اخلاقی اثر اور اپنی مادی طاقت اس کو تقویت دینے کے لئے کام میں لانا چاہیئے۔ نسبتی ترقی یا بہتر انتظام کی کسی تخمین کی وجہ سے ہمیں اس راستے سے ہٹنا نہ چاہیئے۔ اس اصول پر سختی سے قایم رہنے سے جو عام فایدہ ہوگا وہ ہمیشہ اس مقامی نفع سے بڑھ کر ہوگا جو اس اصول کے عارضی انحراف سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر صورت حالات کے اعتبار سے ہم اس روش کے ترک کرنے پر مجبور ہوں تو ایسے نمایشی و ذلیل کارفرماؤں کے پاس کوئی ایسا ذریعہ باقی چھوڑنے کے بجائے جس سے وہ اس وقت سے انتقام لے سکیں جس سے انھیں خود اپنی ناقص حکومت کا مبتذل آلہ بنایا ہے بہتر ہوگا کہ ہم ملک کے انتظام کو براہِ راست اپنے تحت لے لیں اور اسے عمل میں لا دیں۔ جو لوگ اس نظم کے موید ہیں کہ کسی ایسی ریاست کو جسے ہماری سایہ فگن دوستی نے اس شان و شوکت سے محروم کر دیا ہے جو کسی وقت میں اس کے عیوب کو بھی چمکا دیتی ہے، اسے خود اپنے ہاتھوں سے مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے یعنی ہمارے ساتھ مخالفے کی وجہ سے

۲۶۷

باب ۱۶

اندرونی نظم و نسق میں جو کشاکش پیدا ہو گئی ہے ہماری امداد کے بغیر ان کو تباہ کر دے ایسے لوگوں کے لیئے اس کے خلاف کوئی معقول دلیل نہیں ہو سکتی کہ اس قسم کی حکومتوں کے لیئے سریع ترین موت بہترین موت ہے کیونکہ اس سے وہ بہت جلد اس نقطے پر آجاتے ہیں جب ہم ایسی بناؤں پر جو ہندوستان اور انگلستان دونوں میں جائز تسلیم کی جاوے گی ملک کو خود اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں اور اسے اپنی راست حکومت کا نفع پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن یہی وہ نتیجہ ہے جس کی خرابی کو ہمیں بچانا ہے۔ ہماری تمام مخالف کوششوں کے باوجود اس طرح مملکت کا اضافہ بہت سرعت سے ہو جاوے گا مگر ہر طرح پر محفوظ رہنے کے لیئے ایسے خطرے کی طرف بتدریج بڑھنا چاہیئے جس کا تصور خوف کے بغیر ذہن میں نہیں آسکتا۔

ہمیں اپنی قلمرو کے بڑھانے پر جس سبب نے مجبور کیا ہے اور جو تمام اسباب سے زیادہ ہمیں مجبور کرتا رہے گا وہ ہمارے اقتدار کی نوعیت کے اندر مرکوز ہے۔ جب کبھی ہمارا اقتدار زیر بحث آتا ہے تو ہمیں پسپا ہونے کا موقع نہیں رہتا۔ ہماری حالت اس قومی حکومت سے مختلف ہے جو زبان، تعصبات، عادات اور مذہب میں اپنی زیر حکومت قوم سے متفق ہے۔ ملک کے اندر ہمارے لیئے اس فطری خزملہ کے ہونے کی وجہ سے ہمیں مجبور ہو کر عمل کی ایسی روش اختیار کرنا پڑتی ہے جس سے دوسری صورت حالات میں ہر ایک سلطنت گریز کرتی۔ جس تاثیر پر ۲۶۸ ہمارے اقتدار کی عین بنیاد قایم ہے اسے نقصان نہ پہنچانے کی ضرورت حکومت کو مجبور کرتی ہے کہ کیسا ہی خطرہ کیوں نہ ہو ہم اپنے صوبے کے باشندوں کے ساتھ یا ان ریاستوں کے ساتھ جن کا ہم تحفظ کرتے ہیں ہر ایک مناقشے اور تنازعے کو انجام تک پہنچا کر رہیں۔ جس مقامی عہدہ دار کی کارروائیوں سے ایسی ضرورت پیدا ہوتی ہوا سے مذموم قرار دیا جائے گا مگر ہمارے نام اور ہماری فوقیت کی تائید ہونا چاہیئے

باب ۱۶

اور جس طرح بھی ممکن ہو فتح حاصل کرنا چاہیئے کیونکہ ہماری قوت کی نسبت اگر شبہہ بھی پیدا ہو گیا تو پھر ہمارا وجود زیادہ دنوں تک نہیں رہے گا۔
وسطی ہند پر برطانی اقتدار کے قیام کو اگرچہ اولاً تمام طبقات نے واقعی برکت سمجھا کیونکہ اس کی وجہ سے ناقابل برداشت خرابیوں سے نجات مل گئی تھی مگر حکمران سردار اور قوم کا فوجی جزو ابھی سے ایسے بہت ہی دوگونہ جذبات سے دیکھنے لگا ہے۔ ان لوگوں کے دلوں میں اپنی موجودہ حیثیت کے دوام کی نسبت شدید اندیشے غالب آگئے ہیں۔ معتدل کارروائیاں جو استحکام کے ساتھ برسوں تک جاری رہیں وہ ان میں اعتماد پیدا کریں گی مگر ان سے کبھی یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ ہمارے دعاوی پر بھروسہ کریں گے کیونکہ ان کو کسی طرح یہ ذہن نشین نہیں کیا جاسکتا کہ ہماری حالت دوسرے فاتحوں سے کیونکر مختلف ہے۔ اور جب ان پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہماری راست (فوری؟) حکومت کا مزید توسع خود ہمارے مفاد کے خلاف پڑتا ہے تو ہماری گزشتہ ترقی کی تاریخ سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔
ان امور سے متعلق ان کا خوف انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور یہ خوف ملک کے برترین حکمرانوں سے لیکر دیہات کے پٹیلوں تک کل اصحاب اقتدار پر محیط ہے۔ اس احساس کی وجہ سے ریشہ دوانی کو تقویت حاصل ہوتی ہے جس کے توڑنے کے لئے مسلسل باخبری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کا بدترین نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے زیر اثر آگئے ہیں ان سے برابر یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ وہ ناواقفیت اور مایوسی کی وجہ سے اس امن کے برباد کرنے والے بن جائیں جس کی نسبت بہتر علم سے وہ یہ سمجھ سکیں گے کہ اس امن کی محافظت و برقراری خود انھیں کے لئے مفید ہے۔

۲۶۹

اسے بھی ایک امر واقعہ کے طور پر تسلیم کرنا چاہیئے کہ اگرچہ وسطی ہند کے دیسی حکمران اور سردار اولاً ہمارے ان سریع اور غیر معمولی کامیابیوں

باب ۱۶

سے ششدر ہو گئے تھے جن سے سب ہماری قوت کے آگے جھک گئے مگر اب خوشحالی نے ایک طرح کی رقابت کا جذبہ پیدا کرنا شروع کر دیا ہے جس کا اظہار ایک دو مواقع پر ہوا ہے اور جس کے بڑھنے کی توقع ہے۔ یہ امر حسب فطرت نہیں ہے کہ ایسے حالات میں جو لوگ اعلیٰ اختیار کو عمل میں لاتے تھے وہ حقیقی شکر گزاری کے جذبات کی امیدیں رکھیں۔ یہ امر ان دیسی حکمرانوں کی حالت کے مغائر ہے کیونکہ اس میں کمتری و ماتحتی مضمر ہے اور جو لوگ حکومت کے عادی ہو گئے ہیں وہ اسے اپنے دل میں بھی قبول کرنا پسند نہیں کرتے لہذا اس جذبے کو عمل کی پایدار نیت قرار دے کر اس کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ان واقعات کے علاوہ ہمیں وسطی ہند کے غارتگر اور فوجی مقابل کی جانب بھی توجہ منعطف کرنا چاہیے، ان کی تعداد کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے ان کے علاوہ وہ لوگ بھی ہیں جو اس وقت اگرچہ قوم کے دوسرے طبقات میں ملے ہوئے ہیں مگر اپنے سابقہ عادات کی جانب ان کا میلان باقی ہے اور وہ ہر ایک ایسے معاملے کو مدد پہنچانے کے لئے فوراً آمادہ ہو جائیں گے جس سے غارتگری کے ان مناظر کی تجدید کی توقع ہو جنھیں وہ اب بھی افسوس کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ انھیں لوگوں میں ہم ان غیر ملکی فوجی سربازوں کو بھی شامل کر سکتے ہیں جو وسطی ہند کے حکمرانوں اور سرداروں کی ملازمت میں تھے۔ اور ہماری پہلی کامیابی کے نتیجے کے طور پر یہ لوگ ملازمت سے خارج کر دئے گئے ہیں۔ یہ لوگ تھوڑے دنوں کے لئے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے ہوں گے مگر یہ فرض کر لینا چاہیے کہ ان میں سے ایک بڑا حصہ اپنے عادات کو تبدیل نہیں کرے گا اور حصول ملازمت کی بعید ترین توقع پر بھی وہ بلا تامل اس ملک کو واپس آ جائیں گے جس کے ساتھ ان کی بہت سی وابستگیاں ہیں اور جہاں کے لوگوں سے وہ اب بھی انفرادی مراسلت قائم کئے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ بھی توقع رکھنا چاہیے کہ اس نفیس ملک کی سریع ترقی بعض ان بے چین طبایع کو

۲۷۰

میدان عمل میں لے آئے گی جو دبا دیے گئے ہیں مگر تباہ نہیں کیے گئے ہیں۔ کیونکہ زراعت کے اضافے اور تجارت کی ترقی سے غارتگری کے لئے وہ سامان مہیا ہو جائے گا جو اب ناپید ہو گیا ہے۔

مذکورۂ بالا واقعات پر لحاظ کرتے ہوئے کہ وسطی ہند میں اس کے سوا اور کسی طرح امن قائم نہیں رہ سکتا کہ ہم دانش مندانہ و باخبر تجاویز اختیار کریں۔ لہذا یہاں کے کثیر التعداد حکمرانوں اور سرداروں کے دلوں میں سکون و طمانیت پیدا کرنے کے لئے ہر طرح کی سعی عمل میں لانا چاہیے

۲۷۱ لہذا، ایک یکساں سہل الفہم نظم اختیار کرنا چاہیے جس کی نسبت یہ سمجھ لیا گیا ہو کہ قوم کے نیک طبع لوگوں میں اس سے اعتماد پیدا ہوگا اور بدول اور شریر لوگ خوف زدہ ہو جائیں گے۔ لیکن اپنے نظم کے آئندہ کے انصرام کے متعلق کوئی رائے دینے کے قبل ضرورت ہے کہ جس اہم اصول سے ہماری تجویزوں کا انضباط ہوگا ان پر مختصراً نظر ڈالی جائے۔ وسطی ہند میں دیسی حکومتوں کی کثرت اور اس صوبے کے حکمرانوں اور سرداروں کے ساتھ ہمارے گوناگوں تعلقات کی وجہ سے یہ لازمی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو اس صوبے کا انتظام تفویض کیا جائے اسے بلند ترین اختیارات حاصل ہوں۔ یہ ملک اولاً جن عہدہ داروں کے تفویض ہوا ان کے اختیارات وسیع تھے مگر ان کی تعریف و توضیح نہیں ہوئی تھی۔ ان کے جانشین کو اور زیادہ اختیارات عطا کیے گئے مگر قبل ازیں کہ یہ ہدایت و نگرانی کرنے والی یہ حکومت اپنے دشوار فرائض کو مناسب طریق سے عمل میں لا سکے مزید اختیارات کی ضرورت ہے۔

ہمارے ہندوستانی شہنشاہی کی واقعی حالت کے لحاظ سے یہ ایک قطعی ضرورت ہے کہ وسطی ہند کے مثل جو ممالک اعلیٰ حکومت کے مستقر سے دور واقع ہیں وہاں مسلسل امن و خوشحالی کا سامان کرنے کے لئے ایک مقامی نظم و نسق قائم کیا جائے اور جو لوگ اس نظم و نسق کے حلقے میں ہوں انھیں اسے معتد بہ اختیار دیا جائے۔ اس قسم کی

کارروائی کے مفید اثرات ہر زمانے میں بالتخصیص نازک اوقات میں محسوس ہوں گے۔ جس عمل سے کام لیا جائے اس کی سرگرمی و قابلیت جو کچھ بھی ہو مگر جب ایک دور دراز مقام میں اختیار متعدد افراد میں منقسم ہو جائے تو کل مجموعہ کمزور ہو جائے گا اور خطرے کا وقت کسی نظم کے بدلنے کا بدبخت وقت ہوتا ہے۔

۲۷۲

برطانوی قوت کا نظم و نسق

یہ حقایق عام طور پر مسلم ہیں مگر مختلف اسباب ایسے جمع ہو گئے ہیں کہ اس نظم کے بنانے میں تاخیر رہی ہے جس سے اس قدر فوائد کی امید ہے۔ لیکن یہ خیال ظاہر کر دینا اہم ہے کہ یہ تاخیر ہماری حکومت کی صحیح نوعیت اور اس کے ارادوں کے سمجھنے میں مانع ہے اور سب سے بڑھ کر یہ وہ نکتہ ہے جس پر خصوصیت کے ساتھ عام خوشحالی کو ترقی دینے میں ہماری کامیابی کا انحصار ہے۔ یہ دلخواہ مقصود اس وقت تک نہیں حاصل ہو سکتا جب تک کہ ہم اپنے افعال کی زبان حال سے ایک ہی بات تمام طبقات کو سناتے رہیں گے یعنی جب تک حکمران اپنے اقتدار اعلیٰ کے لئے کانپتے رہیں گے، سردار اپنی مسلسل خود مختاری کی بابت شک میں رہیں گے اور وہ تمام لوگ جو مزید مداخلت سے خایف ہیں بجائے اس کے کہ وہ حکمرانی کے یکساں و مستقل تصور سے اپنے دل کو مطمئن کر سکیں یہ سب تمام صوبوں میں بالمثنا نہیں تو ظاہراً مختلف نوع کے انتظامات سے مضطر و پریشان رہیں گے۔ یہ تمام نظم مجرد طور پر فرداً فرداً اچھے ہو سکتے ہیں مگر عام اثر خراب ہوگا کیونکہ وہ سب مختلف ہیں ان کا تخالف ہی اس کی برائی ہے کیونکہ جس امر سے ایک جانب میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اسی سے دوسری جانب میں اعتماد متزلزل ہو جاتا ہے۔ ان ہم مغلوب ملک کے باشندوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے قصے کو سنتے اور ہر ایک ایسی افواہ میں مبالغہ کرتے ہیں جس سے ان کا خوف بھڑک اٹھتا یا ان کی امیدیں برانگیختہ ہو جاتی ہیں۔ اگر بہت ہی فکر نہ کی جائے تو اس سے وہ ہر ایک سازشی اور شورشی شخص کے دام میں پھنس سکتے ہیں

۲۷۳

اور اس قسم کے ملکوں میں حکمرانی کے طریق کی ترقی کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں ہے جو اس اضطراب و پریشانی کو روک سکے جس سے ہم مزید مداخلت پر مجبور ہو جائینگے اور براعظم ہند میں ملکی حکومت جو کچھ بھی باقی ہے وہ بھی برباد ہو جائے۔

جو نتائج بیان ہوئے ان سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ایک سرکاری عہدہ دار کو ایسا منصب و اختیار دیا جائے کہ وہ (حکومت اعلیٰ کے زیر ہدایت) پوری کل کو درست رکھ سکے۔ تغیر پذیر حالات سے از خود بتدریج نظم میں تغیرات ہونے دینا یعنی خرابیوں کی اصلاح میں صبر و سکون کے ساتھ چلنا، جہالت و غلطی کے عادات کو نظر اغماض سے دیکھتے رہنا اور ایک ایسا اقتدار عمل میں لانا جو عین اس وقت بہت ہی کم نظر آتا ہو۔ جب وہ سب سے زیادہ کارکن ہو اور جو اپنے عمل میں حکمرانوں اور سرداروں کو ایک ایسی طاقت کی وقعت و وابستگی ملحوظ رکھنے پر مجبور کرتا ہو جو ایسے وقت میں رفعت پیدا کرتی ہو جب اسے پست کرنے کے وسیع ذرایع حاصل ہوں اور ترکیب ایسی ہو کہ اس کی موافقت صرف ان کو اچھے کاموں سے حاصل ہو سکتی ہے اور اس کی ناگواری ان کے بُرے کاموں سے پیدا ہوتی ہے یہ مقاصد صرف ایک صاحب اقتدار کے عمل سے حاصل ہو سکتے ہیں مگر عملیوں کے چند در چند ہونے سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

مذکورۂ حالات میں بڑے صوبوں کے انتظام کے لئے ایک سرکردہ کے قوی عمل کو جو لوگ تسلیم کرتے ہیں ان میں سے بعض نے ایک سوال یہ پیدا کیا ہے کہ ایسے اہم مناصب کو پر کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے قابل اشخاص کے ملنے میں کامیابی ہو سکتی ہے یا نہیں مگر ہندوستان کی حکومت اعلیٰ کی دسترس کے اندر ہمیشہ ایسی اعلیٰ قابلیت کے لوگوں کا موجود رہنا ضروری ہے جس سے یہ اعتراض باطل ہو جاتا ہے۔ اگر حوصلہ مندی کے لئے مناسب معاوضہ دیا جائے تو بہت سے لوگ جلد قابلیت پیدا کریں گے۔ مزید براں صرف چند ابتدائی برسوں میں کام

۲۷۴

باب ۱۶

سخت ہوگا، بہت جلد فرائض کا بیشتر حصہ محض روزمرہ کا کام ہو جائے گا صاحب اقتدار کو اپنے اعلیٰ ترتیب دادہ ماتحت شاخوں سے جو کارآمد تائید حاصل ہوگی اس سے بہت جلد اس اصول کا علم شایع ہو جائے گا جس سے بتدریج فرائض نسبتہً آسان ہو جائیں گے۔ جس قوم کے نظم ونسق کا بیان ہوا ہے اعلیٰ حکومت اس قسم کے نظم ونسق کی ہدایت ونگرانی جس سہولت سے کر سکتی ہے اس سے زیادہ سہولت کسی دوسرے طریق میں نہیں آسکتی۔ یہ نظم ونسق ہمیشہ خود اپنے حال سے منطبق رہے گا اور اس میں انحراف ہوگا تو اس کے وجوہ وعلل عمومی ومقامی دونوں اعتبارات سے قرار دیے جائیں گے۔ متعدد عمیل جو ایک دوسرے سے آزاد ہوں ان پر نگرانی کو عمل میں لانے کی بہ نسبت اس قسم کے نظم ونسق پر نگرانی کس قدر مختلف تیجے ہوگی مگر واقعات نے ہندوستان کے دور افتادہ مقامات میں اختیار کی تقسیم ناقص حکمت عملی کی طرف سے حکومت مطمئن ہوگئی ہے۔ جو قدم اس وقت تک اٹھائے گئے ہیں ان سے ہمیں یہ توثیق حاصل ہوئی ہے کہ نظم کے اس حصے کی ترمیم عملاً ترقی پذیر ہے اور اس کی بھی توثیق ہوتی ہے کہ اس ترقی کی عاجلانہ تکمیل نہ صرف مبنی بر مصالح ہوگی بلکہ سکون کے برقرار رکھنے کے لئے لابدی ہوگی کیونکہ صرف

۲۷۰

اسی ذریعے سے ہم دیسی حکومتوں کے وجود کو برقرار رکھ سکتے ہیں اور ان کے ذریعے سے قوم کے ان مختلف طبقات میں بھی جنھیں خود اپنے مقاصد کے شدید نقصان کے بغیر دفعتہً نہ شکست کیا جا سکتا ہے اور نہ ان میں تبدل ہو سکتا ہے۔

ہر قوم کی حکمت عملی اس کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہو نا ضرری ہے مگر صورت حالات سے اس پر ہمیشہ ایسا اثر پڑتا رہے گا جس پر قابو حاصل کرنا انسانی عقل سے خارج ہوگا کیونکہ اس کا انحصار خود اپنی کارروائیوں پر کم اور ان متصلہ مملکتوں کی کارروائیوں پر زیادہ ہوتا ہے جن کے افعال اسے برابر اس قطعی روش سے ہٹنے پر مجبور کرتے رہیں گے جسے اس نے خود اپنے

ملحوظ رکھنے کے لئے معین کیا ہو۔ یہ صداقت کبھی اس سے زیادہ عیاں نہیں ہوئی جتنی برطانی ہند کی تاریخ میں ہوئی۔ لیکن اس امر کا تعلق خارجی حکمت عملی سے ہے داخلی انضباط سے نہیں ہے۔ داخلی انضباط کے عام اصول معین ہونا چاہیے مگر اسی طرح پر کہ جو کثیر التعداد ریاستیں اور ملتیں ہماری نگرانی یا ہماری راست حکومت کے تحت آگئی ہیں۔ ان کی واقعی حالت اور اغلبی تغیرات سے اسے موافق کیا جا سکے۔ ہم اب ایک ایسے نقطے پر آگئے ہیں جہاں اس مسئلے پر ان متعدد ملحوظات پر غور کئے بغیر فیصلہ ہو سکتا ہے جنھوں نے سابقہ تجویزوں میں خلل ڈال دیا تھا ہم اس وقت ہندوستان کے ایسے غیر متنازعہ مالک ہیں کہ ہم اس قسم کے انتظامات میں ہم خود اپنے راستے پر ایسی تدبیر کے ساتھ چل سکتے ہیں کہ کوئی واقعہ ان انتظامات کو وسیع حد تک درہم وبرہم نہیں کر سکتا۔ جن ممالک میں ہمارا اقتدار حال میں قایم ہوا ہے، ان ممالک میں ہمارے اقتدار کے حدود کی وسعت نمایاں ہے۔ مگر وہ کم نہیں کیا جا سکتا اور یہیں وجہ ان ممالک پر حکمرانی کرنے کے لئے جو ارباب اقتدار متعین کئے جائیں انھیں عام فرایض سے زیادہ بہ کم اختیار تفویض ہونا چاہیے تاکہ وہ صورتِ حال کے ہر ایک اغلبی تغیر کے لئے طیار رہیں اور کل مجموعے میں اس قدر ربط پیدا کر سکیں جس قدر ربط ایسے متضاد مواد میں پیدا کرنا ممکن ہو جن سے یہ مجموعہ مرکب ہے۔

اس دلیل کے خلاف جو اعتراضات پیش کئے گئے ہیں ان میں ایک حجت یہ بھی ہے کہ ہمیں واقعات کا انتظار کرنا چاہیے اور اگر اس قسم کی تجویز قطعی ضروری معلوم ہوئی تو وہ خود ہمیں اس کے اختیار کرنے پر مجبور کر دے گی اور ان حالات میں یہ زیادہ آسان ہو گا کہ اس پر اصحاب اقتدار اور خاص کر انگلستان کے اصحابِ اقتدار کو آمادہ کیا جا سکے۔ آخر الذکر بہت بجا طور پر معمول سے ہر ایک تجاوز کے خلاف ہیں خواہ یہ تجاوز ہماری قلمرو ہندوستان کے طریق ظاہری سے ہو یا باطنی سے اور ہر ایک تغیر جو بچایا جا سکتا ہے اس کے بچانے کے متعلق ان میں ایک بجا عصبیت

باب ۱۶

موجود ہے لیکن واقعات نے ہندوستان کے اندر برطانی شہنشاہی کی حالت کے متعلق ان کے خیالات میں بہت تغیر کر دیا ہے اور موجودہ مسئلے پر وہ جس قدر زیادہ غور کریں گے اور اسی قدر زیادہ انھیں یہ معلوم ہو جائیگا کہ جو تجویز پیش کی گئی ہے وہ محض ہمارے اختیار میں وحدت اور خوبی کار پیدا کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ ایسے اصول پر مبنی ہے کہ جب وہ شائع ہوں گے تو ہمارے آیندہ انتظام کو زیادہ مقبول عام اور اس کے ساتھ ہی زیادہ کفایت شعارانہ بنا دیں گے اور ایک ایسی مثال مہیا کر دیں گے جو بعد ازاں ان علاقوں کے علاوہ جہاں اس قسم کی مفوضہ حکمرانی پہلے قائم ہوگی دوسرے علاقوں کے لئے بھی بہت مفید ہونگے۔

۲۷۷

اگر وسطی ہند کی حکومت کے لئے یہ تجویز اختیار کی گئی تو جو شخص اس حکومت کا سرگروہ ہوا سے لفٹنٹ گورنر (نایب والی) کا لقب دینا چاہیے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو عہدہ دار اس وقت ملک کا جایزہ دار ہے اسے ضروری اختیارات حاصل ہیں اور جس نام کے تحت وہ ان اختیارات کو عمل میں لاویں وہ نام فی نفسہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا مگر یہ واقعیت نہیں ہے۔ اس سے ان تمام لوگوں کی منزلت بلند ہو جائے گی جو اس کے ساتھ کارکن ہیں خاص کر محکمۂ سیاسی کے وہ اعلی عہدہ دار جو اس کے تحت احکام ہیں۔ اس سے نظم ونسق میں ایک طرح کی دوام کی نوعیت پیدا ہو جائے گی جس سے نظم ونسق کی قوت و شدت میں اضافہ ہو جائے گا، اس کے ساتھ ہی تغیرات کے وہ خوف و اندیشے ختم ہو جائیں گے جن سے تمام دوسرے اسباب سے زیادہ بڑی قوموں کے دلوں میں خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ غالباً اس کا بہترین عمل وہ لحاظ ہوگا جو اہل ملک کی رائے میں ان افراد کو حاصل ہو جائے گا۔ جو لوگ اس کی ہدایت و نگرانی کے تحت ہوں گے ان میں بہتوں کے منصب و اخلاق کے اعتبار سے موضوع کا یہ حصہ زیادہ توجہ کا سزاوار ہے۔ ہم انھیں اپنے احساسات کی

باب ۱۶

سادگی کی حد تک نہیں لا سکتے اور چونکہ وہ ہمارے اقتدار کے تابع ہونے پر مجبور ہیں اس لئے ہم ان کے تعصبات اور ان کے غرور کو محفوظ طور پر جس حد تک پورا کر سکتے ہوں ان سے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ جو شخص اختیار کو عمل میں لاتا ہے اس کے منصب اور اعلیٰ نام کی وجہ سے ماتحتی کا احساس ہمیشہ کم ہو جاتا ہے۔ ہندوستان پر یہ امر خصوصیت سے صادق آتا ہے اور موجودہ صورت میں ایک قوی وجہ ہے کہ جس سرکاری عہدہ دار کو یہ اعلیٰ منصب تفویض ہوا ہے مجوزہ خطاب دیا جائے۔ لیکن اس سے اس کی تنخواہ یا اس کے عملے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اور نہ پڑنا چاہیئے۔ نام جو کچھ بھی ہو تنخواہ بہر طور، کام اور سرکاری ذمہ داری کے تناسب سے ہوگی اور عملہ اس کے ادائی فرایض کی حد تک۔

۲۷۸

دیگر امور غور طلب میں ایک اس عملے کی تکوین ہے جو لفٹنٹ گورنر (نایب والی) کو اس کے اہم فرایض کی ادائی میں مدد دے گا دوسرے جو ممالک اس کے زیر انتظام ہوں گے ان میں نظم و نسق کا جو طریقہ جاری ہوگا ان کا خاکا بنانا ہے۔ صورت موجودہ سے یہ موقع ملتا ہے کہ سابق میں ہم جن غلطیوں میں پڑ گئے ہیں ان کی اصلاح کی جائے۔ یہاں اس قسم کی غلطیوں پر رائے زنی کی گنجایش نہیں ہے۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ جب ہم اپنے اقتدار کی ابتدا، اس کی غیر معمولی ترقی، اس وقت کی خرابیوں اور ان دشواریوں کا خیال کرتے ہیں جو ان لوگوں کو پیش آئیں جنھیں ان خرابیوں کا تدارک کرنا تھا، تو جو کارروائیاں انھوں نے وقتاً فوقتاً اختیار کیں ان پر ملامت کرنے سے زیادہ ہم ان کی ستایش کے وجوہ مہیا پائیں گے۔ لیکن وہ لوگ جس اصول کے زیر ہدایت چلے یعنی ہمارے نظم کی تدریجی درستی، ہمیں اسی اصول کے تابع رہنا چاہیئے، اور اگر ہمارے معلومات میں بیحد اضافہ ہو گیا ہے اور اگر واقعات نے ہمارے باہمی تعلقات کو بالکلیہ بدل دیا ہے تو ہمیں تجربے کے سبقوں کو

باب ۱۶

رو نہ کرنا چاہیئے اور خود اپنے افعال کے جال میں اس طرح نہ پھنس جانا چاہیئے کہ ہم ایسے تجاویز اختیار کرنے سے گریز کریں جو ان حالات کے مطابق ہوں جن میں ہم گھرے ہوئے ہیں اور یہ محض اس وجہ سے کہ جو اصول اس وقت تک قایم ہوگیا ہے یہ تجاویز اس سے موافق نہیں ہیں۔

۲۷۹

اگر لفٹننٹ گورنر (نایب والی) کا تقرر ہو تو کوئی انتظام ایسا بھی ہونا چاہیئے کہ اس کی عدم موجودگی، علالت یا بوبت کی صورت میں اس کے فرایض انجام پاسکیں۔ اس کی مشروط جانشینی کے لئے جو شخص نامزد کیا جائے کوئی مختص سیاسی رزیڈنٹ یا ایجنٹ ہونا چاہیئے جو اس کے زیر احکام کام کرتا ہو یا اس کے محکمے کا کوئی رکن ہونا چاہیئے[1] یہ بھی لازمی ہوگا کہ سیاسی محکمے میں ایک باوقار اور اعلیٰ اخلاق کا عہدہ دار ہو جو نہ صرف اپنے صدر کو عام مدد دے بلکہ بندوبست تحکیم کے مقدمات اور پنچایتوں کی کارروائیوں کو جو اس کے فیصلے یا توثیق کے لئے پیش ہوں نگرانی کرے۔ ایک ایسے عہدہ دار کی بھی ضرورت ہوگی جس کا واحد فرض سرکاری مداخل و مخارج کا انتظام رکھے یہ مداخل و مخارج بہت زیادہ ہیں اور ان پر اس قدر وقت نظر اور غیر منقسم توجہ کی ضرورت ہے کہ جو شخص نظم و نسق کا سرکردہ ہوگا وہ اس محکمے پر کافی توجہ نہیں کرسکتا۔

ان تجربہ کار عہدہ داروں کے علاوہ صوبۂ وسطی ہند میں جو شخص معاملات کا سرکردہ بنایا جائے گا اسے متعدد مددگاروں کی ضرورت ہوگی مگر ہمیں اس انتظام کے اصول سے غرض ہے اس کے جزئیات

[1] یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہوسکتا ہے کہ لفٹننٹ گورنر (نایب والی) کو کمشنروں کی مدد حاصل ہونا چاہیئے یا نہیں۔ اس کا انحصار اس کے حدود اختیارات کی نوعیت و وسعت پر ہوگا لیکن اسی موضوع پر مابعد کو بحث ہوگی۔

باب ۱۶

سے غرض نہیں ہے۔

۲۸۰ جس قسم کے انتظام کی ہیئت پر بحث کی گئی ہے اس میں زیادہ مصارف ہونے کی بجائے توقع یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے جلد تر بہت بڑی بچت ہوگی کیونکہ اس میں فرائض کی وسعت کی ہر طرح کی قابلیت موجود ہوگی اور اس سے لوگوں میں ایسے عادات و اصول کی پرورش ہوگی جو ان کے پیش نظر کاموں کے لئے اور ان اہم ذمہ داریوں کے لئے موزوں ہوں گے جو انھیں باغلب وجوہ مآل کار میں انجام دینا پڑیں گی بہترین اور قابل ترین لوگوں میں بھی ان صورتوں کا ایک راسخ تصور پیدا ہو جائے گا جن میں ان کی زندگی کا بیشتر حصہ صرف ہوتا رہا ہے، اور ہماری ہندوستان کی شہنشاہی کی موجودہ حالت کا اقتضایہ ہے کہ حال کے متعدد مفتوحہ ممالک میں ہم نے جو ملکی نظم و نسق جاری کیا ہے ان نظم و نسق میں نیز دیسی ریاستوں پر سیاسی اقتدار و نگرانی میں ایک مسلک ملازمت کی دوسری شاخوں سے ممیز اختیار کیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو خود نظم کے حقیقی نقائص کے علاوہ دوسرے اسباب سے بھی ہمیں ناکامی ہوگی۔

فرض کیا جائے وسطی ہند میں ایک مقامی حکومت قائم کی جائے جو اپنے مستقل نظم و نسق میں ہر طرح سے کار آمد ہو تو (جہاں تک عام اصول کا تعلق ہے) یہ طے ہو جانا چاہیے کہ وہ اپنے فرائض کس اصول پر انجام دیگی پہلا سوال اس طریقہ کا ہوگا جس طریق سے وہ عدل و انصاف کا انتظام کرے گی خواہ یہ مقدمات خود اس کے علاقوں کے ہوں یا ایسے مقدمات ہوں جو ماتحت ریاستوں کی طرف سے تصفیے یا تحکیم کے لئے اس کے پاس آویں۔ لیکن موضوع ۲۸۱ کے اس حصے پر بحث کرنے کے قبل یہ مفید ہوگا کہ چند عام ملاحظات بیان کئے جائیں جو وسطی ہند کے ایسے ممالک میں مخصوصاً قابل اطلاق ہیں۔

اس مسئلے میں سب سے اہم جزو جو عین ہمارے نظم کے سامنے

باب ۱۶

آتا ہے یہ ہے کہ انصاف کے انتظام میں لفظاً و معناً ہم خود اپنے قواعد، اصول اور تعصبات کو زیادہ دخل دیں گے یا جس قوم بلکہ جن اقوام پر ہمیں حکومت کرنا ہے ان کے قواعد، اصول اور تعصبات کو دخل دیں گے؟۔ ہم اصول اولیں کے طور پر یہ قرار دے سکتے ہیں کہ کوئی نظم جو ان لوگوں کی سمجھ میں نہ آوے جن کی تعمیر و بہبود مد نظر ہے وہ نظم ان کیلئے اچھا نہیں ہو سکتا لوگوں کی وابستگی تو کجا، ان کے دلوں میں اس وقت تک سکون بھی نہ پیدا ہوگا جب تک انھیں اس اقتدار کی نسبت طمانیت نہ ہوگی جس کے تحت وہ زندگی بسر کرتے ہیں اور یہ طمانیت اس وقت تک نہیں پیدا ہو سکتی جب تک تمام طبقات اس حکومت کے اصول کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں اور اپنے دماغوں سے نہ سمجھیں۔ اگر ہمارا نظم ملت قوم کی حالت سے آگے ہے اور یہ ایسے اصولوں پر مبنی ہے جنھیں وہ سمجھ نہیں سکتے اور اس کے اشکال و معمولات ان کے عادات و احساسات سے مغائر ہیں، تو ہمیں اعتماد و وفا شعاری کی صورت میں کافی عوض نہیں ملے گا۔ ان نتائج کے متیقن کرنے کے لئے اپنی رعایا سے ارتباط پیدا کرنا چاہیے۔ ہم اس ملک کے باشندوں کی مدد کے بغیر اس ملک کو کبھی فتح نہیں کر سکتے تھے اور صرف انھیں کے ذریعے سے ہم اسے قائم رکھ سکتے ہیں۔ ہماری واقعی حالت اس ضرورت کو اور زیادہ لازمی بنا دیتی ہے۔ اس کی حاجت نہیں ہے کہ ہم اپنے کو ان کے معیار تک پست کریں مگر اپنی حقیقی یا مفروضہ رفعت سے اس حد تک نیچے ہونا چاہئے کہ انھیں ترقی کے کام میں ہمارا ساتھ دینے کی ترغیب ہو سکے۔ معاشرے کے اندر وسیع اور مفید تغیرات کو پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود معاشرے کے اندر سے پیدا ہوں۔ یہ محض مدبروں یا ان چند اشخاص کے بنانے کا کام نہیں ہو سکتا جو اپنے کو روشن خیال سمجھتے ہیں۔ اس مزمار کا ہر تار ہم آواز ہونا چاہیے ورنہ ہم آہنگی نہ بڑھے گی۔ بس جو لوگ بڑی بڑی ملتوں میں حقیقی اصلاحات کے خواہاں ہوتے ہیں انھیں

۲۸۲

باب ۱۶

اس شئے سے خوف کرنا پڑتا ہے جسے عقلیت کہتے ہیں کیونکہ جن لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے ان کی کثرت عقلیت پسند نہیں ہوتی' اس لفظ کو اس کے مجرد و نازک مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔ نیز یہ خوف اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ کوئی مجوزہ فائدہ اس وقت تک اپنا عمل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ لوگ جن کا نفع مدنظر ہے اسے مفید نہ سمجھیں اور مفید نہ تسلیم کریں۔ یہ دلیل ان تمام قانون سازانہ کارروائیوں پر عائد ہوتی ہے جو ہم نے اپنی مشرقی شہنشاہی میں اختیار کیے ہیں یا بعد ازیں اختیار کریں مگر یہاں اس کے نتائج کو ان امور تک محدود رکھنا منظور ہے جو وسطی ہند میں کارآمد معلوم ہوتے ہیں۔ اس ملک میں بہت بڑی کثرت ہندوؤں کی ہے۔ پس یہاں ایک ایسا اصول قانون رائج کرنا جو ان مسلمانوں کے نامکمل ضابطۂ قانون پر مبنی ہو جن کا تناسب کل آبادی میں سو میں پانچ کا بھی نہیں ہے تقریباً

۲۰۴

ایسی ہی بڑی بدعت ہوگی جیسے قانون انگریزی کا جاری کرنا اور جو وجوہ بیان ہو چکے ہیں ان کے اعتبار سے باشندوں کے احساس کے لئے انگریزی قانون سے زیادہ ناگوار ہوگی۔ اگر ہم ہندوؤں کو رضامند کرنا چاہتے ہیں یا ان کی مدد سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو ہمیں ایسا نظم اختیار کرنا چاہیئے جو ہندوؤں کے لئے مانوس و قابل فہم ہو۔ اس نظم کی بنیاد کے طور پر ہمیں پنچایتوں کو قائم رکھنا اور بحال کرنا چاہیئے۔ لیکن قبل ازیں کہ اس مقصد کے لئے کوئی معین تجویز پیش کی جائے۔ یہ ضروری ہے کہ یہ نظم اس وقت جس طرح سے موجود ہے اس کی نوعیت پر اور ان ترمیموں پر خیالات پیش کیے جائیں جو ہماری حکومت

لے۔ وسطی ہند میں ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کی آبادی کے تناسب کا اندازہ ساڑھے اکیس میں ایک کا کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۵۔ ہمسایہ ملک راجپوتانہ میں یہ تناسب اس سے بھی کم ہے۔

باب ۱۶

میں اس نظم کی شاخ لگانے کے قبل اس کی شکل اور کارروائی میں ضروری معلوم ہوتی ہیں۔

پنچایتی عدالتیں

پنچایتیں اگرچہ وسطی ہند کے تمام حصص میں عام ہیں، مگر ہر صوبے میں ان کی شکلیں مختلف ہیں۔ بڑے شہروں میں وہ لوگ جنھیں بدامنی کے خلاف اپنے محافظ مکھیا ہونے کی حیثیت سے عوام نے ہم آواز ہو کر بلند درجے پر پہنچا دیا ہے، مکھیا یعنی صدر ہوتے ہیں اور منصفوں کے ساتھ مل کر یہی لوگ پنچایتی عدالت کے سر برآوردہ ارکان ہوتے ہیں۔ باقتضائے ضرورت تعداد بڑھا دی جاتی تھی مگر یہی وہ متعین اشخاص ہوتے ہیں جن سے اس فرض کی ادائی کی توقع کی جاتی تھی۔ یہ لوگ اپنے کو ہر کام کے لئے وقف رکھتے ہیں اور اس کے صلے میں اپنے شخصی اثر اور اپنی قوت میں اضافے کی امید رکھتے ہیں۔ یہ مقصد اکثر حاصل ہوتا رہتا ہے اور جب وہ اچھی حکومت کے کامیاب معاون یا بری حکومت کے مخالف ثابت ہوتے تھے تو ان کے ساتھ ان کے اہلِ شہر کی تعریف اور وابستگی ہمیشہ بہت زیادہ ہو جاتی تھی۔ بری حکومت کے مخالف ہوتے ہیں ان کی

۲۸۴

قوت ہمیشہ معقول رہا کرتی تھی، حال میں ایک پنچایت کے ایک معزز صدر کا یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ ایک نامناسب کارروائی کی وجہ سے اس نے شہر[1] چھوڑ دینے کا عزم کر لیا اور سب سے زیادہ متمول شہریوں میں سے دو اور تین سو کے درمیان لوگوں نے اس قدر قطعی طور پر اس کی پیروی کا ارادہ کر لیا کہ ظالمانہ کارروائی بند ہو گئی اور ایک ناخوش منصف کو رعایت کے ذریعے سے ہموار کرنا پڑا۔ چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں میں پنچایت بعض عہدوں، طبقوں اور نوعیت کے لوگوں سے مرکب ہوتی ہے۔ یہ عدالتیں اپنی ترکیب، شکل اور کارروائی میں معتد بہ تغیر کے بغیر برطانی نظم انصاف کا کارآمد جزو ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ اس کے

---

[1] رتلام۔

دلائل واضح ہیں۔ ملکی حکومت کے تحت جو لوگ جن مناصب پر تھے وہ لوگ ہماری حکومت کے تحت اپنے مناصب پر نہیں ہیں اور نہ لوگوں میں وہی جذبات موجود ہیں۔ ہمارا نظم ونسق اگرچہ منصفانہ ہے مگر اس میں سرد مہری اور سختی ہے۔ اگر اس سے دہشت نہیں پیدا ہوتی تو اس سے کسی طرح کا ہمدردانہ جوش بھی نہیں پیدا ہوتا۔ لوگوں کی حفاظت ہوتی ہے مگر ان کے دلوں میں تحریک یا وابستگی نہیں پیدا ہوتی۔ شاذ ونادر ایسا ہوتا ہے کہ ہندوستان کا باشندہ جو ہماری حکومت کے تحت رہتا ہو نقصان یا زیادتی کا شکار ہو مگر اس سے بھی زیادہ شاذ ونادر یہ ہے کہ کسی رعایت یا اعتبار کے ذریعے سے اس کی ہمت افزائی ہو یا اس کا دل بڑھایا جائے۔ ہمارے قواعد وضوابط سے ایک مطلق العنان اختیار پیدا ہوتا ہے جو حاکم ومحکوم دونوں پر یکساں حاوی ہے۔ اس کی نوعیت اسے تعمیم پر مجبور کرتی ہے اور اس کے اشکال نیز اس کے اصول ناقابل تاثر ہیں۔ ایسے نظم پر پنچایت کے ایسے ادارے کی قلم لگانا آسان کام نہیں ہے لیکن اگر اس ادارے کی خوبی سے ہمیں اطمینان ہو جائے تو ہمیں خود اپنی پیدا کی ہوئی کسی دشواری کی وجہ سے اس کے اجرا سے باز نہ رہنا چاہیئے۔

پنچایتی عدالت اس وقت تک جس طرح موجود رہی ہے اس کی ہیئت اور اس کی شکلوں پر نظر ثانی یا ترمیم کے مد نظر بحث کرنے سے قبل امور ذیل کا تصفیہ ضروری ہے، اولاً یہ کہ پنچایت کی مختلف قسموں میں سے کسے جائز رکھا جائے یا قائم کیا جائے، دوسرے یہ کہ ارکان اور کارروائی کے لحاظ سے ہر ایک قسم کی پنچایت کی ترکیب کیا ہو۔ تیسرے اس نظم کو کارآمد بنانے کے لئے بالخصوص ارکان اور گواہوں کی حاضری اور تصفیوں اور فیصلوں کی فوری تعمیل کے لئے حکومت کی مداخلت کس قدر ہو۔

پنچایت کے تین اصناف ہونگے، اور ان میں سے ہر ایک ہندو حکومت کے رواج کے مطابق ہے۔ ایک پنچایت تنازعات کی تحکیم کے لئے

باب ۱۶

ایک پنچایت دیوانی کے معاملات کے لئے اور ایک پنچایت فوجداری کے مقدمات کے لئے۔ اول الذکر یعنی تحکیم کی پنچایت جس کی جانب فریقین خود رجوع ہوں، اور ہر ایک دو رکن کا انتخاب کرے اور (اگر یہ ارکان خود ایک پانچویں شخص کو نامزد کرنے پر اتفاق نہ کرسکیں تو) مقامی حکومت سے درخواست کریں کہ ایک پانچویں شخص کو سرپنچ مقرر کرے۔ اس عدالت کو جہاں تک ممکن ہو نگرانی سے آزاد رکھنا چاہئے۔ اور جب تک سرپنچ کے لئے درخواست نہ کی جائے اور جب تک اس کی نشست ارکان کے نام اور اس کی کارروائیاں باقاعدہ درج ہوتی رہیں اس وقت تک حکومت کو ارکان یا گواہوں کو حاضری پر مجبور کرنے کے لئے مداخلت نہ کرنا چاہیے۔ لیکن جہاں اس کی شکل قائم شدہ رواج کے مطابق ہو وہاں ہر صورت میں اس کے فیصلے کو نافذ کرنے میں مدد دینا چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو تنازعات کے تصفیے کے تمام طریقوں میں یہ سب سے زیادہ دلچسپ طریقہ بے کار و بے نتیجہ ہو جائے گا۔

۲۵۷

دیوانی کے معاملات کے تصفیے کے لئے دوسری قسم کی پنچایت سب سے زیادہ اہم ہے اور یہ ایسی پنچایت ہے جس کے بناتے ہیں اور جس کی کارروائیوں میں ہمیں سب سے زیادہ دشواری کا سامنا ہوگا لیکن اگر ہم اپنی ملکی رعایا کے مراسم و احساسات اس حد تک منظور کریں کہ اس قسم کی پنچایت جاری ہو تو ہمیں آگے بڑھنا چاہئے اور مختلف صوبوں، بڑے شہروں ضلعوں اور دیہاتوں میں انھیں ایسی مختلف شکلیں عطا کریں جو ان عدالتوں کی نوعیت کے مطابق اور ان لوگوں کی فطرت کے مطابق ہوں جن کا نفع مقصود ہے اور حکومت کے جن حالات کے تحت وہ قائم کی جائے ان سے بھی مطابق ہوں۔

وسطی ہند کے اکثر شہروں میں اگرچہ تمام باوقعت اشخاص پنچایت میں لینے کے اہل ہوتے ہیں تاہم پنچ یعنی ارکان معمولہ اور ان کے مکھیا یعنی صدور شہریوں کے مسلمہ و ممتاز طبقے سے ہوتے ہیں۔ یہ غرض

جو ہماری حکومت کے تحت انجام نہیں پاسکتا اس کے لئے ان کے خواہشمند ہونے کی وجہ سے اور غالباً اتنا اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس فرض کی ادائی میں اس درجہ سست اور وقت گزار ہیں کہ اس کا گوارا کرنا ہمارے حد سے تجاوز ہے۔ ارکان کو حاضری پر مجبوری کے متعلق ہمیں ایک ایسی دشواری پر غالب آنا پڑے گا جو دیسی ریاستوں کے لئے نامعلوم ہے۔

دیسی حکمراں کتنا ہی انصاف پسند اور بردبار کیوں نہ ہو مگر پھر بھی صاحب اقتدار اعلیٰ کا اس قدر خوف ہوتا ہے کہ کوئی شخص ایک ایسے فرض سے پہلوتہی کرسکے جس کی وہ چاہتا ہو کہ حکمراں کی خواہش ہے کہ وہ اسے انجام دے، اپنے کو حکمراں کی ناخوشی کے خطرے میں نہیں ڈالے گا۔ اس قسم کے حکمراں کے خواہش کرنے کے قبل ہی اظہار آمادگی اور اس کے احکام کی بجاآوری سے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا بھی ایک قومی جذبہ موجود ہوگا۔ اگر حکمراں دوسری طبیعت کا شخص ہے اور پنچایت کے ارکان اس کی بداعمالی کے لیے ایک روک ہیں تو ان کا وجود صرف اسی طرح قائم رہ سکتا ہے کہ جن لوگوں کے کام کے لئے وہ اپنے کو وقف کریں ان کی عنایت حاصل کریں۔ ہر صورت میں سرگرمی و مستعدی یقینی ہے۔

برطانی حکومت کے لئے صورت بالکل دوسری ہے جو ایک معینہ عام اصول پر چلتے ہوئے ہر ایک شے کو جو شخصی حیثیت رکھتی ہو دور کردیتی ہے۔ نہ کوئی حکمراں ہے جس کا خوف ہو اور نہ کوئی قوم ہے جسے خوش کرنا ہو۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ اہل ملک کے لئے عدالتی کام کو قوم کے بعض طبقات کے لئے لازمی قرار دیں۔ ہر بڑے قصبے میں ایک رجسٹر ایسے لوگوں کا رہنا چاہیے جو اپنے نسب اپنے علم اور اپنی دولت کی وجہ سے دیوانی معاملات کی پنچایت میں نشست کرنے کے اہل سمجھے جائیں۔ اس رجسٹر میں ہر مذہب، ذات اور پیشے کے لوگوں کو شامل کرنا چاہیے تاکہ پنچایت کے ذریعے سے معاملے کے تصفیے کے لئے ہم ایسے ایسے لوگوں کا بالیقین

باب ۱۶

۲۸۸

انتخاب کرسکیں جو فریقین متعلقہ کے رواج اور خیالات کے مطابق ہوں۔ مکھیا یعنی صدر کا انتخاب یا پنچایت خود کرے یا مقامی حکومت اسے نامزد کر دے۔ جو شخص اس فرض کو انجام دے غالباً اس شخص کو صدر امین یا منصف کے فرائض بھی تفویض کئے جا سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو صدر اس کے نظم میں ہے اسے محدود حد تک عدالتی اختیار حاصل ہوگا لیکن جب معاملات معمولی اندازے سے بڑھ جائیں تو اسیسروں کے طلب کرنے پر مجبور ہوگا۔ اگر فریقین اپنے تنازعات کو تحکیم سے طے کرنے پر مائل نہ ہوں تو تصفیے کے طریق کے خود پسند کرنے سے وہ محروم ہو جائیں گے۔ اس کا تعین معاملے کی نوعیت کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ مدعی یا مدعی علیہ کی مرضی سے۔ یہ بالکل لابدی ہے۔ کسی ادارے کے قائم کرنے میں ہمیں لوگوں کے آراء، تعصبات کا خیال و لحاظ کرنا چاہیئے جن کے نفع کا ہم ارادہ کریں مگر ادارے کے قائم ہو جانے کے بعد اس کے نافذ العمل ہونے کے لیے، اس کے حدود اختیار کا تعین ہونا چاہیئے، مخصوص معاملات کا قابل سماعت ہونا قطعی ہو جانا چاہیئے اور اس کے فیصلوں کی تائید ہونا چاہیئے۔

جو مدعی اپنا معاملہ پنچایت کے سامنے لاوے اسے تاوان کے تحت کارروائی کا پابند ہونا چاہیئے اور مدعی علیہ کو جواب دہی کے لئے مجبور کرنا چاہیئے۔ مکھیا کے سوا اور کسی شریک کار منصف پر اعتراض کا حق فریقین کے لئے تسلیم کرنا چاہیئے مگر جب تک اس کی بنا معقول وجوہ پر نہ ہو اسے تسلیم نہیں کیا جا سکے گا۔

جو اصول شہروں پر عاید ہوں وہی اصول ضلع اور دیہات کی پنچایت تک وسیع کئے جا سکتے ہیں۔ ان کی کارروائیاں زیادہ سادہ ہونا چاہیئے کیونکہ عام طور پر معاملات کم پیچیدہ ہوں گے۔ لیکن دیہات کے لوگوں میں خصوصیت کے ساتھ جو تنازعات برپا ہوتے رہیں ان کی تین قسمیں ایسی ہیں جن کے لئے بہت وقت اور توجہ کی ضرورت

باب ۱۶

ہو گی۔
اول۔ وہ معاملات جو بیشگی اور قرض کے متعلق ساہوکاروں اور کاشتکاروں میں ہوں۔
دوم۔ ضلع یا دیہات کے موروثی عہدہ دار ہونے کی حیثیت سے اراضی یا واجبات کے اپنے اپنے کلی یا جزوی دعاوی کے متعلق ایک ہی خاندان کے ارکان میں جو تنازعات ہوں۔
سوم۔ دیہاتوں یا انفرادی زمینداروں کے درمیان زمین یا حدود کے جو تنازعات ہوں۔
ان میں سے اول و دوم کے لئے یہ درکار ہوگا کہ پنچایتیں ایسے اصول پر بنائی جائیں جو ارکان اور مقام اجلاس دونوں اعتبارات سے مقامی حیثیت رکھتی ہوں۔ تیسری قسم کے تنازعات جو اس لحاظ سے نہایت اہم ہیں کہ زمینداروں اور کاشتکاروں کے مزاج کو دخل ہے یہ ہمارے تمام حال کے حاصل شدہ ممالک میں بہت ہی پیچیدہ ہیں جس کی وجہ سابق کی ناقص حکومت اور وہ کثیر التعداد تغیرات ہیں جو حاکم و محکوم دونوں میں وقوع پذیر ہوئے۔ ان کا تصفیہ قابل اطمینان طور پر ایسی ہی پنچایتوں کے ذریعے سے ہو سکتا ہے جو ایسے لوگوں سے مرکب ہوں جنھیں عمومی اور مقامی رواج سے واقفیت ہو اور اہم حالات سے سابقہ اطلاع حاصل ہو۔ جیسا[1] کہ پہلے بیان ہو چکا ہے فوجداری سے متعلقہ معاملات کی بابت پنچایتیں ایسے مواقع پر مدد اور تحقیقات کے لئے طلب ہوتی ہیں جب حکمراں کے اقتدار سے دور کوئی قتل یا شدید جرم واقع ہوتا ہے اور ملزم کے جرم یا برئیت کے متعلق ان کی رائے حکمراں کے پاس بھیجی جاتی ہے اور وہ اکثر اس رائے کی وصولیابی پر ملزم کی رہائی یا قتل کے متعلق اپنے احکام روانہ کرتا ہے۔ اگر جرم دارالصدر میں ہوتا ہے تو حکمراں اگر انصاف پسند اور معتدل مزاج ہوتا ہے تو مقدمے کو جانچ کے لئے پنچایت کے پاس بھیج دیتا ہے۔ یہ عدالتیں بعض اعتبارات سے دوسری

۲۹۰

[1] ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۵۵۰ (اصل)

باب۱۶

عدالتوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ علی العموم مقامی منتظم یا کلکٹر (محصل) صدارت کرتا ہے اور ارکان بالعموم سب کے سب صوبے کے یا ضلع کے عہدہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن ملزم کا بیان سکون کے ساتھ سنا جاتا ہے اور اسے اپنے خاندان یا ذات کے ہر شخص سے مدد لینے کی اجازت ہوتی ہے۔ درحقیقت ذات کے خاص اشخاص ہمیشہ حاضر آتے ہیں کیونکہ ان کے فرض کا یہ ایک جزو سمجھا جاتا ہے کہ جس طرح وہ اپنے قبیلے کے افراد کو ناروا الزام یا ستم سے بچاویں اسی طرح خاطی کو سزا دلانے میں ریاست کی مدد کریں۔

وسطی ہند کی حالت اور تابع ریاستوں کی بلا واسطہ حکومت اور عام نگرانی نے اس کا اچھا موقع دیا کہ یہ اندازہ کیا جائے کہ اس حکومت کے مشکل نظم کے اندر اور پنچایتوں سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے اس تجربے کا نتیجہ قابل اطمینان رہا۔ جب کسی ایسے حکمراں یا سردار کی رعایا نے جو برطانی حفاظت کے تحت ہو زمین یا ملک کے تنازعات میں ہماری مداخلت کی درخواست کی تو پنچایت کی امداد کی طرف لازماً رجوع کیا گیا اور فیصلے میں اس کی رائے سے رہبری حاصل کی گئی۔ سماعت مقدمے کے مواقع پر بعض ارکان نے جس واقفیت بلکہ قوت تمیزی اور ان بناؤں کے فرق کا اظہار کیا جن کے بموجب عدالت نے اپنا فیصلہ صادر کیا وہ حیرت انگیز تھے۔ کوئی صورت ایسی پیش نہیں آئی جن میں ان عدالتوں پر رشوت ستانی تو کیا جانبداری کا بھی اشتباہ ہوا ہو۔ جو شکایات و معاملات روزمرہ پیش آتے رہتے ہیں ان کی تحقیقات کے لئے زیادہ چھوٹی اور کم باضابطہ عدالتیں بنائی گئیں اور ارکان انکا انتخاب اکثر سرداروں اور حکمرانوں کے ان کثیر التعداد وکیلوں یا گماشتوں میں سے ہوا جو ہمیشہ صدر میں حاضر رہتے تھے۔ اور مختلف خیالات جذبات اور حالات اور پیش شدہ شہادتوں کے وزن کو انگریزوں سے بہتر سمجھنے کی وجہ سے انھوں نے قطعاً اس سے اچھا کام کیا جیسا کوئی انگریز عہدہ دار کرتا۔

۲۹۱

باب ۱۶

جب پنچایت کی کارروائی مکمل ہوگئی اور ارکان اپنے فیصلے میں متفق ہوگئے تو ایک مختصر خلاصہ بغرض اطلاع بنایا گیا اور اگرچہ متعدد صورتوں کی نوعیت کے اعتبار سے واقعات کی دوبارہ جانچ نہایت محنت اور دیدہ ریزی سے کی گئی مگر کوئی صورت ایسی پیش نہیں آئی جس میں اصل فیصلے کو بدلنے کی ضرورت ہوئی ہو۔ تین برس سے زائد ان عدالتوں سے کام لینے سے ان کے صد افادہ کے سمجھنے کا ایک نمایاں ثبوت مل گیا۔ ۲۹۲ ہر ایک کم فہم باشندہ بھی ان کی شکلوں سے پوری طرح آگاہ اور رکن کی حیثیت سے کام کرنے کا کاملاً متصف تھا۔

برطانوی معسکروں میں املاک سے متعلق جو تنازعات ہماری سرکاری ملازمتوں اور ملک کے باشندوں کے درمیان پیش آئے ان کی تحقیقات پنچایتوں کے ذریعے سے ہوئی اور بظاہر اس سے فریقین کو اطمینان ہوگیا۔ وسطی ہند کے جو ضلعے ہمارے راست انتظام کے تحت تھے ان میں صرف پنچایت ہی وہ عدالتیں تھیں جن کے ذریعے سے دیوانی کے معاملات کی سماعت ہوتی تھی۔ ان کے فیصلوں کا کوئی مرافعہ ایسا نہیں ہوا جو بوقت نظرثانی ان کے لئے قابل تعریف نہ رہا ہو۔

بہت سی شکایتیں جو مقامی عہدہ داروں کے سامنے آئیں جب وہ پنچایت کے حوالے کی گئیں تو واپس لے لیگئیں۔ یہ اس وقت ہوا جب شکایت کرنے والے کو یہ معلوم ہوگیا کہ وہ الزام کو ثابت نہیں کر سکتا۔ پنچایت کے جمع ہونے اور بعض وقت اس کی کارروائیوں کے آگے بڑھنے کے بعد ایسے لوگ جنھوں نے جھوٹے دعوے کئے تھے یا الزامات لگائے تھے۔ ان لوگوں کی تحریری بریت[1] پیش کی۔ جنھیں وہ نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور فوجداری کا مقدمہ نہ ہونے کی صورت میں اسی کو کافی سمجھا گیا۔ اس صورت کا بکثرت پیش آنا اس امر کا ثبوت خیال کیا گیا کہ مقامی پنچایتیں اپنی ہیئت ترکیبی کی وجہ سے مقدمات کو روک دیں گی ۲۹۳ کیونکہ ان سے یہ موقع ملتا ہے کہ جو شخص اپنے کو خطاکار سمجھتا ہے اسے

[1] اس بریت بارہا کو راضی نامہ کہتے ہیں لفظاً اس کے معنی دستاویز کے ہیں۔

باب ۱۶

بچ نکلنے کی کوئی ایسی امید نہیں ہو سکتی جیسی ایک ایسے نظم کے تحت ہو سکتی ہے جہاں اشکال ظاہری یا سخت ہوں جہاں وکیل زیادہ چالاک ہوں، اور منصف (اصول و قابلیت میں کتنے ہی برتر کیوں نہ ہوں) ان لوگوں کی فطنت، چالاکی اور حیلہ بازی سے جو ان کے سامنے پیش ہوتے ہیں کم واقف ہوتے ہیں۔

ان واقعات پر یہ الزام وارد ہو سکتا ہے کہ اگرچہ ایسے وقت میں جب ان لوگوں پر جن سے کام لیا جاتا تھا یا جو طلب کیے جاتے تھے انگریز کے نام سے یہ ہیبت طاری ہو جاتی کہ وہ کوئی شر کریں یا کسی رعایت کے خواہاں ہوں ایسے وقت میں پنچایت کی عام عدالتیں کارآمد ثابت ہوں مگر معمولی اوقات میں یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ لوگ اس قسم کے خیالات سے متاثر ہوں۔ یہ ایک حد تک صحیح ہے اور انصاف کے نظم و نسق میں معتدبہ تغیر جاری کرنا چاہیے۔ وسطی ہند کی نگرانی جس عہدہ دار کو اولاً تفویض ہوئی تھی اس نے ایک تجویز مرتب کی تھی[۱]۔ اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ اگر حالات موافق ہوں تو اپنے زیر تفویض تمام ملکوں کے لئے اس کے اختیار کیے جانے کی سفارش کرے۔ اس کی آرزو یہ رہی ہوگی کہ وہ ایک ایسے نظم کی بنیاد رکھ دے کہ جو باہستگی و بتدریج حسب مرضی صورت اختیار کر لے۔ اس کی محنت کا رخ اس طرف نہیں تھا کہ وہ کوئی نیا ادارہ قائم کرے بلکہ ایک قدیم محترم ادارے کو بحال رکھے اور اسے ہمارے کام کے لایق بنا دے اور شکل تک میں اس سے زیادہ کوئی تغیر نہ کیا جائے جو لازمی ہوگا۔ اس تجویز کا مصنف اسی خوف احتیاط کے ساتھ قدم اٹھاتا جو ایسے شخص کے لئے لابدی تھے جو اس قسم کے کام کی جرأت کرے۔ اس کا ممیز مقصد یہ ہوتا کہ وہ قوم کو اپنے ساتھ لے چلے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قوم اسے پوری طرح سمجھ لے تاکہ اگر جزوی ناکامی بھی ہوئی تو بھی اہل قوم اس ناکامی کو اپنے یورپی بالادستوں کی عدم واقفیت، خود بینی یا عاملانہ بدعت کا نتیجہ سمجھنے کی بجائے خود

۲۹۲

---

[۱] اس تجویز کا اصل ضمیمہ شمارہ ۱۷ میں ملے گا۔

باب ۱۶

اپنے اداروں کے نقص اور اپنے قبیلوں کے خاص لوگوں کا فقدان
خوبی و عدم دانائی کے نتیجے پر محمول کرتے۔ اس قسم کا تاثر ترمیم کا جذبہ پیدا کرنے اور
وفا شعاری کے مستحکم کرنے میں دونوں لحاظ سے مفید ہوتا۔

دیوانی کے معاملات کے تصفیے کے لئے پنچایتی عدالتیں قائم کرنے
کے خلاف بہت دلیلیں پیش کی جائیں گی۔ کہا یہ جائے گا کہ جب صدور
وارکان کی نامزدگی اور معاوضے اور لوگوں کو ان کی اطاعت پر مجبور کریں گے
طریق سے ہم ان عدالتوں میں ایک نئی نوعیت پیدا کر دیں گے تو اسے
ان اہل ملک کے رواج میں ایک کامل بدعت سمجھا جائے گا جنھوں نے
پنچایت کو اس شکل میں کبھی قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ اعتراضات عمیق ہونے
کی بجائے زیادہ سطحی ہیں اور یقیناً ان ممالک پر عائد نہیں ہوتے جن کے
متعلق ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں۔ (جیسا کہ قبل ازیں بیان ۲۹۵
ہو چکا ہے) وسطی ہند کے اکثر شہروں میں صدور اور ارکان مخصوص لوگ
ہوتے تھے اور دوسرے مقامات میں ضرورت کے وقت جو لوگ
ان فرائض کے اہل سمجھے جاتے تھے وہ اچھی طرح معلوم تھے اور ایسے
لوگوں کے لئے حکمران اور اس کے خاص عہدہ داروں کی مرضی لازمی تھی۔
ہمارے نظم و نسق کے تحت افراد کے خود رایانہ اختیار کی جگہ قواعد و ضوابط
نے لی ہے۔ یہ ایک مسلمہ عام صداقت ہے کہ تمام قوموں میں بعض
فرائض ایسے ہوتے ہیں جو ان لوگوں پر لازم ہوتے ہیں جنھیں اعلیٰ منصب
و منزلت حاصل ہو۔ ہمیں بالیقین یہ حق ہے کہ ہم معاشرے کے
سرکردگان اور خاص ارکان سے اس مدد کا مطالبہ کریں جو سابق رواج
کے بموجب دیسی حکومتوں کو دی جاتی تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں
ہو سکتا کہ اس حق پر عمل کرنے کو ترک کر کے ہم نے غیر ارادی طور پر ان
لوگوں کو اہل ملک کی نظروں میں پست کر دیا ہے جنھیں بلند کرنا اور جن کی
تائید کرنا ہماری صحیح حکمت عملی تھی۔ اس خصوص میں ہماری روش کی
بنائے اصلی وہ احساسات و اصول ہیں جو ہندوستانی قوم کی حالت

کی بہ نسبت یورپی قوم سے زیادہ مناسب ہیں۔

پنچایت کے ارکان کو (کم از کم ان کے دوران کار میں) معاوضہ دینے کی ضرورت کا انحصار اس شکل پر ہے جو ہم ان عدالتوں کو عطا کرینگے لیکن سابق کے بہ نسبت زیادہ سختی کے ساتھ فرائض انجام دیے بغیر ان کا

۲۹۶

ہمارے نظم میں جذب ہونا مشکل ہے یہ عدالتیں جن لوگوں سے مرکب ہیں ان کے وقت پر اس نظم کی وجہ سے زیادہ بار پڑ جائے گا اور اس لئے انہیں کچھ نہ کچھ معاوضے کا حق حاصل ہو جائے گا۔ ہماری حکومت معاوضہ اس شکل میں نہیں دے سکتی جس شکل میں سابقاً دیسی حکمراں دیتے تھے۔ جو لوگ نظم ونسق میں مدد دیتے تھے ان کے متعلق ان حکمرانوں کی ادنےٰ توجہ ان فراد کو خود ان کی نظروں میں اور قوم کی نظروں میں بہت بلند کر دیتی تھی۔ اس قسم کی مرحمت سے انہیں ایسے فوائد بھی حاصل ہو جاتے تھے جو ہمارے نظم میں نہ عطا کیے جا سکتے نہ اس کی اجازت ہو سکتی۔ درحقیقت ہمارے پاس تنخواہ۔ وظیفے اور عطائے اراضی کے سوا اور کوئی ذریعہ انعام دینے کا نہیں ہے اور جہاں کسی قسم کی ہمت افزائی کی صاف طور پر ضرورت ہو وہاں اس ہمت افزائی کے لئے ہمیں اس طریق پر قناعت کرنا پڑے گی جو ہماری حکومت کی نوعیت کے حسب حال ہو۔

ہماری حکومت کے تحت متخاصم فریقوں کے متعلق ایسی امتیازی رائے کا عمل میں لانا جو سابق رواج کی ظاہری شکلوں کے مطابق ہو اس وقت تک متوقع نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان عدالتوں کے ذریعے سے دیوانی مقدمات کی سماعت فوراً رد نہ کر دی جائے۔ دیسی حکمرانوں کے زمانے میں جب شکایات پیش ہوتے یا الزامات عائد کیے جاتے تو اگر وہ انصاف واعتدال کے خیال سے خود رایانہ فیصلہ دینے کے بجائے یہ ہدایت کرتا کہ تحقیقات کی پنچایت جمع ہو تو آیا کوئی شخص جو ان ریاستوں کے زیر عمل اصول سے آگاہ ہو یہ یقین کر سکتا تھا کہ مدعی یا

باب ۱۹

۲۹۷

مدعی علیہ (اگرچہ اعتراض کا معقول حق حاصل رکھتا ہو) اس عدالت
تحقیقات کی اطاعت سے انکار کرنے میں اپنے کو آزاد سمجھ سکتے ہیں
خواہ اشکال ظاہری کچھ ہی کیوں نہ رہے ہوں۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا
کہ اس قسم کی روش سرکشی سمجھی جائے گی اور اسے سرسری و شدید
کارروائی کا خطرہ پیش آجائے گا۔ برطانی حکومت کے تحت لوگوں کو اس
قسم کا اندیشہ نہیں ہوگا اور سو میں ایک مقدمے میں بھی ایسا نہ ہوگا کہ دونوں
فریق رضامند ہو جائیں۔ مدعی اور مدعی علیہ دونوں یہ قیاس ورائے
ظاہر کریں گے کہ ان کا فائدہ پنچایت میں جانے میں ہے یا عدالت
میں۔ اور جس صورت میں ان دونوں میں اتفاق نہ ہوگا وہاں آخرالامر
عدالت ہی میں مقدمے کی سماعت ہوگی اور عدالت میں ظاہری اشکال
لازم نہیں لیکن اس نتیجے کو عدالت کی برتر مقبولیت کے قطعی ثبوت کے
طور پر نہیں پیش کیا جا سکتا۔ اس امر کو تسلیم کرنے کے قبل یہ ثابت ہونا چاہیے
کہ آیا ایماندار لوگ عدالت کو ترجیح دیتے ہیں یا بدمعاش۔ بعضوں کو چالاک
وکلاء[1] عدالت کو ترجیح دینے کی ہمت دلائیں گے کیونکہ اس میں ان کا ذاتی
نفع ہے اور بعضوں کو یہ توقع ہوگی کہ وہ اس طرح پنچایت کے زیادہ
بہتر اور زیادہ جزوی مقامی واقفیت کے خطرے سے بچ نکلیں گے۔
لیکن اس موضوع کے اس حصے پر کافی بحث ہو چکی ہے کہ جب تک
کسی نہ کسی نظم کے تحت کہ پنچایت کے سامنے سماعت مقدمہ فریقین پر
لازمی نہ کر دی جائے اس وقت تک پنچایت دیوانی کے مقدمات میں
موثر عدالت نہیں ہو سکتی۔ (جیسا کہ قبل ازیں کہا جا چکا ہے) ان عدالتوں
کا ایسا بننا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ مطلق العنان کے قاعدے کی بجائے
کوئی قاعدہ ایسا ہو جو سابق رواج کے لئے کم از کم ناپسندیدہ ہو۔

۲۹۸

آخری ملحوظات

وسطی ہند اور اسی قسم کے دوسرے ممالک میں ہمارے نظم ونسق
کی کامیابی کا انحصار جس طرح ہماری کارروائیوں اور ارادوں کے
طبعی واقعات پر ہے اس سے اگر زیادہ نہیں تو اتنا ہی ان کارروائیوں کو عمل میں لانے

[1] ہندوستانی وکلاء۔

باب ۱۶

کے طریق پر ہے۔ اہل ملک کے سکون اور ان کی خوش حالی کا انحصار زیادہ تر ان یوروپینوں اور ہندوستانیوں کے انداز پر جنھیں ہم اپنی ملازمت میں رکھیں اور ان تعلقات کی نوعیت پر ہوگا جو ہم حکمرانوں اور ملک کے لوگوں کے ساتھ اختیار کریں۔ ان جلدوں کے مصنف نے اس موضوع پر کامل ترین توجہ کی ہے اور اس نے اپنے مددگاروں کو جو ہدایات دیے اور جو ضمیمے میں درج ہیں وہ اس ایقان کے تحت لکھے گئے تھے کہ سستی یا کاہلی سے جتنا خطرہ ہے اس سے زیادہ خطرہ دیوانہ وار جوش و سرگرمی سے ہے۔ اس وقت تمام طبقات اس درجہ کامل طور پر ہمارے آگے سر بسجود ہو گئے ہیں کہ خرابیوں کی اصلاح اور خیال آرائی کے اجرا کے تحریصات ان لوگوں کے لئے ناقابل ضبط ہیں جن کے پرجوش و فیاضانہ تحرکات کی اصلاح تجربے کے تحت مگر صالح اسباق سے نہیں ہوئی ہے۔ جو لوگ ان حالات کے تحت آجاتے ہیں وہ بہت دیر میں سمجھتے ہیں کہ تقریباً ہر ایک فوری تغیر پیدا کرنے والی کارروائی خواہ مجرداً کتنی ہی خوب کیوں نہ معلوم ہوا ہے نتائج میں خرابیوں سے مملو ہے۔ اور یہ انسانی عقل سے بالاتر ہے کہ بعد میں اس فعل کی پرزور تحریک کا انضباط کیا جائے جو بڑی قوموں میں دفعتاً اور بلا سوچے سمجھے بھڑکا دی گئی ہو۔ ان ملحوظات کو ہماری اس مشرقی شہنشاہی میں کام میں لانا نہایت درجہ اہم ہے جس کی آبادی ہر طرح کے لوگوں سے مرکب ہے جنھیں نہایت زیرک و ذہی علم سے لیکر نہایت درجہ جاہل اور نہایت پُر دل سے لیکر نہایت بزدل تک سب یہاں موجود ہیں؛ اور اگرچہ یہ لوگ قبیلوں اور ذاتوں کی صورت میں نیز اپنے مختلف طبایع، مشاغل اور صفات کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ تاہم ان کے تعصبات اور مذہب کے ساتھ چند ہمدردیاں مربوط ہیں جو انھیں متحد ہو جانے پر مائل کر سکتی ہیں اور معاشرے کے زیادہ تعلیم یافتہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ جب ان کے مقصد کے مطابق ہو تو اس قسم کے

۲۹۹

لے۔ لاحظہ ہو ضمیمہ شمارہ ۱۸۔

باب ۱۶

احساس سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے۔ مسلمان اہل اللہ، برہمن اور دوسرے مذہبی طبقات مدتوں سے اپنے اہل ملک کے شورشی و دلیر مگر جاہل و وہمی فوجی سکون کے برائے نام خادم مگر حقیقتاً مالک بنے رہے ہیں؛ بارہا عمل میں لانے سے انہیں پوری طرح معلوم ہو گیا ہے کہ اس خطرناک اثر سے کیونکر کام لیا جائے اور اب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے تسلط کے قائم ہونے اور بڑھنے سے انہیں کیا نقصان پہنچا ہے تو یہ خیال کرنا حماقت ہو گا کہ وہ اسے زیر کرنے کی کوششوں سے باز رہیں گے۔ ان کی کامیابی کا انحصار ان ذرائع پر ہے جو ہم ان کے دسترس میں دیدیں۔

معاشرے کی ہیئت ترکیبی کی وجہ سے ہم ہندوستان کے

۳۰۰

باشندوں سے بالکل الگ ہیں اور الگ ہی رہیں گے اور ہم حملے کے خلاف اپنی حفاظت صرف امتناعی کارروائیوں اور ان لوگوں کے ہاتھ میں ہتھیار نہ دینے سے کر سکتے ہیں جن کی نسبت یہ خیال ہو کہ وہ ہمارے دشمن ہو جائیں گے۔ ہماری حالت کا اقتضا صرف اس حد تک محدود نہیں ہے کہ ہمارے تحفظ کے لئے جو امور ضروری معلوم ہوں ان کا علم ہو جائے بلکہ اس کو حاصل کر لینے کے بعد ہم مجبور ہیں کہ اس کے استعمال میں نہایت درجہ احتیاط برتیں۔ علامات کے ظہور سے ہمارے خطرے کے شبہے کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ مگر اس وقت بھی ہمیں اس کے خلاف علانیہ تیاری نہ کرنا چاہیے کیونکہ اگر کسی وقت بھی ہم نے یہ ظاہر ہونے دیا کہ ہمیں اپنی قوت میں شک ہے تو پھر دوسرے بھی اس میں شک کرنے لگیں گے۔ اور ہماری قوت کی نوعیت ایسی ہے کہ اپنے بقا کے عام اثر سے زیادہ مدت تک قائم نہیں رہ سکتی۔

ایسے غیر معمولی حالات میں ہونے کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ جو وسائل ہمیں حاصل ہیں ان پر سکون قلب کے ساتھ نظر کریں؛ حالت کے بہتر بنانے کے جلیل القدر مقصد کی کارروائی اور ان لوگوں کی

خوش حالی کو ترقی دینے میں مدد کریں جن کی آیندہ قسمت کا انحصار بہت کچھ ہماری استقامت و دانش ہے۔ ہمیں اس فرض کے انجام دینے کی کوششوں میں جوش کی بہ نسبت تجربے کا احسان زیادہ اٹھانا چاہیئے۔ ان بڑی قوتوں کی غلطیوں اور نفرت انگیز رواج پر ہمیں تحمل و ہمدردی سے نظر کرنا چاہیے۔ اور ہم ان پر جس تعصب اور خود بینی کا الزام لگاتے ہیں اسے ترک کر کے ان کے اوصاف، عادات اور ادارات کی وہ قدر کرنا چاہیے جس کے وہ سزاوار ہیں۔ ہمیں اس متنوع و غیر معمولی قوم کا علم جس قدر زیادہ ہوتا جائے گا اسی قدر یہ مقصود صداقت سے حاصل ہو سکے گا اور جب ہم اس مقصود کے زیر فرمان کوئی کام کریں تو ہم دیکھیں گے کہ جو لوگ کسی مخالف روش کی وجہ سے منفعل نہیں ہیں۔ وہ بلا احساس دل سے ہمارے مقصد کے تابع ہو جائیں گے۔ ان کے وہ توہمات و رواج جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے پست ہو جائیں گے اور وہ اس شے کو ایک رحمت کی طرح قبول کرنے کے لئے طیار ہو جائینگے جسے اگر زیادہ عجلت کے ساتھ آگے بڑھایا گیا تو بوجہ سازش وہ سمجھیں گے کہ اس کی غرض ان کی تذلیل و بربادی ہے لیکن اصلاح کے کام میں حفاظت کے ساتھ آگے بڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس پر قانع رہیں کہ ہم قوم میں تحریک و ہدایت پیدا کریں۔ تاکہ وہ ہماری کارروائیوں اور ہماری مثال کے اثر سے خود ترقی کریں اور اس بڑے اور اچھے مقصد کو عمل میں لانے کے لئے ہمیں بطور معاون کے ان کے عادات و تعصبات کو بھی رد نہ کرنا چاہیے۔ ہمیں علم کو ایسے ذرایع سے رائج کرنا چاہیے جو خوف و جوش پیدا کر کے خود اس غرض کے مخالف نہ پڑ جائے۔ مثلاً اگر گاؤں کا مدرسہ یہ طریقہ پیش کرتا ہے اور ان کی ہمت افزائی کرنے سے اس مقصد کی تکمیل کی نہیں تو آغاز کار کی ہمت افزائی ہو سکتی ہے۔ سرکاری عہدہ داروں کو ہدایت دینا چاہیے کہ ان درس گاہوں کا تحفظ کریں اور ان سے مراعات برتیں اور ان کے لئے ایسے ذرایع

باب ۱۷

مہیا کرنا چاہیے کہ وہ ذہانت کو ابھاردیں اور اس کا حوصلہ دیں بعض اشخاص اس تجویز کو علاوہ از ضرورت سست قرار دے کر اس پر لعنت بھیجیں گے مگر ان کا یہ لعنت کرنا بھی اس تجویز کی بہترین سفارش ہے کیونکہ اس سے طریق تعلیم کے متعلق وہ شبہہ و خطرہ بہت کچھ واضح ہو جائے گا جو اس صورت میں پیدا ہوتا جب اسے ایسی شکل میں پیش کیا جاتا جس سے پسندیدہ رواج وتوہمات کو کسی طرح کا خطرہ لاحق ہوگا۔ پریسیڈنسی اور اس کے قرب وجوار میں اور ان متعدد بڑے شہروں اور صوبوں میں جو بہت مدت سے برطانوی حکومت کے تحت ہیں شہریوں اور دوسرے لوگوں نے ہندوستانیوں کے لئے بکثرت مدارس قائم کئے ہیں اور ان سے کسی خرابی کے پیدا ہونے کا احتمال نہیں تھا مگر ہندوستان کی آبادی کے عادات واخلاق میں بہت فرق ہے اور برطانی حکومت جو کارروائیاں اختیار کرے یا جنھیں روا رکھے ایک حصے میں انھیں خیال بھی نہ ہوگا اور دوسرے حصے میں ان سے سخت خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ جو ملک عین اسی وقت طوائف الملوکی کی حالت سے باہر نکل رہے ہیں۔ ان میں سررشتہ تعلیم کی اس تجویز کو وسعت دینے سے زیادہ خطرناک کوئی دوسرا کام نہیں ہوسکتا اور اس قسم کی کارروائی سے متعلق ہمارے ارادوں کی بابت غلط فہمی پیدا کر دینے سے جاہل و مشتعل طبائع پر جو برا اثر پڑے گا جو اس بھلائی سے بدرجہا زیادہ ہوگا جو اس کے قیام سے روبکار آئیگی۔ مقدس و برگزیدہ اشخاص نے ہمارے حال کے مقبوضہ ممالک میں اس طریق تعلیم کے فوری اجرا کی تجویز پیش کی تھی مگر یہی احساسات اس کے

۳۰۲

۱۔ مدارس جاری کرنے کی ایک تجویز آنریبل مسٹر الفنسٹن کے سامنے اس وقت پیش ہوئی تھی جب وہ علاقہ جات پونا کے کمشنر تھے اور میرے سامنے بھی پیش ہوئی تھی جب وسطی ہند مجھے تفویض تھا۔ جو وجوہ بیان ہو چکے ہیں ان کی بنا پر ہم دونوں نے اپنے جواب میں اس تجویز کے قبول کرنے کو رد کر دیا۔

باب ۱۶

روک دینے کا باعث ہوئے اور اس احتیاط کی وجہ سے اس بارے میں سخت فوائد بتائے گئے کہ کوئی یورپی سوداگر یا مبادرت پسند شخص وسطی ہند میں سکونت اختیار کرے یا اس کے باشندوں سے کسی طرح کا رقمی کاروبار رکھے۔ کچھ زمانہ گزرنا چاہیے کہ اس قسم کے روابط محفوظ ہوسکیں۔ اس ملک کے لوگ ہمارے معاشرے کی نوعیت و ترکیب سے ۳۰۳ جب تک زیادہ بہتر طریق سے واقف نہ ہو جائیں گے اس وقت تک یہ لوگ انفرادی انگریزوں کے کاموں کو حکومت کے کاموں سے ممیز نہ کرسکیں گے۔ خیال یہ کیا گیا کہ اس خطرے میں پڑنے کی بجائے سکون کا قائم رکھنا اس قدر زیادہ شدت سے اہم تھا کہ جن لوگوں کو اس کی تکمیل سپرد تھی ان کی کوششوں میں ایسے لوگوں کی قبل از وقت اور خود غرضانہ امید منافع سے خلل نہ پڑنا چاہیے جن پر بہت کم کوئی قید تھی اور جو اپنے اغراض کے پورا کرنے کے جوش میں اس نقصان کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتے تھے جو ان کے مقاصد کے زائد از ضرورت عاجلانہ حصول کی وجہ سے پیش آتا۔

متعدد احساسات جو تصنیف میں مندرج ہوئے ہیں اور نیز خاص کر وہ جو آخری باب میں ہیں ان پر وہ لوگ اعتراض کریں گے جنھیں ابھی تک برطانی اور ہندوستانی حکومت کا وسیع فرق معلوم نہیں ہوا ہے۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ حالت میں کلی تغیر کئے بغیر ایک کے حقوق و امتیازات دوسرے کی طرف منتقل کر دیے جائیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہوگا کہ علم و صداقت کا شایع کرنا ہمارا فرض ہے یہ بھی ہمارا نہایت ہی لازمی فرض ہے کہ ہم اس باب میں اپنی بہترین رائے سے کام لیں کہ برکات کس طریق پر شائع کئے جائیں کہ یہ سودمند ہوسکیں ہمیں ایک لمحے کے لئے اس مقصد سے ان لوگوں کے شور و شغب کی وجہ سے ہٹنا نہ چاہیے جو اس عظیم الشان مبحث کو آدھا سمجھنے کی وجہ سے قیاسی اصلاحات اور ۳۰۴ عاجلانہ بدعات کے نظموں کی تائید میں رائے عامہ اور قومی فخر و تعصبات

کو دخیل کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ قیاسات و بدعات جیسے خام ہیں ایسے ہی خطرناک بھی ہیں۔ انگریزوں کے ساتھ ہندوستان کے باشندوں کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا ایک مفتوح قوم کا فاتحوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب سے ہم نے ان پر اقتدار اعلیٰ حاصل کیا ہے ہم نے ان کی حالت کو کچھ درست کر دیا ہے اور ان کی خوش حالی کو ترقی دینے اور ان کے عمدہ حکومت سے مستفید ہونے کے لئے ہر طرح کے عاقلانہ ذرایع اختیار کئے گئے ہیں۔ ہم انھیں جو برکتیں دینے کی امید رکھتے ہیں ان کی رفتار کو تیز کرنے میں پیش از وقت کوششوں سے ہم نہ صرف اپنے زوال میں عجلت کریں گے بلکہ ہندوستان کے باشندوں کو پھر اس سے زیادہ طوائف الملوکی اور مصیبت میں مبتلا کریں گے جن سے ہم نے انھیں نکالا ہے۔ لہذا ہمیں سکون کے ساتھ تدریجی ترقی کے راستے پر چلنا چاہیے۔ اور جب اشاعت علم پر ہماری کامیابی کے طبعی نتیجے کے طور پر ہماری حکمرانی ختم ہو (اگرچہ اس کا خاتمہ اغلباً بہت بعید زمانے میں ہوگا) تو ہم بہ حیثیت ایک قوم کے یہ فخر کر سکیں کہ ہم نے ہندوستان کی دائمی محکومی کی بجائے تہذیب کو ترجیح دی۔ جب ہمارا اختیار جاتا رہے گا، اس وقت ہمارے کام کی عزت ہوگی کیونکہ ہماری ایک ایسی اخلاقی یادگار رہے گی جو شمر افت عدم بربادی میں اس سے زیادہ ہوگی جیسی کسی انسانی ہاتھ نے بنائی ہو۔

متعلقہ تاریخ وسط ہند جلد دوم

ضمیمہ شمارہ (۱)

۳۰۵

ان سرکاری عہدہ داروں کے ناموں اور مستقروں کی توضیح جنھوں نے واقعات اور ایسے مواد کی فراہمی اور ترتیب میں ہاتھ بٹایا ہے جس کے باعث یہ کتاب لکھی گئی۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے ایسے ماخذوں کا بیان جن کے ذریعے مستند معلومات حاصل کی گئیں۔

آنریبل مونٹ سٹوئرٹ الفنسٹن[۱] نے جبکہ وہ پیشوا کے علاقے میں کمشنر تھے پونا کے محافظ خانوں سے بہت سے مستند دستاویزات بہم پہنچائے تھے۔

مسٹر جنکنز[۲] نے جو کہ برار کے راجہ کے یہاں ریذیڈنٹ تھے، ناگپور کے محافظ خانے سے کئی کاغذات اور گونڈوں کے متعلق ایک قابلِ قدر قلمی نسخہ ارسال فرمایا تھا۔

مسٹر مولونی[۳] کمشنر بندیل کھنڈ و علاقہ جات وادی نربدا نے وسط ہند کے سرحدی اضلاع کے باشندوں کے رسم و رواج کے متعلق کئی ایک مکتوب بھیجے تھے۔

---

(۱) ۔ مسٹر الفنسٹن جو کہ عملداری بنگال کی سول سروس کے ایک رکن تھے اس وقت بمبئی کے گورنر ہیں۔

(۲) ۔ ملازم سرکار بمبئی (بمبئی سول سروس)

(۳) ۔ ملازم سرکار بنگال (بنگال سول سروس)۔

مسٹر جیرالڈ ویلزلیؔ[1] رزیڈنٹ اندور، نہ صرف دربار ہولکر کے وزرا سے باوثوق خبروں کے حاصل کرنے کا واسطہ بنے ہوئے تھے بلکہ تالیف کے سارے زمانے اور رپورٹ کے کام میں جس کی اساس پر یہ جلدیں مرتب کی گئی ہیں مولف کو ضروری مدد دیتے رہے۔

لفٹنٹ کرنل اگنیوؔ[2] حال کمشنر چھتیس گڑھ جو ۱۸۱۷ء میں مولف کے ایک مددگار تھے، صلح نامہ منڈسور کے طے پاتے پر ہولکر کے دربار میں بھیجدیے گئے تھے، جہاں سے بہ حیثیت قایم مقام رزیڈنٹ انھوں نے بہت سے کار آمد دستاویزات بہم پہنچائے۔ اس زمانے کی ان کی سرکاری مراسلت میں حکومت (ہولکر) کی گذشتہ اور موجودہ حالت کے متعلق کئی توضیحی واقعات پائے جاتے ہیں۔

کیپٹن ٹاڈؔ[3] رزیڈنٹ ریاست ہائے مغربی راجپوتانہ نے بعض بیش بہا مکتوب بھیجے تھے۔ موصوف کے کاغذات اور سرکاری مراسلت سے سربرآوردہ راجپوت ریاستوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کے متعلق کئی ایک اہم واقعات ماخوذ ہیں۔

میجر ہنلےؔ[4] پولٹیکل ایجنٹ بھوپال نے اس ریاست سے متعلق تاریخی مواد کا ایک بڑا حصہ اور مالگذاری و اعداد و شمار سے متعلق تقریباً سارے کے سارے معلومات فراہم کئے ہیں۔ صوبۂ مالوہ کے مشرقی حصوں کے رئیسوں اور قبائل کے تفصیلی اطلاعات کے لئے مولف عہدہ دار موصوف کا رہون منت ہے۔

کیپٹن جوشیا اسٹوارٹؔ[5]، پولٹیکل ایجنٹ جے پور جب ۱۸۱۶ء میں وسط ہند

---

[1] ملازم سرکار بنگال (بنگال سول سروس)۔

[2] عہدہ دار لشکر مدراس۔

[3] عہدہ دار لشکر بنگال۔

[4] عہدہ دار لشکر بنگال۔

[5] عہدہ دار لشکر مدراس۔

آئے ہیں تو وہ مولف کے ایک مددگار تھے۔ اسی عہدے پر تھوڑی سی مدت کے لئے جب ان کی خدمات بھوپال میں حاصل کی گئی تھیں اور اس کے بعد جب وہ دو سال تک گوالیار میں بہ حیثیت قائم مقام رزیڈنٹ کارگذار تھے تو انھوں نے مولف ہذا کو مستند مواد کی فراہمی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ان کی سرکاری مراسلت کا اکثر و بیشتر حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ دولت راؤ سندھیا کے دربار اور قلمرو کے صحیح حالات سے متعلق بہت ہی قیمتی مواد پر مشتمل ہے۔

۳۰۷ کپتان جان برگس[2] رزیڈنٹ ستارا مولف کے ایک مددگار تھے جنھیں ہولکر کے علاقہ جات مالوہ (جس پر ہم صلحنامۂ منڈسور تک قبضہ جمائے ہوئے تھے) کی نگرانی پر نامزد کیا گیا تھا۔ اور جو بعد کو خاندیس کے صوبۂ مفوضہ کے کمشنر بنائے گئے۔ ان مختلف حیثیتوں میں کپتان برگس کو انواع و اقسام کے اہم واقعات کے جمع کرنے کا موقع مل گیا، چنانچہ یہ سب اور اصل دستاویزات کے ترجمے مولف کو پابندی کے ساتھ وہ بھیجتے رہے۔ مولف نے کپتان صاحب کی محکمہ سرکار کی موسومہ عام مراسلت سے (جو کہ نہایت تفصیلی ہے اور جس میں مقامی خصوصیات اور روایات کے متعلق بہت سے تشریحی واقعات درج ہیں) مزید معلومات حاصل کی ہیں۔

مسٹر جیمس ولیمس[2] جو کہ اس وقت بڑودہ کے رزیڈنٹ ہیں پنڈاریوں کی مہم کے وقت مولف کے ہمراہ تھے۔ اس زمانے میں وہ نہ صرف مولف کو تحقیقات کے کاموں میں مدد دیتے رہے بلکہ بڑودہ جانے کے بعد بھی حکومت گائیکواڑ کے متعلق خصوصاً ایسے واقعات اور بہت سی ایسی معلومات جن سے ریاست دھار کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے فراہم کی ہیں۔

کپتان جان لو[3] نے (جو ابتداءً مولف کے ایڈی کانگ اور بعد کو

---

[1] ۔ عہدہ دار لشکر مدراس۔

[2] ۔ ملازم سرکار بمبئی (بمبئی سول سروس)۔

[3] ۔ عہدہ دار لشکر مدراس۔

ایک مددگار رہے اور ازاں بعد کچھ عرصے سے سابق پیشوا باجی راؤ کے یہاں کمشنر مقرر ہوئے جہاں اس عہدے پر وہ اب بھی فائز ہیں) مولف ہذا کو ہر موقع پر ممکنہ مدد دی ہے۔

سونڈی قبائل کی تسخیر کے لئے جس وقت کپتان لو کی خدمات حاصل کی گئی تھیں انھوں نے سب سے پہلے ان قبائل کے حالات مولف کو بہم پہنچائے جس کے لئے مولف ان کا ممنون ہے۔

کپتان بورتھ وک[1] جو علاقہ سونڈواڑے اور کئی ایک راجپوت عملداریوں کے انتظام نیز ہولکر اور غفور خاں کے رسالۂ بے قاعدہ کی عام نگرانی کے لئے (جان لو کے) جانشین ہوئے تھے انھوں نے نہ صرف کپتان لو کے سلسلۂ خبر رسانی کو جاری رکھا اور اس کام کو اتمام تک پہنچایا بلکہ مقامی تاریخ اور رسم و رواج سے متعلق خصوصاً ان غارت گر قبائل کی نسبت جن سے پوری آبادی ہی پڑی ہے مولف ہذا کو تفصیلی اور معتبر واقعات بہم پہنچائے۔

کپتان کالفیلڈ[2] موجودہ پولیٹیکل ایجنٹ کوٹہ، پنداریوں کی مہم کے ابتدائی زمانے میں مولف کے ہمراہ تھے۔ بعد ازاں جاوُد (Jawud) اور ان تمام علاقوں کی نگرانی پر مامور ہوئے جو جسونت راؤ بھاؤ سے حاصل کئے گئے تھے۔ وہاں سے پرتاب گڑھ بھیجے گئے جہاں وہ اس وقت تک مقیم رہے جب کہ ان کو اندور کے مددگار (رزیڈنٹ) کے عہدے پر نامزد کیا گیا۔ اس چار سالہ دوران میں ان کو ملک کے مختلف حصوں میں جانا پڑا لیکن ان کی ساری توجہ مجھ کو مواد فراہم کرنے اور مدد دینے پر مرکوز رہی جب کہ میں وسط ہند کے نظم و نسق سے متعلق ہر واقعے کی چھان بین میں مصروف تھا۔ لفٹننٹ ڈاسن[3] جنھوں نے کپتان کالفیلڈ کی ماتحتی میں کام کیا تھا سب سے پہلے

۳۰۸

[1] عہدہ دار لشکر مدراس۔

[2] عہدہ دار لشکر بنگال۔

[3] عہدہ دار لشکر بنگال۔

انگریز عہدہ دار ہیں جو ڈونگر پور بھیجے گئے تھے۔ اس حصۂ ملک اور بانسواڑے کے متعلق انھوں نے جو رپورٹیں مرتب کی تھیں (اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ) وہ بڑے ہونہار تھے، لیکن اس قابل سائنس داں نوجوان کی قبل از وقت موت سے ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔

کپتان الگزنڈر ایم۔ ڈھونالڈ[1] سے جو کہ مولف کے مددگار تھے اور اسی سلسلے میں ریاست ہائے پرتاب گڑھ بانسواڑے اور ڈونگر پور کی نگرانی پر مامور تھے، ترتیب رپورٹ کے سارے کام میں ہر قسم کی مدد ملتی رہی جس کے لئے مولف اُن کا مشکور ہے۔ اس کے علاوہ مولف اُن کا اور بھی اس لئے بیحد شکر گزار ہے کہ انھوں نے اُن مشہور علاقوں کی نسبت (جو بعدازاں ان کی زیر نگرانی تھے) معلومات کی تکمیل کے سلسلے میں اور نیز اس تذکرے سے متعلق بہت سے انواع واقسام کے اہم واقعات فراہم کئے ہیں۔ ۳۰۹

کپتان رابرٹ اسپیرس[2] نے جو نربدا کی چھوٹی چھوٹی راٹھوڑ ریاستوں کے نگران تھے، اپنی موجودہ خدمت پر فائز ہونے سے قبل تواریخ تذکروں اور اسناد کے بہت سے ترجموں کے ذریعے مولف کے کام میں بیش بہا مدد فرمائی۔ اس کے بعد انھوں نے نہ صرف اپنے حلقے کے مفصلات کے سرداروں اور باشندوں کے تفصیلی حالات ارسال کئے بلکہ بہت سے ایسے واقعات بھی فراہم کئے جن سے بھیلوں کے (جن کے کئی قبائل راست اُن کی نگرانی میں ہیں) مذہب اور رسم و رواج پر روشنی پڑتی ہے۔

جب منڈلیسر، اور اس کے اضلاع اور صوبہ نیماڑ پر پہلی دفعہ ہمارا قبضہ ہوا تو یہ علاقے لفٹننٹ کرنل اسمتھ[3] کے تفویض کئے گئے۔ جنھوں نے اپنے فرائض منصبی کے سلسلے میں اُن مقامات کے حقیقی حالات کی تفصیلی جانچ کرکے وہاں کی مخلوط آبادی کے متعلق بہت سارے دلچسپ

[1] عہدہ دار لشکر بنگال۔

[2] عہدہ دار لشکر مدراس۔

[3] عہدہ دار لشکر مدراس۔

واقعات ارسال کئے۔ اسی نوعیت کی بہت سی معلومات میجر ٹی۔ ولسن[1]، سے مؤلف کو دستیاب ہوئیں (جو لفٹننٹ کرنل اسمتھ کے جانشین ہوئے)۔ ولسن صاحب نے نربدا کے بعض حصوں کے دریائی سفر سے نہایت ہی مفید اور اصولی مشاہدوں و نیز اس ملک کے مختلف حصوں کے نشیب و فراز سے متعلق دلچسپ اضافے کئے ہیں۔ مؤلف اُن کا ممنون ہے کہ انگلستان جانے کے بعد بھی موجودہ جلدوں کی تصحیح کے سلسلے میں اُن سے بڑی مدد ملتی رہی۔

کیپٹن ٹی۔ ڈی۔ اسٹوارٹ[1] اور کیپٹن ایچ الویز[2] (Capt H Alvas) اُن دونوں مؤلف کے نگران کار مددگار تھے جبکہ مؤلف کے ہاتھوں سرکاری رپورٹ پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی (جس پر اِن مجلدات کی اساس ہے)۔ ہر دو عہدہ دار اپنے معلومات اور سابقہ خدمات کی بنا پر مولف کو مدد دینے کے ہر طرح اہل تھے۔ ان کی امداد بغیر مولف اپنی خرابی صحت کی وجہ سے اس مشکل کام کو ختم کرنے سے قریب قریب مایوس ہو چکا تھا انھیں کی انتھک کوششوں کا طفیل ہے کہ وسط ہند کی مالگذاری اور آبادی کے متعلق پراگندہ معلومات کا وہ ذخیرہ جس کو تہذیب اور ترتیب دینا ضروری تھا ایک مختصر اور محدود کتابی شکل میں پیش کیا جا سکا۔ ۳۱۰

کپتان ڈینجر فیلڈ[3]، کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے۔ صاحب ممدوح کی رپورٹ سے (جو ضمیمے کے دوسرے شمارے پر مشتمل ہے) اُس مدد کی نوعیت کا بہترین اندازہ ہو سکتا ہے جو انھوں نے مولف کو دی۔ یہ مدد کسی طرح بھی صرف صحیح پیمائیشوں اور انٹیلۓ سائنس تک محدود نہ تھی بلکہ انھوں نے اعداد و شمار کے موضوعات اور خصوصاً بھیلوں کے متعلق بہت سے بیش بہا کاغذات بہم پہنچائے ہیں۔

لفٹننٹ گبنگس[4]، (جو فوج کے شعبۂ ماکولات کے مددگار افسر اعلیٰ تھے)

---

[1]۔ عہدہ دار لشکر بنگال۔

[2]۔ عہدہ دار لشکر مدراس۔

[3]۔ عہدہ دار لشکر بمبئی۔

[4]۔ عہدہ دار لشکر مدراس۔

کی انتھک قابلیت کا نتیجہ اس نقشے کی شکل میں پیش ہے جو اِس کتاب کا اسقدر اہم جزو بنا ہوا ہے۔ اُس کے لئے مولف اُن کا شکر گذار رہے۔ وہ نقشہ بالکل اصلی ماخذوں سے مرتب کیا گیا ہے۔ اسی لئے اس کا تیار کرنا ایک مشکل کام تھا۔ لفٹننٹ مچل[۱]، کو جو ایک بہت ذہین اور قابل افسر تھے، لفٹننٹ گبنگس کا ہاتھ بٹانے کے لئے متعین کیا گیا تھا، اور علیٰ ہذا لفٹنٹ ماتھیس کو بھی، جنھوں نے منجملہ اور مساحتوں کے، دریائے نربدا کے زیرین حصے کی مساحت پایۂ تکمیل کو پہنچائی۔ اِس کام کے سلسلے میں جہاں تک ممکن ہوسکا دریا کے کنارے کنارے اور جہاں یہ ممکن نہ ہوسکا کشتی رانی کے ذریعے انھوں نے اس کڑے کام کی زحمت گوارا کی۔

کپتان سائمس[۲]، اور لفٹننٹ ہینسار[۳] یہ دونوں قابل تعریف عہدہ دار (جو اِسی کام کے سلسلے میں لفٹننٹ ماتھیس کے پیشرو تھے) مضر صحت آب وہوا اور غیر معمولی مشقت و تکان کی نذر ہوئے، لیکن ان دونوں حضرات نے اپنی یادگار میں بہت ہی کارآمد پیمایشات اور اس کے نتائج چھوڑے ہیں۔

۳۱۱ اِن مذکورہ عہدہ داروں کے علاوہ کئی اور بھی ہیں جن میں سے لفٹننٹ اروِن[الف]، لفٹننٹ جانس[ج] ہیں جنھوں نے راستوں اور پیمایشوں کے کام میں بڑا حصہ لیا ہے اور خصوصاً اعداد و شمار کے معلومات کے لئے مولف آخر الذکر کا مشکور رہے۔

مسٹر سنٹ نے (Mr. Sundt) جن کی پیدائش اسی ملک کی ہے اور جو علاقہ بمبئی کے محکمۂ بند وبست مالگذاری سے (جہاں سے اُن کا مستقل تعلق تھا) وسط ہند کے محکمۂ جغرافیہ میں مستعار لئے گئے تھے کئی پیمایشوں کے بعد نہ صرف ایک اصلی نقشہ تیار کیا تھا بلکہ اس کے بعد اس کی ایک نقل بھی تیار کی تھی جس میں

---

۱ ۔ عہدہ دار لشکر مدراس۔

۲ و ۳ عہدہ داران لشکر مدراس۔

الف ۔ عہدہ دار سررشتۂ تعمیرات۔

ج ۔ عہدہ دار لشکر بنگال۔

اضلاع کی تقسیم دکھائی گئی ہے اور نیز ایک جغرافی اشاریہ (Index) بھی مرتب کیا ہے جس میں کئی ہزار دیہات اور قصبات کے نام درج ہیں۔

دریائے نربدا میں جہاز رانی اور وسائل آمد و رفت کے متعلق بعض مفید معلومات مسٹر ویب نے (جو خود بھی مسٹر سون دت کی طرح ایک دیسی آدمی ہیں اور اسی سروے پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں) بہم پہنچائے ہیں۔ ان دونوں ذہین سائنس دانوں کے خدمات کے اعتراف میں مولف کو ایک خاص قسم کی مسرت محسوس ہوتی ہے۔ جن کے سرکاری فرائض میں انہماک سے اس وقت سے بخوبی واقف ہے جب سے کہ وہ سروے اسکول مدراس سے (کامیاب ہوکر) نکلے تھے۔

ان کے نام اس فہرست میں شامل کر دینا مولف کے نزدیک اس امر کا ثبوت ہے کہ ہندوستانی قوم کی اس ترقی پذیر جماعت کو اعلیٰ تعلیم اور خدمات دینے کی افادیت اور اہمیت کیا کچھ ہوسکتی ہے۔

مولف کو ڈاکٹر ولسن[۱] سے (جو فوج کے اسٹاف سرجن ہیں) وسط ہند کے باشندوں کے امراض اور وہاں کی آب و ہوا کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ مولف اُن گرامی قدر مکاتیب کے لئے کپتان ویلا مے[۲]، کپتان امروز[۳]، اور کپتان پرنگل[۴] و نیز لفٹننٹ ایم ماہیون[۵]، لفٹننٹ جیمس مینسل ڈ و ملڈ[۶]، لفٹننٹ جی پیئرلے اور لفٹننٹ ڈگلر[۸] کا ممنون ہے جو سب کے سب حکومت ہند کے

۳۱۴

---

[۱] - عہدہ دار متعلق عملداری مدراس۔

[۲] - عہدہ دار لشکر بنگال۔

[۳] - عہدہ دار لشکر بمبئی۔

[۴] - عہدہ دار لشکر بنگال۔

[۵] - عہدہ دار لشکر بمبئی۔

[۶] - عہدہ دار لشکر مدراس۔

[۷] - عہدہ دار پلٹن نمبر ۱۴ علاقہ سرکار عظمت مدار۔

[۸] - عہدہ دار لشکر بنگال۔

محکمۂ سیاسیات سے وابستہ رہے ہیں۔ ان تمام افسروں کے نام مولف کی تحریرات میں درج ہیں جنھوں نے اپنی مراسلت کے ذریعے اس کتاب کے کسی نہ کسی موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔

یہ تمام حضرات جن کے نام اُوپر گنائے گئے ہیں ان میں سے ایک متنفس بھی ایسا نظر نہ آئے گا جس کو دیسیوں کی زبان، اُن کے رسم و رواج پر کامل عبور نہ رہا ہو۔ اور جس کی توجہ مقامی معلومات کی جزوی تفصیلات تک (جب کہ وہ اس سلسلے میں مختلف مقامات پر متعین تھے) مرتکز نہ رہی ہو۔ یہ امر اس کتاب کے ماخذات کے (جو انھوں نے اکھٹا کرنے کے بعد مولف ہذا کو روانہ کئے) قابلِ اعتبار ہونے کا بین ثبوت ہے لیکن مولف کے لئے اصولِ معلومات کا یہی ایک ذریعہ نہ تھا (مزید براں) کئی جلدوں کا ترجمہ کیا گیا، متعدد دستاویزات کے جریدے جن سے سنین اور واقعات کی توثیق ہوتی تھی نہایت احتیاط سے اُن کی نقلیں حاصل کی گئیں۔

(اسی سلسلے میں) ملک کی کئی ایک ممتاز اور باخبر ہستیوں سے جن کو امورِ متذکرۂ صدر سے راست علاقہ تھا، اُن واقعات اور تحریکات کی صحت کے متعلق جرحی استفسارات کئے گئے (اور ہر ایک بات کی تفصیلی جانچ کی گئی)۔ گو حالات نے اُن لوگوں کو اظہارِ واقعہ پر کچھ ایسا مجبور رسا کر رکھا تھا کہ جس کی توقع اُن کے درجے کے لوگوں سے کم کی جا سکتی تھی، تاہم جو کچھ معلومات ہمیں اُن کے ذریعے سے دستیاب ہوئیں، اس کی نسبت یہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ شخصی اثرات اور ذاتی تعصبات سے رنگین نہ ہوں گے، لہٰذا اِس قسم کی معلومات پر اسوقت تک بھروسا نہیں کیا گیا جب تک کہ اُن کی توثیق دوسرے ذرایع سے نہ ہوئی ہو۔

مندرجۂ بالا توضیح و نیز اِس تالیف کے متن کے تشریحات اور حوالہ جات سے اُن اسنادات کا علم ہو سکے گا جن کی اساس پر ان جلدوں کے متذکرہ واقعات کا انحصار ہے۔ وہ بہت ساری تفصیلات جن کا جاننا ضروری تھا اُن کی بخوبی چھان بین کی گئی کیونکہ اس نوعیت کے کام کی کوئی قدر نہ ہوتی تاوقتیکہ وہ شروع سے آخر تک معتبر اور مستند نہ ہو۔

ضمیمہ شمارہ (۲)

(بملاحظۂ میجر جنرل سر جان میلکم جی۔ سی۔ بی۔ کے۔ ایل۔ ایس)

جناب عالی۔ آپ کے ارشاد کی بجا آوری میں اس مواد کے کچھ حصے سے متعلق جو کہ میں نے مالوے اور اس کے متصلہ علاقوں کے ایک بڑے نقشے کی ترتیب کے لئے بھیجا تھا، میں اپنے چند خیالات کے اظہار کی اجازت چاہتا ہوں اور بالخصوص فلکیاتی دائرۂ عمل کی نسبت جس کو تھوڑے دن ہوئے کہ طول بلد اور عرض بلد کے مشاہدات کرکے، مالوے کے اطراف جو اہم مقامات ہیں و نیز ان مقامات کی نسبت بھی جو ملحقہ صوبۂ اودے پور میں واقع ہیں اور جو میرے حالیہ پیمائش کے حلقے میں آجاتے ہیں ان سب سے میں سابقہ پیمائشوں کی توثیق یا تصحیح کر سکوں۔ آخر الذکر نقشہ اگرچہ جامع نہیں ہے تاہم اس کے متعلق ہمیں جو اب تک واقفیت حاصل ہے اور ہمارے بہترین مطبوعہ نقشوں میں جو متعدد غلطیاں ہیں اس لحاظ سے میں اِسی کو زیادہ اہم خیال کرتا ہوں۔

جس حد تک زیادہ اہم فرائض نے مجھے موقع دیا میں نے اپنے سابقہ تیز رفتار دورے کے سلسلے میں آپ کے حسب خواہش ان صوبہ جات کے

نمایاں ارضی خصوصیات کی نسبت جلدی میں بعض حالات جمع کئے ہیں جو اس وقت تو عام اُمور سے متعلق ہیں، لیکن محض مضمون کی ندرت کے اعتبار سے قابل قبول ہوسکتے اور آیندہ تحقیق کا سنگ بنیاد قرار دیے جا سکتے ہیں۔ میرا خاص مقصد تو یہ رہا کہ بعض بدیہی واقعات بیان کرنے کی کوشش کی جائے (ایسے مضامین جس میں شبہے کی گنجایش ہو یا لمبی چوڑی بحث مطلوب ہو اس کو یا تو منتشر کردیا جائے یا زیادہ فرصت میں تفصیلات کے لئے ملتوی رکھا جائے اور جہاں تک ممکن العمل ہو نظام ہائے خصوصی کے تمام حوالے یا متنازعہ فیہ ارضیاتی نظریات سے گریز کرتے ہوئے کہ ان میں سے کسی ایک علم کا بھی میں کافی ماہر نہیں ہوں کہ بلاشرکت غیرے اس کا وکیل بن سکوں۔ اگر میں کسی بڑے اصولی ماہر ارضیات کے لیے تھوڑا بہت مواد پیش کرسکوں کہ جس کی بنا پر وہ اپنی ذاتی رائے قائم کرسکے تو گویا میری توقع پوری ہوگئی۔ ۳۱۴

میں نے علم جویات سے متعلق ایسے رسائل جو میرے امکان میں تھے یا جو آلات کی کمی کی وجہ سے میں نے خود تیار کر لئے تھے شامل کردیے ہیں۔ اگر حالات مجھے اس صوبے میں کچھ عرصے تک رہنے کی اجازت دیں تو مجھے توقع ہے کہ یورپ سے آلات آجانے کے بعد یہ چیزیں زیادہ مکمل حالت میں بھیج سکوں گا۔

بمقام ہنڈلیسر، میجر ولسن نے جو رجسٹر باقاعدہ طور پر مرتب کر رکھا ہے وہ سب سے زیادہ مکمل ہے اور چونکہ اس مقام اور مہو (Mhow) کے درمیان تیس میل سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے اور ان دونوں مقامات کی باہم بلندی ایک ہی وقت باد پیمائی مشاہدوں کے ذریعے کافی حد تک صحت کے ساتھ معلوم کرلی گئی ہے۔ محض میری اس رائے زنی سے مالوے کی آب وہوا کے متعلق کچھ نہ کچھ اندازہ قائم ہوسکے گا کہ نیمور کے نیچے کی سطح سے جس میں ہنڈلیسر واقع ہے بہ حیثیت مجموعی اس آخری مقام کی حرارت پانچ چھ ڈگری زاید قرار دیجاسکتی ہے۔ یہ مقام اپنے موقع محل کے اعتبار سے بھی خاص ہے کہ بندھیاچل اور ست پڑا کی دو بلند چوٹیوں کے درمیان

ہے کہ ان میں سے کوئی بھی دور دراز نہیں ہے جہاں سے براہ راست مشرقی اور مغربی ہوائیں مالوے کے مقابلے میں زیادہ تر دریائے نربدا ہی کی طرف چلنے لگتی ہیں۔ اور جہاں وہ نشیب کے قریبی صوبوں کی بہ نسبت غالباً زیادہ تغیر پذیر ہو جاتی ہیں۔

مقامات کے طول بلد اور عرض بلد کی جدول میں میں نے ایک کالم کا اضافہ کیا ہے وہ یہ کہ سطح سمندر سے ان مقامات کی بلندی دکھائی گئی ہے جس کو میں نے اپنے گذشتہ دورے کے وقت از روئے علم باد پیما دریافت کیا تھا یہ اور جس کا مقابلہ بمبئی کی انجمن ادب کے اسی زمانے کے رجسٹر سے کیا جا کر تحقیق کر لی گئی تھی۔ رطوبت کا فرق اور دوسرے وجوہ جو نتائج کی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں ان کا لحاظ اس وقت نہیں کیا جانا چاہئے یہ ابتدائی تخمینے ہیں جو مجھے امید ہے کہ آیندہ زیادہ مکمل ہو سکیں گے۔ مجھے اس کا بھی افسوس ہے کہ میرے پاس اس وقت کوئی ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ اس ضخیم اور غیر مربوط مواد کو زیادہ آسان جدول کی شکل میں پیش کر سکوں۔ ۳۱۵

اصل پیمائش کے متعلق آپ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جمع شدہ مواد میں زیادہ اضافہ کرنے سے قطع نظر میرے سابقہ دورے کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ مالوے کے اطراف گھوم کر ایک خاکا مرتب کر سکوں جو علم ہیئت کے مشاہدوں اور پیمائش ارض[1] کے اصولوں اور تحقیقات پر مبنی ہو نیز جاذب نظر ہونے کے علاوہ اس کے فاصلے بالکل پیمائش کے مطابق ہوں۔ میں نے اپنے طور پر دو بڑے دائرے قرار دیے ہیں جس کی تکمیل سے اس پورے طریقہ عمل پر ایک زائد رکاوٹ قائم ہو سکے گی۔ ایک تو مھو سے شروع ہوتے ہوئے مالوے کے حدود کے اطراف اور اس کے تحت دوسرا منڈلیسور سے شروع ہو کر میواڑ کے کچھ حصے سے گزرتے ہوئے اسی مقام تک۔ میرے دوسرے فرائض اور بعد ازاں خرابی صحت کی وجہ سے جو تاخیر ہوتی گئی

[1] اس پیمائش کا خاکا اور اس کی تفصیلات آپ کو اس سے قبل وصول ہو چکی ہیں۔

اس کی وجہ سے مالوے کے مشرقی حصے سے متعلق جو منصوبہ تھا مجھے مجبوراً اس کو ترک کرنا پڑا۔ اور اجین سے ہوکر واپس آنا پڑا۔ اسی لئے دائرے جو میں نے حقیقی طور پر طے کئے وہ یہ ہیں، ایک تو مہو سے شروع ہوکر دھار، بوپاور، نولی، رتلم، منڈلیسور، رام پورہ، بمپورہ، اگر، ناہید پور اور اجین سے مستقر تک دوسرا منڈلیسور سے براہِ پرتاب گڑھ، دیولا اور دوریاوڑ، بڑی پہاڑیوں سے گزرتے ہوئے سولمبر اور جھیل وبیر تک اور وہاں سے شہر اودے پور تک اور پھر براہِ بھبندور، کانور، سدری اور نیمچ، منڈلیسور کو واپسی۔ ان دونوں ذرایع سے مجھے یہ توقع تھی کہ میرے نتائج میں اس درجہ صحت ہو جائے گی کہ میں واپس آکر اس کو اپنے سابقہ تجربوں اور دوسرے حضرات کی کاوشوں کی جانچ کے لئے کوئی معیار قرار دوں خواہ ان کی اضافی صحت کچھ ہی ہو لیکن ان کی حیثیت محض نشانِ راہ کی سی یا فوجی پیمایشوں سے بڑھکر نہ تھی اس کو جغرافیے سے متعلق ایک تصنیف کہلانے کے لئے اس میں مقررہ مقامات یا امتیازی علامت کی ضرورت تھی۔ میں نے آخری پیمایش کی بنا پر جو نقشے کا خاکا تیار کیا تھا اس میں چھوٹے رقبہ جات اراضی نقشے کے لئے جو چیز سب سے زیادہ مناسب خیال کی جاسکتی ہے یعنی خطوطِ نصف النہار اور خطوطِ متوازی۔ ان دونوں کے لئے سیدھے خطوط کی تجویز پر میں نے عمل کیا ہے سب سے حالیہ تعین حدود کے اعتبار سے اوسطاً ½ ۶۹ برطانوی میل ایک درجہ کے مماثل قرار دیے جاتے ہیں اور طولِ بلد کی درجے جن عرض بلد سے گزرتی ہیں اس لحاظ سے مقرر کرلی جاتی ہیں اس نقشے کو بڑے نقشے کے مطابق کرنے کے لئے اسی اصول کی پابندی کی گئی ہے۔

مجھے امید ہے کہ منسلکہ جدول کے مندرجہ عرض بلد، آلات اور مشاہدات کی نوعیت کے اعتبار سے قریب قریب صحیح ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک آفتاب اور دو تین غیر متحرک ستاروں کے تین چار مرتبہ کے مشاہدوں پر مبنی ہے جہاں تک کہ آفتاب کے جنوبی انحراف یا تین چار ستاروں نے اس کی اجازت دی ان میں سے ایک تو ضرور شمالی تھا اور

بقیہ جنوبی۔ جہاں تک ممکن العمل تھا انھیں ستاروں کا مشاہدہ کیا گیا۔ ان میں سے صرف تین مشاہدوں میں دس پانچ سکنڈ سے کچھ زیادہ کا فرق تھا۔ مجھے توقع رکھنی چاہیئے کہ اگر واقعی کوئی غلطی ہو سکتی ہے تو ان کم سے کم مقداروں سے زیادہ نہیں ہوگی۔ خاصکر اس لئے کہ اسی زمانے میں جو پیمائش ارضی عمل میں لائی گئی تھی یہ اس کے مطابق تھے۔ جن آلات سے مشاہدہ کیا گیا وہ یا تو ٹروٹن کا منعکس دائرہ ہوتا تھا یا بیتیل کا بہترین آلہ سدس جس کا نصف قطر دس انچ کا ہوتا تھا۔ ستاروں کے قطب شمالی فاصلے سالانہ محوری حرکت سے انحراف کے ساتھ وہی پائے گئے جو جدید بحری جنتری میں درج ہیں۔ انعطاف میں حرارت اور خلائے بسیط کے دباؤ کے لئے ضروری تصحیحات کی مطابقت کر لی گئی ہے۔ ۳۱۷

طول بلد کے متعلق مجھے توقع تھی کہ مریخ کے تابع سیارے کی تاریکیوں سے دو یا تین اہم مراکز قرار دینے میں میرے غیر لونی عدسیہ کے گم ہو جانے سے ان فوائد سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ طول بلد کا جو حساب لگایا ہے وہ اسی لئے وقت کے اسی فرق کی مناسبت یا تبدیلی وقت اور ارضی پیمائش اور مشاہدہ کردہ عرض بلد کے باہم یکجا ہو جانے کی بنا پر ہے۔ ڈاکٹر ہنٹر کے تعین حدود کے مطابق اجین کو ۵ . ۵ . ۷ مشرقی طول بلد کی جانب قرار دیتے ہوئے جو اگرچہ مریخ کے تابع ستارے کی تاریکیوں سے اخذ کئے گئے ہیں اس کا انحصار بحری جنتری کے اوقات کے لحاظ سے کیا گیا ہے اور بغیر اس کے متعلقہ فائدے اور قریبی مشاہدے کے پہلے اور دوسرے تابع ستاروں کے سات مرتبہ کے مشاہدات کی بنا پر ہیں اسی لئے اس کو اس کام کے سلسلے میں بہت کافی تصور کر لیا جا سکتا ہے۔ وقت کا جو فرق ہے وہ دو نہایت اچھی جہازی گھڑیوں کے ذریعے جو میرے قبضے میں تھیں اور کئی ایک مقامات کی مساوی بلندیوں سے بھی دریافت کر لیا گیا ہے۔ جہاں تک ہو سکا میں نے سیدھا مشرق اور مغرب کی مسافتوں کو تیزی سے طے کر کے زیادہ صحیح نتائج حاصل کرنے کی کوشش

کی ہے یا ایک بڑا زاویہ، یا نصف النہار کا قطر اور خط متوازی بننا چاہا تاکہ مشاہدہ کردہ عرض بلد سے پیمایش کے یہ نتائج اور فاصلے صحیح مقامات کی رہنمائی کرسکیں۔

مضمون کے اس حصے میں، میں نے اس کو ضروری خیال کیا کہ اس مسئلے کی تفصیلات کے متعلق تحقیق کرلی جائے۔ میں نے جن مقامات کا پتا چلایا تھا وہ سب سے حال کے اور بہترین مطبوعہ نقشوں سے لازماً بالکل مختلف تھے۔ ان میں سے بعض اختلافات تو ایسے تھے کہ جن کو ظاہر کر دینا مناسب ہے اور بقیہ بڑے نقشے کے حوالے کے لئے چھوڑ دینا ضروری تھا۔ ۳۱۸

سب سے بڑی غلطیاں مالوے کے شمالی حصوں میں دکھائی دیتی ہیں اور میواڑ کے اس حصے میں جو اپنی راجدھانی کی وجہ سے اودے پور کہلاتا ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں حال حال تک بہت کم یورپینوں نے چھان بین کی ہے۔

خود شہر اودے پور شمال سے آگے کی طرف نصف ڈگری بڑھا ہوا ہے اور اتنے ہی زاید فاصلے پر مشرق کی جانب دکھایا گیا ہے اسی طرح چتوڑ سے بجائے جانب جنوب مغرب ہونے کے اس کو تقریباً شمال مغرب کی طرف لایا گیا ہے اور یہ موخر الذکر مقام سوائے اس کے کہ کچھ جنوب ہی کی طرف بڑھ گیا ہے ورنہ اس کو کافی طور پر مناسب جگہ دیگئی ہے۔

وہ خوشنما جھیل جس کو دیبر یا جے ساگر کہتے ہیں اس کو نہ صرف موقع محل اور شکل کے اعتبار سے غلط جگہ دکھایا گیا ہے بلکہ وہ چھوٹی ندی گومتی جو اس کو پانی مہیا کرتی ہے اور جو جانب جنوب مشرق زاویہ بناکر کسی قدر اندر کی طرف چلی گئی ہے اسی طرح دریائے سبر امتی کا ماخذ یا معاون بنجاتی ہے جو گذرات (گجرات) کا ایک نفیس دریا ہے۔ اس کے اور جھیل کے درمیان ایک زبردست اور وسیع قدیم سلسلۂ کوہ چلا گیا ہے۔ ماہی جو یکدم کچھ جنوب کی طرف پلٹ گئی ہے اس میں آخرکار اسی جھیل کا زاید پانی آجاتا ہے۔ بقیہ میں صرف منڈلیسور، نیمچ۔ جادود، بمپورہ۔ کنگرور وغیرہ ہی کے نام لینے پر

اکتفا کروں گا۔

مقناطیسی سوئی کے انحراف (شمال وجنوب سے) کا پتہ ہیں نے ایک بہتر قسم کے آلۂ رصد عبور کے ذریعے سے چلایا ہے کہ جو مہو پر تقریباً ۳۰۔ ۴ جانب مغرب ہے۔ اور دوسرے حصوں میں مشرق کی جانب ہے اور اسمت وہاں سے ہٹ کر پھر ۳۰۔ ۲ نظر آنے لگتا ہے۔

بادپیما کے مدوجزر باوجود اس کے کہ عام طور پر نشیبی میدانوں سے بڑے وائرے بناتے ہوئے گزرتے ہیں پھر بھی باقاعدگی کے ساتھ واقع ہوئے ہیں لیکن موسم کے اعتبار سے سب سے زیادہ اور سب سے کم بلندی کے اوقات میں فرق رہتا ہے۔ موسم برسات میں سب سے اونچا درجہ تقریباً ۸ بجے صبح اور سب سے کم ۴ بجے شام رہتا ہے جبکہ سال کے مابقی حصے میں دونوں ایک گھنٹے یا اس سے کچھ زیادہ آگے پیچھے واقع ہوتے ہیں انھیں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجھے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ ان تقابلی مشاہدات فلکی سے جو اس مقام پر کئے گئے ہیں اور یہ مشاہدے جو بہت مرطوب اور عام طور پر بمبئی کی گرم آب و ہوا میں کئے گئے ہیں۔ رطوبت پیما جو بالخصوص مسٹر دانیال کے پاس جس قسم کا موجود ہے اس کے استعمال سے ہم بہت بڑا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اس کو یقین کرنے کے وجوہ موجود ہیں کہ اس آہنگی کو مشاہدہ کرنے کے بعد کہ جس رفتار سے سیال قسم کے نمک جیسے چونے کے کلورائیڈ وغیرہ وغیرہ کس طرح فضا سے نمی کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اگر سیال اشیا کو کھلی فضا میں رکھ دیا جائے تو وہ کس طرح تیزی سے بھاپ بن کر اڑ جاتی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ مالوے کی آب و ہوا کا اندازہ جو کچھ اس کی اوسط بلندی سے ہو سکتا ہے اس سے کہیں زیادہ وہ خشک ہے۔ اسی لئے جس قدر بھی غور و خوض سے حساب لگایا گیا ہے پوری فضا کا نہ صرف دباؤ اور درجۂ حرارت بلکہ ہر مقام کی ہوا کے بخار کا دباؤ اور تکثیف کی تپش یہ وہ امور ہیں جن کو کسی طرح غیر اہم نہیں سمجھا جا سکتا۔

۳۱۹

میں نے تو بہت کچھ یہی چاہا تھا کہ اس مقام کی نسبت علم جو یات (موسمیاتی) سے متعلق ایک مکمل کتابچہ یا رسالہ آپ کی خدمت میں بھیج سکوں لیکن سابقہ پیمایش پر روانہ ہونے سے کچھ عرصہ قبل تک میں اس قابل بھی نہ تھا کہ میرے پاس ایک باد پیما[1] ہوتا اسی لئے میں صرف ایک ماہ کے مشاہدات کا اضافہ کر رہا ہوں تاکہ وہ ساحلِ سمندر کے رجسٹروں سے مقابلہ کرنے کے لئے سنگِ بنیاد کا کام دے سکے۔ مہو کی جو بلندی درج کی گئی ہے اس میں ان مشاہدات سے مجھے خفیف سی مدد ملی (اس کے برخلاف) اعلیٰ قسم کی ساخت کے جو دوسرے باد پیما تھے اور جن کے مشاہدات منتشر حالت میں تھے اور جن تک میری رسائی کبھی کبھی ہو سکتی تھی (ان سے مجھے زیادہ مدد ملی ہے)۔ آب وہوا کا ایک سرسری اندازہ قائم کرنے کے لئے ۱۸۱۹ء-۱۸۱۸ء کے دورانِ سال میں جو ۳۲۰ حرارت رہی اس کی ایک جدول ارسال کر رہا ہوں محض اس یاد داشت کے ساتھ کہ بارش کی کمی کی وجہ سے موسم نہ صرف غیر معمولی طور پر سخت رہا بلکہ برسات اور گرما میں بہت شدت کی گرمی رہی گزشتہ موسم برسات میں حرارت غیر معمولی طور پر متوسط درجے میں تھی چند مستثنیات سے قطع نظر تپش پیمانہ ۲° اور ۰° کے بین بین رہا۔ میجر ولسن کے کتابچے اور ڈاکٹر ہنٹر کے بہترین ریمارکس کا حوالہ جو انھوں نے "ایشیا سے متعلق تحقیقات" میں دیا ہے، اس سے مالوے کی آب وہوا کا خاصا اندازہ ہو سکے گا۔ اگر میرا اس جگہ زیادہ عرصے تک رہنا ممکن ہوا اور مجھے موقع ملے تو میں اس مضمون کے متعلق زیادہ تحقیق کر سکوں گا۔

مالوے کی ارضیات کے متعلق میں بہت کچھ پس وپیش کے ساتھ اس مضمون پر گفتگو کر رہا ہوں، نہ صرف اس لئے کہ مجھے اس پر توجہ کرنے کا

---

[1] پیمایش کے دوران میں یہ بھی ٹوٹ گئے اور دوسرے آلات آنے تک مشاہدات کے سلسلے میں میرا کام رکا ہوا رہا۔ اس کے بعد مجھے دو باد پیما مل گئے اور میں نے جنوری ۱۸۲۱ء میں اپنے مشاہدات میں ونیز اسی زمانے کے بمبئی کے رجسٹر میں اس کا اضافہ کر دیا ہے۔

بہت کم عرصے سے موقع ملا ہے اور پھر اس علم کا نفسِ مضمون کسی قدر غیر معین بھی ہے بلکہ اس کی تحقیق میں مجھے عجیب و غریب ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بالخصوص اس وقت اس مختصر سے مواد کو بڑی دشواریوں سے مرتب کرنا پڑا ہے اسی لئے میں اکثر بجائے معد نیات کے نام اور اُن کی ساخت سے بحث کرنے کے سرسری بیان پر اکتفا کروں گا اور نتائج اخذ کرنے کا کام جو لوگ کہ اس فن کے ماہر ہیں ان کے لئے رکھ چھوڑوں گا۔

مالوے کی سرزمین زرخیز اور بلند میدانوں پر مشتمل ہے جو کسی قدر شمال کی طرف ڈھلواں ہے بالکل چند مستثنیات کے سوا ساری ندیاں اسی سمت میں بہتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ ایک بہت وسیع آتشفشاں چٹانوں کی زمین کے ٹالوزی ٹراپ کا شمالی اختتام بنا ہوا ہے جو دکن کے ایک آخری حصے بلکہ غالباً بیسور سے شروع ہو کر ادورنگ تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ جس میں گھاٹ کے اُدھر کی ساری نشیبی زمین کے کچھ حصے و نیز جزائر بمبئی، سالسٹ، اور الیفنٹا وغیرہ سب شامل ہیں۔ راپیلی کی پہاڑیوں کی اس تشکیل میں عقیق، وغیرہ کے بڑے ذخیرے اور ہندوستان کے آثار قدیمہ کے تمام دلچسپ برہمنی اور بدھ متی دونوں کے غاروں کے بڑے مندر یہ تمام موجود ہیں۔ آخر الذکر آثار کے کلیتہً خطۂ مذکور کے اسی جانب پائے جانے کی غالباً اصلی وجہ یہی ہوگی کہ ریت پتھر کی چٹانوں میں چکنی مٹی، کچے لوہے اور بادام نما کے کھودنے اور اس کے بت تراشنے میں سہولت ہوتی ہے۔ اور ان پہاڑیوں کی شکل وصورت جو نباتی پیداوار سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہیں ان پوشیدہ مقامات کے لئے نہایت درجہ موزوں ہوسکتی ہے وہ سب اس منتجرہ میں پائے جاتے ہیں۔ پہاڑوں کے کئی سلسلے اپنی زیرین چوٹیوں کے ساتھ اسی قطار میں واقع ہیں لیکن سوائے ان چوٹیوں کے جو کہ سطح مرتفع کو تھامے ہوئے ہیں بہت کم ایسی ہیں جو ان میدانوں کی سطح سے چھ سات سو فٹ بلند ہوں گی خود مالوہ اگرچہ چاروں سمتوں سے پہاڑی حصوں سے گھرا ہوا ہے اور مغربی اور شمال مغربی

۳۲۱

جانب دور اولین کا زبردست سلسلۂ کوہ چلا گیا ہے جو اس کو گذرات (گجرات) کے زرخیز میدانوں سے علٰحدہ کرتا ہے اور جو میوار کے سارے صوبے (اور اغلباً مارواڑ) پر مشتمل ہے اس حصے میں سوائے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں یا مخروطی پہاڑیوں کے جو ایک سو سے تین سو فٹ تک بلند ہیں اور جو بالعموم جدید تر ٹراپ کے علاقے سمجھے جاتے ہیں، جنوب میں بندھیاچل کا سلسلۂ کوہ تیمیور کے اندرونی حصوں کی طرف ڈھلواں ہے جو عام طور پر دریائے نربدا سے ۱۶۵۰ فٹ بلند ہے اور جس کے کناروں کی طرف خاصا اتار ہے جو یکدم بہت سیدھا ڈھالو بنا ہوا ہے اور بہت سے گھاٹ اور درے جو اس میں بن گئے ہیں وہ اکثر و بیشتر ناقص ہیں اس منتجرہ پر کچھ روشنی ڈالتے ہوئے اور زیادہ تجسس سے معائنہ کرتے ہوئے میں سب سے پہلے مختصر طور پر اسی سلسلۂ کوہ اور اس کی وادی کے عام خصوصیات بیان کروں گا جس سے ہوکر دریائے نربدا بہتا ہے۔

مالوے کے دوسرے پہاڑوں کی طرح ان پہاڑوں کے طبق در طبق جمے ہوئے صاف طور پر دکھائی دیتے ہیں جس میں باصلط یا ٹراپ اور بادام نما کے یکے بعد دیگرے افقی تہ بنی ہوئی ہے اس قسم کی چودہ تہیں بالعموم گنی جاسکتی ہیں اس میں سے سب سے بالائی پرتیں اکثر پندرہ تا تیس فٹ دبیز ہوتی ہیں۔ جوں جوں نیچے کی طرف جاتے ہیں ان کی گہرائی بہت جلد بڑھتی جاتی ہے سوائے باصلط کی سب سے نیچے کی تہ کے کہ جو تقریباً تین سو فٹ بلند نظر آتی ہے۔ زیرین میدان کی پرت اسی کی بنی ہوئی ہے یہاں بادام نما سب سے چوڑے واقع ہوئے ہیں اوپر کے دو تین ٹراپ طبق نہایت اچھے ذرات سے ضخیم بنے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ رفتہ رفتہ کروی ٹراپ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس کے گولے ابتداءً تو چھوٹے ہوتے ہیں لیکن نیچے بڑے ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کی آخری تہیں بہت بڑی جسامت کی بن جاتی ہیں۔ اس حجر کا تھاسن (Wernerian) کے نظام کی تفصیلات میں نہایت خوبی سے

۳۲۲

تذکرہ کیا گیا ہے جہاں اس کو عبوری دور کے سلسلے میں رکھا گیا ہے لہٰذا اس کی طرف مزید توجہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یہ ٹراپ اور بادام نما تہیں تحلیل کی جو مقاومت کرتی ہیں اس سے کے نمایاں فرق کی وجہ سے ان کے بیرونی سرے ایک خاص درجے میں ممیز انحراف اور امتیازی نشان حاصل کر لئے ہیں۔ بادام نما نے بڑا ڈھلواں بناتے ہوئے ایک غیر پیوستہ ڈھانچہ بہم پہنچا دیا ہے جو سبزی سے ڈھکا ہوا رہتا ہے۔ ٹراپ اپنی اصلی عمودیت اور سیاہ رنگ کی برہنگی کو قائم رکھے ہوئے ہیں یہیں سے ایک حیرت انگیز دھاریدار اور سختی سے حدبندی کی ہوئی پیکر ظہور میں آتی ہے جس کی وجہ سے جرمنی کے باشندوں نے اس کو غالباً یہ نام دیا ہے۔

اس صورت حال میں جب بلند چوٹیاں (جو اس نوع کی پہاڑیوں میں عام ہیں) اس سے ملجاتی ہیں جو باصلط کی دبیز تہ سے بنتی ہیں تو باہر سے کافی بلندی کے ایک عمودی دمدمے کا دھوکا ہونے لگتا ہے اور اس قسم کے زمین سے ابھرے ہوئے ایک دو زینے جو پہاڑ کی چڑھائی کے دامن میں نظر آتے ہیں غالباً اسی کے باعث متعدد قلعے یہاں بنائے گئے ہیں جو اس متحجرہ کیجانب پائے جاتے ہیں ادھر کے عمودی حجر کی چھوٹی پر صرف ایک چھوٹی سی منڈیر کی ضرورت ہے جو اس کے اطراف بنادی جائے یا بعض بعض جگہ جو حصے نکلے ہوئے ہیں وہ درست کردے لے جائیں تو دوسرے درجے پر تھوڑی سی محنت سے اسی قسم کے زیرین قلعے بہ آسانی بن سکتے ہیں درانحالیکہ گہری گھاٹیاں یا نالے ان تمام کے درمیان بنے بنائے اور محفوظ قسم کے ذرائع آمد و رفت کا کام دے سکتے ہیں، دکن، خاندیس اور کوکن میں اسیر (گڑھ) اس قسم کے قدرتی قلعوں کا ایک نمونہ ہے انھیں حالات کی بنا پر اس کی خاص اہمیت ہو جاتی ہے اور غالباً دولت آباد کی عدیم المثال پہاڑی کو شامل کرتے ہوئے انھیں خصوصیات کی وجہ سے ان کی موجودہ حالت ہندوستان کے باشندوں کو اس قسم کی قلعبندی کی طرف ذہن کو منتقل کراتی ہے اور اس کے ساتھ ہی جس قسم کی چیزوں سے میرے خیال میں آخر الذکر پہاڑی

۳۲۳

بنی ہوئی ہے اس حجر کی نوعیت سے بہ آسانی قلعوں کی تکمیل بھی ہوجاتی ہے
بندھیاچل کے بادام نما ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکثر سوراخ دار
اور علیحدہ علیحدہ جوالامٹی سے بنے ہوئے ہیں جس کے خانے سبز مٹی
سے خط کشیدہ ہیں جو بعض اوقات تو خالی ہوتے ہیں لیکن عام طور پر پلشتر
کردی، دبائے ہوئے یا ابھرے ہوئے زیولائٹ چونے کے
کچے کاربونیٹ، یا گار کے بلوری مادے سے بھرے ہوئے ہوتے
ہیں جسامت میں یہ عام طور پر ایک بڑے بادام نما سے زیادہ نہیں
ہوتے۔ انھیں سے زیادہ کثرت تو چونے کے پتھروں اور درمیانی
قسم کے پتھروں کی ہے کہ جس میں اچھی نوعیت کی گیاس کی طرح ملائم ریشہ
بیچوں بیچ کی طرف مائل رہتا ہے، مکعب زیولائٹ کے چھوٹے شفاف
ٹکڑے و نیز کچا کاربونیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے۔
جام گھاٹ کے زیرین حصے میں نربدا سے تقریباً ایک میل کے
فاصلے پر منڈلیسر اور ماہی سر کے درمیان ایک چھوٹی سی پہاڑی سے
ابھرا ہوا باصلط کے ستونوں کا جھرمٹ بنا ہوا ہے ان کے قطر مختلف
ہیں ایک فٹ سے ڈیڑھ فٹ تک اور جو سطح سے چار تا چھ فیٹ آگے
نکلے ہوئے ہیں۔ ان کی عام شکل ایک ایسے مخروط مستوی کی سی ہے
جس کے چار یا چھ ضلعے ہوں اور جس باصلط سے بنے ہوئے ہیں
وہ چمکدار سیاہ رنگ کے نہایت سخت اور متوسط جسامت کے ذرات
ہیں یہ ستون یا تو کھڑے ہوئے ہیں یا بہت جھکے ہوئے ہیں لیکن کسی
خاص نقطے کی طرف جھکے ہوئے نہیں معلوم ہوتے۔ وہ حجر جہاں سے
ستون بلند ہونے لگتے ہیں اور جس پر دریائے نربدا خاصے فاصلے تک ۳۲۴
بہتا ہے وہ دراصل پختہ اور اچھے ذرات سے بنا ہوا باصلط ہے
بعض اوقات جس کی تہ میں فلسپار پایا جاتا ہے لیکن زیادہ عمومی طور پر
اس میں گار کے تنگ سید ھے شگاف یا نازک دھاریاں اسی باصلط کی
باریک پرت جو موٹی پرتوں کے بیچ میں ہوتی ہیں، ایک دوسرے کو

کاٹتے ہوئے گزرے ہیں لیکن معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ اس میں لوہے کا زیادہ تناسب شامل ہے۔ اس جھریا گار کے بڑے حصے میں زیولائٹ کے بعض نفیس نمونے گی خاص پرتیں بنی ہوئی اور چمکتی ہوئی یا مخروطی شکل میں کہیں ہوئی پائی جاتی ہیں، نیمیو رکے اکثر اور بالخصوص شمالی حصوں میں بہت کم حجر میدانوں کی سطح کے برابر ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

منڈلیسر اور چکلڈہ کے درمیان خاصے فاصلے تک نربدا کے ساحل چالیس سے ستر فیٹ تک بلند ہیں یہ سبزی سے خوب ڈھکے ہوئے ہیں، باریک بالائی پرت سے قطع نظر یہ دو علٰحدہ علٰحدہ دریا برآمد زمین کے طبق ہیں۔ اس کا بالائی حصہ جو بہت ہلکے رنگ کا ہے اس میں چونا ملی ہوئی سخت مٹی بھی بہت بڑی مقدار میں پائی جاتی ہے اور یہ نمک خوردنی سے معمور ہے جس کو ہندوستان کے باشندے گڑھے کھود کر نتھارتے ہیں اور اس کے بعد دھوپ میں خشک کر کے غریب لوگوں کے ہاتھوں بالخصوص قریب کے فاصلے پر جو بھیل رہتے ہیں ان کو فروخت کر دیتے ہیں یہ طبق بالعموم تیس تا چالیس فیٹ دبیز ہوتے ہیں۔

وہ طبق جس پر یہ سب ٹھیرا ہوا ہے اور جہاں سے وہ زبردست کھڑی قطاریں منقسم ہو جاتا ہے اور رنگ کا بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے (یہ آخر الذکر زیادہ سرخ رنگ کا ہے) اس میں ایک بہت بڑا تناسب عام طور پر کاربونیٹ آف سوڈے کا پایا جاتا ہے لیکن اس میں کچھ نمک کے تیزاب کا مرکب بھی شامل ہو کر اس کو بگاڑ دیا ہے یہ تہ بمشکل دس پندرہ فیٹ دبیز ہوگی۔ اور براہ راست باصلط پر ٹھیری ہوئی ہے جس پر سے دریا بہتا ہے۔ موسم گرما میں یہ دونوں نمک کنارے کی سطح پر آکر دبیز بلوری شکل اختیار کر لیتے ہیں اور اسی کو یہاں کے باشندے اکھٹا کر لیتے ہیں نیچے کی تہ سے جو شے حاصل ہوتی ہے اس کو دھوبی وغیرہ کے استعمال کیلئے

۳۲۵

برآمد کیا جاتا ہے لیکن نمک خوردنی کی طرح سوڈا تیار نہیں کیا جاتا اور سوائے مندرجۂ بالا طریقے کے اس کی کوئی قدر و قیمت بھی نہیں ہے۔

شہر ماہی سر کے قریب بعض مقامات ایسے ہیں جہاں دریا کے بالائی حصے کی تہ میں یا دو دریاؤں کے سنگم کے قریب مٹی کے بہت بڑے برتنوں اور اینٹوں کا ہونا بیان کیا جاتا ہے اور یہ اسی نام کے قدیم شہر سے متعلق کہے جاتے ہیں کہ جہاں قدیمی زمانے میں اُجین اور مالوہ و باگڑھ میں اُنہیؔ سے زاید بڑے مقامات زمین کے پھٹ جانے سے تباہ ہوگئے تھے لیکن اس وقت وہاں آتش فشاں مادوں کی کوئی نشانی نہیں پائی جاتی ہے اگرچہ بندھیاچل کے سلسلۂ کوہ اور راج پیلی کے صحرائی علاقے میں دونوں جگہ بعض پہاڑیوں کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں پر غار بعض دفعہ چوٹیوں تک پانی سے بھر جاتے ہیں جن کے لیے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بجھے ہوئے کوہ آتش فشاں کے دہانوں سے مشابہ ہیں۔ ان کو میں نے خود تو کبھی مشاہدہ نہیں کیا ہے اسی لئے اپنی رائے کے اظہار کی ذمہ داری لینے سے قاصر ہوں۔ شمال مغربی جانب اکثر زلزلے ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور اگر اس حالیہ زلزلے سے ہم اندازہ قائم کریں جس نے صوبۂ کچھ کو قریب قریب تباہ کر دیا تھا تو یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ زلزلے اکثر و بیشتر شدت کے ساتھ ہوئے ہیں یہ زمینات ریتیلی ہیں اور ان کے نمکین اجزائے ترکیبی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ قریبی پہاڑوں کے احجار کے تحلیل ہو جانے سے یہ قدرتی طور پر مرکب ہوئے ہیں جو ہر موسم برسات میں اس شدت کے ساتھ کہ جو ہندوستان کا خاصہ ہے اوپر سے نیچے کی طرف بہا کر لے آتے ہیں اور بہت بڑی مقدار میں تہ نشین کرتے جاتے ہیں[1]۔ لیکن کس طرح یہ دونوں طبقات

[1] الفنسٹا کے بادام نما میں اسٹلبائیٹ جو پائی جاتی ہے اس کی بنا پر اس کی تشکیل کی نسبت یہ قطعی فیصل شدہ امر ہے کہ وہ آتش فشاں نہیں بلکہ طبقۂ ارض کے پانی کے عمل سے

اپنی تناسبی حیثیت حاصل کیئے اور ان دونوں کے درمیان علیحدگی کا خط کس طرح نمایاں ہوا ہے اس کی تحقیق کرنا یا اس کی نسبت قیاس آرائی کرنا اس وقت بے سود ہے۔

جیساکہ بیان کیا گیا ہے نربدا کی ندی اپنی گزرگاہِ آب کے بہت بڑے حصے تک باصلط کے احجار پر مشتمل ہے اسی میں سے بے شمار پایاب اور چھوٹے آبشار نکلتے ہیں ان میں سے تین جو بڑے ہیں وہ یہ ہیں ایک تو دیری کے مقام پر جہاں دریا بہت تنگ ہوگیا ہے دوسرے سن سادرہ پر ہے جو ماہی سر کے کچھ زیریں علاقے میں ہے تیسرے ہرن پھلانگ کے مقام پر ہے جو چیکلڈہ کے نیچے واقع ہے۔ وہاں سے گجرات میں داخل ہونے تک وہ ندی اپنی عام چوڑائی کے نصف حصے سے بھی کوتاہ ہوکر دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان بہتی ہے اور اس کا بہاؤ بہت کچھ رک جاتا ہے یہاں تک کہ کشتی رانی بھی بڑے تودوں اور حجر کی بلند چوٹیوں کی وجہ سے ناممکن العمل ہوجاتی ہے۔

منڈلیسر سے بہت اوپر کی طرف تقریباً تیس میل کے بعد اس ندی کا شمالی ساحل پتھریلا اور عمودی چٹانوں سے معمور ہو جاتا ہے یہ کسی قدر ڈھلواں تہوں اور بالخصوص سبزی مائل سلیٹ پر مشتمل ہے جس میں ابرک کے چھوٹے اجزا ملے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جزیرہ من داتا اور مقابل کے ساحل کا کچھ حصہ سرخی اور سبزی مائل بھورے رنگ کے سینگ پتھر کے سلیٹ اور بعض اوقات سنگِ سماق سے بنا ہوا دکھائی دیتا ہے اس سے آگے بہت دور تک ہر ایک ساحل پر بیابانی جنگل کا رقبہ چلا گیا ہے جو چیکلڈہ کے تحت جس کا اس سے قبل ذکر کیا گیا ہے اس سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے سوائے اس کے کہ دریا عام طور پر بہت گہرا ہے اور احجار بہت کم مزاحم ہوتے ہیں۔

بقیہ مضمون بحاشیہ صفحہ گذشتہ :- بنا ہے یہی قول مالوے کے متعلق بھی صادق آتا ہے۔

اس حصے میں چھوٹی پہاڑیوں گہرے نالوں اور چشموں کا ایک سلسلہ چلا گیا ہے جو بلند گھنے جنگلوں سے ڈھکا ہوا ہے اور اکثر حصوں میں دریا سے سات آٹھ میل تک سفر سوائے پیدل مسافروں کے مشکل ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ علاقہ تقریباً غیر آباد ہے لیکن کچا لوہا یہاں بکثرت دستیاب ہوتا ہے لیکن صرف کاوٹ کوٹ اور چاند گرڑھ میں اس کو پگھلا کر اور صاف کر کے اندور اور اس کے قرب وجوار کے بازاروں کو بھیجا جاتا ہے۔ وہ لوہا تو اچھی نوعیت کا ہوتا ہے لیکن اس دھات کو ناقص طریقوں سے تیار کیا جاتا ہے اس لئے استعمال کی معمولی اشیا کے سوا اس کی زیادہ قدر نہیں کیجاتی۔ زیرین چکلدہ کا پہاڑی علاقہ خاصکر سرکش بھیل قبیلوں سے اچھا خاصا آباد ہے جنوبی ساحل پر بروچ کے قریب راج پیپلی کی پہاڑیاں واقع ہیں جہاں مزدور لوگ بستے ہیں انھیں پہاڑیوں میں عقیق کی کئی کانیں واقع ہیں جن کا ایک مختصر سا بیان ڈاکٹر کپ لینڈ نے بمبئی کی ادبی روئداد (بمبئی لٹریری ٹرانزیکشن) کی جلد اول میں شایع کرایا ہے۔ بُڑوائی سے چکلدہ تک یعنی ست پڑا سے کوہ بندھیاچل تک ساری وادی تقریباً ہموار ہے۔ پانی بہ افراط ہے کاشت کیجاتی ہے اور یہ علاقہ آباد ہے۔

۳۲۷

مالوے کے بالائی میدانوں میں بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ خانہ دار (بلبلہ نما) یا تہ بہ تہ جمے ہوئے ٹراپ احجار اور باوام نما اس خطۂ زمین کی مناسبت سے پائے جاتے ہیں یہ احجار شروع سے آخر تک ایک قسم کی پرت کے بعد دوسری قسم کی پرت کے سلسلے میں واقع ہوئے ہیں۔ لیکن بندھیاچل سے جب شمال کی طرف بڑھتے ہیں تو ان کی تہیں موٹائی میں کم ہوتی جاتی ہیں۔ چھوٹی پہاڑیوں اور سلسلۂ کوہ کی اکثر بالائی تہیں ٹراپ یا خاکستری مٹی سے مرکب ہیں جو آتش فشاں چٹانوں کے ٹوٹنے سے بنی ہیں اس کے علٰحدہ علٰحدہ ٹکڑے ہو گئے ہیں یا چھوٹے چھوٹے ڈھیر لگے ہوئے ہیں جو آہنی مٹی سے ڈھکے ہوتے ہیں ان پہاڑیوں کی سطح پر ایسی حجر کے بڑے بڑے تودے پھیلے ہوتے ہیں جو نہایت کھردرے

اور سوراخوں سے بھرے ہوئے ہیں گار اور چونے کے کاربونیٹ عام طور پر ایک دوسرے میں ملگئے ہیں۔ جو پہاڑیاں کہ کسی قدر بلند ہیں ان میں باصلط یا ٹراپ پھر بادام نما پیوستہ یا ڈھیر کی شکل میں یہ خاص احجار ہیں۔ بندھیاچل کے سلسلۂ کوہ میں جس جانب بھی نظر ڈالئے وہی ایک ہی قسم کا نمایاں طور پر دھاری دار منظر دکھائی دیتا ہے۔

میدان میں نباتی زمین کی گہرائی بہت کم ہے عام طور پر دس سے پندرہ فیٹ تک اور بہت کم صورتوں میں جیساکہ وسطی حصوں میں پندرہ فیٹ گہری ہے یا تو وہ سرخ آہنی یا زرخیز سیاہ مٹی کا گارا ہے۔ اول الذکر پیوستہ آخر الذکر خستہ ہے جس میں ہر طرف گہرے شگاف یا دراڑیں پڑی ہوتی ہیں بعض حصوں بالخصوص چھوٹی پہاڑیوں کے دامن میں اور نالوں کے کناروں پر اس تہ اور حجر کے درمیان ایک پتلی تہ خستہ چونا ملی ہوئی مٹی کی یا چونا کنکر کی ہے جو ہلکے رنگ کی چکنی مٹی کے چھوٹے چھوٹے گولوں سے مرکب ہے۔

ساؤگڑھ کے قریب ایک بادام نما یا سماقی حجر پایا جاتا ہے جو جوالامکھی کے پیوستہ عنصر سے مرکب ہوا ہے جس میں چھوٹے کروی یا کلوی شکل کے تودے بہت بڑی مقدار میں ملے ہوئے ہیں لیکن زیادہ بالعموم تولا نبے ٹیڑھے اسطوانی کرم نما زیولائٹ کے بلور پائے جاتے ہیں دریائے کالی سندھ کی تہ اسی قسم کے حجر پر مشتمل ہے لیکن اس میں جو بلور پائے جاتے ہیں وہ بالعموم کروی اور بہت چھوٹے ہوتے ہیں اور اُن کی جسامت بھی مختلف ہوتی ہے کہ ایک پن کے سرے کے برابر سے لیکر ایک مٹر کے دانے کے برابر تک اور اس میں چونے کے کاربونیٹ اور گار ایک دوسرے میں ملے ہوئے ہوتے ہیں یا زیولائٹ میں چھوٹا سا مرکز بنا کر شعائیں باہر کی طرف پھیلاتے ہیں۔ کچھروڈ کے قریب بمقام چرولی سماق ٹراپ کے بہت بڑے ضخیم ایک دوسرے پر پڑے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ جورا اور رتلم کے قریب کھردرے کلیسی روٹ پتھر کی چھوٹی تہیں موجود ہیں۔ دھار سے آگے سلطان پور کے قریب ارغوانی سبز اور سرخی مائل یا کچھ بادامی رنگ کے

۳۲۸

خوشنما یشب کی ایک بڑی تہ پائی جاتی ہے۔ اور اس سے متصلہ پہاڑیوں
میں مانڈو کی جانب بندھیاچل کی چوٹی پر سلیکائی، کلیسی، زیولائیٹ اور انواع
واقسام کی بلوری معدنیات کی بہتات ہے اور اجیٹ کی بڑی تختیاں جن کی
سطح اکثر گار کے نازک بلوروں سے ڈھکی ہوئی ہے بڑے گولے یا پتھر
میں بنے ہوئے گڑھے، جس میں اجیٹ یا گار ہوتی ہے اس کی جمی ہوئی
ہوتی ہے جو اکثر نیلی لیکن کبھی گہرے یا یکساں رنگ کی ہوتی ہے اور
پانی کے رسنے سے یہ تہ گار پر جمی ہوئی ہوتی ہے یا سلیکائی پرت کی
یہاں بہتات ہے۔ یہ گار یا اجیٹ کے گولے جسامت میں مختلف ہوتے ہیں،
پانچ چھ انچ سے لیکر ایک فٹ تک ان کا بڑے سے بڑا قطر ہے۔ اور
ان کے اندر کی جوف اکثر ایک حد تک یا پورے طور پر خالص کلیسی یا دوہری
مرکز کش اسپار سے بھری ہوئی ہوتی ہے آخر الذکر معدنیات تمام پہاڑیوں ۲۲۹
میں بہت کثیر مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ بعض زیولائٹ بہت بھاری ہیں
اور ہلکے زردی مائل رنگ یا زردی مائل گلابی رنگ کے ہوتے ہیں اور
اکثر تنگ شگافوں میں انواع واقسام کی خشتی سرخ پرتیں بنی ہوئی
پائی جاتی ہیں بہت بڑی اور خوبصورت نمونے کی پرتیں اور
چمکتے ہوئے اقسام کے معدنیات کی زیادہ کثرت ہے۔ بعض تو ایسی
ہوتی ہیں کہ ابتدا میں ان میں اور ٹرمولائیٹ (Tremolite) میں فرق
کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

ایک صدفی اور دو صدفی خاصکر سخت خول کے گھونگے اور ایک نوع
کا عضلہ بڑی تعداد میں چونا ملی ہوئی مٹی اور زمین سے جو چونا پتھر نکلتے ہیں
یہ سب اس میں پائے جاتے ہیں اس قسم کے سخت خول اور ملائم جسم کے
حشرات اکثر دریائے نربدا کی تہ میں انگار من داتا کے قریب اور
آبشاروں میں پائے جاتے ہیں لیکن میں نے منتشر مٹھی بھر نمونوں کے
سوا کبھی کسی حجر میں ملی ہوئی یہ چیزیں بذات خود نہیں دیکھی ہیں۔

دریائے چمبل کی ساری تہ میں اِس سرے سے اُس سرے تک

باصلط کے چوکور طبق در طبق افقی ڈائیک کی ایک چوڑی تختی کی طرح جمے ہوئے ہیں اس کا ہر طبق یا تو معین نما (Rhomboidal) یا پانچ چھ اضلاع کا ہوتا ہے اور ان کی موٹائی مختلف ہوتی ہے یعنی ایک یا دو انچ سے ایک فٹ سے زائد تک ۔

ان کا قطر بالعموم تقریباً ایک فٹ کا ہوتا ہے اور راس طبق کے اضلاع اس قدر پیوستہ ہوتے ہیں اور ان کے سب سے اونچے سرے اس قدر برابر ہوتے ہیں کہ وہ اکثر صاف فرش کی طرح نظر آنے لگتے ہیں اور ہر کنارے پر چھوٹی سیڑھیوں کی طرح بن جاتے ہیں یہ جھرندی کے کنارے سے تھوڑے فاصلے تک چلا گیا ہے اور کہیں بھی بادام نما یا کوئی اور جھر بیچ میں واقع نہیں ہے اور اسی لئے شاید کر دی ٹراپ کی زیرین تہ سے ملا ہوا ہے جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندھیاچل پہاڑ کی زیرین تہ بنی ہوئی ہے یا زیادہ اغلب یہ ہے کہ نیمیور کے باصلطی کالموں کے خط مستقیم کے برابر ہو گئے ہیں جہاں اسی قسم کی ایک ڈائیک ان آخری خطوط کے ساتھ ملی ہوئی ہے ۔ ۲۳

مالوے کی جنوبی سرحد کے کئی حصوں میں مہو سے قریبی فاصلے پر نواح بندھیاچل کی زمین عجیب وغریب گہری گھاٹیوں میں کٹی ہوئی ہے جو ایک سو سے تین سو فیٹ تک بلند ہے اس کے بازو یا تو بہت ڈھلواں ہیں یا عمودی واقع ہوئے ہیں اور بڑے ذرات کے باصلط کے ضخیم پر مشتمل ہیں جو بھدے ستون نما سے نظر آتے ہیں ۔ ان کے ساتھ بعض چھوٹی ندیاں اور پہاڑی نالے بہتے ہوئے نربدا تک اپنا رستہ نکال لیتے ہیں اور پھر کئی خوشنما آبشاروں کا باعث بنے ہوئے ہیں جن کی عمودی بلندی ایک سو بیس ۱۲۰ سے لیکر ایک سو اسی ۱۸۰ فٹ تک ہے ۔ اس جھر میں نیمیور کے جھر کی طرح گار کے عمودی شگاف ایک دوسرے کو قطع کرتے ہوئے گزرے ہیں یا اس میں زیادہ پیوستہ بھاری باصلط کی تنگ دراڑیں بن گئی ہیں جو اپنے مرکزوں سے نور افشانی کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں اور زیادہ

پیوستہ بھاری باصلط کی درازوں پر مشتمل ہیں ۔ یہ ایک دوسرے سے کسی قدر فاصلے پر ہو کر کچھ دور جانے کے بعد متوازی ہو جاتی ہیں یہانتک کہ اس باصلط میں ملحی ـــ کے چھوٹے بلور و نیز زردی مائل یا زیتونی سبز رنگ کے پتھر کے ذرات شامل ہیں ۔

مالوے کی تمام سرحدی پہاڑیوں میں کچے لوہے کے جو وسیع ذخیرے ہیں اس سے قطع نظر چمبل کی جانب مشرق جوف دار کچے لوہے کے ڈھیر کی ایک تنگ تہ بھی پائی جاتی ہے جو صوبے کے طول و عرض میں غیر افقی سمت میں پھیلی ہوئی ہے ۔ اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شمال مشرق میں ہاروتی تک پھیلی ہوئی ہے ۔ یہ دراصل چھوٹی پہاڑیوں پر مشتمل ہے اس کے بلند حصے جیسا کہ ڈومنار کے غاری مندر ہیں، دو سو فٹ سے شاید ہی بلند ہوں اور جو بظاہر ریت پتھر پر ٹکے ہوئے ہیں اس کے بعض حصوں میں یہ تہیں خاصے پیوستہ ہیں اور دوسرے حصوں میں اس میں بڑے جوف بن گئے ہیں جس میں کچی دھات، مشگے مماثل یا (Botryoidal) کی حالت میں پائی جاتی ہے ۔ اس کچی دھات میں فلز بہت کم ہوتی ہے اس لئے اس کا کام اس وقت جاری نہیں ہے ۔

۳۳۱ مالوے کے بالائی یا شمالی حصے میں خاصکر ریت پتھر اور ریت پتھر کے سلیٹ پائے جاتے ہیں جس کے بیشتر حصے پر نشیبی سلسلۂ کوہ قائم ہے جو چتوڑ سے ہاروتی تک پھیلا ہوا ہے یہ زیادہ تر سنگ ریگ ریزہ یا صدفی (Conchoidal) سے بنا ہوا ہے ۔ بعض مقامات پر ان کی تہیں اس قدر مہین ہیں کہ اس کی شکل سلیٹ کی سی ہوگئی ہے بالعموم اس کا رنگ ہلکا سبزی مائل یا بھورا سرخی مائل ہوتا ہے جس پر گہرے ارغوانی سرخ رنگ کی باریک پٹیاں سی ہوتی ہیں اور اس کا ڈھانچ درخشاں ہوتا ہے ان تہوں کے شگافوں سے بالعموم پہاڑیوں کے اوپر کی جانب بیچ راستے میں کئی مقامات پر آب شیریں کے

شفاف چشمے چھن چھن کر نیچے گرتے ہیں ان میں سے ایک چشمہ تو رامپورہ کے قریب واقع ہے جہاں پتھر کے کچھ حوض اور مہاد یو کے نام کا نذر کیا ہوا ایک مندر ہے جس کو خدا ترس اہلیا بائی نے تعمیر کرایا تھا۔ ان وادیوں کو بھر دینے کے علاوہ ایک پائپ کے ذریعے مندر کا اندرونی چشمہ بھی بھرا جاتا ہے اس سے مقدس سنگم پر متواتر تقاطر ہوتا رہتا ہے۔ جو برہمن اس مندر سے متعلق ہیں وہ مندر ہی میں رہتے ہیں۔ یہ سلسلۂ کوہ شروع سے آخر تک عمودی واقع ہوا ہے لیکن اس کی بلندی تقریباً یکساں ہے جو بالعموم دو سو یا دو سو پچاس فیٹ ہے اس کی چوٹی پر ایک غیر شکستہ محدود خط واقع ہے اس کی تمام تہیں عمودی یا قریب قریب ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں لیکن پہاڑی کے اوپر کا نصف حصہ عام طور پر بڑا اور بھاری ہے۔

ریت پتھر بالعموم بہت نفیس ذرات سے بنے ہوئے ہیں اور ان کے رنگ، انواع و اقسام کے ہیں سبزی مائل اور آسمانی بھورے رنگ سے لیکر خفیف سے ہلکے یا زردی مائل بادامی اور خشتی سرخ، بادامی رنگ کے جو اقسام ہیں وہ بالعموم زیادہ بڑے ذرات پر مشتمل ہیں اور بعض دفعہ اس میں کچھ ابرک بھی ملی ہوئی ہوتی ہے۔ تعمیری پتھر کے لئے بھوری قسم بہت کار آمد ثابت ہوئی ہے چنانچہ اس مقصد کے تحت چمبل کے مشرق میں کئی مقامات پر مکان کے پتھر کی کھدوائی عمل میں لائی گئی ہے رامپورہ کے مخروطی شکل کے مندر اور سرکاری عمارتیں اسی زردی مائل بادامی رنگ کے پتھر سے بنائی گئی ہیں۔ ان پتھروں کی کھدوائی چمبل کے بائیں کنارے پر بھوری کی جو کان واقع ہے وہاں سے عمل میں لائی گئی تھی۔ جسونت راؤ ہولکر کی یادگاریں بمقام بھورہ ایک شاندار مقبرہ اور ایک سرائے شروع سے آخر تک اسی قسم کے بھورے رنگ کے پتھر سے بنائی گئی تھی جو اپنی مضبوطی اور فن عمارت کے حسن و کمال کی بنا پر (جس کی وہ بجا طور پر مستحق ہے) اسی غرض کے لئے بہ طریق احسن اور حسب مرضی

۴۳۲

بنائی گئی تھی ۔ وہی ریت پتھر نہ صرف مالوے کی بلندی کے برابر برابر دور تک چلے گئے ہیں بلکہ جاؤرے کے جنوب میں کسی قدر دور تک چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں ۔ اور اس کی مغربی سرحد کے نیچے تک چلے گئے ہیں یہ ریت پتھر کے سلیٹ بعض اوقات کھردرے اور ریزے ریزے کی شکل میں ہوتے ہیں لیکن بالعموم جیساکہ رامپورے کا حال ہے یہ سیاہی مائل رنگ کے ہیں جو نفیس ذرات پر مشتمل ہیں اور اکثر اوقات ان کے بیچ میں ایک قسم کی دبیز زرد مٹی جمی ہوئی رہتی ہے۔

بمقام جیرم اور اس کے آگے جانب مغرب اودے پور کی طرف مختلف ساخت اور رنگ بہ رنگ کے ریت پتھر اور ریت پتھر کے سلیٹ پائے جاتے ہیں اول الذکر مقام پر یہ پتھر نفیس ذرات پر مشتمل ہیں جو زردی مائل بھورے ریت پتھر کا سلیٹ ہے جس میں خاصی مقدار میں ابرک کی درخشاں باریک پرتیں شامل ہیں سرمئی رنگ کی دھات کے اندرونی حصے میں بے شمار نباتی آثار یا قرن کے نمونوں کی نشانیاں معدنی کوئلے کی شکل میں پائی جاتی ہیں یہ ریت پتھر سلیٹ کے بعض سرخ و سفید پٹی دار اقسام کسی قدر فاصلے پر کھردری حالت میں پائے جاتے ہیں جو کہ بہ آسانی توڑے جا سکتے ہیں ۔ اس چھوٹے سے ٹیلے کے دامن کے قریب جس پر جیرون تعمیر کیا گیا ہے کھردری بیج رنگی نقشی سرخ اور ہلکے سفید ریت پتھر کی تہ ہے جو ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا ایک دوسری پر پڑی ہوئی ہے۔

وپیتورا کے چھوٹے ٹیلے پر چڑھنے کے بعد جو کھردرے سلیکائی لپٹے ہوئے پتھر پر مشتمل ہے نا ہموار علاقہ شروع ہو جاتا ہے جو یکے بعد دیگرے آپس میں ملی ہوئی چھوٹی پہاڑیوں اور ٹیلوں سے بنا ہوا ہے ۔ چت کھیڑی تک کا سارا علاقہ یعنی ممالک میروشہ اودے پور کا سرحدی شہر رنگ بہ رنگ کے ریت پتھر سے بنا ہوا ہے جو سلیٹ کی شکل کا ہے ۔ اور اس کے ذرات نہایت نفیس اور کم مقدار میں

۳۳۳ پیوستہ ہیں[1]۔ یہ ریت پتھر مختلف رنگ کے ہیں بھورے اور سرخ، کوئی پٹی دار ہوتا ہے اور کوئی دھبہ دار لیکن چت کھیڑی سے آگے جانے کے بعد بھوری قسم جس میں بعض اوقات سرخ چمکتے ہوئے زیادہ چھوٹے دھبے ہوتے ہیں۔ اس کی بہت زیادہ کثرت ہے۔ اس میں کھردرے چونا پتھر کی چھوٹی تہیں اور اچھے ذرات کا سرخ مارل پایا جاتا ہے۔

بمقام چت کھیڑی بعض بھٹیاں اور دکانیں ایسی ہیں کہ جہاں لوہے کی کچی دھات جو کلوی یا ابھرے ہوئے ضخیم کی شکل میں پائی جاتی ہے اس کو صاف کیا جاتا ہے۔ کسی قدر جنوب کی جانب ادھر کے بہت سے حصوں میں و نیز نیمچ کی طرف اچھے قسم کا لوہا بھی دستیاب ہوتا ہے۔

مغرب کی طرف جانے کے بعد سنہری مائل زرد چونا پتھر پیوستہ حالت میں ہلکے سرخی مائل سرمئی مٹی کی مہین تہوں کے ساتھ جو ظاہری شکل میں نفیس ذرات کے ریت پتھر کی حالت میں پایا جاتا ہے لیکن سدری خرد کے نزدیک تک جہاں سنگ سینگ کے نکلے ہوئے ضخیم اور چھوٹا حجر ڈوم گھاٹ یا اس کے آگے تک پایا جاتا ہے۔ یہ درہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہے جس کی بلندی عام طور پر ایک سو یا ایک سو پچاس فیٹ سے زیادہ نہیں ہوگی اور جو ایک سخت مرکب حجر سے بنا ہوا ہے جس کی شکل نفیس ذرات[2] کے سماق کے مماثل ہے کہ جس کا اساسی عنصر گیتی سفید گار کے بلور کے ساتھ سرخ ہوتا ہے وہاں سے اترنے کے بعد جانب مغرب تھوڑے سے فاصلے پر نفیس ذرات کے ریت پتھر کے سلیٹ پتھر اس کے بعد چونا پتھر اور گار کے احجار کی خاصی جھکی ہوئی تہیں مشرق کی طرف نیچے ڈھلواں واقع ہوئی ہیں اس ریت پتھر سلیٹ میں کوئی نباتی اثرات نہیں ہیں یا کم از کم ان کی اتنی بہتات نہیں ہے کہ بہ آسانی شناخت ہو سکے۔

عل۱ - یہ ورنر کے دوسرے یا رنگ بہ رنگ کے ریت پتھر کی تشکیل ہے۔

عل۲ - یہ اساس نفیس سلیکائی لپیٹ کی نظر آتی ہے۔

۳۳۴

وادی سے اُوپر چڑھنے کے بعد زردی مائل یا پیلے رنگ کی تنگ تہیں شروع ہو جاتی ہیں اور جھلملاتے مگنیشیا کے چونا پتھر بکیا یاروٹ پتھر جو بہ ظاہر تو اسی اساسی عنصر کے معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل چھوٹے گول ضخیم یا گار کے کنکروں سے مرکب ہوتے ہیں۔ اسی قسم کی سرمئی مٹی کی باریک تہیں بھی کچھ آگے تک چلی گئی ہیں۔ اسی طرح کچھ اور فاصلہ طے کرنے کے بعد پیلیا کے قریب تک کھلا میدان ہے جہاں کاشت ہوتی ہے اس سے آگے دولیا تک بہت ہی کھردرا نشیب و فراز علاقہ ہے جو چھوٹے جنگل سے ڈھکا ہوا ہے ہر جگہ جو حجر سطح تک نکل آتا ہے وہ زیادہ تر ہلکے نفیس ذرات یا زردی مائل بھورے چونا پتھر پر مشتمل ہے۔ اور بعض قسم کا زرد پتھر سنگ مرمر سے مشابہ ہے جس کی ابتدائی تنگ تہوں میں مگنیشیا کے چونا پتھر شامل ہیں۔ کہیں کہیں باریک تہیں بڑے ذرات کی کلسی ریت پتھر کی بھی ہیں جس میں چھوٹے گار کنکر اور اچھے ذرات کا سرخ مارل پایا جاتا ہے اس کے بعد کے علاقے میں سانولے کے قریب یہ بہت بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے اسی لئے سدری بزرگ، کاشت کا علاقہ ہے۔ اس مقام پر ایک نشیبی سلسلۂ کوہ واقع ہے جو کلسی ریت پتھر کے نفیس ذرات کا بنا ہوا ہے۔ لیکن اس سے آگے کیانور کے قریب تک سارا علاقہ پست جنگل اور نباتی سرزمین سے بٹا پڑا ہے۔ یہاں بسنئی گیرنیٹ کی تہیں واقع ہوئی ہیں لیکن کیانور سے آگے جانے کے بعد ایک ہلکے رنگ کا سینئی ہی خاص حجر بن جاتا ہے جو کم و بیش سیلنگسا کے شیوع کی وجہ سے اس کے ردوں کے مختلف

بمل۔ بہ ظاہر تو ورنر کے متعلقہ پہاڑ کا چونا پتھر دوسرے احجار کے ساتھ شاید اس کا ہموار چونا پتھر اور ابتدائی ریت پتھر کے مجموعہ پر مشتمل ہوتا ہے اس کے شمالی جانب کھریا مٹی اور نگین حجر کی قسم کے معدنیات کی کثرت ہے اور اس بات پر یقین کرنے کے وجوہ ہو سکتے ہیں کہ وہاں معدنی کوئلہ بھی پایا جاتا ہے۔

حصوں میں اس کی شکل مختلف نظر آتی ہے اس کے اجزا بعض اوقات گار کی سلوٹوں اور رگوں میں نمایاں طور پر تقریباً علٰحدہ علٰحدہ ہو کر نظر آنے لگتے ہیں اور چمکتا ہوا سینگسا بغیر کسی آمیزش کے اسمیں پایا جاتا ہے۔ بھیندور کی جانب ایک اچھی قسم کا گرینیٹ شروع ہو جاتا ہے اور مقام مذکور پر اس کی وسیع تہیں پائی جاتی ہیں لیکن اس کے ذرات زیادہ بڑے ہیں۔ اس میں ہلکے رنگ کا فلسپار اور سفید گار شامل ہیں و نیز اس میں ابرک کے سبزی مائل سیاہ بڑے طبق اسقدر کثیر مقدار میں موجود ہیں کہ وہ حجر سرمئی ڈھانچے یا حجر کا ٹوٹا ہوا اندرونی حصہ دکھائی دیتا ہے

بھیندور سے کسی قدر مغربی جانب سرزمین بتدریج بلند ہونے لگتی ہے اور خاصے فاصلے تک گہرے بھورے رنگ کی چکنی مٹی کے سلیٹ اور بعض اوقات ارضی سطح کاری ہی واحد حجر بن جاتی ہے۔ اس کے بعد کچھ دور تک ہلکے سائینیٹ کا سلسلہ چلتا ہے وہاں سے کیروڈا تک نفیس دانے کی شکل کا پتھر سائینیٹ سے مشابہ ہے لیکن بہ ظاہر ایسا گرینیٹ جو چھوٹے ذرات پر مشتمل ہے پایا جاتا ہے اور اپنے سبزی مائل دھبّہ دار شکل کی بنا پر تھیالائٹ (Thallite) کے بکھرے ہوئے بلوروں کا سا معلوم ہوتا ہے۔

کھیروڈا سے درولی تک مسطح، ناقابل کاشت اور بعض حصوں میں دلدل کا علاقہ چلا گیا ہے جس کے شمال اور جنوب میں ریت، کنکر اور گار کے ٹکڑے اور دوسرے ریت، کنکر بکھرے ہوئے ہیں۔ اس کو دریا شمال اور جنوب میں کئی جگہ کاٹتے چلے گئے ہیں لیکن وہاں سے اس سلسلۂ کوہ تک جو جانب مشرق اودے پور کو گھیرے ہوئے ہے زیادہ تر نیس لہراتی ہوئی یا اقسام کی دھاریاں بنی ہوئی جس کی عمودی یا انتہائی جھکی ہوئی تہیں شمال مشرق کی طرف میلان رکھتی ہیں یہ گرینیٹ سینگسا اور رنگ رگوں یا سلوٹوں اور درخشاں سُرمئی رنگ کے شگافوں کو اپنے میں لیے ہوئے ہے یہاں گار بھی بہت کم مقدار میں پایا جاتا ہے۔

۳۳۵

خود اس سلسلۂ کوہ کی نسبت کہ وہ عام طور پر چار سو سے سات سو فٹ تک بلند ہے یہ یا تو ضخیم یا ستون نما سنگ سینگ سے مرکب ہے۔ اکثر حصوں میں نفیس سماق ہے اور دوسرے حصوں میں جیساکہ جھیل دیبر پر خاصے سنہری ابرک کو پیچ میں لئے ہوئے۔ وہ ایک بڑا روٹ پتھر بن گیا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ براہِ راست نیئس پر بکھرا ہوا ہے لیکن دراصل اس کے مخالف سہارے پر ٹکا ہوا ہے یا اس کی اندرونی تہ ابرک کے طبق کی ہے۔

دیبری سے کسی قدر جنوب کی طرف یا مشرقی راستے کی جانب جو اودے پور کی وادی کی طرف جاتا ہے ان نفیس جھیلوں میں سے ایک جھیل واقع ہے جو میوار میں عام طور پر پائے جاتے ہیں اور راجپوت والیان ریاست اس کا بڑا لطف اٹھاتے ہیں اور اس کی تعمیر پر نہ صرف اپنے عالی مرتبے کے لحاظ سے اور گرمائی محلات کے لئے بلکہ مال مسالے کی نوعیت اور تعمیر کی نزاکت پر بڑی رقومات صرف کر دیتے ہیں۔ اودے پور کے معمار اور سنگ تراش قریب کے سارے صوبوں میں مشہور و معروف ہیں اور انھوں نے ایک ایسا مکتب قائم کرلیا ہے کہ جس کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ صرف وہیں ایسے کاریگر پیدا ہوسکتے ہیں

۳۳۶

لہ۔ یہ دونوں سلسلۂ کوہ بھی اودے پور کی خوشنما وادی کے اطراف قریب قریب ایک ناقابل تسخیر مستحکم روک بناتے ہوئے شمال میں ملجاتے ہیں جس میں صرف تین باقاعدہ مستحکم دروں کے راستے ہیں لیکن ایک یا دو دشوار گزار پگ ڈنڈیوں کا وجود بھی پایا جاتا ہے اس وادی کی چوڑائی تقریباً دس میل ہے اور اس کی لمبائی تیس میل ہے شہر کا موقع محل نہایت فرحت بخش ہے اور مشرقی جانب سے اس کا راستہ بتدریج محل کی طرف بلند ہوتا چلا گیا ہے جو بجائے خود قابل دید ہے کہ جس کا پس منظر ناہموار ہے کہ جہاں دور او لین کے پہاڑ دور سے ایک دوسرے سے بلند و بالا ہو کر ایک۔ ایسا رومانوی منظر پیش کرتے ہیں کہ جس سے اس کی عظمت نمایاں ہونے لگتی ہے یہی بات قریب تر مقام سے معائنہ کرنے پر باقی نہیں رہتی۔

جو اس قسم کے بڑے زیر آب کاموں کی تکمیل کر سکتے ہیں یہ اگرچہ سب سے
چھوٹی جھیلوں میں سے ایک ہے لیکن قابل دید ہے اس لئے نہیں کہ وہ
اُن کی تشکیل کے ایک عام نمونے کو پیش کرتی ہے بلکہ ایک بڑی سیر ہیں
کے ذریعے یا اس مقام پر جو شگاف بنے ہوئے ہیں اس سے ان پہاڑوں کی
اندرونی ساخت کا ایک منظر بھی پیش کر دیتی ہے۔

ان پہاڑوں ہی میں سے اوپر کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی ندی بیدوس
نکلتی ہے اس ندی کی ایک شاخ شہر کی جھیل کے لئے پانی مہیا کرتی ہے اس کی گزرگاہِ آب
اس مشرقی سرحدی سلسلۂ کوہ کے ایک تنگ راستے میں واقع ہوئی ہے اور
اس میں ایک ایک سوراخ سی بنی ہوئی ہے جو جھیل دیبر سے نیچے کی طرف
چلی گئی ہے جس سے اس کے دو ضلع تشکیل پاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ
بڑے سلسلۂ کوہ سے ملجاتی ہے اس طرح مغربی جانب کے شہر کو گھیر لیتی ہے
۲۳۷ قدرت کے کسی زلزلے نے اس کی دھجیاں اڑا دی ہوں یا جنوبی پہاڑ کے
زیریں حصہ کو سو فیٹ سے زاید تک پچاس تا سو فیٹ چوڑا وسیع غار بن گیا
ہے کہ جس کے بازووں پر سنگِ سینگ کے زبردست ستون مشرقی جانب
مائل اور زیادہ جھکے ہوئے نظر آتے ہیں اور پہاڑ کے بیچوں بیچ نفیس
ہلکے رنگ کی ابرک کے طبق کی ایک تنگ تہ بن گئی ہے۔

پہاڑ کے علیحدہ شدہ حصے سے ندی کی اس مخالف سمت تک
اکی تہ پر ایک زبردست بند بنا دیا گیا ہے جس کے سامنے کا رخ سنگ مرمر
کا ہے اس کی آرائش سنگ تراشی کے ذریعے کی گئی ہے۔ یہ بند جھیل کی
سطح سے سینتیس ۳۷ فٹ بلند ہے جس کو بہت گہرا کہا جاتا ہے اور اس کا پانی
نہایت شفاف اور دھانی سبز ہے۔ اس کا طول تین سو چھتیس گز ہے اور
چوٹی پر وہ ایک سو دس فیٹ چوڑا ہے۔ لیکن پایے کی طرف اس کی کئی سیڑھیاں
چوڑی ہوتی گئی ہیں۔ جھیل کی جانب چوگوشہ باہر نکلے ہوئے پشتوں سے
اس کو سہارا دیا گیا ہے اس طرح بیدوس کے گزر آب کو ان پہاڑیوں کیوجہ
سے رکاوٹ پیش آتی ہے قریب کی وادی کے کچھ فاصلے سے تقریباً

مشرق اور مغرب سے ایک میل تک اس طرح شمال و جنوب میں اس سے دو چند فاصلے تک پانی اوپر سے بہہ کر نکل جاتا ہے۔ پانی کسی طرح بھی اپنا راستہ ان غاروں میں سے نکال لیتا ہے۔ اس کو عبور کرنے کے بعد ناہموار دیواریں کھڑی ہوگئی ہیں کہ زائد پانی جبکہ جھیل میں مقررہ سطح تک پہنچ جائے تو بہہ کر نکل سکے۔ خود اودے پور کی وادی نیس کے نفیس ذرات کے گرینٹ پر مشتمل ہے جس کو ابتدائی ابر کے ریت پتھر سے ممیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے مالوے سے اودے پور جاتے ہوئے جانب جنوب وادی اور جھیل دیبر کی جانب سولمبر کے سلسلۂ کوہ کو عبور کرنے کے بعد اس سرزمین کی خصوصیت اور احجار کی ترتیب ہی جو ابتک بیان کی گئی ہے اس سے بدل جاتی ہے۔ ۳۲۸

اگرچہ منڈلیسور سے پرتاب گڈھ تک کا ملک کسی قدر کھردرا اور منتشر واقع ہوا ہے اور پھر دیولیا کی طرف مغربی جانب بڑھتے ہی اسی قسم کا خطہ شروع ہو جاتا ہے صرف اس مقام سے پنگا تلاؤ کی طرف اترنے کے بعد ہم پہاڑیوں کے حدود میں داخل ہوتے ہیں اور مالوے میں جو عام طور سے حجر پائے جاتے ہیں اس سے ہٹ کر دوسری قسم کے احجار کے علامات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس آخر الذکر مقام کے قریب اور دولیا میں بھی دو نمایاں چبوترے یا چھوٹے ڈھال بن گئے ہیں جن کے درمیان جنگل سے بھرا ہوا ناہموار علاقہ واقع ہے ان میں سے ہر ایک حصے میں حجر کی تبدیلی قطعی طور پر نمایاں ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جس میں زیادہ تر ٹراپ احجار کے شکستہ حصے یا اس کے ضخیم جو ابھی ٹوٹے ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے پر پڑے ہوئے ہیں آخری اتار کے دامن میں پنگا تلاؤ کے قریب اس کے سارے علامات ہٹ گئے ہیں اس کھردری سرزمین میں سینئی اور سماقی احجار سے تمام چھوٹی پہاڑیاں اور وادیاں ترکیب پاتی ہیں یہ سینئی عام طور پر کھردرے سماقی ذرات پر مشتمل ہے جس میں فلسپار کے بلور بھی شامل ہیں وہ خاصکر چھوٹے نالوں

اور وادی کی اساس بن جاتی ہیں لیکن چھوٹی پہاڑیاں مساوی طور پر اس کی اور سماق کی چکنی مٹی سے بنتی ہیں ۔ یہ آخر الذکر ایک بہت نفیس سخت چکنی مٹی کی سلیٹ کی اساس سے بنی ہیں جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں زردی مائل سے سرخی مائل اور بھورے سبزی مائل اور جس میں گار کے بلور بھی شامل رہتے ہیں اور کچھ فلسپار بھی یہ ذرات باریک رگوں کی شکل میں ہیں لیکن آخر الذکر بالعموم سماقی ہوتے ہیں۔ سینئی سماق میں باریک سلوٹیں نفیس سبز چکنی مٹی کے سلیٹ کے ہوتے ہیں جس میں گار شامل نہیں رہتا ۔ اس سماق کی چکنی مٹی کے بڑے ضخیم پہاڑیوں کی چوٹی اور ہر دو جانب بہت بڑی مقدار میں ایک دوسرے پر پڑے ہوئے ملتے ہیں ان احجار کی تہیں یا سلیٹ کی ساخت کا رخ قریب قریب شمال مغرب اور جنوب مشرق کی طرف ہوتا ہے اور یہ بہت جھکے ہوئے ہیں اور ان کا میلان شمال مشرق کی طرف ہوتا ہے ۔ درانحالیکہ پہاڑیوں کا سلسلہ شمال سے جنوب کی طرف چلا گیا ہے ۔

۳۳۹ یہ احجار کئی میل تک چلے گئے ہیں یہاں تک کہ آخر کار پیلپیا کے قریب دری وو ڈ کی وادی میں داخل ہو جاتے ہیں اور نہایت ہی کھردری رومانوی سرزمین کو تشکیل دیتے ہیں جو پست جنگلوں سے بالخصوص بانس سے پٹی پڑی ہے ۔ یہاں بانس ۔ پلاس ۔ ساگوان ۔ بیر اور ببول[1] کی کثرت ہے ۔ اس سرزمین میں بعض خوشنما چھوٹی وادیاں پائی جاتی ہیں، اور بعید کی پہاڑیاں زیادہ بلند، ڈھلوان لانبے اور تنگ یا مخروطی ہیں جس کی چوٹیاں اونچی نیچی ہیں اور ان کے ہر دو جانب کے بیشتر حصے مرجھائی ہوئی نباتات سے پٹے پڑے ہیں ۔

عہ[1] ۔ بانس (Bamboo) Bombusa Arundinacea and stricta)
پلاس Batea frondosa) Teak ساگوان (Tectona grandis)
بیر (Bair) Zizyphus jujuba بیر
ببول (Aul) (آل) Morinda Citri Folia

پیپلیا پر جس قسم کی معدنیات پائی جاتی ہیں اسی قسم کے گرینٹ
کے کھردرے ذرات اور سیاہ ابرک کے ضخیم اور ان کی تہیں یہاں بھی باہر نکلی
ہوئی پائی جاتی ہیں۔ یہ حجر درووڈ کی وادی کے اس طرف سے اُس طرف تک
چلا گیا ہے وہاں سے جانب مغرب سولادیو کی طرف بڑھنے کے بعد سینٹی لیکن
بالعموم اچھے ذرات اور سیاہ رنگ کا اور سماقی سینٹی دوبارہ پایا جاتا ہے
اسی سینٹی میں لوہے کا پیر اطیس شامل ہے جس کے ٹکڑے بے انتہا سخت
ہوتے ہیں کھردرے سرخ گرینٹ کی بڑی تہیں سلسلۂ کوہ کی سطح پر اکثر نمودار
رہتی ہیں۔ بمقام سولادیو ایک نفیس ذرات کا ریت پتھر جس کا رنگ زردی مائل
یا کچھ بھورا سفید ہوتا ہے اور جس کی ساخت سلیٹ کی طرح کی کھردری ہوتی ہے
سنگِ سیلنگ کے ساتھ ساتھ تنگ تہوں میں پایا جاتا ہے۔ سولادیو کی مغربی جانب
قریب ہیں ماپور یا سو لمبر کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے جس کی عام بلندی
ورِووڈ کی وادی سے سات یا آٹھ سو فیٹ ہے بلکہ بعض حصوں میں گیارہ بارہ
سو فیٹ ہے۔ یہ سلسلۂ کوہ تقریباً تمام کا تمام سبز پتھر اور سبز پتھر کے سلیٹ
کے تحت کی تہوں اور ایک نفیس دانہ دار بلوری ہلکے بھورے رنگ کے چونا پتھر پر
مشتمل ہے۔ یہ سبز پتھر یا چونا پتھر کی تہیں بالخصوص چڑھائی کے وقت یا ابتدائی حصے میں
پائی جاتی ہیں لیکن مانپور کے قریب بہت کم ہو جاتی ہیں۔ چکنی مٹی اور
کلوریٹ سلیٹ پانچ یا چھ میل تک بھی قریب قریب واحد احجارہ ہیں۔ یہ
سلیٹ عمودی یا بہت جھکے ہوئے واقع ہوتے ہیں ان کا رخ قریب قریب ۳۴۰
شمال، شمال مغربی اور جنوب جنوب مشرقی جانب ہے۔ اور ان کا میلان
مشرق کی جانب ہے۔ یہ چکنی مٹی کے سلیٹ رنگ میں مختلف ہیں آسمانی،
سبزی مائل تک پھر اس کے بعد سرخی مائل بھورے یہ آخر الذکر بالخصوص مانپور
سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر پایا جاتا ہے۔ اور اس میں چمکتی ہوئی سنہری ابرک
کے باریک طبق بہت بڑی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ نیز کھردرے بریکیا
یا روٹ پتھر کی ایک تہہ بھی پائی جاتی ہے جس کا اساسی عنصر نرم نہیں بلکہ
مسام دار چکنی مٹی ہے۔ سلیٹ میں بھی ایک بہت بڑی مقدار پیر اطیس کے

مکعب بلوروں کی اور مقناطیسی پیراطیس کے کلوریٹ سلیٹ کی پائی جاتی ہے
اس سلسلۂ کوہ کی تمام چڑھائی اس کے بالکل بنیادی خط سے لیکر مانپور تک
جوکہ اس کی معمولی بلندی پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے تقریباً ساڑھے چھ
میل ہے۔ اس جگہ پر واحد سڑک ایک چھوٹی سی پگڈنڈی ہے جو یا تو کئی پہاڑی
چھوٹی ندیوں کی تہہ پر سے گزرتی ہوئی یہاں سے نکلکر ماہی میں گرتی ہے اور کسی قدر
جنوب کی جانب یکدم مڑ جاتی ہے یا ان پہاڑوں کے باہر نکلے ہوئے
چٹانوں پر سے چکر کھاتی ہوئی چلی گئی ہے۔ سلیٹ کے بڑے ضخیم جو ایک
دوسرے پر نہایت بے ترتیبی کے ساتھ ہر جگہ منتشر پڑے ہوئے ہیں
اور معمولی سے معمولی دھکے سے ان کے گر پڑنے کا جو خوف لگا ہوا ہے
اس کی وجہ سے اوپر چڑھنا خاص دقت طلب بلکہ خطرناک کام ہو گیا ہے۔
یہ سلسلۂ کوہ زیادہ تر بانس اور ساگوان پر مشتمل ہے مزید براں مرجھائے ہوئے
جنگل سے ڈھنکا ہوا ہے۔

مانپور سے تقریباً نصف میل جانب شمال دو نادر پہاڑیاں واقع
ہیں ایک تو ڈیڑھ سو فٹ اور دوسری دو سو فٹ بلند ہے۔ یہ دونوں
پہاڑیاں شروع سے آخر تک پیوستہ سفید آدھے شفاف گار پر مشتمل
ہیں بعض حصوں میں کسی قدر سرخ گار بھی ملا ہوا ہے جو سلیٹ سے یکدم
اوپر نکل آیا ہے۔ اس حجر کے عمودی اور افق کے متوازی شگافوں میں
ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے سے عجیب وغریب ایک دیوار کی سی تشکیل اور
زاویہ دار کھردرا خاکہ پیش ہو جاتا ہے جو ایک قلعہ نظر آتا ہے جو سلیٹ کی
سیاہی اور تاریکی کے مقابلے میں اپنے نہایت چمکدار سفید رنگ کی وجہ سے
دور ہی سے اس ویران اور کھردرے پہاڑیوں کے برف سے لدی ہوئی ۳۴۱
چوٹیوں کے مماثل بنا دیتا ہے اس میں شک نہیں کہ گار کی بہت سی تہیں نہ صرف
یہاں اور قریب کی پہاڑیوں میں بلکہ سو لمبر کے زیریں میدانوں اور اودے پور
کی جانب بھی پائی جاتی ہیں اسی سلسلۂ کوہ کے درمیان بعض چھوٹی زرخیز وادیاں
ہیں جو اس کی عام بلندی سے ایکسو تا تین سو فٹ نیچے واقع ہیں۔ اسی قسم کی

ایک چھوٹی خوشنما وادی بیراول کی ہے جو مانپور کے جانب مغرب دو میل پر
واقع ہے۔ اس کو پہاڑوں کی چوٹی تک کی معمولی چوڑائی کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس
چھوٹے سے قریے سے آگے بڑھنے کے بعد سڑک دریا گذروں اور
پہاڑیوں کے بیچ میں سے ہوتے ہوئے بتدریج سولمبر کی وادی کی طرف
نیچے مڑ جاتی ہے جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اِن پہاڑیوں کی بتدریج
شمال اور جنوب کے علیحدہ ہوجانے کی وجہ سے بنی ہے جو مالپور سے
شروع ہوتی ہے یہ پوری چڑھائی گھنے جنگل سے ڈھکی ہوئی اور تقریباً
آٹھ میل لمبی ہے۔ یہی اجحار دری ووڈ کی طرف پائے جاتے ہیں اور
ایک دوسرے کے بعد سلسلے وار واقع ہوئے ہیں لیکن بیراول سے
گذرنے کے بعد تین چار میل تک ابرک کے سلیٹ ہی نمایاں حجر بنے ہوئے
ہیں کھردرے سرخ گرانیٹ مانپور کی وادی میں خاص حجر بنا ہوا نظر آتا
ہے لیکن اس کے بعد نیس ہی سولمبر کے نزدیک تک پائی جاتی ہے
اس مقام پر دریائے ہرنی کی تہہ اسی سرخ گرینیٹ پر مشتمل ہے جس میں
خالص گوشت کے رنگ کے فلسپار کے تنگ سلوٹ پائے جاتے ہیں
وہ پہاڑی جس کے دامن میں سولمبر واقع ہے گار کے باریک رگوں کے
نیس پر مشتمل ہے مگر اس کے فوراً ہی بعد تھوڑی دور تک تقریباً واحد حجر
ابرک کے سلیٹ ہیں۔ جس میں زیادہ پتلی تہیں یا تو سنگِ سیننگ اور ابرک
کے یا سنگِ سیننگ کے سلیٹ کی ہیں لیکن گار کی تہیں ضخیم کی حالت میں
ایک دوسرے پر پڑی ہوئی بکثرت پائی جاتی ہیں جھیل ڈیبر یا بیرپور کے
بیچ راستے میں وہی سُرخ گرینیٹ دوبارہ ملتا ہے و نیز اسی مقام کے
قریب نیس بھی پائی جاتی ہے۔ وہ خوشنما جھیل جس کو ڈیبر یا جے ساگر کہتے
ہیں اسی موقع محل سے فائدہ اٹھا کر تعمیر کیا گیا ہے جس کا تذکرہ اودے ساگر ۳۴۲
کے سلسلے میں آچکا ہے۔ دریائے گومتی جو سابق میں اسی سلسلۂ کوہ کے
ایک درے سے نکلتی تھی اس کی تہہ میں اس سرے سے اُس سرے تک
سنگ مرمر کے ایک شاندار بند کے ذریعے روک لیا گیا ہے چونکہ اس کو

بالکل روکدینا مخدوش تھا اس لئے اس کے کنارے کے نشیبی حصے میں پانی جانے کے لئے ایک چھوٹا سا راستہ بنا دیا گیا ہے یہ جھیل گہرے اور شفاف پانی کے ایک وسیع رقبے پر محیط ہے جس کے دونوں جانب چار سو نا سات سو فٹ بلند خوشنما پہاڑ یکدم باہر کی طرف نکلے ہوے ہیں اس جھیل کی انتہائی لمبائی تقریبًا آٹھ میل ہے اور اس کی چوڑائی تین تا چار میل ہے اس کے بیچ میں خوشنما جنگل سے بھرے ہوے بعض چھوٹے جزیرے واقع ہیں چنانچہ اس کے سب سے بڑے جزیرے میں ایک ہندو بھگتی نے سکونت اختیار کی ہے یہ ڈیبگ باندھ اودے ساگر کی بہ نسبت کاریگری اور عظمت کے اعتبار سے بہت بڑھا چڑھا ہے۔ پہاڑوں کے مشرقی حصے کے آخر پر ایک خوشنما محل اور اس سے متعلقہ عمارتیں بنا دی گئی ہیں۔ اس کے دوش بدوش چھوٹی چھوٹی خوشنما سنگ مرمر کی متعدد کھلی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ اور ان کے بیچ میں اسی مال مسالے سے ایک مندر بنا دیا گیا ہے۔ بند کی لمبائی کے برابر برابر سیڑھیاں پانی کے اندر تک چلی گئی ہیں اور ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر باہر کی طرف نکلی ہوئی بلند کرسیوں پر ہاتھیوں کے بڑے مجسموں سے اس کی آرائش کی گئی ہے۔ پانی کی سطح تک بند کی مجموعی بلندی ۹۵ فٹ ہے۔ لمبائی ۳ فرلانگ اور اس کی چوڑائی ایک سو دس گز ہے اس کے بانی رانا جے سنگھ کی قبل از وقت موت کی وجہ سے وہ ناکمل حالت میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کا ہر حصہ تراشیدہ صاف اور سڈول سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے۔ وہ تمام چھوٹی عمارتیں ہاتھی اور اس کی تمام آرائش اسی پتھر کی ہے جس کی قریب کے زبردست سلسلۂ کوہ میں بڑی افراط ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابرک کی باریک رگیں اس پتھر میں سے ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی گزری ہیں۔ ۳۴۳

ان پہاڑوں کی اساس اور ان کے زیرین حصے گار کی رگیں ملے ہوئے نیس کی ہیں

ع۱۔ یہ تقریبًا سات فٹ بلند ہیں اور مرمر کے ایک ہی بڑے پتھر میں تراشے ہوئے ہیں۔

لیکن بالائی حصہ بلند ہوتے ہوئے ایک بڑے روٹ پتھر با مرکب حجر کے
تقریباً عمودی ننگی دیوار کی طرح بن جاتا ہے جو بہت سے کلیا نما یا سنگ سینگ
کے سے دبائے ہوئے کروی ضخیم پر مشتمل ہے یا گار اور اسی کی تہہ میں
دھنسا ہوا ہے لیکن اس میں سنہری ابرک کی بہت بڑی مقدار چمکتے ہوئے چھوٹے
طبقوں میں پائی جاتی ہے جو اس کو بہ آسانی ممیز کرا سکتی ہے یا اس رخ میں
و سمنٹ ہے اس سے علیحدہ کر دیتی ہے۔ ابرک کے سلیٹ کی باریک
تہیں۔ فلسپار کے چھوٹے سلوٹ کے ساتھ سیاہ رنگ اور اداس گھونگے
کی ساخت کے ٹوٹے ہوئے لوکیولائٹ کے بڑے ہوے بڑے
ضخیم پہاڑ کے بیچ میں پائے جاتے ہیں۔ دور کی بعض پہاڑیاں اپنے
بیرونی اور جنگل سے ڈھکے ہوئے خطوط کا چکر کاٹتے ہوے ایسی نظر
آتی ہیں کہ گویا ایک دوسرے پر پڑی ہوئی ہیں۔ حجر کی ان میں کمی ہے۔
دوسرے پہاڑیاں اودے ساگر کی طرح ستونی دکھائی دیتی ہیں کہ جس کی
وجہ سے اس سلسلۂ کوہ کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے
سے مل گئے ہیں یہ سب کے سب اس بڑے سلسلۂ کوہ کی شاخ ہے کہ جو
اودے پور کی مغربی جانب آگے بڑھنے کے بعد شمال اور جنوب کی طرف
چلا گیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سے زیادہ شاندار مارواڑ کے سلسلۂ کوہ
سے مل گیا ہے جو گجرات کو مالوہ، رنتھ اور باگورھ سے علیحدہ کر دیتا ہے
جہاں تک کہ ہم اپنے نہایت ہی محدود معلومات کی بنا پر اس کی نسبت
رائے قایم کرنے کے قابل ہیں۔ اس کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ
یہ عظیم الشان پہاڑی حصہ بالکل دور اولین کے احجار پر مشتمل ہے جس میں
بطور خاص سلیٹ اور دور اولین کے چونا پتھر شامل ہیں خصوصیت کے ساتھ
جنوب کی طرف جانب ڈونگر پور سلیٹ اور باسن پتھر اور خالص ابرک
کی کثرت ہے۔ دراں حالیکہ جانب شمال مرمر اور بلوری حجر کے قسم کی
معدنیات کی افراط ہے جھیل اودے پور کے نفیس محلات کا ہر حصہ اور
باغات کی رہائش گاہیں سب سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہیں۔ اور سنگسازی کے

یہ بہترین نمونے نہ صرف احسن طریقے سے تکمیل پائے ہیں بلکہ ان سے اعلیٰ مذاق کا بھی اظہار ہوتا ہے بتوں کے مجسمے کھلوتے اور مرمر بلوری حجر اور ابرک کی بہت سے اقسام کی چیزیں یہاں سے و نیز جے پور سے ہندوستان کے تمام قریبی علاقوں کو برآمد کیجاتی ہیں تانبہ اور سیسہ بھی کسی قدر شمال کی طرف بہت بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے اور زمانہ سابق میں ان کانوں سے بہت کافی آمدنی ہوا کرتی تھی لیکن حالیہ ہنگامے میں یہ کام بند کر دیا گیا ہے اور اس کو پھر سے جاری نہیں کیا گیا۔ اس کا ادعا کیا جاتا ہے کہ چاندی کی کچھ دھات بھی یہاں پائی جاتی تھی۔ لیکن اس کان کنی کے مصارف کی پابجائی نہیں ہو سکی۔

جھیل ڈیبر سے اودے پور جاتے ہوئے شمالی جانب ابرک کا سلیٹ خاص قسم کا حجر ہے۔ اور جنگلہ تک کا سارا ملک پھیلا ہوا اور ہموار ہے۔

جنگلہ سے کچھ دور تک گار کی رگوں سے لہراتی ہوئیں پائی جاتی ہے۔ لیکن سر مُر کی طرف چڑھنے کے بعد چکنی مٹی کی سلیٹ جو کلورائیٹ سلیٹ میں ملی ہوئی ہوتی ہیں اس کی تہیں اور بالخصوص سنگ سبز کے سلیٹ یا سماقی تراپ جس میں ابرک کے بڑے طبق ہوتے ہیں ان کی بہتات ہے۔ کوٹی سے چھوٹی پہاڑیوں کا سلسلہ بلند ہوتا چلا گیا ہے جو زیادہ تر اچھے ذرات لیکن ریزہ ریزہ ہونے والے ہلکے سرخ رنگ کے ریت پتھر پر مشتمل معلوم ہوتا ہے جن کی تہیں خاصی جھکی ہوئی اور ان کی زیادہ باریک تہیں خالص چمکتے ہوئے سینگسا کی بنی ہوئی ہیں اور اس میں شروع سے آخر تک تھوڑی سی مقدار اُسی کی پھیلی ہوئی ہوتی ہے کوراابر کے قریب اور اس سے کچھ آگے فاصلے پر وہاں خاص حجر زیادہ تر سماقی ہلکے سرخ رنگ کا گرینٹ ہوتا ہے جس میں سبز پتھر کے سلیٹ کی تہیں ہوتی ہیں۔ کوراابر سے سلیسوی کی جانب یکے بعد دیگرے نشیبی پہاڑیوں کے واقع ہونے کی وجہ سے ایک ڈھلوان چڑھائی بن گئی ہے

جو مرجھائے ہوئے جنگل سے پٹی پڑی ہے اور پہلے دو میل کے بعد وہاں کا واحد حجر لہلہانی ہوئی نیس ہے جو چھوٹے ذرات کے گرینٹ اور رگوں کے گار پر مشتمل ہے سیسوی کے قریب سپینلا تہیں واقع ہوئی ہیں لیکن ان کی کثرت نہیں ہے۔ خود سیسوی کا خاص حجر ایک چمکتا ہوا اسپنگسا سلیٹ کی قسم کی ساخت کا گار ملا ہوا ہے سیسوی سے اودے ساگر تک ایک ویران اور کھلا میدان ہے جہاں کی نباتی مزروعہ زمین بالائی مٹی سے ڈھکی ہوئی ہے۔ ۳۴۵

مالوے سے گجرات اور پھر اس کے جنوب مغرب میں علی اور چھوٹے اودے پور سے جاتے ہوئے اسی پہاڑی کمر بند کا سلسلہ چلا گیا ہے لیکن بالعموم ڈھال زیادہ تدریجی ہے۔ اور پہاڑیوں کی بلندی کم ہے۔ احجار کی ترتیب اور اقسام تقریباً وہی ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

پہلا نمایاں ڈھال تریلا کا ہے جو پاراتنگ بند ریج چودہ میل چلا گیا ہے اس فاصلے کے زیادہ حصے میں مالوے کے احجار ٹراپ اس کے بعد کھردرے ریت پتھر اور چونا پتھر اس کے ساتھ بیشمار گار سی تہیں سلیکائی لئے ہوئے پتھر اور کھردرے روٹ پتھر واقع ہوئے ہیں۔ چونا پتھر بالعموم کھردرا ہے بعض حصوں میں مٹی کا گہرا انشتی سُرخ یا سفیدی ملا ہوا حجر ہے جس میں خاصاً سائیلکس بھی شامل رہتا ہے۔ گورہ کی جانب چکنی مٹی اور کلورائٹ کے سلیٹ شروع ہو جاتے ہیں اور گار کی وہ نادرہ پہاڑیاں بھی جن کا تذکرہ مانپور کے سلسلۂ کوہ میں آچکا ہے لیکن اس مقام پر ان کی بلندی کم ہونے اور لمبائی زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک پڑاؤ کی طرح نظر آتے ہیں۔ گورہ سے آگے بڑھنے کے بعد حقیقت تو یہ ہے کہ گار ہی وہ حجر ہے جس کی بہتات ہے گورہ سے آگے راج پور پہنچنے تک ابرک کے سلیٹ خالص فلسپار کے سلوٹ کے بعض اوقات مکمل طور پر سفید ہی خاص حجر ہے۔ بعض مقامات میں سماتی فلسپار خاصے ضخیم کی حالت میں ایک دوسرے پر پڑے ہوئے ہیں۔ بمقام راج پور اور وہاں سے چھوٹے اودے پور تک باریک ذرات کا گرینٹ ہے جس میں ابرک کا رنگ سیاہ ہے اور دوسرے اجزاء سفید

لیکن وہ بھینڈ ور کے گرینٹ سے اس طرح مختلف ہے کہ ابرک کے صرف چھوٹے ذرات وہاں بہت ہی کم مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ تمام او دیسپور بڑی حد تک دانہ دار سرخ چونا پتھر جس کے ٹکڑے نہایت درخشاں اور تابناک ہوتے اور جس میں چھوٹے سبز و سیاہ سپنیلا اور بہت کم مقدار میں پھیلی ہوئی ابرک پر مشتمل ہوتا ہے گرینٹ پھر ایک مرتبہ جیو گام کے قریب نکلتا ہے اس کے بعد کچھ حجر سوائے اس کے کہ ایک دوسرے پر پڑے ہوئے ضخیم ہوں گجرات کی سرحد تک پائے جاتے ہیں جہاں کہ کھردرے سنگ آبیا کے کنگرہی وافر حجر ہے اور خانگی اغراض کے لئے کئی مقامات پر اس کو کان سے نکالا جاتا ہے اور وہاں سے بڑودہ اور دیگر اطراف کے بڑے شہروں کو بھیجا جاتا ہے۔

۳۴۶

مشرقی اور شمال مشرقی سرحد کی نسبت وہاں کے ارضیاتی خصوصیات کا اب تک بہت کم علم ہو سکا ہے۔ لیکن اس حصۂ ملک کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ مغرب کی طرح چوڑی پہاڑی وزختوں کی قطار پر مشتمل ہے جو اس کو بند ریج بندھیلکھنڈ کے زیرین میدانوں کی طرف لیجاتے ہیں جن کو بندھیا کے دوسرے سلسلۂ کوہ سے موسوم کیا جاتا ہے جو مالوے ہی کے ہیں یا کسی قدیم تشکیل سے متعلق آیا وہ ٹراپ احجار ہیں یا نہیں جو اس جانب چلے گئے ہیں اس کی اب تک تحقیق نہیں ہو سکی ہے لیکن اسبات کا یقین کرنے کے دلائل موجود ہیں کہ وہ خطہ دور اولین کے احجار پر مشتمل نہیں ہے۔

اس بے ربط جلدی میں (لکھے ہوئے) مختصر سے مضمون کو ختم کرتے ہوئے مجھے اپنی کوتاہیوں یا غلطیوں کی نسبت آپ کی مہربانی کا دوبارہ طالب ہونا پڑ رہا ہے کہ یہ شاید اس طریق کی بنا پر پیدا ہوئی ہوں کہ زیادہ اہم سرکاری فرائض کی مجبوری کے تحت کہ جس میں تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور بہت کم فرصت ملتی ہے یہ مواد جمع کیا گیا تھا لیکن اس کی خصوصی اہمیت یہ ہے کہ صحت کی خرابی اور زمانے کے ناموافق حالات کے باوجود یہ مختصر سی

تحریر مرتب کی گئی ہے اغلباً یہ امور عام طور پر اس کل چیز کے ٹھیک ٹھیک ہونے کو متاثر کرنے نہیں پائیں گے جبکہ میں نے غلطی پر کمی کو ترجیح دی ہے اور ایسا بہت سا مواد مسترد کر دیا ہے جس کی توثیق میں زیادہ صبر از ما تحقیق مطلوب تھی۔ میں اس بات کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم کو اس دور افتادہ مقام پر ان ناموافق حالات کے تحت سائنس سے متعلقہ صندوقچوں کام کے سامان آلات کی کمی کی وجہ سے جو تکلیف اٹھانی پڑی ہے اگر اس سے کم بھی دقتیں پیش آتیں تب بھی اس علم کی نسبت جو ابھی عالم طفولیت میں ہے میری محدود اکتسابی استعداد اس سے زیادہ مجھے قابل نہیں بنا سکتی تھی کہ میں اس سے بڑھکر پایہ تکمیل کو پہنچا ہوا پختہ کام پیش کرنے کے قابل ہوتا آپ کے ارشاد کی تعمیل میں میرا خاص نصب العین یہی رہا کہ زیادہ مکمل تفصیلات کی عدم موجودگی میں مالوے اور اس سے متصلہ صوبوں کی ارضیات سے متعلق اور اس کے جغرافیے کی نسبت جو کچھ یادداشتیں میرے پاس تھیں ان کو اکٹھا کر دیا جائے اور اس ادھورے خاکے کی تصحیح اور اس کو اتمام کو پہنچانیکے مابعد کام کو زیادہ تجربہ کار اور سائنٹفک ماہر ارضیات کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ میں نے سرسری ارضیاتی خاکہ بھی شامل کر دیا ہے تفصیل کے اعتبار سے شاید وہ نامکمل یا غیر صحیح ثابت ہو لیکن اگر وہ مندرجہ ریمارکس کو واضح کر سکے تو بس یہ سمجھئے کہ میرا واحد مقصد پورا ہو گیا اور میری محنت ٹھکانے لگی۔ اسی لئے ارضیات کے مکمل نقشے کی حیثیت سے اس کو پیش نہیں کیا جا رہا ہے۔ ذیلی یا زیادہ محدود معدنیاتی تہیں یا ضخیم کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور صرف زیادہ اہم یا وسیع امور پر نظر رکھی گئی ہے اور بعض علامات کی محض ہاتھ سے نقل اتاری گئی ہے۔ اگر یہ کسی طرح بہ حیثیت مجموعی صحیح ثابت ہو سکے تو میں اس ناتمام حالت میں اس کی جو قدر و قیمت قرار دیتا ہوں وہ گویا پوری ہو گی۔

میں ہوں جناب کا اطاعت گزار خادم

ایف ڈینجر فیلڈ۔ کیپٹن

عہدہ دار پیمائش

ضمیمہ شمارہ (۲)

مالوے اور میوار میں لئے ہوئے عرض بلد اور طول بلد مع ازروئے علم پیمائش۔ ہوا۔ سطح سمندر سے ان کی بلندی۔

۳۴۸

مقامات	شمالی عرض بلد	مشرقی طول بلد	سطح سمندر سے بلندی
امجھیرا	۲۲° – ۳۳' – ۲۴"	۷۵° – ۱۳' – ۰۰"	۱۸۹۰ فیٹ
آگر	۲۳ – ۴۲ – ۵۱	۷۶ – ۰۰ – ۵۰	۱۵۹۸
بنگاہ	۲۲ – ۳۲ – ۳۲	– – –	۱۹۹۰
بوپاور	۲۲ – ۳۶ – ۴۷٫۵	۷۵ – ۰۵ – ۱۰	۱۸۳۶
بُدواسر	۲۳ – ۲۹ – ۳۹٫۵	۷۵ – ۰۶ – ۴۰	۱۶۸۶
بھینڈور	۲۴ – ۳۰ – ۰۱	۷۴ – ۱۳ – ۰۰	۱۸۷۲
بوری کھیرلی	۲۴ – ۲۶ – ۵۶	۷۰ – ۰۶ – ۳۵	۱۴۵۹
بھوری (خُرد)	۲۴ – ۲۷ – ۲۷٫۵	۷۵ – ۳۶ – ۴۰	۱۳۴۱
بھمپورا	۲۴ – ۳۰ – ۴۵	۷۵ – ۵۰ – ۰۰	۱۳۴۴
بروڈے	۲۳ – ۴۷ – ۱۱	۷۵ – ۵۲ – ۵۵	۱۵۳۰

مقامات	شمالی عرض بلد	مشرقی طول بلد	سطح سمندر سے بلندی
بانسوڑاہ	۲۳° — ۳۱' — ۳۰"	۷۴° — ۳۱' — ۴۰"	— فیٹ
چتور	۲۴ — ۵۲ — ۰۱	۷۴ — ۴۴ — ۳۰	—
دھار	۲۲ — ۳۵ — ۳۰	۷۵ — ۲۳ — ۴۰	۱۹۰۸
دیپالی	۲۲ — ۴۲ — ۴۲	۷۵ — ۱۳ — ۳۰	۱۸۷۲
دھودُھ	۲۳ — ۴۵ — ۳۸	۷۵ — ۱۰ — ۲۵	۱۴۸۲
دلودا	۲۳ — ۵۵ — ۳۵	۷۵ — ۰۹ — ۲۰	۱۵۱۸
دیولیا یا دیوگڑھ	۲۴ — ۰۲ — ۰۹	۷۴ — ۴۳ — ۴۰	۱۷۷۰
دُرہوووڈ	۲۴ — ۰۵ — ۳۳٫۵	۷۴ — ۳۱ — ۵۰	۸۱۶
دُیبر تیلاؤ بند	۲۴ — ۱۴ — ۱۸	۷۴ — ۰۱ — ۳۰	۱۰۴۴
ڈڈھی کیبری	۲۴ — ۲۵ — ۵۱	۷۵ — ۴۶ — ۵۰	—
غارہائے ڈومنار	۲۴ — ۱۱ — ۵۱	۷۵ — ۳۴ — ۳۰	۱۴۲۵ ۱؎
ڈونگرپور	۲۳ — ۴۷ — ۴۴	۷۳ — ۴۹ — ۴۰	—
دیکھتاؤں	۲۲ — ۳۴ — ۴۰	۷۵ — ۳۳ — ۵۷	۱۸۸۱
ختگلا	۲۴ — ۱۸ — ۱۸	۷۴ — ۰۶ — ۴۰	۱۰۳۸
گنگاسور	۲۳ — ۵۵ — ۴۱	۷۵ — ۴۱ — ۲۵	۱۴۹۸
اِندور	۲۲ — ۴۲ — ۰۲	۷۵ — ۴۶ — ۵۰	۱۹۹۸
جُلوا	۲۲ — ۳۲ — ۵۲	۷۵ — ۴۰ — ۳۰	۲۰۱۶
جورا	۲۳ — ۳۸ — ۱۳٫۲	۷۵ — ۱۱ — ۲۰	۱۴۳۷
جیرون	۲۴ — ۱۸ — ۲۵	۷۴ — ۵۵ — ۲۰	۱۵۹۰
جاوُود	۲۴ — ۳۵ — ۵۶	۷۴ — ۵۸ — ۲۵	۱۴۱۰
تان وَن	۲۲ — ۵۱ — ۴۰	۷۵ — ۲۱ — ۲۰	۱۷۹۲

۱؎ غار کے دامن میں جو چھوٹا تالاب ہے وہاں سے لی گئی ہے۔

۳۴۹

مقامات	شمالی عرض بلد	مشرقی طول بلد	سطح سمندر سے بلندی
خرسود	۲۳°-۱۳'-۰۳"	۷۵°-۲۵'-۵۵"	۱۶۷۹ فیٹ
کچروڈ	۲۳-۲۴-۵۸ء۵	۷۵-۲۰-۰۵	۱۶۳۸
کورُبر	۲۴-۲۷-۱۸ء۵	۷۴-۰۲-۰۰	۱۲۷۲
کیروڈا	۲۴-۳۵-۰۰	۷۴-۰۶-۰۵	۱۹۰۲
کونور	۲۴-۲۵-۴۳	۷۴-۱۸-۳۵	۱۶۵۶
لگکریسور	۲۴-۲۸-۵۰	۷۵-۲۲-۱۵	۱۴۱۲
کچولی	۲۴-۱۸-۰۳	۷۴-۴۱-۱۰	۱۳۹۷
ماہو	۲۲-۳۳-۲۹ء۵	۷۵-۵۰-۳۰	۲۰۱۹ ع۱
مانڈو	۲۳-۲۰-۳۲	۷۵-۲۸-۰۰	۱۹۴۴ ع۲
منڈیسور	۲۴-۰۲-۴۳	۷۵-۰۷-۰۵	۱۴۵۲
مانپور	۲۴-۰۷-۴۷	۷۴-۲۰-۲۵	۱۴۱۴
مناسہ	۲۴-۲۸-۴۹	۷۵-۱۴-۴۰	۱۴۴۰
موری	۲۴-۲۸-۴۰	۷۵-۴۳-۳۰	—
ماہید پور	۲۳-۲۹-۲۶	۷۵-۴۵-۴۰	۱۶۰۰
نالچہ	۲۲-۲۵-۳۷	۷۵-۲۹-۱۰	۲۰۲۲
نولی یا برناگور	۲۳-۰۲-۲۴ء۵	۷۵-۲۶-۴۰	۱۶۹۸
شہر نیمچ	۲۴-۲۷-۱۰	۷۵-۰۰-۰۰	—
کنٹونمنٹ نیمچ	۲۴-۲۷-۵۱ء۴	۷۵-۷۸-۴۵	۱۴۷۶
اودے ساگر کا گڑھ	۲۴-۳۴-۱۷ء۵	۷۳-۵۲-۲۰	۲۰۴۶ ع۳
شہر اودے پور	۲۴-۳۴-۴۵ء۶	۷۳-۴۴-۰۰	۲۰۶۴

ع۱ - برطانوی کنٹونمنٹ کے مستقر سے لی گئی ہے۔

ع۲ ۔(جامع) جمعہ مسجد سے لی گئی ہے۔

ع۳ ۔ گڑھ کے اوپر سے بلندی لی گئی ہے۔

مقامات	شمالی عرض بلد	مشرقی عرض بلد	سطح سمندر سے بلندی
اُجین	۲۳° ـ ۱۱' ـ ۱۱"	۷۵° ـ ۵۱' ـ ۰۰"	فیٹ ۱۶۹۸ ع۱
پرتاب گڑھ	۲۴ ـ ۰۱ ـ ۵۵	۷۴ ـ ۵۱ ـ ۰۰	۱۶۹۸
پنگانلاؤ	۲۴ ـ ۰۳ ـ ۱۹	۷۴ ـ ۳۸ ـ ۵۰	۱۰۶۸
رتلم	۲۳ ـ ۱۹ ـ ۰۱	۷۵ ـ ۵ ـ ۰۰	۱۵۷۷
رام پورا	۲۴ ـ ۲۷ ـ ۳۳٫۵	۷۵ ـ ۳۲ ـ ۲۵	۱۳۶۰
ساگور	۲۲ ـ ۳۶ ـ ۴۴٫۵	۷۵ ـ ۴۱ ـ ۳۰	۱۹۳۲
سولدیو	۲۴ ـ ۶ ـ ۲۲	۷۴ ـ ۲۶ ـ ۲۵	۷۵۰
سولمبر	۲۴ ـ ۰۸ ـ ۱۱	۷۴ ـ ۰۹ ـ ۲۰	۸۷۶
سدری (بزرگ)	۲۴ ـ ۲۴ ـ ۵۵٫۵	۷۴ ـ ۳۰ ـ ۳۰	۱۷۸۲
سدری (خرد)	۲۴ ـ ۲۳ ـ ۱۰	۷۴ ـ ۴۴ ـ ۱۰	۱۹۶۸
سیسوری	۲۴ ـ ۳۲ ـ ۱۸	۷۳ ـ ۵۹ ـ ۲۵	۱۸۷۲
شیس گڑھ	۰ ۰ ۰	۰ ۰ ۰	۲۶۲۸ ع۲
باز بہادر چھتری	۰ ۰ ۰	۰ ۰ ۰	۲۰۷۰ ع۳
جام گھاٹ	۲۲ ـ ۲۳ ـ ۰۰	۷۵ ـ ۴۹ ـ ۱۰	۲۳۲۸ ع۴
منڈلیسر	۲۲ ـ ۱۱ ـ ۴۵	۷۵ ـ ۴۵ ـ ۳۰	۶۹۶ ع۵
محل دیبر	۰ ۰ ۰	۰ ۰ ۰	۱۲۶۰ ع۶
قریہ بیرپور بمقام دیبر	۰ ۰ ۰	۰ ۰ ۰	۹۷۸ ع۷

ع۱۔ بڑے بازار ۔ محل بہو بخشی سے لی گئی ہے۔
ع۲۔ سلسلۂ کوہ مانڈو کی سب سے بلند چوٹی سے شمار کیا گیا ہے۔
ع۳۔ سلسلۂ کوہ مانڈو کی چوٹی پر مسلمان صوبہ دار کے محل سے ہے۔
ع۴۔ چھوٹے پیگوڈوں کے قریب گھاٹ کی چوٹی سے شمار کیا گیا ہے۔
ع۵۔ تحقیقات نہیں کی گئی ۔ اقلیدس کے اصولوں پر نتیجہ نکالا گیا ہے۔
ع۶۔ نشیبی سلسلۂ کوہ کے پہلے حصے کی چوٹی پر۔
ع۷۔ نبڈ یعنی گنڈے کے بہت قریب کے دامن ہیں۔

ضمیمہ شمارہ (۳)

روز نامچہ موسمیاتی جو بمقام منڈلے سرمرتب کیا گیا تھا۔
از یکم تا ۳۱/ جولائی سنہ ۱۸۲۰ء۔

جولائی ۱۸۲۰ء	ساعت	بادپیما	حرارت پیما	ہوا
یکم جولائی	۶ بجے صبح	۲۹٫۱۰۴	۸۲	مغرب
	۸ بجکر ۴۰ منٹ	۲۹٫۱۳۸	۸۰ ½	مغرب
	۱۱ بجکر ۳۰ منٹ	۲۹٫۱۱۸	۸۵ ½	مغرب
	۳ بجکر ۱۵ منٹ	۲۹٫۰۶۲	۸۹ ¼	مغرب
	۶ بجکر ۱۵ منٹ	۲۹٫۰۵۴	۸۸ ½	مغرب
۲/	صبح ۶ بجکر ۵۵ منٹ	۲۹٫۰۸۸	۸۴	مغرب
	۸ بجے صبح	۲۹٫۱۰۰	۸۴ ½	مغرب
	دوپہر	۲۹٫۰۷۸	۸۸	مغرب
	۴ بجے شام	۲۸٫۹۹۲	۹۰	مغرب
۳/	۷ بجے صبح	۲۹٫۰۷۲	۸۴ ¼	مغرب

جولائی ۱۸۴۷ء	ساعت	باد پیما	حرارت پیما	ہوا
۳/	۸ بجے صبح	۲۹،۰۸۰	۸۴	مغرب
	دوپہر	۲۹،۰۵۸	۸۷	مغرب
	۶ بجکر ۱۰ منٹ شام	۲۸،۹۹۰	۸۹	مغرب
۴/	۶ بجکر ۴۰ منٹ صبح	۲۹،۰۵۶	۸۶	مغرب
	۸ بجے صبح	۲۹،۰۶۴	۸۶ ¼	مغرب
	دوپہر	۲۹،۰۲۴	۸۷ ½	مغرب
	۴ بجے شام	۲۸،۹۲۴	۸۸ ½	مغرب
	۶ بجے شام	۲۸،۹۳۸	۸۹	مغرب
۵/	۷ بجے صبح	۲۹،۰۱۶	۸۷ ½	مغرب
	½ ۹ بجے صبح	۲۹،۰۴۲	۸۷ ½	—
	دوپہر	۲۸،۹۹۲	۸۸ ½	—
	۴ بجے شام	۲۸،۹۰۴	۸۹	جنوب مشرق
۶/	۸ بجکر ۱۰ منٹ صبح	۲۹،۰۴۰	۸۷	—
	۱۲ بجکر ۲۰ منٹ دوپہر	۲۹،۰۰۶	۸۸	مغرب
	۴ بجے شام	۲۸،۹۲۴	۸۸	—
	۸ بجے صبح	۲۹،۰۸۸	۸۵ ½	—
۷/	دوپہر	۲۹،۰۷۸	۸۶	مغرب
	۴ بجے شام	۲۹،۰۰۴	—	مغرب
۸/	۹ بجکر ۲۰ منٹ صبح	۲۹،۰۵۲	۸۳	مغرب
	دوپہر	۲۹،۰۰۶	۸۴	مغرب
	۴ بجے شام	۲۸،۹۴۰	۸۴	مغرب
۹/	۸ بجے صبح	۲۹،۹۵۸	۸۲	مغرب
	دوپہر	۲۹،۹۴۲	۸۳	مغرب

۳۵۱

جولائی ۱۸۲۰ء	ساعت	بادپیما	حرارت پیما	ہوا
	۳ بجکر ۳۵ منٹ	۲۹٫۸۹۰	۸۴	مغرب
	۳ بجکر ۴۰ منٹ	۲۹٫۸۸۶	۸۴	مغرب
۱۰/	۸ بجے صبح	۲۸٫۹۷۸	۸۲	مغرب
	دوپہر	۲۸٫۹۹۰	۸۱ ½	مغرب
	۳ بجکر ۲۵ منٹ	۲۸٫۸۹۲	۸۴	مغرب
۱۱/	۸ بجے صبح	۲۹٫۰۸۸	۸۱	مغرب
	۹ بجکر ۵۰ منٹ	۲۹٫۱۰۰	۸۱	جنوب مغرب
	دوپہر	۲۹٫۰۹۲	۸۲	جنوب مغرب
	۴ بجے شام	۲۹٫۰۲۲	۸۴	جنوب مغرب
	۴ بجکر ۵۴ منٹ	۲۹٫۰۱۶	۸۴	جنوب مغرب
۱۲/	۸ بجے صبح	۲۹٫۱۳۸	۸۱ ½	جنوب مغرب
	دوپہر	۲۹٫۱۳۲	۸۲	مغرب
	۴ بجے شام	۲۹٫۰۶۸	۸۲ ½	مغرب
۱۳/	۸ بجکر ۱۵ منٹ صبح	۲۹٫۱۴۶	۸۰ ½	مغرب
	۱۲ بجکر ۴۰ منٹ	۲۹٫۱۲۶	۸۳ ½	مغرب
	۶ بجکر ۳۰ منٹ شام	۲۹٫۱۶۲	۸۲	مغرب
۱۶	۸ بجے صبح	۲۹٫۱۶۰	۸۲	مغرب
	۴ بجے شام	۲۹٫۰۸۲	۸۶	مغرب
۱۷	۸ بجے صبح	۲۹٫۱۲۹	۸۱	مغرب
	۴ بجے شام	۲۹٫۰۳۸	۸۴ ½	مغرب
۱۸/	۸ بجکر ۳۰ منٹ صبح	۲۹٫۱۲۲	۸۱	مغرب
	۴ بجکر ۱۰ منٹ شام	۲۹٫۰۴۰	۸۳	مغرب
۱۹	۸ بجے صبح	۲۹٫۱۶۲	۸۲	مغرب

سنہ ۱۸۲۰ء جولائی	ساعت	بادپیما	حرارت پیما	ہوا
۳۰/	۱۱ بجے صبح	۲۹٫۱۶۴	۸۳	مغرب
	ایک بجے دن	۲۹٫۲۰۴	۸۳½	مغرب
	۴ بجے شام	۲۹٫۱۵۶	۸۸	مغرب
۳۱/	دوپہر	۲۹٫۲۲۲	۸۸½	مغرب
	۴ بجے شام	۲۹٫۱۵۶	۸۸	مغرب

روزنامچہ موسمیاتی ماہ جنوری سنہ ۱۸۲۱ء جو بمقام ماہو محفوظ رکھا گیا تھا

سنہ ۱۸۲۱ء جنوری	ساعت	چاند کا دور	بادپیما	حرارت پیما	ہوا
یکم جنوری	۹	—	۲۸٫۱۱	۶۳	مشرق
	۴	—	۲۸٫۰۵	۶۷	—
۲/	۱۰	—	۲۸٫۱۰	۶۳½	مغرب
	۴	—	۲۸٫۰۵	۷۰	مغرب
۳/	۹	—	۲۸٫۰۴۵	۶۲½	شمال مشرق
	۵	—	۲۸٫۲۵	۷۲	شمال
	۹	—	۲۸٫۱۱۵	۶۴	—
۴/	۹	○	۲۸٫۱۴	۶۱	ذرا بھی نہیں
	۵	—	۲۸٫۱۰	۶۸½	—
	۹	—	۲۸٫۱۱	۶۴	—
۵	۹	—	۲۸٫۱۶	۶۲½	جنوب مشرق
	۱۲	—	۲۸٫۱۸	۷۰	جنوب

۳۵۲

سنہ ۱۸۳۱ء جنوری	گھنٹے	چاند کا دور	بادپیما	حرارت پیما	ہوا
	۵	—	۲۸٫۱۴	۷۰ ½	جنوب مغرب
	۹	—	۲۸٫۱۵	۶۶	—
۶/	۱۰	—	۲۸٫۲۱	۶۵	جنوب
	۵	—	۲۸٫۱۹	۷۰	ذرا بھی نہیں
	۹	—	۲۸٫۲۰	۶۷	
۷/	۱۰	—	۲۸٫۲۴	۶۸	جنوب جنوب مشرق
	۵	--	۲۸٫۲۰	۷۰	
	۹	—	۲۸٫۲۰	۶۸	
۸/	۱۰/	—	۲۸٫۲۴	۷۰	جنوب
	۵	—	۲۸٫۱۹	۷۵	
	۱۰	—	۲۸٫۲۰	۷۰	
۹/	۱۰	—	۲۸٫۲۱۵	۷۰ ½	مغرب
	۵	—	۲۸٫۱۵	۷۵	
	۹	—	۲۸٫۱۶	۶۹	
۱۰/	۱۰	—	۲۸٫۱۸	۶۸	
	۵	—	۲۸٫۱۱	۷۳	مغرب
	۱۰	—	۲۸٫۱۳	۶۹	
۱۱/	۱۰	☾	۲۸٫۱۸	۷۳ ½	جنوب
۱۲	۱۰	—	۲۸٫۱۸	۷۴	جنوب مغرب
	۵	—	۲۸٫۱۵	۷۶ ½	
	۱۰	—	۲۸٫۱۸	۷۱ ½	
۱۳/	۱۰	—	۲۸٫۱۵	۷۱ ½	مغرب
	۵	—	۲۸٫۱۵	۷۶ ½	جنوب مغرب

سنہ ۱۸۲۱ء جنوری	بجے	چاند کا دور	باد پیما	حرارت پیما	ہوا
	۱۰	—	۲۸،۱۷	۷۰ ½	
۱۴/	۱۰	—	۲۸،۲۱۵	۶۹	شمال مغرب
	۵	—	۲۸،۱۷۵	۷۳	شمال مغرب
	۹	—	۲۸،۱۶	۷۰	شمال مشرق
۱۵/	۱۰	—	۲۸،۲۱	۶۷	"
	۵	—	۲۸،۱۴	۷۱ ¼	
	۱۰	—	۲۸،۱۵	۶۸	
۱۶	۱۰	—	۲۸،۱۷	۶۷	مشرق
	۵	—	۲۸،۱۳	۶۹ ½	شمال مشرق
۱۷	۱۰	—	۲۸،۱۹۵	۶۵	مشرق
	۵	—	۲۸،۱۴	۶۹ ½	مشرق
	۱۰	—	۲۸،۱۵	۶۶ ½	
۱۸	۱۰	●	۲۸،۱۳	۶۸	
	۵	—	۲۸،۱۵	۶۴ ½	مشرق
	۹	—	۲۸،۱۳	۶۸	مغرب
۱۹	۱۰	—	۲۸،۲۰	۶۲	شمال
	۵	—	۲۸،۱۵	۶۶	
	۹	—	۲۸،۱۹	۶۴	
۲۰/	۱۰	—	۲۸،۱۵	۶۴	شمال مشرق
	۵	—	۲۸،۱۱	۶۹	
	۱۰	—	۲۸،۱۲	۶۵ ½	
	۱۰	—	۲۸،۰۵	۶۳	شمال مشرق
۲۱/	۱۰	—	۲۸،۰۵		

۳۵۳

سنہ ۱۸۲۱ء جنوری	ساعت	چاند کا دور	باد پیما	حرارت پیما	ہوا
	۵	—	۲۸ء۰۵	۶۹½	مشرق
۲۲/	۱۰	—	۲۸ء۱۵	۶۶	مشرق
	۵	—	۲۸ء۰۹	۶۹	مشرق
	۱۰	—	۲۸ء۰۸	۶۷	
۲۳/	۱۲	—	۲۸ء۱۰	۷۱	جنوب
	۹	—	۲۸ء۰۶	۶۸	
۲۴/	۵	—	۲۸ء۰۵	۷۲	
	۹	—	۲۸ء۰۸	۶۹	
۲۵/	۱۰	—	۲۸ء۱۵	۷۰	جنوب
	۵	—	۲۸ء۰۸	۷۳	جنوب مغرب
	۱۰	—	۲۸ء۱۰	۶۹	
۲۶/	۱۰	☾	۲۸ء۱۵	۷۲½	جنوب
	۵	—	۲۸ء۱۱	۷۷	
	۱۰	—	۲۸ء۱۳	۷۱	
۲۷/	۱۰	—	۲۸ء۱۹	۷۴	جنوب
	۵	—	۲۸ء۱۲	۷۶	
	۱۰	—	۲۸ء۱۵	۷۱	
۲۸/	۱۲	—	۲۸ء۱۸	۷۴½	جنوب
	۵	—	۲۸ء۰۹	۷۹	شمال مغرب
	۱۰	—	۲۸ء۱۱	۷۱	
۲۹	۱۰	—	۲۸ء۱۴	۷۲	مشرق
	۵	—	۲۸ء۰۸	۷۶	شمال
۳۰	۱۰	—	۲۸ء۱۱	۶۹	شمال مغرب

سنه ۱۸۲۱ء جنوری	ساعت	چاند کا دور	بادپیما	حرارت پیما	ہوا
	۵	—	۲۸٫۱۴	۷۳	مغرب شمال مغرب
	۱۰	—	۲۸٫۰۶	۷۸	مغرب شمال مغرب
۳۱	۱۰	—	۲۸٫۰۹	۶۶	شمال مغرب
	۵	—	۲۸٫۰۲	۷۳	
	۱۰	—	۲۸٫۰۳	۶۶	

۳۵۴

ضمیمہ شمارہ (۴)

پچیس بیگھوں کی زرعی تفصیلات جو ریاست دھار کے موضع نلچہ کے کھاتوں سے حاصل کی گئی ہیں۔

فصل خریف　　دس بیگھے اراضی

مصارف		روپیہ	آنہ	پائی
½۱۲ سیر جوار کا بیج	۵ بیگھوں کے لئے	۱	۴	۰
½۷ سیر اڑد ،، ،،	۱ ،، ،،	۰	۱۲	۰
½۷ سیر مونگ ،، ،،	،، ،، ،،	۰	۱۲	۰
¼۱ سیر تل ،، ،،	½ بیگھا ،،	۰	۲	۰
¼۱ سیر تور ،، ،،	،، ،، ،،	۰	۴	۰
۳ سیر چورہ ،، ،،	،، ،،	۰	۲	۰
۳۰ سیر سن ،، ،،	۱ بیگھا	۱	۰	۰
۱۰ ،، کپاس ،، ،،	½ بیگھا	۰	۴	۰
کلچائی یعنی گھاس پھوس کھیت سے کھود کر علاحدہ کر دینا		۸	۸	۰

بیل گاڑی کا کرایہ فصل کو گھر لانے کے لئے اور اس کی مزدوری ۳-۸-۰۰

گاؤں کے اخراجات اور عملہ

پٹیل - پٹواری - بڑھئی - لوہار - حجام - دھوبی - موچی اور حوالدار کے مطالبات جو ہمیشہ جنس کی شکل میں ادا کی جاتی تھیں لیکن یہاں رقم میں حساب کر کے درج کی گئی ہیں۔ ۱۲-۱۲-۰۰

ہلوں کے لئے لوہا - رسیاں - اور مزدوری ۸-۰-۰۰

سرکاری لگان ۲ روپے فی بیگھے کے حساب سے ۲۰-۰-۰۰

جملہ مصارف ۵۷-۴-۰۰

وصول یابی

فروخت ½۲ من جوار	۳۵-۰-۰
" ۳ " اڑد	۶-۰-۰
" ۳ " مونگ	۶-۱۲-۰
ایک من تیل وغیرہ اور تل کا تیل	۳-۰-۰
" ½۱ من تور	۳-۰-۰
" ۱ " چورہ	۲-۰-۰
" ۳ " سن	۷-۸-۰
" ۲ " سن کا بیج	۳-۰-۰
" ۱ " کپاس	۶-۰-۰

حقیقی پیداوار کی قیمت ۷۲-۴-۰

منہائی اخراجات ۵۷-۴-۰

رعیت کا حقیقی منافع ۱۵-۰-۰

۳۵۵

فصل ربیع دس بیگھے زمین

		روپیہ	آنہ	پائی
۱½ من چنے	دو بیگھوں کے لئے	۴	۱۰	۰
۳ ،، ۳۰ سیر گیہوں	۵ ،،	۱۱	۸	۰
۷½ سیر جو	½ بیگھا ،،	۰	۸	۰
۷½ سیر مسور	،،	۰	۱۰	۰
۷½ سیر مٹر کے بیج	،،	۰	۹	۰
۳¼ سیر السی	،،	۰	۵	۰
۱۵ سیر کسوم	۱ ،، ،،	۱	۴	۰
وہی اخراجات اور عملے کا حساب		۲۲	۱۳	۰
فصل کی کٹوائی اور صفائی		۲	۱۲	۰
زمین کا سرکاری لگان بحساب لعہ فی بیگھا		۲۰	۰	۰
	جملہ مصارف	۶۴	۱۵	۰

وصول یابی

	روپیہ	آنہ	پائی
فروخت ۶ من چنا	۱۶	۰	۰
،، ۱۵ ،، گیہوں	۴۰	۰	۰
،، ۴ ،، جو	۱۵	۰	۰
،، ۲ ،، مسور	۴	۰	۰
،، ۲ ،، مٹر	۴	۰	۰
،، ۱½ ،، السی	۴	۸	۰
،، ۷½ ،، من کسوم	۷	۸	۰

	روپیہ	آنہ	پائی
جملہ پیداوار	۹۱	۰	۰
منہائی مصارف	۶۴	۱۵	۰
حقیقی منافع	۲۶	۱	۰

باغات کی زمینات ۵ بیگھے

مصارف **افیون**

	روپیہ	آنہ	پائی
½ سیر خشخاش کا بیج ایک بیگھے کے لئے	۰	۹	۰
کلچائی	۶	۰	۰
کھاد	۲	۰	۰
نگرانی کے لئے چار آدمیوں کی مزدوری	۱۲	۰	۰
افیون نکالنے کے لئے	۴		۰
دیہی عملہ	۱	۸	۰
زمین کا سرکاری لگان بحساب روپیہ آنہ فی بیگھے	۷	۸	۰
جملہ مصارف	۳۳	۹	۰

نیشکر

	روپیہ	آنہ	پائی
نیشکر کا بیج جو ایک بیگھے کے لئے کافی ہو سکے	۲۴	۰	۰
چمڑے کا ڈول موٹ کشی کے لئے	۵	۰	
رسی	۰	۱	
لوہا	۰	۸	۰
کھیتوں کی نگرانی کے لئے دو آدمی	۰	۶	۰
سن کی رسیاں	۰	۸	۰
میزان ماسبق	۳۷	۰	۰

۳۵۶ سلک گزشتہ	۳۷ — ۰ — ۰
کھاد	۲ — ۰ — ۰
کلچائی اور پودے لگانے کے لئے آدمیو کی مزدوری	۹ — ۰ — ۰
باڑ لگانے کی اجرت	۲ — ۰ — ۰
نیشکر کا رس نکالنے کی مزدوری	۲ — ۸ — ۰
نیشکر کاٹ کر لگانے کی مزدوری	۱ — ۰ — ۰
نیشکر کی پتیاں وغیرہ صاف کرنے کے لئے	۳ — ۰ — ۰
لوہے کی کڑھائی رس پکانے کے لئے	۲ — ۸ — ۰
جلانے کی لکڑی	۱ — ۰ — ۰
بیل گاڑی کا کرایہ	۱ — ۰ — ۰
کھیت کو پانی دینے کی مزدوری	۶ — ۰ — ۰
دیہی مطالبات	۶ — ۹ — ۰
سرکاری لگان بحساب ½ ۷ روپے فی بیگھا	۷ — ۸ — ۰
جملہ	۸۱ — ۱ — ۰

چانول

¼ ۴ سیر دھان ایک بیگھا مین کے لیے	۲ — ۰ — ۰
پانی دینے کے لئے مبلغ ۳ؔ روپے کلچائی للعہ روپے کھاد ۲ؔ	۹ — ۸ — ۰
گاوں کے انتظامی اخراجات	۱ — ۸ — ۰
زمین کا سرکاری لگان	۴ — ۰ — ۰
میزان	۱۷ — ۰ — ۰

مکئی

	روپیہ	آنہ	پائی
۲۰ سیر مکئی دو بیگھوں کے لئے	۲	۰	۰
پانی دینے اور کاٹنے کی اجرت	۶	۰	۰
گلچائی مبلغ ۶ روپے اور کھاد للعہ روپے	۱۰	۰	۰
گاؤں کے انتظامی اخراجات	۳	۰	۰
زمین کا سرکاری لگان	۱۰	۰	۰
جملہ	۳۱	۰	۰
مجموعی اخراجات	۶۲	۱۰	۰

وصول یابی

	روپیہ	آنہ	پائی
فروخت ½۲ سیر افیوں بحساب ۱۶ روپے فی سیر [۱]	۴۰	۰	۰
" خشخاش	۴	۰	۰
" ½۴ من دیسی شکر	۸۴	۸	۰
" ۹ من چانول	۲۴	۰	۰

ع۱ - افیون کی یہ غیر معمولی قیمت پچھلے تین برس میں بڑھ گئی ہے۔ ورنہ اس کی عام قیمت پانچ چھ روپے فی سیر تھی۔

فروخت ۲۴ من مکئی	۴۸ — ۰ — ۰
حقیقی پیداوار کی قیمت	۲۰۰ — ۸ — ۰
منہائی تصارف	۱۶۲ — ۱۰ — ۰
رعیت کا خالص منافع	۳۷ — ۱۴ — ۰
سال تمام میں رعیت کا جملہ منافع	۷۸ — ۱۵ — ۰

۳۵۷

ضمیمہ شمارہ (۵)

ایک بگھا زمین پر نیشکر کی کاشت کے مصارف وغیرہ جبکہ فصل اچھی ہو۔ متوسط ہو اور موسم خراب ہو۔

مصارف	روپیہ	آنہ	پائی
باٹ کے تین بسوے[۱] یا نیشکر کے ٹکڑے۔	۲۵	۰	۰
عـہ روپے پر سود بحساب للعـہ روپے فی صد سالانہ۔	۶	۰	۰
نیشکر لگانے اور کھر وچنے کے لئے مزدوروں کی اجرت۔	۵	۰	۰
پانی دینے کے لئے ایک آدمی کی تنخواہ آٹھ ماہ کے لئے بحساب سے فی ماہ۔	۲۴	۰	۰
نیشکر کاٹنے اور چھیلنے کے لئے فی روپیہ بارہ ہزار ٹکڑے اور فی بگھا تیس ہزار نیشکر کے ٹکڑوں کے حساب سے۔	۲	۸	۰
نیشکر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور چولھے میں ایندھن ڈالنے کیلئے دس دن کے واسطے دو آدمیوں کی مزدوری۔	۴	۰	۰

[۱]۔ بسوا بگھے کا بیسواں حصہ ہوتا ہے اور بگھا ایک ایکر کا تقریباً نصف ہوتا ہے بشرطیکہ گز کو ۲۸" شمار کریں۔

تفصیل	رقم
رات میں کام کرنے کے لئے تیل	۱ — ۹ — ۰
لوہے کی کڑھائی کا کرایہ دس دن کے لئے فی یوم ۳/ کے حساب	۱ — ۱۲ — ۰
ایک جوڑا کپڑے اس آدمی کے لئے جو نیشکر کو کولھو میں لگاتا ہے۔	۱ — ۸ — ۰
جوتوں کا ایک جوڑ۔	۰ — ۸ — ۰
کولھو میں بیل چلانے کے لئے ایک آدمی کی اجرت۔	۱ — ۰ — ۰
بڑھئی کو دس دن کے لئے ۲½ کچا سیر یعنی چھوٹا سیر۔ کمہار۔ دوسرے حقدار۔ گاؤں کے چمار۔ حجام گاؤں کا بڑھئی۔ لوہار۔ ہر ایک کو دس دن کے لئے ۲½ سیر جملہ تین من تین سیر۔ لکڑی کے کولھو کے مالک کو دس دن کا کرایہ یومیہ ۲½ سیر کے حساب سے جملہ ۲۵ سیر۔ چکی کے مالک کو دس دن کے لئے ۲½ کچے سیر کے حساب سے جملہ ۲۵ سیر گڑ۔	۱۱ — ۴ — ۰
۵ بنڈی جلانے کی لکڑی۔	۲ — ۸ — ۰
سرکار کی واجب الادا رقم۔	۴ — ۴ — ۰
بیلوں کا کرایہ	۲ — ۳ — ۰
جملہ مصارف	۹۳ — ۰ — ۰

وصول یابی جبکہ سال اچھا ہو۔

تفصیل	رقم
۵ مونی[1] یا ساٹھ کچا من گڑ بحساب ۲۷ روپے فی مونی	۱۳۵ — ۰ — ۰
بعد وضعات اخراجات	۹۳ — ۲ — ۰
ایک بیگھے کا منافع	۴۱ — ۱۴ — ۰

[1] ایک مونی بارہ من کا ہوتا ہے۔

۳۵۸

جبکہ سال اوسط درجے کا ہو۔

اگر ایک سال ایسا ہو کہ نہ اچھا خیال کیا جا سکے اور نہ بُرا یعنی بین بین ہو تو

	روپیہ	آنہ	پائی
۴ مونی گڑ بحساب ستائیس ۲۷ روپے فی مونی	۱۰۸	۰	۰
بعد وضعات مصارف	۹۳	۲	۰
جملہ منافع	۱۴	۱۴	۰

جبکہ ہنگام بُرا ہو

	روپیہ	آنہ	پائی
اگر کوئی سال نہایت خراب ہو تو ½۲ مونی بحساب ۲۷ روپے	۶۷	۸	۰
مصارف	۹۲	۲	۰
رعیت کا نقصان	۲۵	۱۰	۰

بمقام پنچ محل گوڈرہ[1]

مصارف

	بابشاہی[2]		
ایک بیگھا زمین کے لئے نیشکر کا بیج	۳۷	۸	۰
۲۰ بنڈی کھاد	۱۰	۰	۰
½۲ من کھلی[3]	۱۰	۰	۰

ف۱۔ پنچ محل گوڈرہ میں جس زمین پر نیشکر کی کاشت ہوتی ہے اس سے بہت زیادہ لگان وصول کیا جاتا ہے لیکن یہ بھی واضح رہے کہ وہاں کا بیگھا مالوے کے بیگھے سے بہت بڑا ہوتا ہے اور زراعت بھی بہت اعلیٰ قسم کی بیان کی جاتی ہے

ف۲۔ بابشاہی یا بڑودے کا روپیہ اجین کے روپے سے قیمت میں ۵ فیصد کم ہوتا ہے۔

ف۳۔ کھلی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کولھو میں تیل کی تلڈی ہوتی ہے جو تیل نکال لئے جانیکے بعد پانی کی

	روپیہ	آنہ	پائی
چمڑے کا ڈول اور رسی	۱۰	۰	۰
مزدوروں کی اجرت ہینشکر لگانے اور کلچائی کرنے کے لئے۔	۳۰	۰	۰
دو آدمیوں کی تنخواہ اول باؤلی پر کام کرنے اور بعدازاں گھانے (کولھو) پر ایک شخص کی تنخواہ بحساب چار روپے ماہانہ اور دوسرے کی بحساب تین روپے ۸ ماہ کے لئے۔	۵۶	۰	۰
گاؤں کے حقداروں کو جملہ تین من گڑ۔	۹	۰	۰
سرکاری لگان	۲۲	۰	۰
لوہے کی کڑھائی اور جلانے کی لکڑی	۵	۰	۰
جملہ مصارف	۱۸۹	۸	۰

وصول یابی

	روپیہ	آنہ	پائی
اگر فصل اچھی ہو تو ۹۳ من گڑ بحساب تین روپے من	۲۷۹	۰	۰
اگر فصل متوسط قسم کی ہو تو ۸۳ من " "	۲۴۹	۰	۰
اگر فصل بہت خراب ہو جائے تو ۶۳ " " "	۱۸۹	۰	۰

موسم اچھا ہو تو کاشتکار کا منافع ۹۰ روپے بین بین حالت میں ۶۰ روپے اور کوئی سال برا آئے یعنی ہنگام برا ہو تو صرف مصارف ہی ادا ہو سکتے ہیں۔

بقیہ مضمون حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ نالی کے نیچے بچھا دی جاتی ہے۔ جس پر سے پانی باولی سے ہینشکر کے کھیت تک دوڑایا جاتا ہے۔

ضمیمہ شمارہ (۶)

اچھے۔ متوسط اور برے موسم میں ایک بیگھا زمین پر افیون کی کاشت کے مصارف وغیرہ۔

مصارف

	روپیہ	آنہ	پائی
۵ سیر تخم افیون۔	۰	۹	۰
کھاد بشمول باربرداری۔	۲	۰	۰
کاشت کی نگرانی کے مصارف۔	۴	۰	۰
زمین کی صفائی یعنی کلچائی۔ ہل چلانا اور تخم ریزی وغیرہ۔	۶	۰	۰
افیون کو یکجا کرنا اور خشخاش کو جھڑانا۔	۴	۰	۰
کھیتوں کو ۹ مرتبہ پانی دینا۔	۶	۰	۰
تیل ڈالنے کے لئے جب خشخاش کا رس چھیل کر نکال لیا جائے۔	۱	۰	۰
سرکاری لگان	۶	۰	۰
جملہ مصارف	۲۹	۹	۰

وصول یابی

	روپیہ	آنہ	پائی
اگر سال اچھا ہو			
۵ پکے سیر	۴۰	۰	۰
۳ من بھوسوں کی قیمت	۴	۰	۰
جملہ	۴۴	۰	۰
منہائی مصارف	۲۹	۹	۰
	۱۴	۷	۰
منہائی مطالبات دیہی	۱	۸	۰
رعیت کا خالص منافع	۱۲	۱۵	۰
اگر متوسط قسم کا سال ہو تو			
۴½ پکے سیر	۳۰	۰	۰
فروخت تخم	۲	۱۱	۰
	۳۲	۱۱	۰
منہائی مصارف	۳۱	۰	۰
رعیت کا خالص منافع	۱	۱	۰

۳۶۰

اگر کوئی سال خراب ہو تو

	روپیہ	آنہ	پائی
۵ پکے سیر ہی پوری پیداوار ہوتی ہے	۲۰	۰	۰
بیج کی قیمت	۲	۰	۰
رعیت کا نقصان	۹	۱	۰
	۳۱	۱	۰

افیون اور اسی طرح دوسری پیداوار کی قیمت ایک برے سال میں متوسط سال کی بہ نسبت زیادہ گراں فروخت ہونی چاہئیے اور اسی طرح ایک اچھے سال کی بہ نسبت ایک متوسط سال میں زیادہ گراں فروخت ہونی چاہئیے۔ اسی لئے رعیت کے نفع نقصان کا ایسی جدولوں سے صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا جہاں شروع سے آخر تک ایک ہی قیمت فروخت قرار دی گئی ہو۔ کیونکہ فصل کی حالت اور طلب کی بنا پر جو تغیر ہوتا رہتا ہے اس کا حساب لگانا بہت دشوار ہے۔

ضمیمہ شمارہ (۷)

اوزان ـ کسوٹی اور مالوے و فرخ آباد کے روپوں کی باہمی قدر

سکوں کی جدول	حقیقی وزن گرین	کسوٹی	مقررہ شرح مبادلہ فی صد روپے فرخ آبادی الف
اجین کا روپیہ	۱۷۳و۵۶	۹۴	۱۰۰
اندور کا روپیہ	۱۷۳و۲	۹۳	۱۰۰
بھوپال کا روپیہ	۱۶۸و۷۵	۸۹	۱۰۹
پرتاب گڑھ کا روپیہ	۱۶۳و۴	۸۵و۶۰	۱۲۲
بھیلسا کا روپیہ	۱۶۷و۵	۸۲و۸۳	۱۱۱
گنج بسوڈا کا روپیہ	—	—	۱۱۳
جیوری کا روپیہ	۱۶۸و۵	۸۲و۲۰	۱۱۵

نوٹ :- فرخ آباد کے روپے میں ۱۶۵و۲۳۰ اصلی گرین، ۷و۸۰ کھوٹ گرین اور ۱۷۳ گرین اس کا کثیف وزن، ۲۳،۰۷ پنس اسٹرلنگ اس کی قدر ہے۔

لے ہماری توجہ کی

سکوں کی جدول	حقیقی وزن گرین	کسوٹی	مقررہ شرح مبادلہ فی صد روپیہ فرح آبادی
گوہٹ کا روپیہ	۱۷۵و۵	۹۱و۳۶	—
اودے پور کا روپیہ	۱۶۷و۵	۷۱و۶	—
چندور کا روپیہ	۱۷۰و۱۵	۹۱و۵	—

بقیہ مضمون حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ تنخواہوں کی ادائی کی حد تک یہ شرح مبادلہ معین ہے ورنہ بازار میں ان سکوں کی باہمی قدر روزمرہ کے حالات کے تحت بدلتی رہتی ہے۔

ضمیمہ شمارہ (۸)

وسط ہند کے مشہور شہروں کے اوزان و پیمانے اور ان کا مقابلہ انگریزی اوزان کے ساتھ ۔

سنار کے باٹ

۸ چانول	ایک رتی
۸ رتی	ایک ماشہ
۱۲ ماشے	ایک تولہ

اسی سے سونا ۔ چاندی، جواہرات وغیرہ تولے جاتے ہیں ۔ ان اوزان میں کبھی کوئی تغیر نہیں ہوتا ایک تولے کا وزن ۱۹۰ گرین ساڑھے ہوتا ہے ۔

اندور کے اوزان

خیدری اجین کے سکے سے ۸۴ روپے	ایک سیر

فروخت ،، ۸۲ روپے	ایک سیر
۵ سیر	ایک پسیری یا دھڑی
۲۰ سیر	ایک من
۱۲ من یا ۲۴۰ سیر	ایک مونی

چونکہ اجین کے روپے کا وزن ۱۷۴و۸۸ اگرین ٹرائے ہے اسی مناسبت سے انگریزی اوزان کو بہ آسانی جدولِ ہٰذا اور اس کے بعد کی جدولوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

دیواس

۸۰ اجین کے روپے	ایک سیر
۴ $\frac{1}{2}$ سیر	ایک دھڑی
۱۶ $\frac{1}{2}$ سیر	ایک من
۱۲ من یا ۱۹۸ سیر	ایک مونی

اُجین

۸۰ اجین کے روپے	ایک سیر
۵ $\frac{5}{8}$ سیر	ایک دھڑی
۱۶ $\frac{7}{8}$ سیر	ایک من
۱۲ من یا $\frac{1}{2}$ ۲۰۲ سیر	ایک مونی

۳۶۳

نولی کے اوزان

۸۰ اجین کے روپے	ایک سیر

۵ سیر	ایک دھڑی
۲۰ سیر	ایک من
۱۲ من یا ۲۴۰ سیر	ایک مونی

رتلم

خریدی کے لئے ۸۴ سلیم شاہی روپے	ایک سیر
فروخت کے لئے ۸۰ " "	ایک سیر
۵ سیر	ایک دھڑی
۲۰ سیر	ایک من
۱۲ من یا ۲۴۰ سیر	ایک مونی

گرم مسالے پان وغیرہ وغیرہ فی سیر ۷۹ روپے وزن کے حساب سے فروخت ہوتے ہیں سلیم شاہی روپے کا وزن ۱۶۸۵ ء ۷ گرین ٹرائے ہونا چاہئے۔

منڈلیسور

۹۲ سلیم شاہی روپے	ایک سیر
۴ سیر	ایک دھڑی
۱۵ سیر	ایک من
۱۲ من یا ۱۸۰ سیر	ایک مونی

کوٹہ

کوٹہ کے ۳۰ روپے	ایک سیر
۵ سیر	ایک دھڑی

۴۰ سیر	ایک من
۱۲ من یا ۴۸۰ سیر	ایک مونی

کوٹہ کے روپے کا وزن ۸ و ۴ ۷ انگریزی ٹرائے ہوتا ہے۔

پیمانہ

۴۸ پیسے	ایک پئے
۱۸ پئے	ایک سین
۲۰ سین	ایک مونی

کوٹہ کے پیسے کا وزن جس پر اس کا انحصار ہے، ۱۸ ماشے یا ۲۷۶ گرین ٹرائے ہے اور پئے کے ناپ میں اتنے ہی گرین ہونا چاہیے جتنا کہ مندرجہ بالا پیسے کے وزن میں ہے۔

۳۶۳

پرتاب گڑھ کے اوزان

سنار کے باٹ

۶ چانول کے دانے	ایک رتی
۸ رتی	ایک ماشہ
۱۲ ماشے	ایک تولہ

عام پیمانہ

۸۰ سلیم شاہی روپے	ایک سیر
۵ سیر	ایک دھڑی
۴۰ سیر	ایک من

۱۲ من	ایک مونی

ڈونگرپور

۲۵ سلیم شاہی روپے	ایک سیر
۱۰ سیر	ایک دھڑی
۴۰ سیر	ایک من
۱۲ من	ایک مونی

بانسواڑہ

۴۰ سلیم شاہی روپے	ایک سیر
۵ سیر	ایک دھڑی
۲۰ سیر	ایک من
۱۲ من	ایک مونی

بھوپال

۸۰ بھوپالی روپے	ایک سیر
۶¼ سیر	ایک پسیری
۴۰ پسیری	ایک مونی
۱۰۰ مونیوں کا	ایک مانیہ

شہر بھیلسا

۸۰ بھیلسا کے روپوں کا	ایک سیر

۶ سیر	ایک پسیری
۴۸ سیر یا ۸ پسیری	ایک من
۳۰ پسیری یا ۳¾ من	ایک مونی
۱۰۰ مونیوں کا	ایک مانیہ

۳۶۴

سیرونج کے اوزان

۸۰ سیرونج کے روپوں کا	ایک سیر
۶¼ سیر	ایک پسیری
۴ پسیریوں کا	ایک من
۳۲ پسیری یا ۸ من	ایک مونی
۱۰۰ مونیوں کا	ایک مانیہ

اُمت واڑہ

۱۸ روپے	ایک سیر
۳½ سیر	ایک پسیری
۷ سیر یا دو پسیری	ایک دھڑی
۴ دھڑی	ایک من
۸ من	ایک مونی
۱۰۰ مونیوں کا	ایک مانیہ

بیرسی

۸۰ بھوپالی روپوں کا	ایک سیر

۵ سیر	ایک پسیری
۸ پسیری	ایک من
۳۲ پسیری یا ۴ من	ایک مونی
۱۰۰ مونیوں کا	ایک مانیہ

شجاع الپور

۸۰ بوندی روپے	ایک سیر
۳ ½ سیر	ایک پسیری
۲ پسیری	ایک دھڑی
۴ دھڑی یا ۲۸ سیر	ایک من
۸ من	ایک مونی
۱۰۰ مونیوں کا	ایک مانیہ

مندرجۂ بالا پیمانے دیسی معلومات کی بنا پر مرتب کئے گئے تھے کیپٹن ڈینجر فیلڈ نے اندور کے اوزان کا انگریزی پیمانے کے ساتھ صحیح طور پر مقابلہ کر کے جو نتیجہ پیش کیا تھا وہ حسب ذیل ہے :-

ایک سیر مساوی ہوتا ہے ۸۲ حالی[عا] یعنی سکۂ رائج الوقت کے وزن کے برابر-

		پونڈ	اونس	ڈرام	گرین
ایک سیر = ۸۲ حالی روپے	=	۲	۱	۳	۰
۲ ½ سیر یا نصف پسیری = ۲۰۵ " "	=	۵	۰	۷	۳۰
۵ سیر یا گرانے کی پسیری = ۴۱۰ " "	=	۱۰	۰	۱۵	۰
۵ سیر اور ۱۰ اسیر یا غلے کی پسیری = ۴۲۰ "	=	۱۰	۵	۱	۴۰

عا - اجین - اندور اور رائی سیر کے روپوں میں قدر فلزی کے اعتبار سے اگرچہ کچھ فرق ضرور ہے لیکن ان کی قدر قانونی یکساں ہے اسی لئے ان سب کو حالی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی حالیہ یا سکۂ رائج الوقت کے ہیں۔

۳۶۵

چھوٹی یا کرانے کی پسیری (جس سے خشک اشیا تولی جاتی ہیں) ہی کے حساب سے بازار میں ساری چیزیں فروخت کی جاتی ہیں۔ لیکن بنیا (یا چلر فروش (غلہ تری یعنی غلے کی پسیری سے خریدتا ہے۔ غلے کا من ۸ پسیری یا ۴۰ سیر کا ہوتا ہے لیکن کرانے کا من جیسے افیون، گھی، گرم مسالے، تیل جیسی چیزوں کا ۸ پسیری یا ۴۸ سیر کا ہوتا ہے

	پونڈ	اونس	ڈرام	گرین
اس لئے غلے کے من کا وزن =	۸۲	۴	۹	۴۰
اور افیون اور کرانے کا من =	۸۰	۷	۸	۰

خشک اشیا کے لئے جو اوزان استعمال کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر غلہ، نمک وغیرہ کے اوزان سے مختلف ہیں۔ اور آخر الذکر بھی کسی ایک ضلع بھر میں ایک قسم کے نہیں ہیں کسی ایک بڑے قصبے میں جو مروج ہوتے ہیں وہ اسی نام سے موسوم ہوتے ہیں مثلاً خشک اشیا کے لئے قصبۂ بھیلسا میں حسب ذیل اوزان مروج ہیں :-

۸۰ بھیلسا روپے کا	ایک سیر
۵ سیر	ایک پسیری
۸ پسیری	ایک من

مزید براں غلے نمک وغیرہ کی خرید و فروخت پرگنے بھر میں کہیں بھی تول کے حساب سے نہیں بلکہ ناپ کے حساب سے ہوتی ہے جو حسب ذیل جدول کے قریب قریب ہے۔ جو درحقیقت قصبے کے مندرجۂ بالا معیاری اوزان سے بہت کچھ مختلف ہے :-

۴۰ روپے کا	ایک پئے
۱۰ پئے کا	ایک گورا
۸ گوروں کا	ایک من
۴ من	ایک مونی

پسیری کے لفظی معنی تو پنج یا پانچ سیر کے ہیں لیکن روپے کا وزن مختلف ہونے کی وجہ سے (کیونکہ روپوں کی مقررہ ایک خاص تعداد کا سیر ہوتا ہے)

اور دوسرے اسباب کی بنا پر پسیری پانچ سیر سے اکثر و بیشتر زاید ہی ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سیر کا وزن بھی اسی طرح سے بدلتا رہتا ہے۔
وسط ہند کے اوزان اور پیمانوں کے مختلف النوع ہونے کا جب ہمیں علم ہو تو اس بات کا پتا چل سکتا ہے کہ خاص خاص مقامات اور دیہات کے کسی ایک مقررہ وزن میں کیا تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

ضمیمہ شمارہ (۹)

وسط ہند میں پچھلے پچیس سال کے تین دور کے لئے اوسط شرح بیمہ

از مقام	تا بہ مقام	تجارتی اشیا	۲۵ سال قبل بیمہ	بیمہ مالوے کی پچھلی ۲۰ سالہ بدامنی کے زمانے میں	۱۸۲۰ء میں بیمہ
اندور	چتوڑ	پارچہ	۱۰ فی صد	تجارت بند	تجارت بند
ایضاً	جاورہ	ایضاً	—	ایضاً	ایضاً
ایضاً	ایضاً	تمباکو	۶ ر ۴ ر ۳ ر فی صد	ایضاً	ایضاً
بھیلواڑہ وغیرہ سانگانیر	اندور	پارچہ	۱۲ فی صد	ایضاً	ایضاً
ایضاً	ایضاً	تمباکو	۸ ر "	ایضاً	ایضاً
مالوہ	جہانپور	ایضاً	۱۶ ر "	ایضاً	ایضاً
اندور	منڈلیسور	پارچہ	۸ ر	۲ ۱/۲ روپیہ	۱ ر

عہ جواہرات اور سونا ساتھ لے جایا جا سکتا ہے اس لئے بیمہ کرنے والے کو اس بات سے بہت کم آمدنی ہوتی ہے۔ چاندی بھی مقابلۃً کم۔ پارچہ۔ افیون کرانہ خشک سامان بشمول گرم مسالہ۔ جڑی بوٹی۔ خشک میوہ اور اس قسم کی تمام چیزیں سوائے نمک کے اسی نرخ سے بیمہ کرائی جاتی ہیں۔

از مقام	تا بہ مقام	تجارتی اشیا	۲۵ سال قبل بیمہ	بیمہ مالوے کی پچھلی ۲۰ سالہ بدامنی کے زمانے میں بیمے کی حالت	۱۸۲۰ء میں بیمہ
اندور	رتلم	پارچہ	۶/ فی صد	۲ روپے	۶/
ایضاً	ایضاً	کرانہ	۴/	¼ ۱ روپیہ	۴/
ایضاً	کچرودڈ	پارچہ	۱۰/ ”	½ ۱ روپیہ	۴/
ایضاً	ایضاً	کرانہ	۴/ ”	¼ ۱ روپیہ	۳/
کوٹہ	اندور	پارچہ	½ ۱/ ”	للعہ تا صہ روپے	۱۴/
اندور	کوٹہ	افیون	¼ ۱/ روپیہ	للعہ ”	۱۴/
جے پور	اندور	پارچہ وغیرہ	۲ روپے	۲ ”	½ ۱ تا ¾ ۱ روپے
مالوہ	جے پور	چاندی۔ روپیہ اور چاندی کی گدیاں	¼ ۱ روپیہ	½ ۳ تا ۴ روپے	تجارت بند
ایضاً	ایضاً	سونا	ایک روپیہ	½ ۲ روپے	۲/ تا ۸/
ایضاً	ایضاً	جواہرات موتی وغیرہ	۱۲/ ”	¼ ۱ روپیہ	۶/ فی صد لیکن حال میں اجین کے قریب ڈاکے کی جو واردات ہوئی ایک روپیہ فی صد
۳۶۷ شجاع الپور	اندور	پارچہ	ایک روپیہ	۲ تا ½ ۲ روپے	۶/
اشٹا	ایضاً	ایضاً	½ ۱ روپیہ فی صد	½ ۲ تا ۳ روپے	۸/
مائی بیر	ایضاً	ایضاً	۶/ ”	½ ۳ تا ½ ۴ روپے	۴/
ایضاً	ایضاً	چاندی	۳/ ”	½ ۱ تا ۲ روپے	۳/
اجین	ایضاً	پارچہ	۳/ ”	½ ۱ تا ۲ روپے	۳/
ایضاً	ایضاً	چاندی	۲/ ”	۱۲/ تا ۱۶/	—
اندور	احمد آباد۔ بڑودہ۔ بروچ	افیون اور پارچہ	۱۲/ تا عہ فی صد	سے تا سے فی صد	۱۲/ تا ۴ ۱/ فی صد
ایضاً	گجرات	سکے خشت نقرہ	سے	سے تا عہ	۱ تا ¼ ۱ روپیہ

از مقام	تا بہ مقام	تجارتی اشیا	۲۵ سال قبل بیمہ	بیمہ مالوے کی پچھلی ۲۰ سالہ بدامنی کے زمانے میں بیمے کی حالت	۱۸۲۰ء میں بیمہ
اندور	گجرات	سونے کی مہریں	۱ ۱/۴ روپیہ	۲ تا ۲ ۱/۲ روپے	ایک روپیہ
سورت	اندور	موتی اور قیمتی پتھر	۱ ۱/۲ روپیہ	۲ ۱/۲ روپے	۱۴ر تا ۱۶ر
اندور	پونا	پارچہ	۱ ۱/۴ روپیہ	۴ تا ۶ روپے	تجارت بند
ایضاً	ایضاً	افیون	تجارت بند	تجارت بند	۲ ۱/۲ من کے بوجھ پر ۱۱۰ روپے ایں بیمہ کرا تے اور وہ تمام اخراجات شامل ہیں جو بنئے اپنی طرف سے ادا کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔
پونہ	مالوہ	روپیہ اور چاندی کی خشت	۱۲ر فی صد	۳ ۱/۲ روپے فی صد	۲ تا ۲ ۱/۲ روپے فی صد
نینو پور	مالوہ	پارچہ	۲ تا ۲ ۱/۲ روپے	۵ تا ۷ روپے	۲ ۱/۲ روپے
مالوہ	حیدرآباد	افیون	۱ ۱/۴ روپیہ	۸ تا ۱۰ روپے	۲ ۱/۴ من کے بوجھ پر بہ شمول کرایہ ۹۵ روپے
امراؤتی	مالوہ	پارچہ کرانہ	۸ر تا ۱۰ر	۴ تا ۵ روپے	۱ تا ۱ ۱/۲ روپیہ
حیدرآباد	ایضاً	چاندی اور سونے کے سکے اور خشت	۱۰ر	۳ ۱/۲ روپے	چاندی ۳ سونا ۱ ۱/۲ روپیہ بشمول مصارف
جالنہ	اندور	پارچہ	۲ روپے	۵ روپے	۱ ۱/۴ تا ۱ ۱/۲ روپیہ
ایضاً	ایضاً	چاندی	۱ روپیہ	۳ روپے	۱ ۱/۲ روپیہ بشمول کرایہ
ایضاً	ایضاً	سونے کے ہنگوڑے	تجارت بند	۱ ۱/۲ روپیہ	۱۲ر " "
برہام پور	ایضاً	پارچہ	۱۲ر	۳ ۱/۲ روپے	۱۲ر
ایضاً	ایضاً	چاندی کے سکے اور خشت	۸ر	۲ روپے	۸ر بشمول کرایہ

از مقام	تا بہ مقام	تجارتی اشیا	۲۵ سال قبل بیمہ	بیمہ مالوے کی پچھلی ۲۰ سالہ بدامنی کے زمانے میں	۱۸۲۰ء میں بیمہ
مرزاپور مہو اور جھانسی	اندور	پارچہ	$\frac{1}{2}$ ا روپیہ تا ۲ دو روپے	۵ تا ۶ روپے	$\frac{3}{4}$ ا روپیہ
ایضاً	ایضاً	کرانہ	$\frac{1}{4}$ ا $\frac{1}{2}$ ا روپیہ	۵ روپے	$\frac{1}{4}$ آنا $\frac{1}{2}$ ا روپیہ
چندیری اور بندیلکھنڈ[1]	ایضاً	پارچہ	دو روپے	۶ روپے	۴ تا $\frac{1}{4}$ ۲ روپے
اندور	بھوپال	کرانہ	$\frac{1}{4}$ ا روپیہ	$\frac{1}{2}$ ۳ روپے	$\frac{1}{4}$ ا تا $\frac{1}{2}$ ا روپیہ
سرونج	اندور	پارچہ	$\frac{3}{4}$ ا روپے	۴ روپے	$\frac{1}{2}$ ا تا ۲ روپے
اندور	پالی بمقام مالوہ	پارچہ اور کرانہ	۱۲/ تا عہ	تجارت بند	تجارت بند
ایضاً	اودے پور	پارچہ	۱۴/	تجارت بند	ایضاً
ایضاً	ایضاً	کرانہ	۱۰/	ایضاً	ایضاً

[1] مختلف بیمہ کمپنیوں کے رجسٹرات کے دیکھنے سے ان کی شرح میں تھوڑا سا فرق پایا گیا یہ صرف اوقات کی بنا پر نہیں بلکہ بیمہ کرانے والے کے جذبے اور تجار کے اعتماد کی بنا پر ہے کہ انھوں نے زیادہ بڑھوتری ان کو دے رکھی ہے جن کے متعلق نقصان کی صورت میں فوری ادائی کا انھیں اطمینان تھا ۔

۳۶۹

پرتاب گڑھ میں شرح بیمہ

از مقام	تا بہ مقام	سو روپے قیمت کی ہر چیز پر بیمے کی شرح		
		روپے	آنے	پائی
پرتاب گڑھ	کوٹہ	—	۱۴	—

[1] جو سامان تجارت بھیجا جاتا ہے پرتاب گڑھ میں ان تمام اشیا پر بیمے کی شرح یکساں ہے صرف فاصلے کے اعتبار سے اس میں کمی وبیشی ہو جاتی ہے مثلاً پرتاب گڑھ سے اجین بھیجی جانے والی ساری اشیا پر سو روپے کی مالیت پر ایک روپیہ کے حساب سے ادائی کی جاتی ہے ۔

از مقام	تا بہ مقام	سو روپے قیمت کی ہر چیز پر ہمیسے کی شرح		
		روپے	آنے	پائی
پرتاب گڑھ	بڑودہ	۱	۸	—
ایضاً	احمد آباد	۲	—	—
ایضاً	برہان پور	۲	۴	—
ایضاً	سورت	۲	—	—
ایضاً	جے پور	۱	۸	—
ایضاً	پالی	۱	۴	—
ایضاً	اجمیر	۱	۸	—
ایضاً	کشن گڑھ	۱	۸	—
ایضاً	رتلم	—	۱۰	—
ایضاً	اودے پور براہ جے پور	۱	—	—
ایضاً	دولینی براہ جیور	۱	۴	—
ایضاً	اندور	۱	۴	—
ایضاً	ڈونگر پور	۱	۴	—
ایضاً	لونی ورانی	۱	۴	—
ایضاً	بانسواڑہ	۰	۱۰	—

ضمیمہ شمارہ (۱۰)

مالوے اور دوسرے صوبوں کے درمیان کرایے اور ٹکس کی شرح

ازمقام	تابہ مقام	اشیا کے نام اور احوال	مقدار اشیا	بیل یا ہنڈیاں	شرح کرایہ	شرح ٹکس
اندور	بروچ	افیون اور پارچہ	۱۲۰۰ سیر	ہنڈی مع دو بیل	۶۰ روپے	۶۰ روپے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۲۰ سیر	بیل	۱۷ روپے	۱۰ روپے
ایضاً	ایضاً	کرانہ تمام یا خشک سامان	۱۲ سیر	ہنڈی مع بیل	۶۰ روپے	۲۵ روپے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۲ سیر	بیل	۱۷ روپے	۹ روپے
ایضاً	بڑودہ	افیون اور پارچہ	۱۲ سیر	ہنڈی	۵ روپے	۵ روپے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۲ سیر	بیل	۱۵ روپے	۱۴ روپے
ایضاً	ایضاً	کرانہ	۱۲ سیر	ہنڈی وغیرہ	۵ روپے	۲ روپے

مسئلہ۔ کرانے کی اصطلاح میں تمام اشیا شامل ہیں۔ مفرد دوائیں۔ گرم مسالے خشک میوہ وغیرہ سوائے غلے کے۔

از مقام	تا بہ مقام	اشیا کے نام اور احوال	مقدار اشیا	بیل یا بنڈیاں	شرح کرایہ	شرح ٹیکس
اندور	بڑودہ	کرانہ	۱۲ سیر	بیل	۱۵ روپے	۷ روپے
ایضاً	چھوٹا اودے پور	افیون اور پارچہ	۱۲ سیر	بنڈی	۴ روپے	۴ روپے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۲۰ سیر	بیل	۱۵ روپے	۱۲ روپے
ایضاً	ایضاً	کرانہ	۱۲ سیر	بنڈی	۴۰ روپے	۱۶ روپے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۲۰ سیر	بیل	۱۵ روپے	۵ روپے
ایضاً	امراؤتی	افیون	۹۰ سیر	ایضاً	۲۵ روپے	بہ شمول ٹیکس
امراؤتی	اندور	پارچہ	۱۲۰ سیر	بیل	۲۴ روپے	ایضاً
ایضاً	ایضاً	کرانہ	۱۲۰ سیر	بیل	۱۸ روپے	ایضاً
اندور	ہوشنگ آباد	افیون	۹۰ سیر	ایضاً	۳۵ روپے	ایضاً
ایضاً	ایضاً	پارچہ	۱۲۰ سیر	ایضاً	.	.
ہوشنگ آباد	اندور	ایضا	۱۲۰ سیر	ایضاً	۴ روپے	ایضاً
ایضاً	ایضاً	کرانہ	۱۲۰ سیر	ایضاً	۳۰ روپے	ایضاً
اندور	حیدرآباد	افیون	۹۰ سیر	ایضاً	۵ روپے	ایضاً
ایضاً	ایضاً	پارچہ	۱۲۰ سیر	ایضاً	۴۵ روپے	ایضا
حیدرآباد	اندور	پارچہ	۱۲۰ سیر	بیل	۴۵ روپے	۵ روپے بہ شمول محصول
ایضاً	ایضاً	کرانہ	ایضاً	ایضاً	۲۵ روپے	ایضاً
جھانسی	ایضاً	پارچہ	ایضاً	ایضاً	۱۵ روپے	ایضاً
ایضا	ایضاً	کرانہ	ایضاً	ایضاً	۱۰ روپے	ایضاً
کوٹہ	ایضاً	پارچہ	۱۱۰ سیر	ایضاً	۳۰ ۱/۴ سیر	ایضاً
ایضاً	ایضاً	کرانہ	ایضاً	ایضاً	۱۲ ۱/۲ سیر	ایضا
اندور	کوٹہ	افیون	ایضاً	ایضاً	۱۳ روپے	ایضاً
ایضاً	امراؤتی	گھوڑے	.	-	۱۵ روپے	فی گھوڑا

۳۷۱

از مقام	تا بہ مقام	اشیا کے نام اور احوال	مقدار اشیا	بیل یا بنڈیاں	شرح کرایہ	شرح ٹیکس
اندور	امراؤتی	اونٹ	۰	۰	۱۴ روپیہ	فی اونٹ
ایضاً	برہانپور	ایضاً			۱۰ روپیہ	ایضاً
ایضاً	ایضاً	گھوڑے	۰	۰	۱۱ روپیہ	فی گھوڑا
رتلام	اندور	افیون	۲۰ سیر	۰	۱½ روپیہ	بہ شمول محصول
نولی	ایضاً	ایضاً	۲۰ سیر		۱ روپیہ	بہ شمول محصول

۳۷۲

ضمیمہ شمارہ (۱۱)

ان تمام اشیاء پر محصول جو مستقر ڈونگرپور اور مستقر بانسواڑے میں درآمد ہوئیں

ڈونگرپور

	روپیے	آنہ	پائی
کرانے کے ہر بوجھ پر یا خشک سامان جیسے روئی۔ ریشم۔ گھی۔ نیل۔ گوند۔ موم۔ تمباکو۔ شکر، قند ان تمام اشیا کے ہر سو بوجھ پر ۳۴ روپے کے حساب سے۔	۷	۱	۰
افیون اور چادر کے کپڑے کے ہر بوجھ پر یا ان کے ہر سو بوجھ پر ۵۱۸ روپیے ۱۱۲ کے حساب سے۔	۵	۳	۰
نمک اور غلے کے ہر بوجھ پر	۰	۲	۰
ہاتھی دانت اور نیل کے ہر بوجھ پر بحساب ۹۱۸ روپیے ۲ر فی سو بوجھ	۹	۳	۰
لوہے کی کچی دھات کے ہر بوجھ کے لئے	۰	۱۰	۰
پکے لوہے کے ایک بوجھ کے لئے	۱	۳	۰

فی بوجھ ار کے حساب سے ساہوکاری لگائی جاتی ہے۔

بنجارے جوکہ باگڑھ اور مالوے کے اصلی باشندے ہیں اس لئے وہ حسب ذیل ٹیکس ادا کرتے ہیں :-

	روپے	آنے	پائی
نمک کے ہر سو بوجھ پر۔	۱۳	۰	۰
گڑ کے ہر سو بوجھ پر۔	۲۵	۰	۰
غلے کے ہر سو بوجھ پر۔	۱۳	۸	۰
افیون کے ہر ایک بوجھ پر۔	۳	۴	۰
کپاس اور ریشم کے ایک بوجھ پر۔	۱	۶	۰
کرانے یا خشک سامان کے ایک بوجھ پر۔	۰	۱۱	۰
ہاتھی دانت کے ایک بوجھ پر۔	۹	۳	۰
گھی۔ تیل۔ تمباکو اور تانبے کے ایک بوجھ پر۔	۰	۱۱	۰
لوہے کے ایک سو بوجھ پر	۲۱	۸	۰
سناری (ٹوچن۔ چماروں کے اوزار) کے سو بوجھ پر	۳۰	۰	۰

خواہ کتنے ہی آدمی کیوں نہ ہوں ہر قافلے کو ایک روپیہ کے حساب سے کروڑ گیری وصول کرنے والے کو دینا ہوگا۔ ہر سو بوجھ کے لئے ہر ملاقات کے لئے ایک ادھ پیسہ اور صبح کے ناشتے کے لئے ۸/-

بانسواڑہ

	روپے	آنے	پائی
کرانے یا خشک سامان کے ہر بوجھ پر۔	۰	۱۱	۰
ہر قسم کے سوت پر۔	۲	۰	۰
ریشم چادروں کا کپڑا۔ افیون۔ ہاتھی دانت۔	۴	۸	۰
تمباکو۔	۰	۱۱	۰
کپاس۔	۰	۱۰	۰
گھی اور تیل۔	۱	۰	۰

	روپے	آنے	پائی
نمک کے ہر سو بوجھ پر	۱۴	۰	۰

۳۷۳ اُن اشیا کی فہرست جو مالوے میں درآمد ہوتی ہیں خواہ وہ اس ضلع میں فروخت ہوتی ہوں یا یہاں سے گزرتی ہوں :-

	روپے	آنے	پائی
سوتی موٹا کپڑا فی بیل	۲	۰	۰
برہام پور اور چاندہر کا سوتی کپڑا۔	۳	۸	۰
شاہجہاں پور کا سوتی کپڑا۔	۳	۴	۰
تانبا اور پیتل ۔	۱	۴	۰
افیون ۔	۴	۸	۰
غلہ ۔	۰	۲	۰
گھی اور تیل	۱	۰	۰
کرانہ اور تمباکو	۰	۱۱	۰
کپاس	۰	۱۰	۰

(برآمد جو اسی ضلع کی پیداوار ہے کہیں بھی لیجائی جاتی ہو)

	روپے	آنے	پائی
گھی اور تیل فی ڈبہ	۱	۰	۰
چانول	۰	۲	
گوند ۔ ادرک ۔ پچے ۔ سنگاڑے کے پھول چمڑے لوہا وغیرہ ۱۰ ار			
شہد اور موم	۱	۴	۰

(نوٹ) ۔ جب محاصل ادا کر دیے جائیں تو ایک پروانۂ راہ داری دیا جاتا ہے تاکہ دار یعنی جو لوگ ناکے یا درۂ گھاٹ وغیرہ پر متعین کئے جاتے ہیں وہ ان لوگوں کو گرفتار کر لیتے ہیں جن کے یہاں پروانۂ راہ داری نہیں ہوتا اور یہ بنجارا کار لوگ ڈیڑھ آنہ فی صد کے حساب سے بلا امتیاز ہر لدو بیل پر ٹیکس وصول کر لیتے ہیں ۔

مزید براں سامان پر ایک معمولی سا محصول حقِ حفاظت کے نام سے وہ ٹھاکر یا زمیندار بھی وصول کر لیتے ہیں جن کے علاقوں میں سے

یہ مال لیجایا جاتا ہے جب پرتاب گڑھ کا کوئی باشندہ افیون لے آتا ہے تو اس کو حسب ذیل محاصل دینے پڑتے ہیں۔

	روپے	آنے	پائی
سرکار کو ہر بیس سیر کے لئے۔	۳	۱۱	۰
کامدار کو۔	۰	۱	۰
جملہ	۳	۱۲	۰

غریب کاشتکار (جو کہ وہاں کے پرانے متوطن ہیں) جو بہت کم مقدار میں چھوٹے برتنوں میں رکھ کے افیون شہر میں لے آتے ہیں ان کو صرف یہ دینا پڑتا ہے:۔

سرکار کو۔	۶	۴	۰
کامدار کو	۰	۱	۰
جملہ	۶	۵	۰

اگر شہر میں اس کو فروخت کر دیں تو یہ لوگ ہر بیس سیر پر ۵ روپے ہم وزن افیون دیتے ہیں۔ اگر دوبارہ واپس لیجائیں تو زائد محاصل عائد کر کے ہر بیل کے بوجھ کے لئے جملہ رقم چار روپے ۱۲ آنے ۶ پائی کر دیجاتی ہے۔ رعایائے غیر کو شہر میں سے افیون لیجانے کے لئے بیل کے ہر بوجھ کے لئے ۱۲ زائد دینے پڑتے ہیں۔

غیر ملکی لوگ جو شہر میں سے افیون لے جاتے ہیں تو ان سے فی پوٹھی یا ایک بیل کے بوجھ کے لئے جملہ پانچ روپے ۱۲ آنے کی رقم دینی پڑتی ہے۔ دیوالی کے بعد صرف شہر کے باشندوں کو قلیل مقدار میں کچھ زاید محصول دینا پڑتا ہے پارچہ گوم مسالہ۔ ریشم۔ غلّے وغیرہ جیسی اشیا جو پرتاب گڑھ لائی جاتی ہیں یا وہاں فروخت کی جاتی ہیں یا وہاں سے

۳۷۴

کہیں اور لیجائی جاتی ہیں۔ ان پر قیمت کے مطابق و نیز اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے کہ آیا فروشندے اس شہر کے باشندے ہیں یا ضلع کی دوسری رعایا سے ہیں یا غیر ملکی ہیں غرض اِن اُمور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ اس طرح ضلع بھر میں اس قسم کے پندرہ اور مقامات ہیں جہاں سامان کے گزرنے یا حقِ حفاظت کے نام سے ہلکے محاصل عائد کئے جاتے ہیں۔

۳۷۵

ضمیمہ شمارہ (۱۲)

(۱۸۱۹ء میں وسط ہند کے علاقہ جات کی آمدنی خام کا خلاصہ اور ۱۸۲۴ء کے لئے اس کا تخمینی اضافہ۔

روسا اور سرداروں کے اسما	۱۸۱۹ء میں مداخل	۱۸۲۴ء میں تخمینی رقم	کیفیت
	روپے	روپے	
دولت راؤ سندھیا	۱۲۰۹۸۰۵۴۹	۱۴۳۲۰۲۲۷	سندھیا کی ریاست میں ۱۵ فی صد متوقع اضافے کا حساب لگایا گیا ہے لیکن یہ دراصل پانچ سال کے مسلسل امن وامان کی صورت میں جو حقیقی اضافہ ہوگا اس سے بلاشبہ بہت ہی کم ہے
ملہار راؤ ہولکر	۱۷۰۹۶۰۱۸۳	۲۷۰۴۱۰۷۳۹	۱۸۱۹ء کے لئے ہولکر کے مداخل کا شمار ان حسابات سے لیا گیا ہے

روساء اور سرداروں کے اسماء	۱۸۱۹ء میں مداخل	۱۸۲۴ء میں تخمینی رقم	کیفیت
			جو اس کے وزیر نے پیش کئے تھے اور ایک لاکھ کا اضافہ سائر یعنی کروڑگیری کے عنوان سے کیا گیا ہے ۱۸۲۴ کا تخمینہ اہلیا بائی کے زمانے کے مداخل کے حساب سے کیا گیا ہے اور ڈیڑھ لاکھ روپے کا اضافہ محاصل میں شمار کیا گیا ہے تانتیا جوگ کو توقع ہے کہ مسلسل امن و امان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اندرون پانچ سال مداخل کی مقدار آخر الذکر رقم کے برابر ہو جائے گی اور جوں جوں آبادی میں اضافہ ہوگا رقم میں بھی بہت زیادہ اضافہ عمل میں آئے گا۔
دھار کے سردار (پوار)	۲۶۷ و ۰۰۴	۶۵۴ و ۴۱۲	۱۸۱۹ء کے لئے دھار کے مداخل کا حساب ان کاغذات کی بنا پر کیا گیا ہے جو وزیر نے فراہم کئے تھے ۱۸۲۴ء کے لئے جملہ رقم کا حساب انند راؤ پوار کے زمانے کے دستاویزات اور تخمینے کی بنا پر ہے۔ محاصل میں اغلباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ کا اضافہ شمار کیا گیا ہے اس علاقے کے

نمبر	روسا اور سرداروں کے اسما	۱۸۱۹ء میں مداخل	۱۸۲۳-۱۸۲۴ء میں تخمینی رقم	کیفیت
۳۷۶	دیواس کے سردار (پاوارس)	۱۰۹۳۷۵	(۶۰۰۰۰۰)	مداخل دس پندرہ سال کے عرصے میں جب کہ لوگ پوری طرح آباد ہو جائیں تو خاصہ اضافہ ہو جائے گا۔ ۱۸۱۹ء کے لئے دیواس کے مداخل اور ۱۸۲۴ء کے لئے رقم کا تخمینہ ریاست دھار کی طرح کے مفروضات اور اصولوں پر کیا گیا۔
	برطانوی حکومت	۱۸۲۹۷	۳۶۸۲۹۷	۱۸۱۹ء کی میزان میں دس روپے سالانہ کی وہ رقم بھی شامل ہے جو ڈونگرپور اور بانسواڑہ سے خراج کی بقایا میں وصول ہوئی ہے مشرقی شجاع البور اور علاقہ جات خریدا کے مقررہ اضافے کے عنوان سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ ادا کئے گئے۔ ان عہدہ داروں کے اندازے کے بموجب جن کے تحت یہ اضلاع اس وقت ہیں آمدنی میں اور اضافہ ہو سکتا ہے!
	کوٹہ کا راجہ	۴۷۵۰۰	۴۷۵۰۰۰	والی کوٹہ کے مداخل کا شمار اس وقت بھی اتنا ہی زیادہ

رؤساء اور سرداروں کے اسماء	۱۸۱۹ء میں مداخل	۱۸۲۴ء میں تخمینی رقم	کیفیت
			کیا گیا ہے جتنا کہ آج سے پانچ سال بعد ہونے کی توقع ہے بھوپال کی آمدنی کا شمار بغیر کسی صحیح اعداد کی موجودگی کے کیا گیا ہے لیکن یقیناً ۱۸۱۹ء کی حقیقی وصول یابی اور ۱۸۲۴ء کے تخمینے سے بہت کم کر کے دکھایا گیا ہے جب اس شہر کی آبادی اصلی حالت پر آجائے گی تو اُس کے مداخل کم از کم ۳۵ لاکھ روپے ہو جائیں گے۔
نواب امیر خاں	۶۰۰،۰۰۰	۱۰۰۰،۰۰۰	
نواب غفور خاں	۵۰۰،۰۰۰	۷۰۰،۰۰۰	
راجہ رتلم	۴۰۳۲۷۵	۵۵۰،۰۰۰	
راجہ سلانہ	۱۱۱۸۲۵	۲۰۰،۰۰۰	ان تمام رؤساء کے اندرون پانچ سال اضافے کے حسابات ہر ایک چھوٹی ریاست سے متعلقہ کئی ایک دستاویزات کے باہمی مقابلے کی بناء پر مرتب کئے گئے ہیں۔
راجہ پرتاب گڑھ	۲۸۴۳۱۳	۴۰۰،۰۰۰	
راول ڈونگر پور	۲۴۳۵۸۰	۲۵۲۱۲۸	
راول بانسواڑہ	۲۴۹۴۳۸	۵۰۰،۰۰۰	
راجہ لوناواڑہ	۴۰۴۳۷	۸۰،۰۰۰	
راجہ مجیھرا	۴۰،۰۰۰	۱۰۰،۰۰۰	
راجہ جیوہ	۱۵۰،۰۰۰	۲۰۰،۰۰۰	
راجہ سیتامئو	(۱۵۰،۰۰۰)	(۲۰۰،۰۰۰)	
راجہ سونت / رامپورا	(۴۵،۰۰۰)	(۷۵،۰۰۰)	ان تمام رؤسا کے اندرون پانچ سال اضافے کے حسابات ہر ایک چھوٹی

۲۷۷

رؤساء اور سرداروں کے اسماء	۱۸۱۹ء میں مداخل	۱۸۲۴ء میں تخمینی رقم	کیفیت
راجہ باریا راجہ علی موہن راجہ راجگڑھ راجہ نرسنگھ گڑھ	(۵۷و۰۰۰) (۳۰و۰۰۰) (۵۰و۰۰۰) (۶۰و۰۰۰)	(۸۵و۰۰۰) (۴۵و۰۰۰) (۱۰۰و۰۰۰) (۱۰۰و۰۰۰)	یہ ریاست سے متعلقہ کئی ایک دستاویزات کے باہمی مقابلے کی بناء پر مرتب کئے گئے۔
۱۸۱۹ء کی میزان	۳۳۶و۹۹۱۸۶	۲۹۸۷۶۸۰۳	

(فٹ نوٹ متعلقہ ضمیمہ شمارہ (۱۲)

ان علاقے جات کے مداخل کے تخمینے بابتہ ۱۸۱۹ء اور ۱۸۲۴ء جو مرتب کئے گئے ہیں وہ ان معلومات کی بناء پر ہیں جن کو نامکمل سمجھا جا سکتا ہے لیکن وہ کافی طور پر صحیح ہیں اور ان سے مالوے اور اس کے قریب وجوار کے صوبوں کے متعلق ہر دو سنین کی بابت آمدنی خام کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اگر ملک میں امن وامان بغیر کسی رکاوٹ کے آئندہ پانچ سال تک اسی طرح قائم رہے تو بلاشبہ ۱۸۲۴ء میں یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ جائے گی کہ جو تخمینہ کیا گیا تھا وہ حقیقی آمدنی سے کم تھا۔

۳۷۸

ضمیمہ شمارہ (۱۳)

مالوے کے رئیسوں اور سرداروں کے فوجی عملے

سندھیا سوار { مسلمان ۴۶۰۵ / ہندو ۴۸۶۶

جملہ ۹۴۷۱

پیدل { مسلمان ۱۴۰۰ / ہندو ۱۲۳۰۰

جملہ ۱۳۷۰۰

سربندی اور قلعوں کی محافظ فوج ۶۴۳۵

سوار { مسلمان ۸۲۰ / ہندو ۲۶۴۵

جملہ ۳۴۶۵

ہولکر پیدل { مسلمان ۵۰
ہندو ۱۵۰

جملہ ۲۰۰

سربندی اور محافظ فوج وغیرہ ۱۰۰۰

دھار سوار { مسلمان ۴۰
ہندو ۲۳۰

جملہ ۲۷۰

پیدل ۔ فوج بے قاعدہ سربندی وغیرہ ہندو ۸۸۷

دیواس سوار ہندو ۱۴۰
پیدل { ہندو (بے قاعدہ وغیرہ) ۲۰۰

جملہ ۳۴۰

کوٹہ سوار { مسلمان ۷۰۰
ہندو ۳۵۰۰

جملہ ۴۲۰۰

پیدل { مسلمان ۱۹۶۰
ہندو ۸۰۴۰

۱۰,۰۰۰

پیدل ہندو اور راجپوت
سربندی محافظ فوج وغیرہ ۱۰۷۰۰

۳۷۹ بھوپال سوار { مسلمان ۲۰۰۰ سربندی اور بے قاعدہ } ۲۴۰۰

پیدل ۔ مسلمان اور افغان ۱۰۰۰

ہندو ۶۰۰

جملہ ۱۶۰۰

بانسواڑہ

سوار۔ راجپوت ۳۰۲

پیدل { مسلمان ۲۵۰ ، ہندو ۸۳۷ }

جملہ ۱۰۸۷

ڈونگرپور

سوار۔ راجپوت ۲۷۸

بے قاعدہ رر گوسائیں اور موگی ۸۵۳

پرتاب گڑھ

سوار۔ راجپوت ۱۵۶

ہر قسم کی بے قاعدہ جمعیت ۷۹۸

سہتاماہو

سوار راجپوت ۲۷۰ ہر قسم کی بے قاعدہ جمعیت ۶۶۰

امنت واڑہ

ہندو زمیندار ۶۳۰+ پیدل۔ بے قاعدہ سربندی وغیرہ ۱۰۰۰-

کاچی پور

سوار۔ راجپوت ۶۰

(پیدل) بے قاعدہ ہر قسم کے ۳۰۰

غفور خاں

سوار۔ مسلمان ۶۰۰

سربندی۔ بے قاعدہ وغیرہ ۱۵۰

میزان ۷۳۸۱۲

ضمیمہ شمارہ (۱۴)

(الف)۔ مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر اور پار راجگان دھار اور دیواس کے علاقہ جات کی آبادی جو مالوے میں واقع ہیں

علاقہ جات ہولکر	مکان یا خاندانوں کی جملہ تعداد		سیوائے آبادی کے کل خاندان	فوجیوں اور دستکاروں کے پیشے خاندان	مرد	عورتیں	بارہ سال یا اس سے کم عمر کے بچے	کل آبادی
	ہندو	مسلمان						
پرگنہ مہید پور جس میں ۲۱۳ آباد قصبات اور دیہات شامل ہیں	۱۰و۱۹۱	۲۵۳	۷۴۹۶	۲۹۴۸	۱۵و۰۱۸	۱۴و۱۸۱	۱۴و۹۰۲	۴۴و۱۰۱
پرگنہ پچھلی پور ۵۶ "	۲۲۱۴	۵۶	۱۷۲۵	۵۴۵	۴۲۵۲	۳۷۸۲	۴۱۲۷	۱۲و۱۶۲
پرگنہ رائے پور ۲۱ "	۱۴۳۰	۷	۸۹۷	۵۴۰	۲۳۹۹	۲۲۰۴	۱۸۸۰	۶و۴۸۳
پرگنہ دیپلپور ۱۹۳ "	۸۱۵۶	۳۶۵	۴۹۸۳	۱۵۴۱	۱۰۸۷۴	۱۱۴۱۲	۱۲۰۲۴	۳۴۳۱۰
پرگنہ زیرہ پور ۱۶۴ "	۲۶۳۱	۳۱	۱۱۰۸۹	۹۸۴	۴۳۳۳	۳۶۰۷	۴۱۳۳	۱۲۰۷۳
پرگنہ حاصل پور ۱۷ "	۶۲۳۷	۵۱	۴۵۵	۲۳۳	۸۸۱	۸۵۷	۸۴۰	۲۵۳۸

پرگنۂ سونیل ۲۶ "	۱۹۴۱	۱۲۴	۱۶۲۲	۴۴۳	۲۶۴۴	۲۶۷۱	۳۱۵۶	۸۴۷۱
پرگنۂ ساویر ۱۰۸ "	۵۳۸۱	۲۱۸	۴۲۷۳	۱۳۲۶	۷۴۰۷	۶۷۲۴	۷۷۳۱۳	۲۲و۸۶۴
پرگنۂ سوندرسی "	۱۲۶۸	۱۱۵	۹۳۹	۴۲۴	۱۸۲۵	۱۷۳۰	۱۸۶۱	۵۴۱۲
پرگنۂ بٹیما ۴۲ "	۱۸۷۲	۱۵۹	۱۳۴۹	۶۸۲	۲۶۳۷	۲۵۷۴	۲۴۰۶	۷۶۱۷
پرگنۂ اندویر ۱۸۵ "	۱۲۵۸۲	۵۰۷	۱۰۱۸۷	۲۹۰۲	۱۳۷۲۳	۱۳۷۷۲	۱۳۹۶۶	۴۱و۴۶۱
ہولکر کا پایۂ تخت شہر اندور	۳۵۷۷	۶۵۸	۳۵۹۰	۶۴۵	—	—	—	۶۳۵۶۰
ہولکر کے کیمپ اور دربار کا اندازہ لگایا گیا ہے	-	-	-	-	-	-	-	۲۰و۰۰۰
پرگنۂ کیتھا مع ۲۲ گاؤں	۱۴۱۲	۴۹	۱۰۳۵	۴۲۶	۲۲۵۰	۲۲۰۳	۲۱۶۵	۶۶۱۸
پرگنۂ نندوا مع ۲۳ گاؤں	۴۲۹	۱	۲۸۴	۱۴۶	۷۷۷	۶۳۹	۵۲۲	۱۹۳۸
پرگنۂ سنارا مع ۸ گاؤں	۱۱۹۷	۱۱	۱۰۱۴	۱۹۴	۱۸۱۷	۱۶۵۷	۱۶۵۹	۵۱۳۳
پرگنۂ بمبورا مع ۴۹ گاؤں	۳۰۶۴	۲۰۹	۲۶۱۷	۶۵۶	۴۵۷۶	۴۴۳۱	۴۳۹۹	۱۳و۴۰۶
پرگنۂ تارانا مع ۱۴۱ گاؤں	۶۲۶۱	۲۱۶	۴۴۲۱	۲۱۵۶	۸۴۴۲	۸۳۱۵	۹۴۱۴	۲۶و۱۷۱
پرگنۂ رامپورہ ۳۶۴ آباد	۱۷۴۸۹	۷۶۲	۱۴۰۱۸	۴۲۲۳	۲۵و۴۰۰	۲۴۷۴۵	۲۳۲۴۴	۷۲و۴۸۹
پرگنۂ نارائن گڑھ مع ۹۴ مواضعات	۳۱۶۲	۴۶	۲۱۳۲	۱۰۷۶	۴۸۵۸	۴۳۲۸	۳۳۹۱	۱۲۵۷۷
پرگنۂ کاٹ کوٹ مع ۱۲ مواضعات	۱۴۸	۳	۷۲	۷۹	۱۵۹	۱۴۹	۱۷۸	۴۸۶

۳۸۱

علاقہ جات ہولکر	مکانوں اور خاندانوں کی جملہ تعداد — ہندو	مسلمان	[illegible] آبادی کے خاندان	جینیوں اور [illegible] خاندان	مرد	عورتیں	بارہ سال سے کم عمر کے بچے	کل نفوس
کنٹونمنٹ ماہو جس میں فوجیں شامل نہیں ہیں یعنی ہندوستانی آبادی								۱۳۰۰۰
مالوہ اور دکن								۳۷۳۱
غفور خاں کی جاگیر								
پرگنہ جورہ	۴۷۶۰	۱۲۶	۳۵۰۸	۱۳۷۸	۷۴۸۵	۶۷۵۵	۵۹۷۰	۲۰۲۱۰
پرگنہ تال مع ۴۲ مواضعات	۲۶۵۳	۱۳۳	۱۷۰۸	۱۷۰۸	۴۳۸۶	۴۰۰۱	۳۹۲۱	۱۲۳۰۸
پرگنہ سنجید مع ۴۷ مواضعات	۱۷۸۶	۱۰	۱۳۱۲	۴۸۴	۲۷۷۴	۲۳۰۹	۲۰۶۸	۷۱۵۱
پرگنہ منڈاول مع ۲۵ مواضعات	۱۴۷۱	۱۰	۹۴۹	۵۳۲	۲۸۱۳	۲۴۴۰	۳۸۶۴	۹۱۱۶
پرگنہ بڑودہ مع ۲۲ مواضعات	۱۵۹۰	۶۷	۱۱۷۸	۴۷۹	۱۴۰۷	۲۴۴۸	۲۱۹۳	۶۰۴۸
پرگنہ ملہار گڑھ مع ۹۴ مواضعات	عدم وصول				۴۱۹۲	۴۰۱۲	۳۹۲۱	۱۲۱۲۵

الف) ضمیمہ شمارہ (۱۴)

علاقہ جات دھار	مکانوں یا خاندانوں کی تعداد — ہندو	مکانوں یا خاندانوں کی تعداد — مسلمان	سیوائے آبادی کے خاندان	فوجوں وغیرہ کے خاندان	مرد	عورتیں	بارہ سال سے کم عمر کے بچے	کل آبادی
پرگنہ بدناور مع ۱۵۰ مواضعات	۷۴۸۴	۲۵۱	۵۰۱۶	۲۷۱۹	۱۱۰۱۱	۱۰۷۰۹	۹۳۹۹	۳۱۱۱۹
پرگنہ دھار مع ۱۵۱ مواضعات	۷۰۴۲	۵۳۱	۴۵۰۶	۲۷۶۶	۱۰۳۹۲	۱۰۲۳۸	۱۰۰۶۵	۳۰۶۹۵
پرگنہ نالچہ مع ۱۰ مواضعات علاقہ جات راجہ دیواس	۵۴۶	۱۱	۳۴۰	۲۱۶	۷۷۹	۷۲۳	۶۶۱	۲۱۶۳
پرگنہ الوٹ ۸۰ مواضعات	۲۲۶۹	۴۷	۱۴۶۶	۸۵۰	۰	۰	۰	۸۶۸۵
تپہ گرگوچہ ۱۹ مواضعات	۹۱۳	۱۴	۶۰۶	۲۲۰	۰	۰	۰	۳۴۷۶
پرگنہ سارنگپور ۵۴ مواضعات	۲۷۹۴	۲۵۱	۲۴۴۵	۶۰۳	۰	۰	۰	۱۱۴۳۰
پرگنہ رنگاڑ ۱۳ مواضعات	۱۴۵۲	۳۷	۱۳۶۵	۱۲۴	۰	۰	۰	۵۵۸۳
پرگنہ دیواس ۲۳۲ مواضعات	۶۴۵۸	۵۱۲	۵۰۹۲	۱۸۶۸	۰	۰	۰	۲۶۱۳۷
شہر دیواس —	۹۸۱	۲۰۶	۱۰۰۲	۱۸۵	۰	۰	۰	۴۴۵۱

علاقہ جات دھار	مکانوں یا خاندانوں کی تعداد		بیوت آبادی مع غیر خانمان	فوج وغیرہ کے خانمان	مرد	عورتیں	۱۲ سال سے کم عمر کے بچے	جملہ آبادی
	ہندو	مسلمان						
شہر بڑودہ	۲۶۱	۷	۲۳۲	۳۶	·	·	·	۱۱۰۵
پرگنہ راگو گڑھ مع ۱۱ مواضعات	۵۶۰	۲۰	۳۵۲	۲۸	·	·	·	۲۲۵۰
بھیلوں کی آبادی جن کا بطور خاص جدول (ج) میں ذکر آیا ہے								۳۹۶۵
جملہ	۱۲۸و۱۴۸	۵۹۶۴	۱۰۶۷۶۷	۳۵۹۶۶	۱۵۹۴۶۲	۱۴۲۶۴۶	۱۵۴۰۹۸	۶۳۴۶۳۲

ب ۔ نیمور کے علاقہ جات کی آبادی

ہولکر کے مقبوضات	مکانوں یا خاندانوں کی جملہ تعداد: ہندو	مکانوں یا خاندانوں کی جملہ تعداد: مسلمان	سیوائے کاشتکاروں کے خانہ دار	نوکری اور دوسرے پیشہ و دستکاران	مرد	عورتیں	۱۲ سال سے کم عمر کے	جملہ آبادی
پرگنہ ماہیدپور جس میں ۱۴۴ دیہات و قصبات شامل ہیں۔	۳۵۲۰	۳۵۶	۳۴۶۴	۴۱۲	۳۸۰۶	۴۳۹۵	۳۲۸۵	۱۱۴۸۶
پرگنہ چولی ایضاً ۵۔	۲۶۹	۴	۲۸۴	۸۹	۴۷۷	۵۲۶	۴۳۳	۱۴۳۶
سرکار بیجاگڑھ جس میں ۳۲ پرگنے ہونے کی وجہ سے بتیسی کے نام سے موسوم ہے یعنی پرگنہ گرگونڈ معہ ۵۶ مواضعات	۳۸۹۳	۳۸۰	۳۷۷۵	۴۹۸	۵۹۷۶	۶۸۰۴	۶۳۱۲	۱۹۰۹۲
پرگنہ چینور معہ ۲۹ مواضعات	۵۶۵	۸	۲۲۰	۳۵۳	۷۴۲	۶۸۱	۷۷۸	۲۲۰۱
پرگنہ لبوانہ ۲۹ ایضاً	۹۳۱	۳۹	۷۶۰	۲۱۰	۱۳۳۷	۱۳۴۴	۱۲۹۴	۳۹۷۵
پرگنہ بیئسوا ۲۷ ایضاً	۷۳۶	۳۱	۴۴۱	۳۲۶	۱۰۳۳	۹۰۹	۸۷۶	۲۸۱۸
پرگنہ محمدپور ۲۷ ایضاً	۱۱۷۸	۵۲	۱۰۲۶	۲۰۴	۱۶۴۶	۱۷۷۸	۱۸۹۶	۵۳۲۰
پرگنہ مردانہ ۱۱ ایضاً	۳۷۶	۳۵	۲۳۳	۱۷۸	۵۷۴	۵۳۴	۴۴۰	۱۵۴۸

ہولکر کے مقبوضات	مکانوں یا خاندانوں کی جملہ تعداد		مسلمان آبادی کے کل خاندان	قوم بھیل وغیرہ جو قبائل کے نام سے (؟) … خاندان	مرد	عورتیں	۱۲ سال سے کم عمر کے بچے	جملہ آبادی
پرگنہ اُملاتا ۸ مواضعات	۱۷۵	۰	۹۴	۸۱	۲۴۷	۲۳۳	۲۷۹	۷۵۹
پرگنہ اونی ۱۳ ایضاً	۴۱۶	۵	۲۹۷	۱۳۴	۵۷۷	۵۶۷	۵۶۶	۱۷۱۰
پرگنہ جلال آباد ۳۱ ایضاً	۱۳۸۵	۳	۷۷۰	۵۳۱	۱۶۴۲	۱۶۲۸	۱۶۵۵	۴۹۲۵
پرگنہ بیکن گاؤں ۱۵ ایضاً	۴۲۰	۲	۲۵۹	۱۶۷	۵۳۹	۵۵۳	۵۵۷	۱۶۴۹
پرگنہ ناگلواری ۶ ایضاً	۲۶۸	۰	۱۲۵	۱۴۳	۳۶۳	۳۳۱	۳۰۱	۹۹۵
پرگنہ بے رعب ۱۱ ایضاً	۱۶۷	۳	۳۹	۱۳۱	۲۲۸	۳۱۹	۲۲۹	۷۷۶
پرگنہ بن مالا ۴ ایضاً	۱۸۰	۱	۷۴	۱۰۷	۲۳۴	۲۲۵	۲۴۹	۷۰۸
پرگنہ برہمن گاؤں ۱۲ ایضاً	۱۴۶	۰	۶۸	۷۸	۱۹۰	۱۶۹	۱۶۸	۵۲۷
پرگنہ خورگانگ ۸ ایضاً	۱۶۳	۲	۱۲۶	۳۱	۲۰۰	۱۹۲	۱۷۳	۵۶۵
پرگنہ روسی پور ۱۲ ایضاً	۱۵۷	۵	۱۰۳	۵۹	۲۳۲	۲۵۰	۱۲۷	۶۶۹
پرگنہ ساگلی مع ۳ ایضاً	۱۴۷	۰	۶۶	۸۱	۱۷۲	۱۷۷	۲۲۰	۵۶۹
پرگنہ اکبرپور مع ۱ موضع	۱۸	۰	۱۴	۴	۲۷	۲۰	۱۶	۶۳

پرگنہ ناوویسی مع ۳ مواضعات	۶۷	۲	۲۵	۴۴	۸۷	۷۹	۷۰	۲۳۶
پرگنہ سرس گڑھ مع ۳ ایضاً	۷۹	۰	۲۵	۵۴	۱۰۷	۹۳	۸۵	۲۸۵
پرگنہ آگی پورہ مع ۱۱ ایضاً	۳۵۵	۱۴	۲۰۸	۶۱	۳۵۵	۲۹۸	۲۸۳	۹۳۶
پرگنہ باجخ درہ ۷ ایضاً	۴۲۹	۵	۳۴۵	۸۹	۵۱۷	۵۳۶	۴۴۶	۱۴۹۹
پنج محل میں:-	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
نامور مع ۲۴ گاؤں	۱۰۵۵	۲۸	۸۲۲	۲۶۱	۱۴۴۷	۱۴۰۵	۱۴۴۵	۴۴۹۷
راجور ایضاً	۲۳۶۴	۲۰	۱۶۳۸	۷۴۶	۳۰۳۱	۳۰۱۵	۳۴۹۲	۹۵۳۸
کانتاپور ۳۰ ایضاً	۲۱۳۳	۵۴	۱۵۲۰	۶۶۷	۲۷۲۷	۲۷۰۴	۳۲۶۹	۸۷۰۰
ہرن گاؤں ۱۶ ایضاً	۴۹۰	۲۴	۳۴۰	-	۱۷۴	۶۴۰	۶۹۱	۱۹۵۷
راجہ دہار کے علاقے	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۳۸۴ پرگنہ دھرم پوری مع ۴۵ مواضعات	۱۱۹۸	۲۵	۷۹۷	۴۲۶	۰	۰	۰	۳۵۸۶
پرگنہ کوکسی ۳۱ ایضاً	۱۸۹۰	۱۲۵	۱۶۴۰	۳۷۵	۲۵۷۷	۲۷۴۵	۲۴۲۶	۷۷۴۸
پرگنہ لوہاری ۱۶ ایضاً	۴۵۴	۵	۳۷۲	۸۷	۰	-	۰	۱۷۲۱
پرگنہ کنتوارا ۹ ایضاً	۱۸۷	۰	۱۳۷	۵۰	۰	۰	۰	۷۰۱
پرگنہ بیکیر ۱۴ ایضاً	۲۲۴	۹	۱۴۸	۸۵	۰	۰	۰	۸۷۳
پرگنہ سلطان آباد ۲۰ ایضاً	۴۶۴	۴۲	۳۹۳	۱۱۳	۰	۰	۰	۱۸۹۷
پرگنہ کوٹرا مع ۵۳ ایضاً	۰	۰	۰	۰	۳۷۸۹	۳۶۳۱	۲۹۰۶	۱۰۳۲۶

ہولکر کے مقبوضات	گھرانوں یا خاندانوں کی جملہ تعداد — ہندو	مسلمان	مستقل آبادی کے خاندان	فوجی اور غیر مقیم خاندان	مرد	عورتیں	۱۲ سال تک کی عمر کے بچے	جملہ آبادی
نیمور میں برطانیہ کے تحت کے علاقے۔								
پرگنہ کروڑی مع ۳۱ مواضعات	۱۴۸۰	۳۲	۱۳۰۹	۲۰۳	۲۰۵۵	۱۹۲۴	۱۶۹۱	۵۶۷۰
قصبہ منڈستے سر	۳۸۲	۱۲	۲۹۷	۹۷	۵۸۵	۱۶۹۰	۷۲۵	۳۰۰۰
پرگنہ خانہ پور مع ۱۷ ایضاً	۶۰۰	۱۵	۳۱۸	۲۹۷	۹۹۸	۱۰۴۱	۶۹۵	۲۷۳۴
پرگنہ برودیا ۱۳ ایضاً	۳۶۴	۸	۱۷۱	۲۰۱	۵۵۳	۵۴۰	۵۰۳	۱۵۹۶
جملہ	۲۹۰۲۲۵	۱۳۶۵	۲۲۷۴۳	۱۷۸۴۷	۳۰۲۸۶	۴۱۴۶۶	۳۹۳۵۳	۱۲۹۱۶۱

۳۸۵

ج - مشرقی کاٹ کوٹ سے مغربی مانڈو تک بندھیاچل پہاڑ کی بھیلوں کی آبادی کا خلاصہ -

بھیلوں کی آبادی	بھیلوں کے قبضہ میں جو زمین ہے	زیر کاشت	[illegible]	تعداد مکانات	مرد	عورتیں	بارہ سال سے کم عمر کے بچے		میزان
							مرد	عورتیں	
	بسوا بیگھہ	بسوا بیگھہ							
۲۰ پرگنے متعلقہ نادر بھیل	۳۲ ۱/۲	۳۶۵-۵	۱۹-۱۵	۱۴۳	۱۶۳	۱۶۴	۱۲۵	۶۶	۵۳۹
۱۷ راجگڑھ	۴۶ ۱/۲	۴۶۰-۹	۴۴-۹	۱۳۲	ایضاً	۰	۰	۰	۳۲۲
۵۰ ″ سوٹھ دیہی	۱۲ ۱/۲	۱۰۷-۸	۴-۸	۴۸	″	″	″	″	۱۰۴
۱ ″ بیرون گھاٹ	۱	۱۰-۹	۱-۲	۵	″	″	″	″	۱۹
۲۰ ″ نیم گرہ	۸۵	۱۰۳۸-۱۲	—	۲۰۳	″	″	″	″	۶۶۵
۱۰ ″ سمچاوڑا	۵۶	۹۶۶-۱۲	″ — ″	۱۱۴	″	″	″	″	۱۳۱۴
۷ ″ کالا پانی	۱۷	۲۸۶-۴	۶۲-۱	۹۱	″	″	″	″	۳۷۲
۹ ″ ٹٹی پورہ	۴۴	۵۸۰-۲	۶-۱۰	۸۳	″	″	″	″	۳۱۴
۱۲ ″ نالچہ	۴۷	۵۳۵-۱۵	۵۹-۱۲	۱۳۹	″	″	″	″	۴۸۸

بھیلوں کی آبادی	پرگنوں کے گاؤں جن میں بھیل آباد ہیں ان کی تعداد	رقبہ زیر کاشت	رقبہ جس پر بھیلوں کا قبضہ ہے	گھرانوں کی تعداد	مرد	عورتیں	۱۲ سال سے کم عمر کے بچے		میزان
							مرد	عورتیں	
۱۶ پرگنے بارود پورہ	۳۶½	۱۴-۵۰۵	۱۴-۵۵	۷۰	۱۴۳	۱۴۲	۱۲۵	۷۶	۲۶۴
۱ ایضاً حویلی محل	۱۲	//-۵۶۷	//-۷	۱۵	//	//	//	//	۵۶
۱ ایضاً باگ مارا	۱۲	۱۰-۱۴۲	۱۰-۱۱	۱۶	//	//	//	//	۶۰
تین پرگنے زیر انتظام چین سنگھ وغیرہ	۳۶	۱۴-۵۱۲	۱۴-۵	۲۵	//	//	//	//	۴۰
صدر میزان	۴۱۹	۱۳-۵۱۱۹	۱۵-۲۶۹	۱۰۵۲	۱۴۳	۱۴۲	۱۲۵	۷۶	۳۹۶۵

۳۸۶

ضمیمہ شمارہ (۱۵) الف

اُن مواضعات کے تختہ جات جن کی واپسی ریاست ہائے ہولکر۔ دھار۔ دیواس اور بھوپال سے عمل میں آچکی ہے۔

قلمرو ہولکر محل وغیرہ	مواضعات خالصہ	۱۸۱۷ء کے بسائے ہوئے مواضعات	دیہات جو سنہ ۱۸۱۸ء میں واپس کیے گئے	دیہات جو سنہ ۱۸۱۹ء میں واپس ہوئے	دیہات جو سنہ ۱۸۲۰ء میں واپس ہوئے	بقیہ غیر آباد گاؤں
رام پورہ	۶۵۸	۴۱۷	۸۰	۳۸	۷۳	۵۰
نند رائے	۲۴	۲۳	۰	۰	۰	۱
نرائن گڑھ	۵۰	۵۰	۰	۰	۰	۰
سندھارا	۱۲	۱۲	۰	۰	۰	۰
سوریل	۲۸	۲۰	۴	۴	۰	۰

الف[۱]۔ اس تختے میں صرف خالصہ یا سرکاری مواضعات کا اندراج کیا گیا ہے۔ ایسے مواضعات جو رؤسا وزراء وغیرہ کو بطور مدد معاش جاگیر کے نام سے اور خیرات کے تحت بطور معافی کے دیئے گئے ہیں وہ تختہ ہذا میں درج نہیں کئے گئے ہیں۔ آخر الذکر کا شمار ہولکر کے علاقہ جات میں ۲۵۳ پر کیا جاتا ہے اور بلاشبہ اسی مناسبت سے خالصے کی زمینات کی طرح واپس کر دیئے گئے ہیں۔

قلمرو ہولکر محل وغیرہ	مواضعات خالصہ	عمال کی اسامی جو مواضعات	دیہات جو سندھیا کے امرا میں واپس ہیں	دیہات جو ... امرا میں واپس ہوئے	دیہات جو ... امرا میں واپس ہوئے	قصبے جو آباد و ویران
رائے پور	۲۳	۲۳	۰	۰	۰	۰
جیرا پورہ	۷۵	۴۴	۱۶	۱۵	۰	۰
ماچلپور	۷۱	۴۴	۱۳	۱۴	۰	۰
سکھوٹری	۲۴	۲۰	۴	۰	۰	۰
ترانا	۱۷۲	۱۵۶	-	۱۶	۰	۰
کائیلا	۲۱	۱۳	۳	۵	۰	۰
جاورہ	۱۱۲	۹۷	۱۵	۰	۰	۰
ماہید پورہ	۲۳۲	۲۲۵	۴	۳	۰	۰
دیپالپور	۱۴۸	۱۳۶	۱۰	۰	۰	۲
اندور	۳۵۴	۲۴۸	۵	۲۵	۴۵	۳۱
بیت مان	۴۲	۳۱	۶	۵	۰	۰
کاٹ کوٹ	۸۴	۰	-	۹	۶۰	۱۵
رانیلپور	۳۱	۱۷	۴	۴	۰	۶
عالمپور	۲۵	۲۵	۰	۰	۰	۰
متفرق یعنے سندھیا کے شاہ پار کے شاہی ہولکر کے شاہی قصبات شاہی چولی شاہیں یعنے شاہیں ۴۸۷ / چولی / بگدانہ / سکورائی	۸۱	۳۳	۵	۲۴	۵	۱۴

قلمرو ہولکر محل وغیرہ	مواضعات کا حصہ	سنہ ۱۸۱۶ء کے آباد شدہ مواضعات	ویران مواضعات جو ۱۸۱۸ء میں واپس آباد ہوئے	ویران مواضعات جو ۱۸۱۹ء میں واپس آباد ہوئے	ویران مواضعات جو ۱۸۲۰ء میں واپس آباد ہوئے	مجموعی آباد گاؤں
نیماور	۲۶۰ ½	۷۱ ½	۲۳	۶۴	۷۵	۲۷
بیساگرہ یعنی بیجاگڑھ پور	۱۱۴۰	۲۲۹	۷۷	۱۱۷	۲۵۰	۳۹۷
برودے						
آنگلوارا						
سندوا						
برام گوڑہ						
نرائن گڑھ یعنی						
سہونری / تلاین	۱ ½	۰	۰	۰	۰	۰
چندور	۹	۹	۰	۰	۰	۰
الہ گوڑ وولیا	۳	۳	۰	۰	۰	۰
کاٹیلواڑہ کولہ	۱	۱	۰	۰	۰	۰
واب گڑھ	۹	۹	۰	۰	۰	۰
میزان	۳۷۰۱	۲۰۳۸	۲۶۱	۳۴۳	۵۰۸	۵۴۳

(ب)

ریاست دھار محل وغیرہ	مواضعات کی تعداد	۱۸۱۶ء کے آباد شدہ گاؤں	۱۸۱۸ء کے واپس آباد شدہ گاؤں	۱۸۱۹ء کے واپس آباد شدہ گاؤں	۱۸۲۰ء کے واپس آباد شدہ گاؤں	مجموعی آباد گاؤں
دھرم پوری	۱۳۸	ـ	۲۰	۳	۱۳	۱۰۳

ریاست دھار محل وغیرہ	مواضعات کی تعداد	سنہ ۱۸۱۷ء کے آخر تک آباد کردہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۸ء کے دوران میں آباد شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۹ء کے دوران میں آباد شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۲۰ء کے دوران میں آباد شدہ گاؤں	بقیہ غیر آباد گاؤں
بالکھیڑ	۲۶	—	۴	۳	۶	۱۳
نالچہ	۵۵	۱	۴	۳	۲	۴۵
کوکسی	۵۲½	۲۵	—	—	۱۰	۱۷½
لاہوری	۲۲½	۱۰	—	—	۱۰	۲½
سلطان پور	۵۷	—	—	۱۰	۱۱	۳۶[1]
میزان	۳۵۱	۳۶	۲۸	۱۸	۵۲	۲۱۷

۳۸۸

پرگنۂ بدناور اپنی موجودہ حالت میں پچھلے کئی سال سے اس لئے بھی چلا آرہا ہے کہ سندھیا نے اس کو اپنی حفاظت میں لیکر طوائف الملوکی کے بدترین زمانے میں اس پر اپنا قبضہ جمائے رکھا تھا۔

(ج)

ریاست دیواس	دیہات جو ۱۸۱۷ء کے آخر میں غیر آباد تھے	سنہ ۱۸۱۸ء کے دوران میں آباد شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۹ء کے دوران میں آباد شدہ گاؤں	بقیہ غیر آباد شدہ گاؤں
دیواس	۱۳۰	۲۴	۶۰	۹۴
سارنگپور	۴۱	۲	۱۱	۲۸

[1] پچھلے دو ماہ سے سلطان پور کے مواضعات میں سے انیس دوبارہ آباد ہو چکے ہیں۔ اس طرح اب صرف ۱۷ مواضعات غیر آباد رہ جاتے ہیں۔

ریاست دیواس	دیہات جو سنہ ۱۸۱۷ء میں آباد کئے گئے	سنہ ۱۸۱۸ء کے واپس شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۹ء کے واپس شدہ گاؤں	جملہ واپس شدہ گاؤں
الوتی	۵۰	۱	۱۷	۱۸
رنگ روڈ	۲۱	۷	۳	۱۰
تعلقہ گرکوچہ				
میزان	۲۵۷	۳۵	۱۰۶	۱۴۱

۵

قلمرو بھوپال	مواضعات خالصہ	سنہ ۱۸۱۷ء کے آباد کردہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۸ء کے واپس شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۹ء کے واپس شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۲۰ء کے واپس شدہ گاؤں	بقیہ غیر آباد گاؤں
بھوپال	۲۳	۰	۰	۰	۴	۱۹
بھوری	۵۸	۰	۰	۰	۲	۵۶
بنکوری	۲۰	۲۰	۰	۰	۰	۰
چیچولی	۲۱	۰	۵	۰	۷	۹
باڑی	۱۴۰	۴۲	۳۱	۴۰	۱۵	۱۲
بریلی	۴۷	۴۷	۰	۰	۰	۰
جوگی گڑھ	۱۱۷	۲	۱۹	۱۷	۸	۷۱
سکرتور	۶۵	۱۵	۰	۰	۰	۵۰
بیرکھیری	۲۴	۲۴	۰	۰	۰	۰
کاہم کھیڑا	۰	۰	۰	۰	۰	۰

۳۸۹

قلمرو بھوپال	مواضعات خالصہ	سنہ ۱۸۱۷ء کے آباد کردہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۸ء کے واپس شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۹ء کے واپس شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۲۰ء کے واپس شدہ گاؤں	بقیہ غیر آباد گاؤں
دیوسی پورہ	۴۲	۳۳	۰	۰	۰	۹
اودبے پور	۶۰	۲۹	۰	۰	۰	۱
تال	۰	۰	۰	۰	۰	۰
پیکلور	۱۳	۰	۰	۹	۲	۲
دراہا	۳	۰	۰	۰	۳	۰
سمبھپورہ	۰	۰	۰	۰	۰	۰
جنتھاری	۶	۰	۰	۶	۰	۰
سواس ۔ گرنت گاؤں بینوانی ۔ پرلیا ۔ جوریا ۔ پاسوڈے ۔ جھرنی ۔	۴۱۵	۱۵	۸۹	۵۲	۱۰۸	۱۵۱
شمس گڑھ	۵۷	۳۷	۰	۰	۰	۲۰
شجاع الپور	۰	۰	۰	۰	۰	۰
رام گڑھ گوبریا	۲۵	۵	۰	۰	۵	۱۵
گل گاؤں	۳۹	۳۹	۰	۰	۰	۱۰
سلوانی	۸۳	۲۰	۶	۱۰	۱۴	۳۳
رام گڑھ بھوری	۱۱۳	۲۱	۹	۱۲	۳	۶۹
مردان پور کلاں	۱۴۳	۵۵	۱۷	۱۱	۰	۶۰
چپانیر گوپال پور	۸۱	۴۱	۱	۴	۰	۳۵
رئیسین	۴۲	۱۵	۰	۰	۰	۲۷
دلہود	۴۰	۰	۹	۷	۷	۱۷
انباپانی	۶۷	۲۰	۰	۲۳	۹	۱۵

قلمرو بھوپال (محل وغیرہ)	مواضعات خالصہ	سنہ ۱۸۱۷ء سے آباد کردہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۸ء سے واپس شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۱۹ء سے واپس شدہ گاؤں	سنہ ۱۸۲۰ء سے واپس شدہ گاؤں	بقیہ غیر آباد گاؤں
مہالپور	۶۷	۴۲	٠			۲۵
سانچیت	۶۹	۶۸	٠	٠	٠	۱
سہوری	۱۴۳	۴۳	۵۹	۱۷	۳۰	۴
اشٹہ	۲۴۴	۲۲۶	۱۲	۲	۳	۱
انچاور	۱۲۲	۳۰	۳۴	۲۵	٠	۳۳
دیوی پورہ	۳۲	٠	٠	٠	۲۷	۵
درچہ	۱۳۰	۳۰	۱۰	۹	۲۸	۵۳
کوئی ٹنگوہ	۱۲	۵	۱	۵	۱	٠
ساتن واری چندوار	۱۲	۱	٠	٠	۱	۱۰
صدر میزان	۲۵۹۶	۹۶۵	۳۰۲	۲۴۹	۲۶۷	۸۱۳

۳۹۰

ضمیمہ شمارہ (۱۶)

وسط ہند کے والیان ریاست، رؤسا اور سرداران کے ساتھ عہد نامہ جات، ان کے خلاصے اور تہ نامہ جات۔

الف

دولت راؤ سندھیا کے ساتھ عہد نامہ

ہرگاہ کہ حکومت برطانیہ اور مہاراجہ عالیجاہ دولت راؤ سندھیا بہادر دونوں کے لئے ایک ہی قسم کی تمنا اس بات کی محرک ہوئی ہے کہ پنڈاریوں کی غارت گری کو کچل دیا جائے اور اس کا خاتمہ کر کے ہندوستان کے ہر حصے میں لوٹ مار کے فتنے کے سر نہ اٹھا سکنے کی روک تھام کی جائے۔ اس لئے ہر دو ریاستوں کی مشترکہ خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے حسب ذیل فقرات پر رضامندی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

فقرہ نمبر (۱)۔ فریقین معاہدہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ اپنی اپنی حکومتوں اور اپنے اپنے حلیفوں اور ماتحتوں کی افواج کی پنڈاریوں اور ان

لٹیروں کے شریک کار دوسری جماعتوں کے خلاف فوجی نقل و حرکت کو جاری رکھیں گے و نیز اقرار کرتے ہیں کہ ان غارت گروں کو ان کی آماجگاہ سے نکال باہر کرنے اور ان کو منتشر کر کے دوبارہ اُن کے اجتماع کا سد باب کرنے کے لئے نہایت موثر تدابیر اختیار کریں گے۔

اس مقصد کے مدنظر ہر دو سرکار اور اُن کے حلیفوں کی افواج فوراً ہی پنڈاریوں اور ان کے شرکاء میں طے شدہ حربی تدابیر کے مطابق حملہ آور ہوں گی اور اس وقت تک اس مہم سے دست بردار نہیں ہوں گے جب تک کہ اس عہد نامے کے مقاصد کی تکمیل بدرجۂ اتم نہ ہو جائے۔ مزید براں مہاراجہ اس بات پر اپنی آمادگی کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ پنڈاریوں کے سرغنوں اور خاندانوں کو گرفتار کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دیں گے۔ اور اس طرح گرفتار شدہ اشخاص برطانوی حکومت کے حوالے کر دیے جائیں گے۔ ۳۹۱

دفعہ نمبر (۲)۔ پنڈاریوں کے جرگے جو مہاراجہ کے علاقوں اور دوسری قریبی ریاستوں میں جا بسے ہیں ان کی نسبت رضامندی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ان کے اخراج پر وہ ساری اراضیات جن پر اس وقت اُن کا قبضہ ہے اور جو اس کے پیشتر مہاراجہ کے مقبوضات میں داخل تھیں وہ فوراً ہی مہاراجہ کے قبضے میں لے لی جائیں گی۔ مہاراجہ اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ پنڈاروں کو دوبارہ قابض ہونے کی کبھی اجازت نہیں دیں گے۔ ایسی اراضیات جن پر اس وقت پنڈاریوں کا قبضہ ہے لیکن جو دراصل دوسری ریاستوں کی ملک ہیں۔ اگر وہ لوگ بھی پنڈاریوں کے اخراج میں تعاون کریں اور اس بات کا عہد واثق کر لیں کہ ان کو اپنے علاقوں میں داخلے کی اجازت نہیں دیں گے یا ان کے غارت گروں سے کسی قسم کا ربط نہیں رکھیں گے تو وہ ساری اراضیات ایسے حقدار مالکان اراضی کو واپس دلا دی جائیں گی۔ بصورتِ دیگر ایسی ساری اراضیات مہاراجہ دولت راؤ سندھیا کے حوالے کر دی جائیں گی اور مذکورۂ صدر شرائط کے تحت وہ مہاراجہ ہی کے قبضے میں رہیں گی۔

فقرہ (۳)۔ مہاراجہ دولت راؤ سندھیا عہد نامۂ ہذا کی رو سے اس بات کا

وعدہ کرتے ہیں کہ پنڈاریوں یا کسی اور لٹیرے جرگوں کو اپنے قلمرو میں داخل
ہونے کی کبھی اجازت نہیں دیں گے اور نہ کسی طرح سے ذرہ برابر بھی ان کی
تائید یا حمایت کریں گے اور نہ اس بات کو گوارا کریں گے کہ ان کے عہدہ دار
اس قسم کی حرکت کریں اس کے برخلاف ہز ہائنس اس بات کا عہد کرتے ہیں
کہ وہ اپنے سارے عہدہ داران سیول اور فوجی کے نام قطعی احکام صادر
فرمائیں گے اور سخت ترین سزاؤں کے ساتھ اس حکم کو نافذ کریں گے کہ ہز ہائنس
کے قلمرو میں اگر ان لٹیروں کا کوئی جرگہ پناہ لینے کی کوشش کرے تو ممکنہ سعی سے
اس کو نکال باہر کیا جائے گا یا نیست و نابود کر دیا جائے گا وہ تمام عہدہ دار
جو ہز ہائنس کے احکام کی پروانہ کرتے ہوں ان کو مہاراجہ کے خلاف باغی اور
برطانوی حکومت کا دشمن تصور کیا جا کر سخت تدارک کیا جائے گا۔

فقرہ (۴) - مہاراجہ دولت راؤ سندھیا اپنی افواج اور ذرائع مملکت
کے بلا شرکت غیرے مالک تصور کئے جائیں گے۔ اور اس عہد نامے کے مقاصد
کے موثر حصول کے مدنظر ان کی افواج کے ڈویژن (جن کی مجموعی تعداد ۵۰۰۰ ۳۹۲
سواروں پر مشتمل ہوگی) پنڈاریوں اور غارت گروں کی مہم کو سر کرنے کے لئے
بھیجے جائیں گے اور مہاراجہ کی یہ فوجیں برطانوی فوجوں کے ساتھ تعاون عمل کرکے
برطانوی ڈویژنوں کے کمانڈنگ آفیسر جو رائے مشورہ دیں ان کے ہدایات
کے مطابق عمل پیرا ہوں گی۔ مقاصد مندرجۂ صدر کے مدنظر اس اس بات پر
رضامندی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ کی فوج کے ہر ڈویژن میں ایک ایک
برطانوی عہدہ دار کا اس لئے تقرر عمل میں آئے گا کہ وہ ہندوستانی افواج
اور برطانوی کمانڈنگ افیسر کے درمیان گفت شنید کا ایک ذریعہ سمجھا جائے
اور اس متحدہ مہم کے دوسرے اغراض و مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے
ایک واسطہ بنا رہے۔ ہز ہائنس اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ اُن کے سارے
عہدہ داران سیول اور فوجی اُن برطانوی افواج کو جو مہاراجہ کی ریاست میں
برسرِ مہم ہوں رسد اور دوسری ہر قسم کی اعانت اور امداد دینے کی ممکنہ سعی
کریں گے۔ اگر اس بارے میں کوئی کوتاہی ہو تو جو فریق خاطی قرار پائے گا

اس کے ساتھ ہز ہائنس کے خلاف باغی اور برطانوی حکومت کے دشمن کا سا سلوک کیا جائے گا۔

فقرہ (۵)۔ مہاراجہ دولت راؤ سندھیا اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ ان کی فوجیں برطانوی افواج سے تعاون کے ساتھ کام کرنے کے لئے مقرر کی جائیں گی یہ افواج خواہ پیدل ہوں یا سوار تمام ساز و سامان سے بالکل لیس اور باقاعدہ حالت میں رکھی جائیں گی اور ان کی تنخواہ پابندی سے ملتی رہے گی آخر الذکر مقصد کی تکمیل کے موثر طریقے سے انجام پانے کے لئے و نیز ہر قسم کی بحث و تکرار کا سد باب کئے جانے کے لئے یہ طے پایا ہے کہ آئندہ تین سال کے لئے ہز ہائنس اُن ساری رقومات سے دست بردار ہو جائیں جو ان کو اور ان کے خاندان کے بعض اراکین اور وزرائے حکومت کو برطانوی حکومت کی طرف سے واجب الوصول ہوں۔ غرض اس طریقے سے وہ ساری رقومات انھیں برطانوی عہدہ داروں کے توسط سے جو کہ مہاراجہ کی فوجوں کے ساتھ ٹھیرائے گئے ہیں فوجیوں میں بطور تنخواہ تقسیم کر دی جائیں گی۔ برطانوی حکومت اس بات پر آمادہ ہے کہ جنگ کے اختتام پر اور ہز ہائنس کی فوجوں کے مطالبات کی ادائگی کے بعد جو رقومات بچ رہیں وہ ہز ہائنس کے حوالے کر دی جائیں گی انھی امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے ریاستہائے جودھپور۔ بوندی۔ اور کوٹا کے خراج سے جو ان کو اب تک استحقاقاً ملتا رہا ہے مہاراجہ دولت راؤ سندھیا برطانوی حکومت کے حق میں دو سال کے لئے قطعی طور پر دست بردار ہونے کا اظہار اپنی رضامندی سے کرتے ہیں۔

۳۹۳

فقرہ (۶) — یہ طے پایا کہ مہاراجہ دولت راؤ سندھیا کی فوجیں (سوار پیدل اور توپ خانہ) دوران جنگ میں ایسے مقامات پر قابض رہیں گی جو برطانوی حکومت نے ان کے لئے مقرر کر دیئے ہوں اور بغیر مذکورہ صدر حکومت کی صریح رضامندی کے ان مقامات سے منتقل نہیں ہو سکیں گی کیونکہ بغیر اطلاع دہی کے اس قسم کی فوجی نقل و حرکت کا نتیجہ ہر دو ریاستوں کے افواج کی مشترکہ حربی منصوبوں میں ابتری پیدا کرنے کا باعث ہوگا و نیز

اس سے دشمن کو فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے گا یہ بھی طے پایا کہ معاہدے کے فقرۂ ہذا کے شرایط کی تکمیل کے لئے برطانوی حکومت اس بات کی مجاز رہے گی کہ مہاراجہ کی فوج کے ڈویژن میں مذکورۂ بالا تجویز کے مطابق اپنا ایک افسر مقرر کر دیا کرے۔

فقرہ (۷)۔ وہ فوجیں جو حقیقتاً مہاراجہ دولت راؤ سندھیا کی ملازمت میں ہیں اور جن کی نقل و حرکت کی منظوری کا اختیار برطانوی حکومت کو حاصل ہے وہ پنڈاریوں کی گوشمالی اور معاہدۂ ہذا کی تکمیل کے لئے بہت کافی ہیں اس لئے ہز ہائنس اپنے عہدہ داروں اور پنڈاریوں کے درمیان امکانی تصادم کی روک تھام کی خاطر دورانِ جنگ میں بغیر برطانوی حکومت کی رضامندی کے اپنی فوجوں میں کوئی اضافہ نہیں کریں گے۔ ہز ہائنس اس بات کا قطعی وعدہ کرتے ہیں کہ فوج میں پنڈاریوں یا دوسرے غارت گروں کو شریک کرنے یا کسی اور طریقے پر ان کو پناہ دینے یا امان دینے سے اپنے عہدہ داروں کو باز رکھیں گے۔ اور وہ تمام لوگ جو ان احکام کی خلاف ورزی کریں یا اس سے غفلت برتیں تو ان کو ہز ہائنس کے خلاف باغی اور برطانوی حکومت کا دشمن تصور کیا جا کر سخت تدارک کیا جائے گا۔ ۲۹۴

فقرہ (۸)۔ ہر دو سرکار کے مشترکہ حملوں کو موثر طریقے سے جاری رکھنے کی غرض سے اور برطانوی افواج کو رسد اور رسل و رسائل کی سہولتیں اور اطمینان بہم پہنچانے کی غرض سے مہاراجہ برطانوی حکومت کی دوستی اور نیک نیتی پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے اس بات پر راضی ہیں کہ برطانوی افواج ہنڈیا اور اسیر گڑھ کے ضلعوں میں رکھی جا سکیں گی جنگ کے دوران میں ان ضلعوں کی نگرانی اور حفاظت برطانوی حکومت کے ذمے رہے گی نیز ان ضلعوں کے اندر گودام قائم کرنے کی آزادی رہے گی اِن تمام باتوں کے باوجود قلعہ اسیر گڑھ پر بدستور دولت راؤ سندھیا کا پرچم لہراتا رہے گا۔ اور ہز ہائنس قلعۂ مذکور میں اپنا ایک قلعہ دار مع پچاس آدمیوں کے مختصر دستے کے ٹھیرانے کے مجاز رہیں گے لیکن یہ بات

بخوبی واضح رہے کہ قلعۂ مذکورہ پر قلعۂ ہندیا کی حقیقی کمان اور قلعے کے جنگی ذخائر کے باہر نکالنے کا اختیار کلیتہً برطانوی کمانڈنگ افسروں کے ہاتھ میں ہوگا جبتک قلعہ جات مذکورۂ صدر پر برطانوی افواج قابض رہیں اگر ان ذخائر کا کچھ حصہ تلف ہوجائے یا تصرف میں لالیا جائے تو اس کا باقاعدہ حساب وکتاب رکھا جائے گا اور اس کی قیمت مہاراجہ کو ادا کر دی جائے گی شرائط بالا کی موثر تکمیل کے لئے جس وقت برطانوی حکومت قلعوں پر قبضہ حاصل کرے گی اُس وقت ہر دو سرکار کیجانب سے افسران متعلقہ فہرستیں مرتب کریں گے مذکورۂ بالا افواج کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے موجودہ ساری فوجیں قلعۂ اسیر گڑھ کے باہر منتقل کر دی جائیں گی اس کے بعد مہاراجہ کو فوج کی سہ بندیوں سے کوئی سروکار نہ ہوگا مہاراجہ کی دوسری افواج بہ شمول پائگاہ ایسے مقامات پر ٹھیرائی جائیں گی جن کا تعین فقرۂ ششم کے شرائط کے بموجب برطانوی عہدہ دار کریں گے۔ ان تمام علاقہ جات کا انتظام جو مذکورۂ صدر قلعوں کے تحت ہیں حسب عمل درآمد قدیم مہاراجہ کے عہدہ دار ہی کیا کریں گے جن کو برطانوی حکومت اور عہدہ داروں سے ہر قسم کی امداد مل سکے گی۔ جملہ مداخل یا اس کے کسی حصے کی نسبت جیسی صورت ہو مہاراجہ کی ان افواج کی تنخواہوں کے لئے مختص کر دیے جائیں گے۔ جو فقرۂ پنجم کے شرائط کے بموجب برطانوی ڈویژنوں کے ساتھ تعاون عمل کرتے رہے ہوں ان تمام اخراجات کا صحیح حساب وکتاب جنگ کے اختتام پر مہاراجہ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا کہ جونہی پنڈاریوں اور ان کے ساتھی حرگوں کے خلاف مہمات ختم ہوجائیں مذکورۂ صدر دونوں قلعے اور ان کے تحت کے علاقہ جات اسی حالت میں کہ جس حالت میں برطانوی حکومت کو ملے تھے مہاراجہ کو واپس کر دئے جائیں گے اور نیز جملہ خانگی املاک کی حفاظت کی جائے گی قلعہ جات مندرجۂ صدر کے تحت کے تمام قصبات اور دیہات کے باشندے برطانوی حکومت کی محافظت

۳۹۵

اور امان میں خوشحال زندگی بسر کرسکیں گے یا اگر وہ مناسب خیال کریں تو ان کو اپنی املاک سمیت منتقل ہو جانے کی اجازت دی جائے گی۔
فقرہ ۹۔ فریقین معاہدہ کا اصلی مقصد ہر قسم کی غارت گری کا ہمیشہ کے لئے سد باب کرنا ہے اس لئے ہر دو سرکار اس بات سے مطمئن ہیں کہ اس عاقلانہ اور منصفانہ مقصد کی تکمیل کے لئے ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے ساتھ اتحاد و دوستی کا عہد و پیمان قائم کرنا برطانوی حکومت کے لئے ازبس ضروری ہے اس لئے ۲۲ نومبر ۱۸۰۵ء کے عہدنامے کے فقرۂ ہشتم کی ذریعۂ ہذا تنسیخ عمل میں لائی جاتی ہے کہ جس کے بموجب برطانوی حکومت کو بعض خاص خاص رؤسا سے معاہدہ کرنے سے روکا گیا تھا۔ اور اب اس بات کا اعلان کیا جاتا ہے کہ برطانوی حکومت ریاست ہائے اودے پور۔ جودھپور۔ کوٹا۔ بوندی اور دریائے چمبل کے بائیں جانب کی دوسری ریاستوں سے عہد و پیمان کرنے کی پوری طرح مجاز رہے گی نیز فقرۂ ہذا کی رو سے برطانوی حکومت کو مالوے اور گجرات کے رؤسا اور وہاں کی ریاستوں کے معاملات میں مداخلت کا پورا حق اور اختیار حاصل رہے گا۔ کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ بلاشک وشبہ وہ ریاستیں یا تو مہاراجہ کے ماتحت تھیں یا خراج گزار تھیں، اس بات کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ اُن ریاستوں اور والیان ریاست پر مہاراجہ کا اقتدار اب تک جس حیثیت سے چلا آیا ہے اُسی طرح برقرار رہے گا۔ مزید براں برطانوی حکومت اس بات کا وعدہ کرتی ہے کہ اگر مذکورہ صدر ریاست ہائے اودے پور۔ جودھپور۔ کوٹا اور بوندی و نیز دریائے چمبل کے بائیں جانب کی ریاستوں سے عہد و پیمان ہو جائے تو ایسی صورت میں دولت راؤ سندھیا کو اُن کا مقررہ خراج دلوائے گی۔ اور برطانوی حکومت اس بات کی طمانیت دلاتی ہے کہ وہ اپنے توسط سے رقم مذکورۂ صدر دوا دلاتی رہے گی دولت راؤ سندھیا اپنی طرف سے کسی صورت میں اور کسی وجہ کی بنا پر بغیر برطانوی حکومت کی منظوری کے کسی موقع پر بھی اُن ریاستوں کے معاملات میں

۳۹۶

مداخلت نہیں کریں گے۔

فقرہ ۱۰۔ اگر (خدانخواستہ) برطانوی حکومت اور مہاراجہ کسی دوسری ریاست پر حملہ کرنے کے لئے مجبور ہو جائیں (مثلاً یہ کہ) وہ ریاست فریقین معاہدہ کنندہ میں سے کسی ایک پر حملہ آور ہو یا پنڈاریوں اور غارتگروں کو مدد دے یا ان کو امان دے تو ایسی صورت میں دولت راؤ سندھیا کی بہبودی کا دل سے خیال کر کے برطانوی حکومت مہاراجہ کی ریاست کے استحکام اور اس میں توسیع کے مدنظر نہایت فیاضانہ انتظامات عمل میں لائے گی بشرطیکہ ہز ہائنس خود بھی سرگرمی کے ساتھ اپنے عہد و پیمان کی پابندی کریں۔

۳۹۷ فقرہ ۱۱۔ معاہدۂ سرجی ارجن گاؤں اور ۲۲ نومبر ۱۸۰۵ء کے عہدنامے کے ایسے اجزا جو حالیہ عہد و پیمان کے شرائط سے متاثر نہ ہوتے ہوں وہ حسب حال برقرار تصور کئے جائیں گے اور ان کی پابندی فریقین معاہدہ پر لازمی ہوگی۔

فقرہ ۱۲۔ معاہدۂ ہذا جو بارہ فقروں پر مشتمل ہے گورنر جنرل اور مہاراجہ عالیجاہ دولت راؤ سندھیا کی منظوری کی توقع پر طے پایا ہے کیپٹن کلوز وعدہ کرتے ہیں کہ تاریخ ہذا سے اندرون پانچ یوم یا اگر ممکن ہو تو اس سے قبل ہی گورنر جنرل کی منظوری حاصل کر لیں گے اور رامچندر بھاسکر یہ وعدہ کرتے ہیں کہ آج شام میں مغرب تک ہز ہائنس کی منظوری حاصل کر لیں گے۔
طے شدہ بمقام گوالیار (آج بتاریخ ۵ نومبر ۱۸۱۷ء م ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ م بدی یکادسی ماہ اشوین ۱۲۱۸ھ)۔

مہر دولت راؤ سندھیا

رابرٹ کلوز

رامچندر بھاسکر

گورنر جنرل نے بمقام کیمپ ہنری کا گاؤں ۶ نومبر ۱۸۱۷ء کو اسے منظور کیا۔

ب

ملہار راؤ ہولکر کے ساتھ معاہدہ

فقرہ ۱ ۔ مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر کے ساتھ صلح ہو جانے کی وجہ سے کمپنی کی حکومت اس بات پر آمادہ ہے کہ وہ کسی ریاست یا کسی غارتگر کو بغیر سزا دیئے نہیں چھوڑے گی، جس نے مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر کی ریاست کے خلاف دشمنی یا فساد پھیلانے میں حصہ لیا ہو۔ ایسے مواقع کے لئے مہاراجہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی فوجوں کے خدمات کے ساتھ یا دوسری جو صورت مناسب سمجھی جائے اس کے مطابق اپنی پوری توانائی صرف کر دیں گے۔ اور برطانوی حکومت اپنی ریاست کی طرح مہاراجہ کے ممالک محروسہ میں اپنی حفاظت کا دائرہ وسیع تر کر دے گی۔

فقرہ ۲ ۔ برطانوی حکومت نے نواب امیر خاں سے جو معاہدہ کیا ہے۔ مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر اس کی توثیق فرماتے ہوئے دعاوی سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ جو ان علاقہ جات سے متعلق ہوں جس کی حفاظت کا برطانوی حکومت نے نواب امیر خاں اور ان کے ورثا سے وعدہ کیا ہے۔

فقرہ ۳ ۔ پرگنہ جات 'پھول بہار'، 'دگ'، 'گنگ رالا'۔ 'آور' وغیرہ جو کوٹا کے راجہ گولیر سنگھ نے پٹے پر لے رکھے تھے۔ وہ دوامًا راجہ موصوف کے حق میں منجانب مہاراجہ ہولکر عطا کئے جائیں گے اور موخرالذکر مہاراجہ بھی پرگنہ جات مندرجۂ بالا سے متعلق جو حقوق ہوں ان سے دست بردار ہو جائیں گے۔

فقرہ ۴ ۔ مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر اپنے وہ تمام حقوق برطانوی حکومت کے حق میں منتقل کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں جو ان کو راجپوت والیان ریاست مثلاً راجگان اودے پور۔ جے پور۔ جودھپور۔ کوٹا۔

۳۹۸

بوندی۔ فرولی وغیرہ پر قدیم سے چلے آئے ہیں یا حاصل ہو سکتے ہیں۔

فقرہ ۵۔ ملہار راؤ ہولکر علاقہ جات ذیل و نیز بندیوں کی پہاڑیوں یا اس کے شمالی حصوں میں جو مقامات واقع ہیں۔ ان سب سے متعلقہ اپنے حقوق اور دعاوی سے دست بردار ہونے کے لئے آمادگی کا اظہار کرتے ہیں۔ مقامات کے نام حسب تفصیل ذیل میں درج ہیں:-

رام پورہ۔ باسوناتھ۔ راجپورہ۔ بلاقہ۔ ہیم سارل، اندی گڑھ۔ بوندی۔ لکیراہی۔ سمندہ۔ بہم گم۔

فقرہ ۶۔ وہ تمام علاقے اور ہر قسم کے حقوق جو ست پڑا کے سلسلۂ کوہ کے حدود میں یا اس کے جنوب میں بشمول قلعۂ سیند واقع قریب کی وہ ہزار گز بلند اراضی کے مہاراجہ ملہار راؤ سندھیا کو حاصل تھے۔ و نیز ریاست خاندیس کے سارے اپنے مقبوضات عنبر۔ ایلورا جیسے اضلاع یا بعض وہ علاقے جو ممالک محروسہ سرکار عالی (نظام) یا پیشوا کے قلمرو میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ سب کے سب برطانوی حکومت کے حوالے کئے جاتے ہیں۔

۳۹۹

فقرہ ۷۔ معاہدۂ ہذا کی بموجب جو علاقے دیدیے گئے ہیں ان کے معاوضے میں برطانوی حکومت اس بات کی ذمہ داری لیتی ہے کہ وہ ملہار راؤ ہولکر کی ریاست کو بیرونی دشمنوں سے بچانے اور اندرون ملک امن و امان برقرار رکھنے کے لئے ہمیشہ فوجی امداد دیا کرے گی، جس مقصد کے لئے یہ فوج رکھی جائے گی اس کی تعداد اسی مناسبت سے قرار دیجائے گی۔ یہ فوج ایسے مقام پر رکھی جائیگی جس کو برطانوی حکومت بہترین خیال کر کے منتخب کرے گی۔ مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر اسٹورس قائم کرنے کے لئے بھی کوئی محفوظ مقام حوالے کرنے کی منظوری عطا فرمائینگے۔

فقرہ ۸۔ مہاراجہ کی ریاست کی حفاظت کے لئے جو برطانوی فوجیں رکھی جائیں گی ان کے لئے غلہ اور مایحتاج کی دوسری تمام اشیا پوشاک کی قسم کا سارا سامان ساتھ ہی مویشیوں کی ضروری تعداد گھوڑے اونٹ غرض ان افواج کے لئے جو جو اشیا مطلوب ہوں ان کی خریدی اور ان کو محاصل سے مستثنیٰ

قرار دینے کی اجازت مہاراجہ نے عطا فرمائی ہے۔

فقرہ ۹ ۔ مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے حلیفوں، ماتحتین یا کسی دول یا ریاست کے خلاف خواہ وہ کوئی ہو۔ دشمنی کا اظہار یا اُن کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کریں گے ۔ اگر کبھی اختلاف کی صورت پیدا ہو تو کمپنی کی حکومت حق اور انصاف کی بنا پر معاملات کی اہمیت کا اندازہ کر کے جو بھی تصفیہ کرے مہاراجہ اُس سے اتفاق کر لیں گے۔ مہاراجہ اس بات پر بھی رضامند ہیں کہ بغیر برطانوی رزیڈنٹ کے علم اور منظوری کے وہ کسی ریاست کے وکلا کو نہ تو اپنے یہاں ٹھیرائیں گے اور نہ کسی کے یہاں اپنا وکیل روانہ کریں گے اور نہ کسی ریاست سے مراسلت کریں گے ۔

فقرہ ۱۰ ۔ برطانوی حکومت فریعۂ ہذا اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ وہ مہاراجہ کی اولاد ۔ اعزا ۔ متعلقین، رعایا ۔ ملازمین کے معاملات سے کوئی سروکار نہیں رکھے گی ۔ اُن کے بارے میں مہاراجہ بالکل خود مختار رہیں گے ۔

فقرہ ۱۱ ۔ مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر اس بات پر آمادہ ہیں کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد افواج کو برخاست کر دیں گے اور ریاست کا مالیہ جس حد تک اجازت دیتا ہے اُس سے زیادہ فوجیں نہیں رکھیں گے ۔ وہ بہر صورت اس بات پر بھی راضی ہیں کہ برطانوی فوجوں سے تعاون عمل کرنے کے لئے اپنی ملازمت میں تین ہزار سوارہ فوج سے کم نہیں رکھیں گے جن کی تنخواہوں کی باقاعدہ ادائی کے لئے مناسب انتظام کا ہونا ضروری ہے ۔ ۴۰۰

فقرہ ۱۲ ۔ مہاراجہ وعدہ کرتے ہیں اور برطانوی حکومت اس بات کا اطمینان دلاتی ہے کہ نواب غفور خاں کو ان کی موجودہ جائداد (جو اضلاع سن جیٹ۔ ملہار گڑھ، ٹال، منڈاول، جورا، بڑودے پر مشتمل ہے) اور پلواڈا کا خراج غرض ان سارے ابواب کی آمدنی دلائی جائے گی ۔ اضلاع مذکور ورثۃً اُن کے خاندان میں اس شرط کے ساتھ منتقل ہوتے جائیں گے کہ نواب موصوف اور ان کے ورثا اپنے پرگنوں کی سہ بندی اور شخصی ملازمین کے علاوہ چھ سو منتخب سواروں کی

ایک جمعیت فوجی خدمات کے لئے ہمیشہ تیار رکھیں اور اُس مقررہ تعداد میں آگے چل کر اُسی تناسب سے اضافہ عمل میں آتا جائے گا، کہ جس رفتار سے اضلاعِ معطیہ کا مالیہ بڑھتا جائے گا۔

فقرہ ۱۳۔ ملہار راؤ ہولکر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اپنی ملازمت میں بغیر برطانوی حکومت کے علم اور منظوری کے کسی قسم کے یوروپین یا امریکن کو جگہ نہیں دیں گے۔

فقرہ ۱۴۔ صلح و آشتی اور میل جول کے موجودہ تعلقات کو برقرار رکھنے اور ان میں اضافہ کرنے کے لئے اس بات پر رضامندی ظاہر کیجاتی ہے کہ ایک معتمد علیہ وزیر برطانوی حکومت کی طرف سے ملہار راؤ ہولکر کے دربار میں ٹھیرایا جائے گا۔ اور آخر الذکر اس بات کے مجاز ہوں گے کہ اپنا ایک وکیل حضور گورنر جنرل کے پاس بھیجدیں۔

فقرہ ۱۵۔ عہدنامۂ ہذا کی رو سے برطانوی حکومت یا اس کے حلیفوں کو جو علاقے دیدیے گئے ہیں اس کا عمل تاریخ عہدنامۂ ہذا سے آغاز ہوگا اور علاقہ جات مذکورہ پر جو دعاوی ہوں مہاراجہ اُن سے دست بردار ہو جا رہے ہیں۔ وہ علاقے جن کو حکومت برطانیہ نے حال میں فتح کیا ہے وہ مہاراجہ کو واپس کر دیے جائیں گے ان علاقہ جات کی باہم منتقلی کے پروانہ جات بغیر کسی تاخیر کے اجرا کئے جائیں گے۔ اور مفوضہ قلعے فوجی ذخائر سمیت اور ہر اعتبار سے تقریباً اپنی موجودہ حالت ہی میں حوالے کر دیے جائیں گے۔ ۴۰۱

فقرہ ۱۶۔ برطانوی حکومت وعدہ کرتی ہے کہ وہ پیشوا (سری منت) یا اس کے کسی وارث یا اولاد کو، مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر یا اُن کے ورثا اور اولاد پر کسی قسم کا اقتدار اعلیٰ یا حقوق جتانے یا اُن حقوق کا استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔

فقرہ ۱۷۔ عہدنامۂ ہذا جو سترہ فقرات پر مشتمل ہے اس کو کمپنی کیجانب سے حسب الحکم ہزا کسلنسی لفٹنٹ جنرل سر تامس ہسلاپ برگیڈیر جنرل سر جان میلکم نے

اور ملہار راؤ ہولکر کی جانب سے تانتیا جوگ نے آج کی تاریخ طے کیا ہے۔
سر جان میلکم، نے انگریزی اور فارسی میں اس کی ایک نقل اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تانتیا جوگ کے حوالے کی ہے۔ اور تانتیا جوگ سے اسی معاہدے کی ایک نقل ان کے دستخط اور مہر ثبت ہونے کے بعد سر جان میلکم نے خود حاصل کی ہے۔
سر جان میلکم وعدہ کرتے ہیں کہ اس کی ایک نقل گورنر جنرل کی منظوری کے بعد جو کہ عہد نامۂ ہذا کا ہر اعتبار سے ایک تکمیلی جزو ہوگا۔ اندرون ایک ماہ تانتیا جوگ کے حوالے کر دیں گے، تاکہ وہ مہاراجہ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ اور جب مہاراجہ کی خدمت میں اس کی ایک نقل وصول ہو جائے تو وہ عہد نامہ جو ہز اکسلنسی سر تامس ہسلاپ کے راست احکامات کے تحت سر جان میلکم نے طے کیا تھا۔ واپس کر دیا جائے گا۔ اسی طرح تانتیا جوگ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورۂ صدر عہد نامے کی دوسری نقل جس کو مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر نے منظور فرمایا ہو اور جو ہر اعتبار سے صاحب ممدوح کے معاہدے کا تکمیلی جزو ہو سکے گا، سر جان میلکم کے حوالے کر دی جائے گی تاکہ وہ آج کی تاریخ سے اندرون دس یوم حضور گورنر جنرل کی خدمت میں پیش کر سکیں اور جس وقت عہد نامۂ مذکور حضور گورنر جنرل کی خدمت میں پیش ہوگا وہ سابقہ عہد نامہ جو تانتیا جوگ نے مذکورۂ بالا اقتدارات اور اختیارات کی رو سے طے کیا تھا واپس کر دیا جائے گا
آج بتاریخ ۶ جنوری ۱۸۱۸ء م ۲۹ صفر ۱۲۳۳ھ بمقام منڈیسور۔ عہد نامۂ ہذا طے پایا۔

سر جان میلکم
تانتیا جوگ

۴۰۲

(ج)

نواب بھوپال سے معاہدہ

فقرہ ۱ ۔ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب بھوپال ۔ ان کے ورثا اور جانشینوں کے درمیان دوامی اتحاد اور دوستی اور یکجہتی مفاد قائم رہیگی۔ کسی ایک فریق کے دوست دوسرے کے دوست اور اُس کے دشمن دوسرے کے دشمن سمجھے جائیں گے۔

فقرہ ۲ ۔ شہر اور ریاست بھوپال کے سارے دشمنوں سے محافظت کی ذمہ داری کا برطانوی حکومت وعدہ کرتی ہے۔

فقرہ ۳ ۔ نواب بھوپال اُن کے ورثا اور جانشین برطانوی حکومت کے تابع رہ کر اتحاد عمل کے ساتھ کام کریں گے اور اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے دوسرے رؤسا اور ریاستوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھیں گے۔

٤٠٢

فقرہ ۴ ۔ نواب، ان کے ورثا اور جانشین بغیر برطانوی حکومت کے علم اور منظوری کے کسی رئیس یا ریاست سے مراسلت نہیں کرسکیں گے۔ البتہ اپنے احباب اور اعزا سے معمولی دوستانہ خط وکتابت اور قریب کے زمینداروں اور منیجروں سے معمولی اہمیت کے معاملات سے متعلق مراسلت حسب عمل درآمد جاری رہیگی۔

فقرہ ۵ ۔ نواب، ان کے ورثا اور جانشین کسی ریاست پر بھی حملہ کا اقدام نہیں کریں گے۔ اگر اتفاق سے کسی سے تنازعات پیدا ہوجائیں تو وہ برطانوی حکومت کے تصفیے اور ثالثی فیصلے کے حوالے کردیے جائیں گے۔

فقرہ ۶ ۔ چھ سو سواروں اور چار سو پیدل سپاہیوں کی ایک امدادی فوج برطانوی حکومت کے لئے خدمات انجام دینے کے لئے عند المطالبہ ریاست بھوپال کی طرف سے فراہم کردیجائیگی۔ نیز جب کبھی ضرورت پیش آئے تو اندرون ملک امن وامان قائم رکھنے کیلئے جس قدر فوج مطلوب ہو

اس کو چھوڑ کر باقی بھوپال کی ساری فوج برطانوی افوج کے ساتھ شریک ہو جائے گی۔

فقرہ ۷۔ برطانوی افواج کو کسی وقت بھی ریاست بھوپال میں داخلے کا حق حاصل رہے گا۔ (البتہ ان افواج کے کمانڈر اس بات کی کوشش کریں گے کہ فصلوں کو ہرج یا دوسرے قسم کا نقصان نہ ہونے پائے۔ اگر ضرورت لاحق ہو تو ریاست میں چھاؤنی بھی قائم کی جائے گی۔ ایسی صورت میں نواب اپنی اور اپنے ورثا اور جانشینوں کی طرف سے اس بات کا معاہدہ کرتے ہیں کہ مطالبے کی صورت میں قلعۂ نظر گڑھ یا قلعۂ گوگاؤں مع اطراف کی دو ہزار گز اراضیات کے ڈپو قایم کرنے کی غرض سے برطانوی حکومت کے حوالے کر دیں گے۔

فقرہ ۸۔ نواب ان کے ورثا اور جانشین برطانوی افواج کو حصول رسد کے لئے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائیں گے اور اس مقصد کے تحت جن اشیا کی ضرورت لاحق ہوگی وہ ریاست بھوپال میں خریدی جا کر بغیر ادائی محصول کے باہر لے جائی جائیں گی۔

فقرہ ۹۔ نواب ان کے ورثا اور جانشین اندرون ملک بہ حیثیت خود مختار فرمانرواؤں کے رہیں گے اور برطانوی حکومت کا عمل دخل کسی طرح بھی اندرونِ ریاست اثر انداز نہ ہوگا۔ ۴۰۴

فقرہ ۱۰۔ نواب نے ابھی حال میں پنڈاریوں کے خلاف بذات خود نہایت انہماک اور وفاداری کے ساتھ خدمات انجام دی ہیں۔ اور اپنی ریاست کے سارے ذرایع سے بھی کام لیا ہے۔ اس لئے برطانوی حکومت ان کے اس طرز عمل کو بہ نظر استحسان دیکھتی ہے۔ اور امدادی فوج کا بار اٹھانے کے قابل بنانے کی غرض سے معاہدۂ ہذا کی بنا پر نواب، ان کے ورثا اور جانشینوں کو پانچوں محل یعنی۔ اشٹہ۔ انچاور۔ سیہار۔ دوراہا۔ دیوی پورہ کے علاقے دوامًا عطا کرتی ہے۔ کہ وہ ان علاقہ جات مذکور پر کامل اختیارات کے ساتھ قابض و متصرف رہیں۔

فقرہ ۱۱۔ عہد نامۂ ہذا جو گیارہ فقروں پر مشتمل ہے اس کی تکمیل

بمقام رائے سین عمل میں آئی ہے۔ اور اس پر کیپٹن اسٹوارٹ اور کریم محمد خاں بہادر اور شہزادہ مسیح صاحب نے دستخط اور مہر ثبت کئے ہیں کیپٹن اسٹوارٹ وعدہ کرتے ہیں کہ تاریخ ہذا سے اندرون سہ ہفتہ گورنر جنرل کی منظوری حاصل کرلیں گے کریم محمد خاں بہادر اور شہزادہ مسیح صاحب وعدہ کرتے ہیں کہ وہ نواب نذر محمد خاں کی منظوری دو دن میں حاصل کرلیں گے۔

عہدنامہ ہذا آج بتاریخ ۲۶/ فروری ۱۸۱۸ء م ۲۰/ ربیع الثانی ۱۲۲۳ھ تکمیل پایا۔

جے اسٹوارٹ

کریم محمد

شہزادہ مسیح صاحب

(د)

راجہ کوٹا سے معاہدہ

فقرہ ۱۔ برطانوی حکومت اور مہاراؤ امید ان کے ورثا اور جانشینوں کے درمیان دوامی اتحاد، دوستی اور یکجہتی مقصد برقرار رہے گا۔ ۴۰۵

فقرہ ۲۔ فریقین معاہدہ کے دوست اور دشمن دونوں کے لئے وہی سمجھے جائیں گے۔

فقرہ ۳۔ برطانوی حکومت ریاست اور شہر کوٹا کو اپنی حفاظت میں لینے کا اقرار کرتی ہے۔

فقرہ ۴۔ مہاراؤ ان کے ورثا اور جانشین برطانوی حکومت کے ہمیشہ تابع رہکر تعاون عمل کریں گے اور اس کی سیادت کو تسلیم کریں گے اور ابتک جن سرداروں اور ریاستوں سے تعلقات قائم رہے ہیں۔ آیندہ کسی سے بھی کوئی تعلق باقی نہیں رکھا جائے گا۔

فقرہ ۵۔ مہاراؤ ان کے ورثا اور جانشین کسی سردار یا ریاست سے

بغیر برطانوی حکومت کی منظوری کے کوئی گفت و شنید نہیں کرسکیں گے لیکن احباب اور اعزاء کے ساتھ ان کی دوستانہ خط و کتابت حسب معمول جاری رہے گی۔

فقرہ ۶ ۔ مہاراؤ ان کے ورثا اور جانشین کسی ریاست پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ غیر متوقع طور پر اگر کسی سے تنازعات چھڑ جائیں خواہ مہاراؤ کی طرف سے اس کی ابتدا ہو یا دوسرے فریق کی طرف سے تو تصفیے کے لئے یہ سارے جھگڑے برطانوی حکومت کے فیصلہ و ثالثی پر چھوڑ دیئے جائیں گے۔

فقرہ ۷ ۔ ریاست کوٹا کی طرف سے اب تک جو خراج مرہٹہ سرداروں مثلاً پیشوا سندھیا، ہولکر، پار کو دیا جاتا رہا ہے۔ وہ اس کے بعد سے بمطابق فہرست منسلک ہذا ہمیشہ کے لئے بمقام دہلی برطانوی حکومت کو ادا کیا جائے گا۔

فقرہ ۸ ۔ کسی اور دول کو ریاست کوٹا سے خراج وصول کرنے کا حق باقی نہیں رہے گا۔ اگر کوئی اس قسم کا دعویٰ پیش کرے تو برطانوی حکومت اس کی جوابدہی کی ذمہ دار رہے گی۔

فقرہ ۹ ۔ جب کبھی برطانوی حکومت طلب کرے، ریاست کوٹا تا بحدِ امکان فوجیں فراہم کردے گی۔ ۴۰۶

فقرہ ۱۰ ۔ مہاراؤ ان کے ورثا اور جانشین اپنے ملک میں خود مختار فرمانرواؤں کی طرح رہیں گے۔ برطانوی حکومت کے دیوانی اور فوجداری عدالتی قوانین کا نفاذ ریاست کوٹا میں نہیں ہو سکے گا۔

فقرہ ۱۱ ۔ ان گیارہ فقرات پر مشتمل عہد نامہ بمقام دہلی طے پایا ایک فریق کی طرف سے چارلس تھیوفلس مٹکاف دوسری جانب سے مہاراجہ شیودھن سنگھ شاہ جیون رام اور لالہ ہول چند نے اپنے دستخط اور مہر ثبت کئے ہیں اور اس کے متعلقہ منظور شدہ کاغذات کی توثیق ہز اکسلنسی حضور گورنر جنرل اور مہاراؤ امید سنگھ اور ان کے ناظم راج رانا ظلم سنگھ کے درمیان تاریخ ہذا سے اندرون ایک ماہ عمل میں آجائے گی۔ ۲۶/ دسمبر ۱۸۱۷ء کو یہ عہد نامہ بمقام دہلی طے پایا سی۔ ٹی مٹکاف رزیڈنٹ وغیرہ۔

مہاراجہ شیودھن سنگھ، شاہ جیون رام، ہول چند۔

تیسرے کا فقرہ جو بتاریخ ۲۰/ فروری ۱۸۱۸ء بمقام دہلی طے پایا۔ فریقین معاہدہ رضامند ہیں کہ کوٹا کے راجہ مہاراؤ امید سنگھ کے بعد ریاست ان کے بڑے بیٹے اور ولی عہد مہاراج کنور کشور سنگھ اور ان کے جانشینوں پر باقاعدہ یکے بعد دیگرے دواماً منتقل ہوتی جائے گی۔ اور سلطنت کے نظم و نسق کا جملہ کاروبار راجہ راناظلم سنگھ اور ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے کنور مادھو سنگھ اور ان کے جانشینوں پر سلسلہ وار یکے بعد دیگرے دواماً منتقل ہوتا رہے گا۔

مہر مع دستخط

سی۔ ٹی مٹکاف، رزیڈنٹ

(۵)

امیر خاں کے ساتھ معاہدہ

۴۰۷

فقرہ ۱۔ مہاراجہ ہولکر کی ریاست کے جن علاقوں پر نواب امیر خاں کا جو اس وقت قبضہ ہے۔ برطانوی حکومت ان کو مہاراج ممدوح کی طرف سے عطیہ شمار کرتے ہوئے نواب امیر خاں اور ان کے جانشینوں کے دوامی قبضہ و تصرف و نیز ان کی محافظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔

فقرہ ۲۔ اپنی فوج کے ایک ایسے حصے کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے جو ان علاقوں کے اندرونی انتظامات کے لئے ضروری ہے نواب امیر خاں اپنی ساری فوج برخاست کر دینے کے لئے آمادہ ہیں۔

فقرہ ۳۔ نواب اپنی طرف سے کسی حصۂ ملک پر فوج کشی کا اقدام نہیں کریں گے۔ پنڈاریوں اور دوسرے غارتگروں سے وہ اپنے تعلقات منقطع کر لیں گے۔ مزید برآں برطانوی حکومت کے ساتھ اپنا ربط قائم کر کے مذکورۂ بالا جرگوں کو انتہائی تشدد سے زیر کرنے اور سزا دینے کی کوشش کریں گے۔

نیز بغیر برطانوی حکومت کی منظوری کے وہ کسی شخص سے خواہ کوئی ہو گفت وشنید نہیں کریں گے۔

فقرہ ۴۔ نواب امیر خاں سوائے اس قدر افواج کے جو اپنے علاقوں کے اندرونی انتظام اور قلعوں کی حفاظت کے لئے ازبس ضروری ہوں بقیہ ساری توپیں اور فوجی ساز وسامان برطانوی حکومت کے حوالے کر دیں گے اور اس کے معاوضے میں اسی کے مماثل رقمی معاوضہ پائیں گے۔

فقرہ ۵۔ جو فوج نواب امیر خاں کے پاس رہے گی وہ برطانوی حکومت کے مطالبے پر واپس کر دیجائے گی۔

فقرہ ۶۔ معاہدۂ ہذا چھ فقروں پر مشتمل ہے اور بمقام دہلی طے پایا ہے۔ اس پر مسٹر چارلس فلس مٹکاف اور لالہ نرنجن لعل نے دستخط اور مہر ثبت کئے ہیں۔ اس کی منظوری تاریخ ہذا ۹/ نومبر ۱۸۱۷ء سے اندرون ایک ماہ ہز اکسلنسی حضور گورنر جنرل اور نواب امیر خاں عطا فرمائیں گے۔ ۴۰۸

سی۔ ٹی مٹکاف

لالہ نرنجن لعل۔

ہسٹنگز

ہز اکسلنسی گورنر جنرل نے بمقام کیمپ سولیا آج بتاریخ ۱۱/ نومبر ۱۸۱۷ء اس کی منظوری عطا فرمائی۔

جے۔ آدم

معتمد گورنر جنرل

(و)

ریاست دھار کے ساتھ عہد نامے کا خلاصہ

۱۰/ جنوری ۱۸۱۹ء

دوامی امن، اتحاد اور دوستی برقرار رہے گی۔

راجہ کسی دوسری ریاست سے نہ تو خانگی تعلقات قائم رکھے گا اور نہ سرکارکا بلکہ برطانوی حکومت کے تابع رہ کر تعاون عمل کرے گا جب کبھی طلبی ہو راجہ اپنی حیثیت کے مطابق لشکر فراہم کر دے گا۔ برطانوی حکومت ریاست دھار اور اس کے متوسلین کی حفاظت کرے گی۔ اور ریاست عالی کا خراج راجہ اس کے ورثا اور جانشینوں کو فراہم کر دے گی۔ برطانوی حکومت، عالی کے راجہ سے پرگنہ کوسئی ریاست دھار کو دلوا دے گی۔ اور بدنا ور گی راجپوت ریاستوں پر جو جائز مطالبات ہیں ان کی نسبت دھار کے راجہ کی اعانت کرے گی ریاست دھار کی محافظت کی جو ذمہ داری لی گئی ہے۔ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ریاست مذکور ریاست ہائے بانسواڑہ اور ڈونگر پور پر حصولی خراج کے جو حقوق چلے آرہے ہیں۔ وہ سارے حقوق برطانوی حکومت کے نام منتقل کر دے گی ۹/ مارچ ۱۸۱۹ء کے پانچ سالہ مدت کے اختتام پر بیرسی کا صوبہ برطانوی حکومت ریاست دھار کو واپس کر دے گی۔ ریاست دھار کو ڈھائی لاکھ روپے جو قرض دیے گئے ہیں اس کے معاوضے میں علاقہ مذکورہ بالا کے پنج سالہ مداخل پر برطانوی حکومت کا قبضہ رہے گا۔ مدت مقررہ کے اختتام پر یہ بات برطانوی حکومت کے اختیار پر منحصر رہے گی۔ کہ یا تو ریاست دھار کیطرف سے پرگنہ مذکور پر خود قبضہ رکھے یا کسی دوسری ریاست کو ٹھیکے پر اٹھا دے۔ حکومت دھار کو پرگنہ بیرس پر اس سے زیادہ کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ برطانوی حکومت جو مالگزاری وصول کر دے اس کو قبول کر لیا کرے۔　۴۰۹

(ل)

ریاست دیواس کے ساتھ عہدنامے کا خلاصہ

ریاست دیواس برطانوی حکومت کے زیر محافظت رہے گی پچاس منتخبہ سوار اور پچاس پیدل سپاہیوں کی ایک امدادی فوج رکھی جائے گی۔ جو برطانوی حکومت کی مرضی کے تابع رہے گی۔ بقیہ افواج سہ بندی وغیرہ طلبی پر برطانوی حکومت کے

تفویض کر دی جائے گی۔ تین سال بعد اس امدادی فوج میں اضافہ کیا جا کر ایک سو سوار ایک سو پیدل کر دیے جائیں گے۔ پرگنہ جات دیوس۔ سارنگ پور۔ آلوت۔ گرکٹ۔ چیر۔ رنگ ناڈا۔ اور بجواڈا۔ کلیتہً راجہ کے زیر اقتدار رہیں گے۔ پرگنہ سندرسی اور ڈونگلا سے ریاست دھار کو جو مالگزاری وصول ہوتی ہے اس میں سے بھی (۷) فی صد دیوس کے راجہ کو ملا کرے گی۔ ٹھاکروں میں سے کوئی سرکشی کرے تو اس کو مطیع کرانے میں برطانوی حکومت راجہ کی اعانت کرے گی۔ راجہ موصوف اور دوسرے کسی فریق میں تنازعات پیدا ہوں تو برطانوی حکومت مصالحت کرا دے گی۔ بغیر برطانوی حکومت کی منظوری کے راجہ نہ تو کسی سے عہد و پیمان کر سکیں گے۔ اور نہ تو کسی ریاست سے مراسلت کر سکیں گے۔ اندرون ملک کی حد تک راجہ کو اقتدار اعلیٰ حاصل رہے گا۔ راجہ ان کے خاندان اور اعزا کے درمیان کوئی تنازعات پیش آئیں تو اس میں کوئی مداخلت نہیں کیجائیگی۔ پرگنہ ڈونگلا کی بدحالی کا لحاظ کرتے ہوئے آیندہ تین سال تک ریاست دھار جو مالگزاری وصول کرے گی۔ اس پر (۷) فی صد کے حق سے راجہ دست برداری کریں گے۔ ریاست ہذا پر جو دونوں راجہ ملکر حکومت کرتے ہیں وہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایک ہی کاروباری یا دیوان کو مقرر کیا جائے گا تاکہ دونوں کے معاملات ایک دوسرے کے ساتھ انجام پا سکیں۔ ۸۱۰

(ح)

راجہ پرتاب گڑھ کے ساتھ عہد نامے کا خلاصہ

المرقوم ۵/ اکتوبر ۱۸۱۸ء

راجہ کو برطانوی حکومت کی اعانت اور امداد ملتی رہے گی بشرطیکہ وہ کسی سردار یا

ریاست سے کسی قسم کے تعلقات نہ رکھے۔ اور جبتک وہ برطانوی حکومت کا حلیف بنا رہے گا اُس وقت تک اس سے پیشکش کے مطالبہ کرنے کا کوئی مجاز نہیں رہے گا۔

ریاست ہولکر کو راجہ کی طرف سے جو بقایا ادا شدنی ہے جس کی مجموعی مقدار ایک لاکھ ۲۴ ہزار چھ سو چھتر روپے چھ آنے ہوگئی ہے وہ بہ اقساط ۱۸۱۸ء سے شروع ہوکر ۱۸۲۳ء تک برطانوی حکومت کو ادا کردی جائے گی۔ اگر کوئی قسط ناغہ ہو تو پرتاب گڑھ کی ٹولی چوکی پر برطانوی حکومت کی طرف سے ایک دیسی ایجنٹ مقرر کردیا جائے گا۔ تاکہ وہ واجب الوصول کی مجموعی مقدار کے مساوی رقم کروڑ گیری کی آمدنی سے حاصل کرلے۔

سابق سے جو پیشکش کی رقم ریاست ہولکر کو دیجاتی رہی ہے ونیز امداد کے معاوضے میں ہولکر جو خراج وصول کرتا رہا ہے وہ ساری رقومات آیندہ سے برطانوی حکومت وصول کیا کرے گی۔

عربوں، سندھیوں اور غیر ملکی فوجوں کو راجہ کے یہاں ملازم نہیں رکھا جائے گا۔ راجہ کی ملازمت میں اپنے ہی دیس کے پچاس سوار اور دو سو پیدل سپاہی رہیں گے۔ ان سپاہ کو ضرورت کے وقت کمپنی کی افواج کے ساتھ تعاون عمل کرتے ہوئے پرتاب گڑھ کے قریبی ضلع میں برطانوی حکومت کے احکام کے مطابق خدمات انجام دینا پڑیں گی۔ راجہ کو اپنے ملک پر کامل تصرف حاصل رہے گا لیکن بھیلوں اور مینوں کی روک تھام اور اپنے ملک کی خوشحالی میں اضافہ کرنے کے لئے وہ برطانوی حکومت سے مشورہ کیا کرے گا۔　　۴۱۱

جو سامان تجارت اپنے ملک سے گزرے اس پر اور اپنے دار الضرب کے سابقہ محاصل سے زائد کوئی محصول راجہ عائد نہیں کرے گا۔ سرکش رعایا (مثلاً بھیلوں اور مینوں کے) کو مطیع کرنے میں برطانوی حکومت راجہ کا ہاتھ بٹائیگی۔

تا وقتیکہ راجہ اپنی رعایا پر مظالم نہ ڈھائے برطانوی حکومت وصول مالگزاری کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔

راجہ کو یہ حق حاصل رہے گا کہ اپنے امرا کے سارے تنازعات

جس طرح سے اُس کا جی چاہے طے کرلے۔ برطانوی حکومت اِس میں مداخلت نہیں کرے گی۔ برطانوی حکومت اِس بات کا وعدہ کرتی ہے کہ راجہ اور اس کے ٹھاکروں کے درمیان کوئی تنازعات پیش ہوں تو بحیثیت ثالث کے اُن کا تصفیہ کرادے گی۔

ریاست پرتاب گڑھ کے خیراتی اوقاف میں قطعی مداخلت نہیں ہوگی راجہ کے مذہب یا ملک کے قدیم رسم ورواج سے متعلق جو اُمور ہیں اُن کی نسبت بطورخاص رواداری کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

ریاست ڈونگرپور کے ساتھ معاہدے کا خلاصہ

المرقوم ۱۱ر ڈسمبر ۱۸۱۸ء

مہاراول اُن کے ورثا اور جانشینوں اور برطانوی حکومت درمیان دوامی اتحاد اور دوستی قائم رہے گی۔ ایک کے دشمن دوسرے کے دشمن تصور کئے جائیں گے۔ ریاست ڈونگرپور کی حفاظت برطانوی حکومت کے ذمے ہوگی۔ ۴۱۲

راول ماتحت رہکر برطانوی حکومت کے ساتھ تعاون عمل کرے گا اور دوسرے سرداروں یا ریاستوں سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ برطانوی حکومت کے سیول اور فوجداری دایرۂ اقتدار کو ریاست ڈونگرپور میں نافذ نہیں کیا جائے گا۔ راول اِس کے ورثا اور جانشین ملک کے اندر خودمختار حکمراں کی حیثیت سے رہیں گے۔ ریاستی معاملات میں برطانوی حکومت رائے مشورہ دیا کرے گی اور راول اِس کے ورثا اور جانشینوں کے خواہشات کو حتی الامکان ملحوظ رکھے گی۔ بغیر برطانوی حکومت کی منظوری کے کسی ریاست یا سردار سے کوئی تعلقات

نہیں رکھے جائیں گے۔ لیکن احباب و اعزا سے دوستانہ خط و کتابت حسب عمل درآمد ہو سکے گی۔ کسی پر حملے کا اقدام نہیں کیا جائے گا۔ اگر کہیں نزاع پیدا ہو تو برطانوی حکومت کے فیصلہ ثالثی کے سپرد کر دی جائے گی۔ دھار یا دوسری ریاستوں کو خراج کی بقایا جو اداشدنی ہو اس کو راجہ اور اس کے جانشین ادا کر دیں گے۔ ڈونگر پور کی جانب سے خراج کی جو مجموعی رقم اداشدنی ہو وہ راول کی مالگزاری اور مداخل کی بنا پر طے پائے گی۔ برطانوی حکومت نے جو محافظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے اس کے معاوضے میں ۱/۶ کے حساب سے خراج ادا کیا جائے گا۔ جب کبھی برطانوی حکومت طلب کرے ریاست ڈونگر پور اپنی حیثیت کے موافق سپاہ فراہم کر دے گی۔ راول کی ملازمت میں کوئی عرب یا غیر ملکی کرایے کے سپاہی نہیں رکھے جائیں گے بلکہ اپنے ہی ملک کے باشندے بطور سپاہی بھرتی کیے جائیں گے۔ اگر کوئی اعزا یا ٹھاکر سرکشی کریں تو ان کو مطیع کرنے کے لئے برطانوی حکومت راول کا ہاتھ بٹائے گی۔ اگر راول خراج کی ادائی میں کوتاہی کرے تو برطانوی حکومت کیطرف سے ایک کارکن یا دیسی ایجنٹ کو ڈونگر پور کی کروڑگیری کے جھرتی ناکے پر متعین کرنے کی اجازت دی جائے گی تاکہ وہ خراج کی رقم کے معاوضے میں کروڑگیری کی آمدنی سے رقم وصول کر سکے۔

۱۳

(ی)

ریاست بانسواڑے سے معاہدے کا خلاصہ

المرقوم ۱۶ ستمبر ۱۸۱۸ء

جہار اول اس کے ورثا اور جانشینوں و برطانوی حکومت کے درمیان

دوامی اتحاد اور دوستی یکجہتی مفاد قائم رہے گا۔ کسی ایک کے دشمن دونوں کے لئے وہی سمجھے جائیں گے۔ بانسواڑے کی محافظت کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔ مہارا ول اُن کے ورثا اور جانشین برطانوی حکومت کے تابع رہ کر تعاون عمل اکریں گے۔ اور دوسری ریاست یا سرداروں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھیں گے۔ برطانوی حکومت کے سول اور فوجداری قوانین کا نفاذ بانسواڑے کے علاقے اور شہر میں نہیں ہوسکے گا۔ مہارا ول اور اُس کے جانشین اپنی حکومت میں خود مختار فرمانرواؤں کی حیثیت سے رہیں گے۔ امور مملکت میں برطانوی حکومت مشورہ دیا کرے گی۔ اور را ول کا یہ فریضہ ہوگا کہ اس کو عملی جامہ پہنائے۔ بغیر برطانوی حکومت کی منظوری کے کسی سردار یا ریاست سے گفت وشنید نہیں ہوسکے گی۔ لیکن احباب واعزا سے حسب عمل ورآمد مراسلت جاری رہے گی۔ کسی پر حملے کا اقدام نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی تنازع پیش ہو تو وہ برطانوی حکومت کے فیصلۂ ثالثی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ مداخل کا ۳/۸ حصہ بطور خراج کے برطانوی حکومت کو دیا جائے گا۔ جب کبھی برطانوی حکومت طلب کرے تو بانسواڑے کے شایان شان ریاست کیطرف سے فوجیں فراہم کر دی جائیں گی۔

(ل)

چھوٹے سرداروں ٹھاکروں۔ زمینداروں وغیرہ کی فہرست جو برطانوی حکومت کے توسط یا ضمانت میں مالوے کے مختلف رؤسا کو خراج ادا کرتی ہیں۔

ا۔ پربت سنگھ، راجہ رتلم، دولت راؤ سندھیا کو ۸۴ ہزار روپے سلیم شاہی

۴۱۴

چار اقساط میں پابندی کے ساتھ ادا کر دیں گے۔ اگر ادائی میں قاصر رہیں تو جس قدر رقم ادا شدنی ہے۔ اس کے مساوی قیمت کی اراضی لے لی جائے گی۔ سندھیا اِس بات پر رضامندی کا اظہار کرتے ہیں کہ ملک میں فوجیں نہیں بھیجیں گے تخت نشینی یا نظم ونسق کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ باپو راؤ سندھیا اور راجہ رتلم کے درمیان یہ راضی نامہ سرجان میلکم کے توسط سے بتاریخ ۵ر جنوری ۱۸۱۹ء میں طے پایا۔

۲۔ سِلانہ کا راجہ دولت راؤ سندھیا کو ۴۲ ہزار سلیم شاہی روپے انھی شرائط پر دیا کرے گا جو کہ رتلم سے طے ہوئے ہیں۔ راضی نامۂ ہذا باپو راؤ سندھیا اور سلانہ کے راجہ کے درمیان سرجان میلکم کے توسط سے ۵ر جنوری ۱۸۱۹ء کو طے پایا۔

۳۔ ۴۔ راجہ لونا وارہ اور راجہ سوناتی بنام دولت راؤ سندھیا۔

اول الذکر بارہ ہزار روپے اور آخر الذکر سات ہزار سلیم شاہی روپے انھی شرائط پر دیا کریں گے جو رتلم سے طے پائے ہیں۔ یہ دونوں ایک ہی راضی نامے کے ذریعے طے پائے ہیں جو مذکورہ دونوں راجاؤں اور ماں سنگھ راؤ بٹنکر کے درمیان بتاریخ ۱۰ر اگست ۱۸۲۰ء بذریعۂ ثالثی طے پایا ہے۔

۵۔ راضی نامہ ہذا سرجان میلکم کی معرفت بتاریخ ۲۱ر نومبر ۱۸۲۰ء انھی شرائط پر طے ہوا ہے جو رتلم کے ہیں۔ طے پایا کہ ستیا ماہو کے راجہ دولت راؤ سندھیا کو ساڑھ ہزار سلیم شاہی روپے دیا کریں گے۔

۶۔ رتلم کے شرائط پر طے پایا کہ امجھرا کے راجہ دولت راؤ سندھیا کو ۳۵ ہزار حالی روپے دیا کریں گے۔

۷۔ رتلم کے شرائط ہی پر ۱۶ر دسمبر ۱۸۱۸ء کو بتوسط ثالثی یہ طے پایا کہ بدناور کے پرتھی سنگھ منڈلوی ۱۶ ہزار پانچسو دو روپے حالی ادا کیا کریں گے۔

۸۔ رتلم کے شرائط ہی پر ۱۶ر دسمبر ۱۸۱۸ء کو یہ طے پایا کہ ٹھاکر بھگونت سنگھ ریاست دھار کو ۹ ہزار چار سو آٹھ روپے حالی دیا کریں گے۔

۹۔ رتلم کے شرائط ہی پر بتاریخ ۱۹ ر دسمبر ۱۸۱۸ء یہ طے ہوا کہ ٹھاکر سیوا سنگھ

ریاست دھار کو ۸ ہزار ۴۸۲ روپے حالی دیا کریں گے۔

۴۱۵ ۱۰۔ مظفر بلگرانی بنام ریاست دھار۔ بیس ہزار روپے حالی سابقہ خراج کی رقم علی موہن کے محاصل کے حساب میں محسوب کر لی گئی۔ بدرہ، کیسری سنگھ کو واپس کیا جائے۔ مظفر اس بات پر راضی ہیں کہ وہ صرف پچاس سپاہیوں کی ایک جمعیت رکھیں گے اور علی اور دھار کے درمیان کی سڑک کی محافظت کریں گے۔ ۸/ دسمبر ۱۸۱۸ئ کو یہ راضی نامہ سر جان میلکم کے توسط سے طے پایا۔

۱۱۔ سابقہ ۳۵ ہزار روپے اور ثالثی کے ذریعے طے شدہ رقم جو تین ہزار سے زائد ہوتی ہے۔ اس کے عوض میں ۲۸ ہزار سلیم شاہی روپے منجانب پرتھی سنگھ غفور خاں کو دیے جائیں گے یہ مقررہ خراج تین اقساط میں بمقام کچھری جورا ادا کیا جائے گا۔ غفور خاں اس بات پر راضی ہیں کہ خراج وصول کرنے کے لئے اپنے سواروں کا ملک میں بھیجنا بند کر دیں گے۔

(ل)

ایسے گراسیوں کی فہرست جنکے دعوے تسلیم کر لیے جانیکے بعد جملہ جمع شدہ رقم پر اُن کے سالانہ حصے کی طمانیت خود برطانوی حکومت سے مل چکی ہے

۱۔ راو رتن سنگھ۔ ۲۔ مزروپ سنگھ۔ ۳۔ چتو بھائی سرداران سِلانہ اور بخت گڑھ۔ یہ لوگ ایک خاندان کے اکابر ہیں اور نربدا کے کنارے ایک مدت سے غارتگروں کی حیثیت سے رہتے آئے ہیں۔ مئی ۱۸۱۸ئ میں

اُنھوں نے سر جان میلکم کو درخواست دی کہ ان کے بعض متوسلین کو جتنو بھائی (جو عام طور پر جتر سنگھ کے نام سے موسوم ہے) کے تحت ملازم رکھا جائے۔ ان سب کو اور راؤ رتن سنگھ اور مزروپ سنگھ کی ماہانہ ایک سو روپے تنخواہ مقرر کی گئی ہے حکومت ہائے سندھیا اور ہولکر پر تنخواہ کے جو مطالبے تھے نصف رقم پر طے کر دیے گئے۔ اس طرح اب سندھیا ۳۰۸۴ روپے اور ہولکر ۷۰۸ روپے ۸ آنے ادا کرتے ہیں۔ بتاریخ ۱۳/مئی ۱۸۲۰ء ایک اقرار نامہ ان سرداروں کے حوالے کر دیا گیا کہ اگر حکومت انگریزی ان کی ماہواریں بند کر دے اور ان کے متوسلین کو برخاست کر دے تو ایسی صورت میں مذکورۂ بالا جملہ رقم ۴۸۱۶ روپے ۸ آٹھ آنے تنخواہ کے نام سے ملا کرے گی۔

۴۔ ہولکر کی جانب سے نادر پٹیل کو سالانہ تنخواہ ۲۵۶۴ روپے حالی کچھری سے ملا کریں گے اس رقم کو نادر بطور خود وصول نہیں کر سکیں گے۔ اُن کے ذمے جام سے نالچہ تک کے علاقے کی محافظت کا کام ہوگا۔ اگر ان کے علاقے میں کوئی بدعنوانیاں ہوں وہ اُس کے جواب دہ ہوں گے۔

۵۔ بھمن سنگھ کے نام ہولکر کی جانب سے اقرار نامہ۔

۱۸۲۰ء میں نادر کے مالوے سے نکال دیے جانے پر اس کے بیٹے بھمن سنگھ سے یہ اقرار نامہ کیا گیا اور ریاست ہولکر سے اس کی تنخواہ وغیرہ کی ضمانت دلائی گئی کہ جس طرح اس کے باپ کو رقم ملا کرتی تھی انھی شرائط کے بموجب اِس کو ملا کرے گی اقرار نامہ بتاریخ ۸/مئی ۱۸۲۰ء لکھا گیا۔

تصفیہ جات جو میجر ہنلے کی معرفت طے پائے

۶۔ راؤ خوشحال سنگھ کو منجانب برطانوی حکومت، سندھیا ہولکر اور نواب بھوپال کچھری سے سالانہ ۸۶۱۵ روپے ادا کریں گے۔

۷۔ راؤ نیول سنگھ کو منجانب سندھیا اور ہولکر ۵۰۰ روپے ادا کریں گے۔

۸۔ دیوان سالم سنگھ کو منجانب سندھیا اور ہولکر ۵۰۷۶ روپے ادا کریں گے۔

۹ - سودھن سنگھ کو منجانب برطانوی حکومت، سندھیا اور نواب بھوپال ۴۸۰ روپے ادا کریں گے۔

۱۰ - اودے جی کو منجانب سندھیا اور برطانوی حکومت ۴۶۰۰ روپے ادا کریں گے۔

۱۱ - گوردھن سنگھ کو منجانب سندھیا اور نواب بھوپال ۵۰۰ روپے ادا کریں گے۔ اور اس میں سے کوکڑگی برگوگڑھ کو سالانہ ۸۰ روپے دیے جائیں گے

۱۲ - صوبہ سنگھ کو منجانب سندھیا ہولکر، نواب بھوپال ۴۲۵۰ روپے سالانہ کچھری سے ادا کیے جائیں گے۔

۱۳ - راؤ بھیرو سنگھ کو منجانب سندھیا ہولکر اور نواب بھوپال ۶۴۴۹ روپے کچھری سے دیے جائیں گے۔

۱۴ - کھنڈ سنگھ کو منجانب سندھیا اور ہولکر ۱۵۴۰ روپے دیے جائیں گے

۱۵ - انوپ سنگھ کو منجانب سندھیا ۵۲۸ روپے دیے جائیں گے۔

۱۶ - سہیم سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۱۲ روپے دیے جائیں گے۔

۱۷ - راول کنبول سنگھ کو منجانب نواب ۵۰۱ روپے دیے جائیں گے۔

۱۸ - کنور جلن سنگھ کو منجانب نواب اور سندھیا ۱۲۰۱ روپے دیے جائیں گے

۱۹ - سالم سنگھ اور ہتا سنگھ کو منجانب سندھیا ہولکر اور بھوپال ۳۴۲۶ دیے جائیں گے

۲۰ - راؤ انوپ سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۷۰۵ روپے دیے جائیں گے۔

۲۱ - راؤ فتح سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۲۰۰ دیے جائیں گے۔

۲۲ - ٹھاکر نربی سنگھ کو منجانب نواب کو نوائے ۵۲۲ روپے دیے جائیں گے

تصفیہ جات جو کیپٹن بورتھ وک کی معرفت طے پائے

۲۳ - گلاب سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۴۰۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۲۴ - ہتی سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۵۰۷ روپے دیے جائیں گے۔

۲۵ - صاحب سنگھ کو منجانب سندھیا ۳۲۰۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۴۱۷

۲۶۔ انوپ سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۸۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۲۷۔ گردامر سنگھ کو منجانب سندھیا ۸۲۰ روپے دیے جائیں گے۔

۲۸۔ راؤ رتن سنگھ کو منجانب سندھیا ۲۷۷۶ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۲۹۔ اچھل سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۴۰۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۳۰۔ سالم سنگھ کو منجانب سندھیا ۲۲۰۰۰ روپے دیے جائیں گے۔

۳۱۔ پرتاب سنگھ کو منجانب سندھیا ۲۴۰۱ روپے دیے جائیں گے۔

۳۲۔ بھارت سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۱۴ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۳۳۔ سردار سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۸۶ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۳۴۔ ناہر سنگھ کو منجانب سندھیا ۱۹۰ روپے دیے جائیں گے۔

۳۵۔ پرتاگی کو منجانب سندھیا ۴۷۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۳۶۔ نیول سنگھ کو منجانب سندھیا ۴۳۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۳۷۔ ساوت سنگھ کو منجانب سندھیا ۲۸۴۴ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۳۸۔ صاحب سنگھ کو منجانب ہولکر ۸۰۰ روپے دیے جائیں گے۔ ۴۱۸

۳۹۔ راؤ اچھل سنگھ کو منجانب ہولکر ۳۵۰ روپے دیے جائیں گے۔

۴۰۔ ساونت سنگھ کو منجانب ہولکر ۱۰۰ روپے دیے جائیں گے۔

۴۱۔ ناہر سنگھ کو منجانب ہولکر ۱۹۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۴۲۔ سالم سنگھ کے لئے منجانب ہولکر یہ طے پایا کہ چراگاہوں کی نسبت اُس کے جو مطالبات ہیں اُس کے عوض میں تحصیل مالگزاری میں تخفیف کر دی جائے گی۔

۴۳۔ پرتاب سنگھ کو منجانب ہولکر ۹۶۰ روپے کچھری سے ادا کئے جائیں گے۔

۴۴۔ گلاب سنگھ کو منجانب ہولکر ۶۰۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۴۵۔ نیول سنگھ کو منجانب ہولکر ۴۰ روپے دیے جائیں گے۔

۴۶۔ گیردار سنگھ کو منجانب ہولکر ۳۴۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۴۷۔ ہمتی سنگھ کو منجانب ہولکر ۱۶۰۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۴۸۔ راؤ رتن سنگھ کو منجانب ہولکر ۱۱۵۰ روپے ادا کئے جائیں گے۔

۴۹۔ راؤ ظلم سنگھ کو منجانب ہولکر ۴۰۰ روپے دیے جائیں گے۔

(م)

ایسے متفرق تصفیہ جات کی فہرست جو اراضیات اور تنازعات سے متعلق ہوں اور جن کے تصفیے چھوٹے سرداروں، ٹھاکروں وغیرہ سے برطانوی حکومت کے توسط یا اس کی ضمانت کی بنا پر طے پائے ہیں۔

۱۔ چندر سنگھ ٹھاکر کا تصفیہ ریاست دھار کے ساتھ:۔

یہ طے پایا کہ ریاست دھار کو سالانہ ۲۵۰۱ روپے دیے جائیں گے۔ اگر اس میں ناکامی ہو تو جس قدر رقم کم ہوگی۔ اس کی مجموعی مقدار کے مطابق اراضیات لے لی جائیں۔ تاریخ تصفیہ ۱۶ / دسمبر ۱۸۱۸ء۔

۲۔ علی موہن کی رانی کا تصفیہ ریاست دھار کے ساتھ۔

مبلغ بارہ سو روپے رانی کو دیے جائیں گے۔

۳۔ موہن سنگھ اور فتح سنگھ کا تصفیہ ریاست دھار کے ساتھ۔

پرگنہ دھرم پوری میں ۱۱ مواضعات کا عطیہ اور رہزنوں سے راستوں کی حفاظت اور چوری وغیرہ کی وارداتیں جو ان کے حدود میں ہوں ان کی جواب دہی کے لئے ریاست دھار کو ۱۴۲۵ روپے حالی سالانہ تنخواہ دی جائیگی۔

۴۔ سیوا سنگھ والی نیمخیرہ کا تصفیہ ریاست دھار کے ساتھ۔

موضع نرلا کا عطیہ اِس شرط پر کہ سالانہ پانچسو روپے دیے جائیں گے۔

۵۔ پرتھی سنگھ اور موہن سنگھ کا تصفیہ ریاست دھار کے ساتھ۔
سات مواضعات کا عطیہ اِس شرط پر کہ سات سال کے اختتام تک سالانہ ۲۵۷ روپے اور دوسرے گاؤں کے لئے سالانہ ایک سو روپے کا پیشکش دیا جائیگا۔
۶۔ مزروپ سنگھ کا تصفیہ ریاست دھار کے ساتھ۔
سات گاؤں کا عطیہ اِس شرط پر کہ سات سال کے بعد سالانہ ۶۲۷ روپے دیے جائیں گے۔
۷۔ ہمتی سنگھ کا تصفیہ ریاست دھار کے ساتھ۔
چھ گاؤں کے عطیے کے لئے ریاست دھار کو ۵۲۵ روپے سالانہ دیے جائیں گے۔
۸۔ فتح سنگھ اور چین سنگھ کا تصفیہ ریاست دھار کے ساتھ۔
چھ گاؤں کا عطیہ اِس شرط پر کہ سالانہ ۱۴۲۵ روپے اور دوسرے ایک گاؤں کے لئے سالانہ ایک سوا ایک روپے دیے جائیں گے۔
۹۔ بگلی کے ٹھاکر کا تصفیہ سون کچ کے کمشدار کے ساتھ۔
ٹھاکر نے سون کچ کی اراضیات کی تحصیل چھ سال تک روک رکھی تھی۔ یعنی بجائے ۵۶۲ کمشدار کو ادا کرنے کے ۳۴۸ روپے دیتا رہا۔ کمشدار نے سر جان میلکم کے پاس اِس کی شکایت کی۔ طے پایا کہ ٹھاکر مذکور کے نام اراضیات متنازعہ فیہ کا استمراری پٹہ ہو جائے اور وہ سالانہ ۵۶۲ روپے ادا کیا کرے۔
۱۰۔ ٹھاکر بگلی کا تصفیہ سون کچ کے کمشدار کے ساتھ۔
یہ تصفیہ بھی پیشرو کے مماثل ہے۔ طے پایا کہ ٹھاکر کے قبضے میں جو پانچ گاؤں ہیں ان کے لئے بجائے ۸۰۹ روپے کے ۹۰۹ روپے دیا کرے گا۔
۳۱؍ اکتوبر ۱۸۱۹ء۔

۴۲۰

۱۱۔ ٹھاکر بگلی کا تصفیہ کمشدار سون کچ کے ساتھ۔
ٹھاکر کے قبضے میں نو گاؤں پانچ سال کی مدت کے لئے اجارہ پٹہ یا میعادی لگان پر چلے آرہے تھے۔ کمشدار نے اِس مدت کو بہت ہی کم خیال کر کے اُن مواضعات پر قبضہ کر لیا۔ اول الذکر نے سر جان میلکم کے یہاں شکایت

پیش کی۔ انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پٹے کے اجارے کی میعاد ایک سال برقرار رہے گی اگر اس کے بعد کمشدار چاہے تو مدت میں توسیع کر سکتا ہے المرقوم ۳۱/ اکتوبر ۱۸۱۹ء

۱۲- ٹھاکر بگلی کا تصفیہ کمشدار سون کچھ کے ساتھ۔

ٹھاکر چیاں کے قریب کی اراضیات پر بغیر ادائی لگان کاشت کیا کرتا تھا۔ کمشدار نے ایک ایسی دستاویز پیش کی جس سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ چوبیس سال قبل اول الذکر نے انھی اراضیات کے لئے ایک سو پچاس روپے لگان ادا کیا تھا۔ فیصلہ صادر ہوا کہ چونکہ پچھلے چوبیس برس سے کوئی لگان ادا نہیں کیا گیا ہے لہذا اب مطالبہ ناجائز ہے ۳۱/ اکتوبر ۱۸۱۹ء۔

۱۳- بشن سنگھ منڈلوی کا تصفیہ بھدکاجی کمشدار درگانگ کے ساتھ۔

بشن سنگھ پرگنہ درگانگ پر بعض محاصل کا دعویدار تھا۔ کمشدار اس کو ناواجبی کہہ کے اس سے انکار کرتا تھا۔ کارروائی پیش ہونے پر سرجان میلکم نے فیصلہ فرمایا کہ اول الذکر کو لاوارث اراضی کا ۵ فی صد اور ہر موضع سے مبلغ چار روپے بجٹ و نیز ہر پٹے کی تجدید پر مبلغ ایک روپیہ۔ دو گاؤں انعام میں مزید براں تحصیل کا ۱/۴ حصہ ملنا چاہئے۔ المرقوم ۲۹/ نومبر ۱۸۱۹ء۔

۱۴- فتح سنگھ اور چین سنگھ کا تصفیہ منتظمین ساگوڑ کے ساتھ۔

تین گاؤں کے لئے بھومیان ۱۵۰۳ سالانہ تنخواہ دیا کرتے تھے۔ چونکہ گاؤں بے چراغ ہو چکے تھے۔ اس لئے تنخواہ نہیں دیجاتی تھی منتظمین نے اُن سے مطالبہ کیا کہ یا تو تنخواہ ادا کی جائے یا گاؤں سے دست بردار ہو جائیں۔ بھومیوں نے رضامندی ظاہر کی کہ وہ تدریجی لگان اس طرح ادا کریں گے کہ چوتھے سال پر جملہ رقم ۱۵۰۳ روپے بے باق ہو جائے گی۔ اگر وہ سالانہ ادائی سے قاصر رہیں تو گاؤں اُن کے قبضے سے نکال لئے جائیں۔ المرقوم ۶/ اپریل ۱۸۲۵ء

۱۵- نادر سنگھ پٹیل کا تصفیہ دھکتوں کے منتظمین کے ساتھ۔

چودہ سال کے قبل نادر کے قبضے میں پرگنے کے چار گاؤں اس شرط پر تھے کہ وہ سالانہ ایک مقررہ رقم دیا کرے گا۔ منتظمین کو اس بات کی شکایت تھی کہ نادر نے اُس وقت سے اب تک کچھ بھی رقم ادا نہیں کی ہے تصفیہ کیا گیا کہ

۲۵۱ روپے کا استمراری پٹہ دیا جائے۔ اور تاریخ مقررہ کے اندرون قم ادا نہ ہو تو گاؤں واپس لے لئے جائیں گے۔ ۸/ اکتوبر ۱۸۱۹ء۔

۱۶۔ بہمن سنگھ کا تصفیہ منتظمین دھکتوں کے ساتھ۔

بہمن سنگھ کے باپ نادر سنگھ کے قبضے میں گنجر وڈ کے کچھ مواضعات ۸۱ روپے سالانہ لگان پر تھے۔ پچھلے چودہ سال سے منتظمین کو کچھ نہیں نہیں دیا گیا تھا۔ فریقین کے اطمینان کے لئے یہ تصفیہ کیا گیا کہ بہمن سنگھ کو استمراری پٹہ دیا جائے تاکہ گاؤں کی خوشحالی کے لئے سالانہ ۴۰۱ روپے دیا کرے۔

۱۷۔ گوپال سنگھ کا تصفیہ لچھمن سنگھ کے ساتھ۔

لچھمن سنگھ کے انعام کی ۵۵ بیگھے اراضی معاوضہ خدمت کے نام سے اور ایک گاؤں گوپال سنگھ کے قبضے میں تھا کہ اس کے بدلے میں پانچ سو روپے تنخواہ دی جائے گی۔ لچھمن موضع مذکور اور اراضیات مندرجہ صدر کو اس لئے واپس لینا چاہتا تھا کہ اب کسی خدمت کے انجام دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی طے پایا کہ گوپال سنگھ موضع مذکور کے لئے پانچ سو روپے اور اراضی کے لئے مبلغ دو سو روپے و نیز مذکورۂ بالا رقم پر ۱۲ فیصد بطہ ادا کیا کرے گا۔

۱۸۔ بھگوت سنگھ راجہ کچھی بڑودہ کا تصفیہ تخت گڑھ کے پرتھی سنگھ منڈلوئی کے ساتھ۔ کچھی بڑودے کے بعض دیہات سے متعلقہ منڈلوئی کی بعض ادائیاں زاید از سی سال سے رکی ہوئی تھیں ذریعۂ ہذا یہ طے پایا کہ ڈوول اور ڈبچی کبیری کے مواضعات پر راجہ کے حقوق تسلیم کر لئے گئے۔ المرقوم ۱۵/ اکتوبر ۱۸۱۹ء۔

۴۲۲

۱۹۔ ہولکر کا تصفیہ حکومت دھار کے ساتھ۔

بجوراؤ اور دیپل پور کے قریب کی اراضیات کی نسبت دو ریاستوں نے اپنے دعوے پیش کئے چونکہ اُن کے صحیح حدود کا تعین کرنا ناممکن تھا لہذا دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ متنازعہ فیہ اراضیات بطور غیر مقبوضہ اراضی کے مویشیوں کے چرنے کے لئے چھوڑ دی جائے گی۔

تاریخ تصفیہ ۱۵/ اپریل ۱۸۲۱ء۔

۲۰- بھیلواڑے کے سودھن سنگھ کا تصفیہ بھوانی داس کے ساتھ۔

سودھن سنگھ اور بھوانی داس کے درمیان یہ جھگڑا چلا آرہا تھا کہ دیوی کے نام سے جتنے عطیے آتے ہیں آخر الذکر خود غصب کر لیتا ہے۔ طے پایا کہ سودھن سنگھ بھوانی داس کو کچھ رقم دیدیا کرے اس کے بعد زائرین سے جو کچھ جمع ہو آخر الذکر کو اس میں دست اندازی کا حق نہ ہوگا۔

۲۱- خوشحال سنگھ راؤ کا تصفیہ ریاست ہولکر کے ساتھ۔

خوشحال سنگھ کا دعویٰ تھا کہ ہیرا پور اس کی جاگیر ہے۔ طے پایا کہ پانچ سال تک بغیر ادائی لگان اس کا قبضہ رہے گا اس کے بعد اس کو چھ سو روپے سالانہ دینے ہوں گے۔ ۲۰/مئی ۱۸۲۰ء

۲۲- ہمن سنگھ کا تصفیہ ریاست ہولکر کے ساتھ۔

ڈورجن پور گھاٹ کی محافظت کے نام سے ماہانہ ڈیڑھ سو کے معاوضے میں نادر سنگھ نے قصبہ کیری پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ہولکر کی حکومت یہ چاہتی تھی کہ یہ رقم کچہری سے ادا کر دی جائے اور قصبۂ مذکور واپس لے لیا جائے۔ طے پایا کہ قصبہ مذکور الصدر ہمن سنگھ کے پاس ہی رہے گا۔ اور گھاٹ کی محافظت کا معاوضہ ایک سو چار روپے منہا کر کے پانچ سال بعد ۱۰۶ روپے ادا کئے جائیں گے۔ تاریخ ۱۴/اکتوبر ۱۸۲۰ء۔

۲۳- موہن سنگھ کا تصفیہ ریاست ہولکر کے ساتھ۔

دیہی خدمت کے معاوضے میں موہن سنگھ کے والد کو ۳۰۰ بیگھے اراضی منجانب سرکار عطا ہوئی تھی۔ لیکن اس کے انتقال پر اراضی مذکور واپس لے لی گئی تھی۔ طے پایا کہ موہن سنگھ کو ۱۰۰ بیگھے زمین انعام میں دیدیجائے۔

۲۴- پربت سنگھ اور رگھوناتھ سنگھ زمینداروں کا تصفیہ ہولکر کے ساتھ۔

زمینداران مذکورہ کا یہ فریضہ ہوگا کہ سمرولی گھاٹ کی محافظت کریں اور (اس کے معاوضے میں) جس طرح اہلیا بائی کے زمانے میں سامان وغیرہ پر محصول عاید کرنے کا حق حاصل تھا اسی طرح محاصل وصول کر لیا کریں۔ مارچ ۱۸۱۹ء۔

۴۲۳

۲۵ - انگگرلعل - زمیندار کا تصفیہ مانک رام جونی کے ساتھ -
انگگرلعل، مانک رام جونی کو سالانہ پانچسو روپے دیا کریگا کیونکہ اس کی، ناک انگگرلعل کی ماں کے اشارے سے کاٹی گئی تھی اور جس کی ساری جائداد بھی لوٹ لی گئی تھی ستمبر ۱۸۲۰ء

۲۶ - نیزہ طروی کا تصفیہ حکومت ہولکر کے ساتھ -
ہولکر کی حکومت اس بات پر راضی ہے کہ طروی کے سارے متوسلین کو اپنی ملازمت میں جگہ دے گی اور اس کو دو گاؤں لگان یا اجارے پر عطا کرے گی - اس شرط کے ساتھ کہ مہوا اور جام کے درمیان جو مسافر یا سامان گزرے اس سے متعلق وہ کوئی رقم وصول نہیں کرے گا اور تمام چوریوں وغیرہ سے حفاظت کرنے کی ذمہ داری لے گا - ۲۵/جنوری ۱۸۱۹ء -

۲۷ - بھیمسین طروی کا تصفیہ حکومت ہولکر کے ساتھ -
سمروی گھاٹ اور سیگوار کے درمیانی سڑکوں کی محافظت کے لئے مذکورہ بالا صدر شرائط پر عمل کیا جائے گا -

۲۸ - کشن راؤ مادھو باس کوٹے کا عہد و پیمان برطانوی حکومت کے ساتھ -
مادھو راؤ باس کوٹہ کو پرگنہ جات کروڑ - خانہ پور اور بُردیا کی زمینداری کی بقایا کے معاوضے میں برطانوی حکومت ۲۷۰۰ روپے سالانہ ادا کرے گی - اور موضع کروڑ خرد انعام میں بطور معافی عطا کرے گی - اس طرح مسلسل چار سال تک سالانہ پانچسو روپے سربندی میں اپنے اخراجات کے تحت ادا کرے گی - جولائی ۱۸۱۹ء

تصفیہ جات جو میجر منلے کی معرفت طے پائے

۲۹ - صوبہ سنگھ بر گورجار -
برطانوی حکومت کی طرف سے مشرقی شجاع الپور میں نصف پیمائش شدہ تین گاؤں کی جاگیر اس شرط کے ساتھ عطا ہوئی ہے کہ حکومت کو (بطور خراج یا باج کے) سالانہ چودہ سو روپے ادا کئے جائیں گے -

۳۰۔ راؤ بھیروسنگھ گونڈ۔ ہولکر کی جانب سے ایک موضع موسومہ ہیراپور کا عطیہ (مع علاقہ جات تحت) اس شرط کے ساتھ دیا گیا ہے کہ ۱۲۳۵ء؁ کے بعد سے سالانہ چودہ سو روپے ادا کئے جائیں گے۔ نیز سندھیا کی جانب سے موضع کیر وکال عطا ہوا ہے۔ ریاست دھار کی طرف سے مکراربین سولہ گاؤں اس شرط پر عطا ہوئے ہیں کہ پانچ سال کی مدت گزر جانے کے بعد سالانہ ایک ہزار ایک سو روپے دیے جائیں گے۔

۳۱۔ مکند سنگھ گونڈ۔ ہڑوہ اور ہندیا میں منجانب سندھیا ۴۰ مواضعات اس شرط پر عطا ہوئے تھے کہ پانچ سالہ مدت کے منقضی ہونے کے بعد ایک ہزار روپے سالانہ پیش کئے جائیں گے۔

۳۲۔ انوپ سنگھ گونڈ۔ مقصود سنگھ کی طرف سے موضع سنگھ پور اور دوسرے دو مواضعات تاحیات عطا ہوئے۔

۳۳۔ بھیم سنگھ گونڈ:۔ منجانب سندھیا پن گھاٹ اور بارہ گاؤں اس شرط پر عطا ہوئے کہ پانچ سال بعد مبلغ چار سو ایک روپیہ سالانہ ادا کئے جائیں گے۔

۳۴۔ رانی رتن بائی والیہ چاند گڑھ۔

چاند گڑھ۔ بر کیسور اور ۶۳ گاؤں اس کے قبضے میں چلے جا رہے تھے جن کے متعلق اس وقت تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا نیز چار وارمیں ۱۷ گاؤں کی تحصیل کے لئے $\frac{1}{4}$ کا دعویٰ ابھی پیش تھا۔

۳۵۔ راؤ دیوی سنگھ گونڈ۔

ڈیڑھی کی جاگیر اور ایک بھیٹ یعنی پانچ روپے ۔ نیز لیمن پور مکرڑی کے ہر موضع کی مالگزاری میں ۲ فی صد کا دعویٰ پیش تھا۔

۳۶۔ گلاب راؤ گونڈ۔

رام گڑھ بطور جاگیر اور ہر گاؤں میں پانچ روپے کی بھیٹ اور مالگزاری میں ۱ فیصد کا مطالبہ تھا۔

۳۷۔ بلونت سنگھ گراسیا۔

بارسیا میں نصف پیمائش شدہ، چار مواضعات اور موضع چاندوار اور دیگر پانچ دیہات منجانب ریاست بھوپال بطور جاگیر عطا ہوئے۔

۳۸۔ لچھمن سنگھ اور اسری سنگھ گراسیا۔
برسیا میں سات مواضعات نصف پیمائش شدہ اور مزید تین دیہات بطور جاگیر منجانب ریاست بھوپال عطا ہوئے۔
۳۹۔ ٹھاکر نربی سنگھ۔ موضع چیپور جاگیر میں واُودے پور میں ایک سو پچاس بیگھے زمین معافی شمس آباد میں بارہ بھیلیہ میں پانچ اور سرونج میں سترہ دیہات کی سند استمراری عطا ہوئی۔
۴۰۔ ٹھاکر سلیم سنگھ۔ کلچی پور کے دیوان کی جانب سے پیرل جاگیر میں

۴۲۵

عطا ہوا۔
۴۱۔ ٹھاکر راگھو ناتھ سنگھ۔ ہولکر کی طرف سے گنگومی اور بیس گاؤں اس شرط پر عطا ہوئے کہ ۱۲۳۰ف کے بعد سے سالانہ پندرہ سو روپے ادا کئے جائیں گے۔
۴۲۔ راؤ رتن سنگھ ٹھاکر کا تصفیہ حکومت سندھیا کے ساتھ۔
اِس عہد و پیمان کی تجدید عمل میں آئی کہ سالانہ مبلغ ۸۲۵ روپے بابتہ خراج حکومت سندھیا کو ادا کئے جائیں جو چند سال سے عطا نہیں کئے گئے تھے (اِس کی ہنوز باقاعدہ توثیق عمل میں نہیں آئی ہے)۔
۴۳۔ راؤ ڈورجن سنگھ کا تصفیہ حکومت کوٹا کے ساتھ۔
ایک نامعلوم زمانے سے موضع سدارہ بہ حیثیت جاگیر کے راول کے خاندان میں چلا آرہا تھا۔ حکومت نے اس کو حسب حال بحال رکھا اور سالانہ ایک گھوڑے کے معاوضے میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ راول بطور خراج ایک سو روپے ادا کیا کریں۔
۴۴۔ گوپال سنگھ کا معاہدہ بھیم سنگھ کے ساتھ۔
بھیم سنگھ کی طرف سے خدمات کے معاوضے میں و نیز پانچ سو روپے سالانہ خراج کی ادائی پر سکھینکرہ بطور مدامی جاگیر کے گوپال سنگھ کے قبضے میں دیا گیا تھا طے پایا تھا کہ جاگیر کے معاوضے میں عندالمطالبہ گوپال سنگھ فوجی خدمت انجام دیا کرے لیکن اب یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اس کے عوض میں وہ مزید تین سو روپے ادا کرے یعنی جملہ ۸۰۰ روپے سالانہ بطور خراج وہ بھیم سنگھ کو

ادا کرے گا۔

۴۵۔ پرتھی سنگھ منڈلوئی کا معاہدئی حکومت دھار کے ساتھ۔
پرگنہ بدناور سے متعلق پرتھی سنگھ کے مطالبات منضبط کرلئے گئے ہیں۔

ضمیمہ شمارہ (۱۷)

اس لائحہ عمل کا خلاصہ کہ جس کی بنا پر وسط ہند میں پنچایتوں کی اجرائی عمل میں آنے والی تھی۔

نئے نظام کی رو سے سب سے بڑا عہدہ دار پنچایتوں کا مہتمم ہوگا جو بغیر جج کے نام کے موسوم ہونے کے ٹھیک اس کے فرائض انجام دینے کے لئے (لفٹننٹ گورنر کے تحت) عدالتی معاملات میں حکومت کا نمائندہ ہوگا۔

حالات اگر اس بات کے مقتضی ہوں تو پنچایتوں کے مہتمم کے ایک یا زیادہ رجسٹرار یا مددگار ہوں گے۔ پنچایتوں کا دیسی عملہ حسب ذیل ہوگا۔

ایک صدر امین قابل شاستری ایک ملا اور کچھ دیسی اہلکار۔

مقامی کلکٹر کو مالگزاری کے علاوہ عدالتی اختیارات بھی حاصل ہوں گے۔

اور حکومت ہائے بمبئی اور مدراس کی طرح وہ پولیس کا افسر اعلیٰ بھی ہوگا۔

پنچایت کی عدالتہائے ثالثی کی اس لئے بھی قدر افزائی ہونی چاہیئے کہ بغیر سرکاری عہدہ داروں کی طرف رجوع ہونے کے یہ لوگ آپس میں بیٹھ کر چھوٹے چھوٹے تنازعات کا تصفیہ کر لیتے ہیں۔ اُن تمام مقدمات میں جہاں مقامی طریقوں کے مطابق ضابطے کی تکمیل عمل میں آچکی ہو ایسے فیصلوں کے لئے ممکنہ مدد دی جانی چاہیئے۔

ہر بڑے قصبے یا ضلع کے معززین میں سے ایک منصف یا دیسی جج کی نامزدگی عمل میں آنی چاہئے جو اپنے محدود اختیارات کی بنا پر اسباب معلوم کر کے قید کی سزا دے سکیں اور قرضداروں اور مجرموں کا مال منقولہ ضبط کر سکیں۔ دیہات کے پٹیلوں کو بھی اپنے اپنے علاقوں میں بہ حیثیت ادنیٰ درجے کے منصفین کے اس بات کا مجاز گردانا چاہئے کہ وہ اپنے محدود اختیارات کو کام میں لا کر چھوٹے چھوٹے مقدمات کی سماعت کر کے فیصلہ صادر کریں اور تنازعات کا تصفیہ کیا کریں۔

شہروں اور اضلاع میں وہاں کے مشاہیر کو (جن میں منصفین بھی شامل ہوں) مکھیا یا صدور کے نام سے امتیازی حیثیت دینی چاہئے تاکہ وہ پنچایتوں کے سرپنچوں کی حیثیت سے نشست حاصل کر سکیں۔

ہر جماعت کے معززین میں سے پنچایت کے اراکین کو چن لینا چاہئے۔

ہر قریے، قصبے اور ضلع کے محرر یا قانون گو کو بہ حیثیت رجسٹرار کے کام کرنا چاہئے اور ساری کارروائیوں کی روداد قلمبند کرنی چاہئے۔

ایسے قبیلے یا فرقوں کو جو نہایت مطلق العنان فرمانرواؤں کے تحت رہتے ہوں اس بات کا اختیار حاصل ہونا چاہئے کہ اپنے مکھیوں کو خود نامزد کریں (وہ لوگ ایسے ہوں) کہ اپنی اور جماعت کی جانب سے اعتبار کے لحاظ سے پنچایتوں کے رکن بن سکتے ہوں۔ اور پنچایتوں میں شرکت ان کا قبیلے سے متعلقہ اور پبلک فریضہ سمجھا جا سکتا ہو۔

برطانوی حکومت وسط ہند کے ممتاز باشندوں میں سے کئی ایک پر اپنا بہت کچھ استحقاق رکھتی ہے کہ اُن سے مذہبی اداروں، قابل ملاؤں اور برہمنوں، و نیز زمینداروں، چودھریوں، منڈلوبوں، دیسائیوں، دیسمکھوں، قانون گوؤں، پٹیلوں، پٹواریوں اور سابقہ حکومت کے خاص خاص مذہبی اور سول عہدہ داروں کی جائدادیں، وظائف، مطالبات، اور واجب الاداء رقومات بحال رکھی ہیں۔ مذکورہ صدر عہدہ داروں کو اگرچہ اس وقت کوئی خدمت انجام دینا نہیں پڑتی ہے۔ (کیونکہ ہمارا طرز حکومت بالکل بدلا ہوا ہے) و نیز دیسی ریاستوں کے تحت جو حالات تھے اب اُن کی اُس طریقے پر تجدید بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود اس وقت بھی ان کو یا تو تنخواہ ملتی ہے یا وہ لوگ زمینات کے

مالک بنے ہوئے ہیں۔ جو نسلاً بعد نسل ان کی اولاد میں منتقل ہو سکتی ہیں۔ اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ یہ لوگ معاشرے میں کاہل بنکر کیوں زندگی بسر کریں دوسرے فرائض ان کے ذمے کردئے جا سکتے ہیں اور ان جدید فرائض کی انجام دہی سے وہ سوسائٹی کے کارآمد رکن بن سکتے ہیں اور اس سے خود ان کو ایسی مسرت حاصل ہو سکتی ہے جو بغیر کسی مشغلے کے وہ حاصل نہیں کر سکتے تھے اور ساتھ ہی اس سارے خرچ کے لئے جو ان کی امداد پر عائد ہوتا ہے حکومت کو اس کا معاوضہ خدمات کی شکل میں ادا کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر وینکٹ راؤ شاستری ساکن مندے کو لیجئے جس کو وراثت میں ایک جاگیر ملی ہے اس پر اس کا پوری طرح قبضہ ہو جائے گا تو اس کو سالانہ تیس ہزار روپے کی آمدنی ہو سکتی ہے۔ اس خاندان کے صدر کے ذمے نہ صرف حاضر باشی کی شرط تھی بلکہ وہ اپنے رئیس کو سارے مذہبی معاملات میں رائے مشورہ بھی دیا کرتے تھے۔ برطانوی حکومت اس کی مدد معاش کی اجرائی میں آخر الذکر فریضے کو مشروط الخدمت بنا سکتی ہے۔ حکومت اس بات پر اصرار کر سکتی ہے کہ اس خاندان کا کوئی نمائندہ اس صوبے یا حصۂ ملک میں بہ حیثیت ایک صدر شاستری کی خدمت انجام دے۔ اگر وہ کسی وجہ سے فرایض کی انجام دہی کے قابل نہ ہو تو حسب عمل درآمد مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی کو خدمت عوض میں پیش کرے۔ اس طرح عیوضی کو اس خاندان کی طرف سے اُس وقت تک معاوضہ دلانے کی ضمانت لی جانی چاہئے جب تک کہ وہ خدمت انجام دے رہا ہو اس اصول کا اطلاق ہر بڑی، چھوٹی عطیات کے لئے کیا جا سکتا ہے خواہ وہ اداروں سے متعلق ہوں یا اشخاص سے۔ اس اصول پر عمل پیرا ہونے سے بغیر زائد مصارف کے ایک ایسی جماعت فراہم ہو سکتی ہے جس کی تمام صوبوں، شہروں اور اضلاع میں شدید ضرورت رہتی ہے صوبوں کے ایک خاص موروثی عہدہ داروں[1] کی جماعت ایسی بھی ہے جن کے نام جاگیریں

[1] زمیندار، قانون گو وغیرہ۔

وظیفے تو جاری ہیں لیکن جن کو برطانوی حکومت کے تحت کوئی کام انجام دینا نہیں پڑتا۔ ان میں سے منصفین، مکھیا اور پنچایتوں کے لئے رجسٹرار فراہم ہوسکتے ہیں سچ پوچھا جائے تو ایسے ہی لوگ کیا بہ لحاظ وجاہتِ خاندانی اور عہدے کے اور کیا بہ لحاظ سوسائٹی میں اپنے علم و فضل کے اعتبار سے اعلیٰ مرتبت ہونیکے ایسے خدمات کے لئے سب سے زیادہ اہل ہوسکتے ہیں۔

جو افراد یا حضرات ہندوستانی ریاستوں کے عمل درآمد اور دستور سے ناواقف ہوتے ہیں وہ ایک موروثی جج یا رجسٹرار کے تخئیل کے ساتھ ہی چونک اُٹھتے ہیں لیکن یہ بات ان کو معلوم ہونی چاہئیے کہ منصفی ایک فریضہ ہے خواہ وہ ایک صوبے کی ہو یا ایک گاؤں کی۔ اس کو فردِ واحد سے کہیں زیادہ بہتر طریقے پر ایک خاندان ہی انجام دیسکتا ہے اگر کسی خاندان کا ایک نمایندہ نااہل ثابت ہو تو حکومت کے اطمینان کا دوسرا رکن تلاش کر لینا چاہئیے۔ آپس کی شادی بیاہ اور طبیعت کی افتاد کی وجہ سے خاصی گنجائش نکل سکتی ہے۔ کسی خاندان کے جس نمایندے کو فرایض ادا کرنا پڑتے ہیں اور اس کو جو حصہ ملتا ہے وہ نہایت واضح ہونا چاہئیے اگر کسی بزرگ خاندان یا اِس کے نمایندے کا رویہ ٹھیک نہ ہو تو اس سے بہتر کوئی سزا نہیں ہوسکتی کہ اِس کو برطرف کر دیا جائے۔ اِس طریقۂ عمل سے اُس کے سارے بیجا اثرات زائل ہو جائیں گے۔ اور اس کی آمدنی بھی بند ہو جائے گی جو ادائے فرائض کے سلسلے میں اس کو ملا کرتی تھی۔ اِس کو ایک عام قاعدہ قرار دینا چاہئیے کہ اگر کوئی خاندان قابل قبول منصف مکھیا یا قانون گو فراہم نہ کر سکے تو ہنگامی طور پر اس کی جائداد یا آمدنی کی منتقلی عمل میں آنا چاہئیے تاکہ ان فرائض کی انجام دہی کے لئے قابلیت کی بنا پر جس شخص کو لیا گیا ہے اِس کی سالم تنخواہ یا کچھ حصے کی ادائی اس سے ہو سکے۔

مکھیاؤں یا جو صدر رہوں اُن کی نامزدگی خاص کر شہروں میں لوگوں کی عام رائے کی بنا پر ہونی چاہئیے اور وہ ان جماعتوں کے مسلمہ اور مقررہ صدر ہونیکی وجہ سے و نیز ایسے مواقع پر اُن کے صحیح ترجمان ہونے کی وجہ سے اُن کے لئے رائیں نہایت آسانی سے مل سکتی ہیں۔

پنچایت کے اصولوں پر جو عدالت ہائے نصفت قائم ہوں گی اُن کے اخراجات بھی زیادہ نہیں ہو سکتے لیکن ایسی عدالتیں جو سول مقدمات کی تحقیقات کے لئے قائم کی گئی ہوں اُن کے کچھ اخراجات ضرور ہو سکتے ہیں اور ان اخراجات میں بہت کچھ تخفیف اِس طرح ہو سکتی ہے کہ اِن فرائض کو بعض جماعتوں کیلئے اعزازی قرار دیا جائے جن کو یا تو وظائف پہلے ہی سے ملتے آرہے ہوں یا (نئے وظایف) مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لئے اگر روپے سے نہیں تو اعزازات اور امتیازات کے ذریعے اُن کی عزت افزائی کیجا سکتی ہے۔ برطانوی حکومت کی کوششوں کا یہ مقصد ہونا چاہئے کہ ہم وطنوں کی نظروں میں ایسے لوگوں کو بلند و بالا کیا جائے اور اس کی کامیابی پر بہی بڑی حد تک اس قسم کے حاکمانہ اقتدار، کارکردگی اور امتیازی خصوصیت کا انحصار ہے۔

اِن پنچایتوں کے اراکین خاص کر جو امدادی ججوں کے نام سے موسوم ہوں گے ان کو کارگزاری کے ایام میں کچھ رقمی امداد ضرور ملنی چاہئے۔ اُن کے اجلاسوں کا زمانہ ایسا مقرر کیا جانا چاہئے کہ جس کی وجہ سے اِن میں سے اکثر باشندوں کے معاملات اور تہوار بالکل کم متاثر ہوں۔ اگرچہ کسی وقت پر بھی صرف دو امدادی جج یا پنچایت کے اراکین مطلوب ہوں گے۔ لیکن ان فرائض کی ادائی کے لئے کم از کم اِس کی ۳ گنا تعداد تیار رکھی جانا چاہئے۔ لیکن ان قاعدوں کا اطلاق صرف شہروں اور قصبوں تک ہی ہونا چاہئے جہاں تنازعات اکثر و بیشتر ہوتے رہتے ہیں۔ ان اراکین کے لیے ایک اور معاوضہ جو کسی طرح سے حقیر نہیں سمجھا جا سکتا یہ ہوگا کہ مکھیوں اور منصفوں کے جانشینوں کے انتخاب کے لئے ایسے ضابطے کا نفاذ ہے کہ جس سے تحدید عاید ہوتی ہے کہ سب سے زیادہ معزز طبقے سے یہ لئے جائیں اس سے نہ صرف ان کی ہمت افزائی ہو سکتی ہے بلکہ ان عہدوں تک ایسے ہی لوگ ترقی پا سکیں گے جو مقامی حالات کا کافی تجربہ رکھتے ہوں اور ذی وجاہت ہوں۔

جب مقدمات ایک مقررہ تعداد سے بڑھ جائیں تو اس وقت پنچایت طلب کر لی جا سکتی ہے لیکن منصف یا صدر مکھیا کو اس طرح سے

ممنون کیا جا سکتا ہے کہ جب تک کہ مکھیا کی حیثیت سے نشست کے لئے اس کی باری نہ آئے اس کو حاضر ہونے کے لئے طلب نہ کیا جائے گا۔ اگر ایک سے زائد مکھیا ہوں تو وہ باری باری سے نشست کر سکتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ علالت یا شدید ضرورت کی بنا پر وہ نہ آ سکتے ہوں یا معاملہ خود اُن کی ذات یا اُن کے اقرباء سے متعلق ہو۔ ان عدالتوں میں ارکان اور صدر کے باری باری سے جگہ لینے کے طریقے کو طے کرنا یہ ضابطے کا ایک معمولی سوال ہے۔

ہر دیوانی دعویٰ جو ایک مقررہ رقم سے زائد ہو پنچایت کے روبرو پیش کیا جائے۔ (اگر اس کا لزوم فریقین پر نہ کیا جائے) معمولی مقدمات میں نہ تو پنچ اور نہ اس کے مددگاروں کو پنچایت میں شریک رہنا چاہیئے اور نہ مداخلت کرنا چاہیئے۔ اگر اعلیٰ پنچایت ہو تو اس کی رکنیت کے لئے اُس علاقے کے چوٹی کے آدمیوں کو منتخب کیا جانا چاہیئے تاکہ وہ مرافعوں کی سماعت کر سکیں۔ عدالت کے ایسے فیصلے جہاں ان کی ابتدائی تحقیقات ہوئی ہے اس کے مرافعے مدت مقررہ کے اندر پیش ہو جانا چاہیئے۔ ۴۳

پنچایتوں کے مہتمم یا اُن کے رجسٹرار یا مددگار جو اُن کے قائم مقام ہوں وہ عدالت مرافعہ کی صدارت کریں گے۔ ملک کے سابقہ دستور اور رواج کے مطابق وہی لوگ جو وکالت کرتے ہیں اُن کے سوا کسی اور وکیل یا پیروکار کو وکالت کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔

ارکین اور گواہوں کو حاضر کرانے اور فیصلے کی تعمیل کرانے کے لئے انھی قواعد وضوابط کا نفاذ ہوگا جو دیسی باشندوں کے رسم ورواج اور ہمارے اُصول حکمرانی سے مطابقت رکھتے ہوں یہ دراصل تفصیلات کا معاملہ ہے خاص کر ارکین کی حاضری کے مسئلے میں کچھ دشواری ضرور لاحق ہوگی۔

کلکٹر کے خلاف ناانصافی یا ظلم کی شکایت پنچایت کی معمولی عدالتوں میں ناقابل سماعت ہونی چاہیئے سوائے اس کے کہ جب تک خود کلکٹر ایسا مقدمہ پنچایت کے سپرد کرنے کو ترجیح نہ دے۔ ایسی صورت میں سوائے مرافعے کے اِن کا فیصلہ قطعی اور آخری ہونا چاہیئے اس نوعیت کی جتنی شکایتیں دیسی عہدہ داران

یا عمال مال کے خلاف ہوں اعلیٰ پنچایت میں ان کی سماعت ہونی چاہئیے جہاں مہتمم خود صدارت کرے گا اور وہ ایک عدالت سرکیوٹ بن جائے گی۔

چھوٹے اضلاع اور دیہاتوں میں پنچایتیں سوسائٹی کے گوناگوں حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذکورۂ بالا اصولوں پر قایم ہونی چاہئیں اور اُن کا دائرۂ عمل بشمول بھیلوں کے وحشی سے وحشی جماعتوں تک وسیع ہونا چاہئیے۔ صرف اسی صورت میں وہ لوگ اپنے عادات واطوار کو درست کرسکتے ہیں جبکہ انھی کی جماعت کے سردار اور سرگروہ اُن کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیں۔

فوجداری مقدمات میں جب چوری یا قتل کا شبہہ کسی شخص پر کیا جائے تو وسط ہند کے دیگر حصص کی طرح پنچایت کے ذریعے برسر موقع اُس کی باقاعدہ تحقیقات ہونی چاہئیے۔ ایسی پنچایت کو مجسٹریٹ یا اس کا کوئی عہدہ دار طلب کرسکے گا مہتمم کے نام جو رپورٹ بھیجی جائے گی۔ اِس پر ملزم کے بری ہونے یا فرد جرم لگائے جانے کا انحصار ہوگا۔

فوجداری مقدمات کی سماعت اعلیٰ یا مرافعے کی پنچایت میں ہوسکے گی جس کی صدارت مہتمم کیا کرے گا اور جس کی مدد ایک رجسٹرار اور دیسی عدالتی عہدہ دار کیا کریں گے۔ جب یہ عدالت قتل کی سزا صادر کرے تو اس کی تعمیل اُس وقت تک نہیں ہوسکے گی جب تک کہ ملک کے نظم ونسق کا اعلیٰ ترین ذمہ دار حاکم اُس کی توثیق نہ فرمائے۔

۴۳۲

ضمیمہ شمارہ (۱۸)

میجر جنرل سر جان میلکم جی۔سی۔بی کے براہ راست ماتحت جو مددگار اور عہدہ دار کارگزار ہیں ان کے موسومہ ہدایات کا خلاصہ:۔

۴۳۳

حسب تفصیل ذیل ہدایات اُن اصولوں پر مبنی ہیں جس کو میں اپنے ماتحت سارے عہدہ داروں کے ذہن نشین کرانے کی مسلسل کوشش کرتا رہا ہوں اور ایسے زمانے میں جبکہ میں متوسط ہند کو (شاید ہمیشہ کے لئے) خیر باد کہہ رہا ہوں۔ تو ایسی صورت میں ہمارے عام روایات اور مقامی حکومت سے متعلق اپنے جذبات کے زیادہ سے زیادہ تفصیلی اظہار کو جو دوسرے حالات میں شاید اس قدر اہم تصور نہ ہوں۔ اپنے اور مفاد عامہ کے نقطۂ نظر سے ایک ضروری فریضہ تصور کرتا ہوں۔

عام مشاہدے

قریب قریب وہ تمام افراد جو اپنے معلومات اور تجربے کی

بنا پر اس مسئلے کی نسبت اہل الرائے کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عام ہندوستانیوں کے نزدیک ہندوستانی فرمانرواؤں کے مقابلے میں ہماری حکومت کو جو ترجیح دی جاتی ہے اس کا انحصار دراصل ہمارے خلوص، تدبر اور قوت پر مبنی ہے۔ اس اہم تاثر میں فی الحقیقت اور بھی اضافہ ہونے لگتا ہے، جب ہم اُن کی عادتوں، اداروں اور مذہب کے معاملات میں میانہ روی اعتدال اور نرمی سے کام لیتے ہیں اور ہر اس کارروائی سے ہمیں دکھ پہنچتا ہے جس سے ان کے عقائد اور توہمات مجروح ہوتے ہیں۔ اور جو ان کے افراد یا جماعتوں کی طرف بےاعتنائی یا عدم توجہی کے مماثل ہو یا جو اس بات کا ثبوت ہو کہ ہم نے فاتحانہ گھمنڈ میں ان اصولوں کو بھلا دیا ہے جن کی اساس پر یہ عظیم الشان حکومت قائم ہے اور صرف انھیں اصولوں پر باقی رہ سکتی ہے۔

۴۳۴ ہندوستان کے باشندوں میں باہمی اتفاق و اتحاد کی عدم موجودگی ہماری قوت کی زبردست بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ برطانوی حکومت کے قیام اور استحکام میں سب سے زیادہ اسی ایک چیز سے مدد ملی ہے۔ لیکن جب ہم اس کا سبب دریافت کرتے ہیں تو اس بات کا پتا چلتا ہے کہ جس وقت ہندوستان ہمارے قبضے میں آیا ہے جو طرز عمل ہم نے ہندوستانیوں کے لئے اختیار کیا ہے اسی وقت سے اس نااتفاقی کی ابتداء ہوتی ہے۔ اگر اس ملک کے حالات بدل بھی جائیں تو ہندوستانیوں کی آپس کی نااتفاقی جاری رہیگی اور ہم اپنے طرز عمل میں خواہ کسی قسم کی تبدیلی کیوں نہ کریں ان کے آپس کی نااتفاقی ہمارے قیاس سے کہیں زیادہ بڑھتی جائے گی۔ اس براعظم کے بشتر باشندوں کے موقف کی مشابہت جو اس وقت ہمارے زیر حکومت ہیں یقیناً مشترکہ اصولوں پر کام کرنے کی طرف زیادہ سے زیادہ راغب کرائے گی۔ اور یہی دراصل ہر قسم کے اتحاد کی بنیاد ہے۔ ارتباط کی ضرورت کا فقدان جو تغیرات کی بنا پر پیدا ہو چکا ہے ممکن ہے ہم کو اس کی اہمیت ہی بھلا دے ابتری اور مظالم کی جگہ جو بہتر صورت حال ہم نے پیدا کی ہے اسی پر ہماری طاقت کا

انحصار ہے لیکن اس قوت کو ہم دن بدن کھو رہے ہیں۔ ہم اپنے ذخائر کی نسبت
بھی کوئی قطعی رائے نہیں رکھتے ہیں۔ ان کی اصلی حالت سے ہم صحیح طور پر
واقف بھی نہیں ہیں۔ جب صحیح معلومات حاصل ہوں تو اس جذبے کی بنا پر
معیار گھٹ جائے گا۔ ہم کو ادنیٰ اور متوسط طبقات کی اچھی رائے سے تقویت
حاصل ہوتی رہی ہے جن پر ہماری حکومت ہمیشہ سے مہربان رہی ہے۔ مگر
اس تصور سے سخت نقصان پہنچ رہا ہے کہ ہماری طرز حکومت، مدارج اقتدار
اور ہندوستان کے اصلی باشندوں کے اعزاز کو مستقلاً بحال رکھنے کے بالکل
مخالف ہے یہ عقیدہ جو بے بنیاد نہیں ہے ہر جماعت میں عام ہے اور
صاحبانِ شہرت اور اعلیٰ مدارج پر جو فائز ہیں اُن پر اس کا بہت مضر اثر پڑتا ہے
ان کی حالت جس جذبے کو ابھارتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن کے پاس
۴۳۵ تھوڑا سا اقتدار اور آزادی ہے ان کو غیر مطمئن، شریر اور حریص بنا دیتی ہے۔ یہ
ساری چیزیں ہماری طاقت کے لئے خطرے کا باعث ہیں اور وہ جس قدر پھیلے گا ان میں
اضافہ ہوتا جائے گا۔ جب تک کہ ہم اسی مناسبت سے اپنے نظم و نسق میں
اصلاح کر کے اس کا رد عمل نہ کریں۔

شاید ہماری سب سے بڑی قوت اور اسی کی بنا پر ہمیں ہندوستان پر
عرصۂ دراز تک کی حکومت کے بہترین توقعات ہو سکتے ہیں وہ ہماری حکومت
کے تسلط اور عاملانہ اقتدار ہر دو کے ڈھانچے کی عجیب و غریب تشکیل ہے۔
ہندوستان کی مقامی حکومت کے جملہ شعبہ جات میں سرپرستی کا دائرہ ہر قسم کے قیود
اور پابندیوں کی وجہ سے بہت تنگ ہے اسی اہمیت کے دوسرے مقامات کی
بہ نسبت یہاں نوازشات کا اثر بہت کم اور اہلیت کا بہت زیادہ ہے۔
انفرادی کوشش کے لئے ایک لامحدود میدان عمل کھلا ہوا ہے۔ اعلیٰ مراتب
کے لوگوں پر پابندیاں عائد نہیں ہیں۔ (اور ہماری حکومت کا یہ ایک امتیازی
نشان ہے کہ وہ اسی حالت میں برقرار رہیں)۔ اس ذی اثر جماعت کا رشک وحسد
جو ہمارے ملک کا ایک خاصہ ہے ساری خرابیوں کی ایک زبردست روک تھام
کا کام دیتا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اپنے چند روزہ اقتدار کا

نشہ چڑھنے نہیں پاتا اور وہ بنیادی اصول جو نوآبادیوں کے خلاف ہیں ملازمین سرکار میں جڑ پکڑنے نہیں پاتے اور ان کو ہمیشہ سرکاری فرائض کی انجام دہی کی طرف اسی طرح متوجہ رکھتے ہیں جس طرح دوسرے ممالک میں لوگ اپنے کاروبار انجام دیا کرتے ہیں نتیجہ یہ کہ بغیر ذاتی جذبات اور مفاد کو اس طرح متحرک یا مشتعل کرنیکے کہ جس سے ان کی قوت فیصلہ متاثر ہوجائے وہ اپنے دفتر کے روزمرہ فرائض نہایت قابلیت کے ساتھ انجام دیتے ہیں اُن خطرناک جذبات اور سازش کے سارے طریقوں اور حرص و طمع کے مفقود ہونے کی وجہ سے جس کی بنا پر سلطنتیں ہمیشہ برباد ہوتی رہی ہیں، ایک ایسے ذہنی سکون کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جو صرف ایسے ملک کے فرماں رواؤں کے حصے میں آسکتی ہے۔ جیسے کہ اس وقت انگریز ہندوستان میں ہیں اور ان کے لئے یہ مناسب صورت حال پیدا کردیتی ہے جو قومی بندھنوں کے فقدان کے بُرے اثرات کا بدل ہوسکتی ہے کہ جس پر در اصل حکومتوں کی حقیقی قوت کا عام طور پر انحصار رہا کرتا ہے۔

ہماری کامیابی اور اعتدال پسندی کا مقابلہ جب اس ابتری اور تشدد سے کیا جائے جس کا شکار ہندوستان کی اکثریت زاید از ایک صد سال تک ہوتی رہی ہے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسی چیز نے برطانوی قوم کی شہرت میں چار چاند لگادیئے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ غیر ملکیوں کے زیر حکومت امن وامان اور خوشحالی کی دھن میں یہاں کے باشندوں نے اپنے جذبۂ حب الوطنی کو بھلادیا۔ مگر یہ وہ جذبات ہیں جن سے واقف کرانا ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ اس کا علم ان کو رفتہ رفتہ زندگی بخشے گا اور میدان عمل میں لے آئے گا۔ ہندوستان کے باشندوں کو اجنبی آقاؤں کی مسلسل ماتحتی کی جو ذلت اٹھانی پڑی ہے ان کو اس احساس کا معاوضہ ملنا چاہئے اور وہ صرف اس طرح حاصل ہوسکتا ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی ذمہ دارانہ خدمت یا عہدے پر فائز ہو ان سب کی متفقہ کوشش سے یہ بات حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ موجودہ حکومت کو ہر دلعزیز بنانے کی پیہم سعی کرے جو در اصل قومی تو نہیں ہے لیکن رواداری انصاف اور دانشمندی کے اصولوں پر اس کی گہری بنیادیں رکھی گئی ہیں۔ حکومت کے

۴۳۶

ہر رکن کا یہ فریضہ ہونا چاہیئے کہ مندرجۂ بالا حقائق کا مطالعہ کرے اور ان امور کے سمجھنے کی کوشش کرے۔ حکومت کے کسی رکن کو صرف اس بات پر قانع نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ یہاں کی زبانوں سے واقف ہے یا جن لوگوں سے اس کو سابقہ پڑتا ہے ان کے رسم و رواج سے وہ آگاہ ہے اس کے سارے مخصوص کاموں (حتیٰ کہ ان کی انجام دہی کے طریقوں) کا انحصار ہماری حکومت کے قیام کے اصولوں کے غائر مطالعے پر مبنی ہونا چاہیئے کہ کس طرح ہماری حکومت قائم ہوئی اور کن اصولوں کی پابندی سے وہ برقرار رہ سکتی ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت پر میں اپنی رائے کا اظہار اس سے بہتر طریقے پر نہیں کر سکتا کہ اس بات پر میرا کامل ایقان ہے کہ ہر لائق عہدہ دار کو اپنے فرائض منصبی کی ادائی سے قطع نظر کسی اہم خدمت پر کوئی ایسا شخص مامور نہ ہو جو اپنے طرز عمل کے ذریعے اپنی ۴۳۷ زندگی میں ہر روز کچھ نہ کچھ اس حلقے کے باشندوں کے جذبات کے توسط سے جن پر وہ حاکم بنایا گیا ہے ایسا کام انجام نہ دیتا ہو جس کا سلطنت کے عام مفاد پر یا تو اسے تقویت دینے کی نسبت یا اسے کمزور بنانے کے لئے اچھا برا اثر نہ پڑتا ہو یعنی وہ دراصل غیر مرئی طور پر اس حکومت کے ہاتھ قوی کرنے یا کمزور بنانے میں شریک رہے جس کے تحت وہ خدمت انجام دے رہا ہے۔

میرا یہ بھی ایقان ہے کہ جو کچھ میں نے اپنا فریضہ سمجھا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور میں قابل معافی سمجھا جاؤں گا اگر میں ان عام ہدایات کی تفصیل بیان کروں جو میں نے اپنے ماتحتین کے نام بھیجے ہیں۔

ہندوستان کے باشندوں کے ساتھ برتاؤ

سب سے مقدم اور سب سے اہم چیز وہ برتاؤ ہے جو اعلیٰ یوروپین عہدہ دار ہندوستان کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ اس مضمون میں رحمدلی کے سلوک کی ضرورت اور تشدد کے برتاؤ کے خلاف کوئی بات تحریر کرنا قطعی برمحل نہیں ہوگا البتہ یہ اس صورت میں مناسب ہوگا جبکہ براہ راست ان اصحاب کو مخاطب کیا گیا ہو۔ ارتباط سے کہیں زیادہ کی ان سے توقع کی جاتی ہے جو ان کا عین فریضہ ہے لیکن جب ان کو اس کی اصلیت معلوم ہو جائے تو اس کا آدھا اثر جاتا رہتا ہے۔

اپنا اثر قائم کرنے کے لئے ان لوگوں کی خوبیوں اور حقائق کا لحاظ کرتے ہوئے
جن کے ساتھ ہمیں مراسم قائم رکھنے ہیں ہمارے غور و خوض کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے
اور ہمارے دماغ کو اس بات کا عادی ہو جانا چاہیئے کہ ان لوگوں کی نسبت
اچھی رائے قائم کی جا سکے اور مجھے یقین ہے کہ ہر شخص کے وہی تاثرات ہونگے۔
جبکہ وہ ان لوگوں میں رہ کر ان کے صحیح خصائل کا علم حاصل کر لیا ہو تو وہ
بغیر کسی تعصب یا خود رائی کے اسی معیار سے جانچنے کی کوشش کرے گا جو ان کے
عقائد رسم و رواج ان کے عادات و اطوار پیشوں و نیز زندگی میں ان کے
مدارج اور بچپن سے اُنھوں نے جن خیالات میں نشو و نما پائی ہے اور
من حیث القوم ان کی جماعت نے تہذیب کے جس درجہ تک ترقی کی ہے ان امور
کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو جانچا جائے گا۔ اگر وہ انھیں معلومات اور طبیعت
کے اسی رجحان سے یہ خدمت انجام دے جو اس کو صائب الرائے قرار دینے
کے لئے ضروری ہے تو اس کو اُن میں بہت سی خوبیاں، کافی صلاحیت، ترقی کی
۴۲۸ اہنگ کافی لحاظ و مروت اور معاشرے کے وہ سارے مقدس ترین اور بہترین نیکیاں
ملیں گے جن سے افراد کی قدر و منزلت اور جماعت سے اس کی وابستگی اور
دلچسپی پیدا ہو سکے گی، جو اگر صحیح اصولوں اور خلوص پر مبنی ہیں تو اس کے جذبۂ رحم و کرم
کو فطری اور مصالحت پسند بنا دیگی۔ سارے بنی نوع انسان کے درجے اوپر سے
لیکر اس سلسلے کی آخری کڑی تک بشمول بچوں کے، دوسروں کی طرز معاشرت
کا پتا چلانے میں بڑے مشاق ہوتے ہیں اور خاص کر ان لوگوں کے اخلاق
و عادات کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں جو اُن سے ارفع و اعلیٰ ہوتے ہیں جبکہ
بجائے دل کی رہنمائی کے دماغ کی طرف سے وہ چیزیں منضبط کی جاتی ہیں
جبکہ جذباتی طور پر نہیں بلکہ دلائل کی بنا پر پیش کی جاتی ہوں تو ظاہر ہے کہ یہ باتیں
دلخوش کن نہیں بن سکتیں۔ اگر اس میں تصنع کا شائبہ پیدا بھی ہو تو وہ اس کو
نکال باہر کرتا ہے کیونکہ اس سے اشتباہ پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ طرز عمل دوسری
شکل اختیار کرتا ہے کہ مہربانی اور مروت انکساری کے کام سمجھ لئے جاتے ہیں تو
یہ چیزیں تکلیف دہ محسوس ہونے لگتی ہیں۔ ممکن ہے لوگ خائف ہونے لگیں

لیکن ایسوں سے کبھی محبت نہیں کیجا سکتی اور نہ ان کا احترام کیا جاسکتا ہے جو اپنے اعلیٰ مرتبت ہونے کے زعم میں دوسروں کو مسلسل ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
میں نے ہندوستان کے باشندوں کے ساتھ برتاؤ کے بنیادی اصولوں کی سفارش کردی ہے جس پر خود میں ایک عرصے سے عمل کرتا رہا ہوں جب میں اس وقت کا خیال کرتا ہوں (اور نہایت شرمندگی کے ساتھ) جبکہ یہ سمجھا کرتا تھا کہ میں جن لوگوں میں رہ کر کام کررہا ہوں ان میں میرا رتبہ نہایت اعلیٰ وارفع ہے لیکن جوں جوں مجھے ان لوگوں کے متعلق اور خود اپنی ذات کی نسبت زیادہ علم ہوتا گیا تو میرے ساتھیوں میں اور مجھ میں جو خیالی بُعد تھا وہ کم ہوتا گیا میں نے ہندوستانیوں پر ہماری فوقیت کی بہت ہی فخریہ داستانیں سنیں اور بعض واقعات دیکھے بھی ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ اصلیت پر بھی مبنی ہو سکتے ہیں۔ اگر یورپ اور ہندوستان کی مختلف جماعتوں پر باہمی مقابلے کے نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اول الذکر ملک کے باشندوں کے تفاخر کی کوئی معقول وجہ ہو سکتی ہے۔ نہ میں اس عامیانہ رائے کا ساتھ دے سکتا ہوں جو بشمول بہترین آدمیوں کے اس خیال کے حامی ہوتے ہیں کہ ہندوستانی باشندے نہ صرف ناقابل اعتماد اور اصول کے غیر پابند ہوتے ہیں بلکہ ہندوستانیوں کی ذہنیت نہایت پست اور خیالات نہایت محدود ہوتے ہیں اور جو بلند خیال اور تعلیم یافتہ یورپی باشندوں کے ساتھ معقول اور اطمینان بخش تعلقات قایم رکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اگر اس خیال کو صحیح مان لیا جائے تو یہ تصور ہندستانیوں کے ساتھ راہ و رسم قائم رکھنے میں نہایت مہلک ثابت ہوگا۔ اس لئے میں ان وجوہات کے حق بجانب ہونے کی نسبت چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں کہ جو شخص ان واقعات کو اس روشنی میں دیکھتا ہے تو وہ ان افراد اور جماعتوں کے اعلیٰ افراد اور جماعتوں کے اعلیٰ کردار اور قصیدہ خوانیوں کو یا تو بالکل یقین نہیں کرے گا یا بہت کم ان کو سچ جانے گا، جن سے کہ ان کی تاریخیں، روایات اور دستاویزات بھرے پڑے ہیں ایسے شخص کو اپنے ذاتی مشاہدوں اور معلومات کی بنا پر فیصلہ کرنا پڑے گا اور اس کی رائے اغلباً اس کے ہم رتبہ یورپین باشندوں کی مناسبت سے قائم نہیں ہوگی بلکہ سرکاری عہدہ داروں کی رائے سے

۴۳۹

مطابق ہوگی۔ اور سرکاری عہدہ دار تو اس جماعت کے افراد ہوتے ہیں کہ جن کی تعلیم پر کافی توجہ کی جاتی ہے اور ملازمت کے ہر درجے میں ان کی اولوالعزمی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جن کی دیانت داری ان کے شایان شان تنخواہوں سے قایم رہتی ہے اس آخری اصول کے رائج ہونے سے قبل (جس کو رائج ہوکر تیس سال سے کچھ ہی زیادہ عرصہ ہوا) یوروپین سرکاری ملازمین بھی اسی طرح سے روپیہ پیدا کرنے کے عادی تھے جس طرح سے کہ ہندوستان کے باشندے جن کی اب ہم مذمت کرتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اول الذکر کی اصلاح کے لئے جو کوششیں کی گئی ہیں کاش وہ آخر الذکر کے لئے بھی کیجاتیں۔ میرا یہ ایقان ہے کہ واقعات اس کے بالکل خلاف رہے اور جو طریقہ اس کے بعد سے جاری کیا گیا اس سے یوروپین لوگوں کا کردار عملاً اتنا بلند نہیں ہوا جتنا کہ ہندوستان کے باشندوں کے اخلاق و عادات بگڑے لیکن اس معرکتہ الآرا مسئلے پر بحث مباحثہ کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔

ہندوستان کے باشندوں کی بہت سی اخلاقی خرابیوں کا تعلق ابتری اور ظلم و تعدی کے اس دور سے ہے جس سے ہندوستانیوں نے ایک بڑی حد تک اب نجات پائی ہے۔ میں اتنی عظیم الشان آبادی کی کسی ایسی نظیر سے واقف نہیں ہوں جو انھیں حالات میں اتنے انقلابات اور ظالمانہ حکومت کے دور سے گزرتے ہوئے اتنی خوبیوں اور اچھے صفات کو برقرار رکھ سکتی ہو جتنا کہ اس ملک کے باشندوں کی بہت بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ ایک حد تک اس کا سبب ہندوؤں کے اداروں بالخصوص ذات پات میں مضمر ہے جس کی وجہ سے زمانہ قدیم میں معاشرے میں ان کا درجہ اس قدر بلند رہا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابتدائے معاشرتی زندگی میں انھوں نے جس حد تک ترقی کی تھی بس وہ اسی مقام پر ٹھہر کر رہ گئے۔ ان کے بہت سے مقاصد کی واجبیت کو تسلیم کرتے ہوئے بالخصوص جن کی وجہ سے ان کے بہت سے فرقوں میں چوری شراب خواری اور مظالم جیسی عام خرابیاں پیدا ہی نہیں ہوسکتیں بلکہ یہ لوگ آپس میں خاندانی تعلقات اور ارتباط و محبت جیسی خوبیوں کے

۴۴۰

بند صنوں میں بندھے ہوئے رہے ساتھ ہی ساتھ ہم کو ان کے بعض رسومات اور بودے توہمات پر تاسف بھی کرنا پڑتا ہے لیکن دنیا میں ایسے کتنے افراد اور ایسے کتنے قبائل ہیں جن میں کمزوریاں نہیں پائی جاتیں اور جو بڑی سے بڑی غلطیاں نہ کرتے ہوں اور ایسا کونسا دماغ ہے جس میں جہل اور غرور نہ ہو جب صورت حال یہ ہے تو ہندوستان جیسے ملک کے باشندوں کے خلاف اتنا سخت فیصلہ صادر کرنا کیسے حق بجانب ہو سکتا ہے۔

مجھے اس موقع پر اس بات کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ سوائے چند مثالوں کے کہ جہاں علم نے بد دماغی اور غرور پر غلبہ نہ پایا ہو باقی ہر جگہ اور ہمیشہ میں نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ جیسے جیسے یوروپین عہدہ دار خواہ وہ سیول کے ہوں یا فوج کے، ہندوستان کے باشندوں کی زبان اور رسم و رواج سے زیادہ واقف ہوتے گئے ہیں وہ اتنے ہی خلوص سے لطف و کرم کا سلوک کرتے آئے ہیں۔ اس کے برخلاف ناواقفیت کا نتیجہ خود غرضانہ غرور اور پاس و مروت کی کمی کی شکل میں ظاہر ہوتا رہا جس کی وجہ سے یوروپین عہدہ داروں نے ہندوستانیوں کو حقیر جانا یا ان کیساتھ سختی کا برتاؤ روا رکھا۔

مجھے اس بات کا کامل یقین ہے کہ اگر ہندوستان کی عام ترقی میں ہماری رفتار کو سست کرنے والی کوئی ایک شئے واحد سبب قرار دی جاسکتی ہے تو وہ انگریز اعلیٰ عہدہ داروں کے طرز عمل کی بنا پر باشندگان ہند کا یہ ایقان ہے کہ انگریز عہدہ دار ہندوستانیوں کو حقیر اور ادنیٰ درجے کے لوگ سمجھتے ہیں لیکن اس کے برخلاف وہ تمام لوگ جو اس عظیم الشان ملک کے نظم و نسق کے ہر شعبے میں کام کر رہے ہیں جس وقت تک کہ ان کے طرز عمل کا انحصار انصاف اور حسن اخلاق کے اصول کی سختی سے پابندی پر ہوتا ہے۔ وہ ان پابندیوں کے تحت اپنے فرائض انجام دیتے ہیں اور باشندگان ملک کے ساتھ ان کا حسن سلوک بھی ان کے شایان شان ہوتا ہے اور وہ مخلصانہ مساعی سے ان کو خوش رکھنا اپنے عین فریضے میں شمار کرتے ہیں اور یہ حقیقی علم ہی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جتنا کسی

۴۴۱

شخص کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اتنا ہی وہ کسی جماعت کے ساتھ مل جل کر رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ غرض یہی لوگ ہیں جو اپنے طرز عمل سے حکومت کے قیام اور استحکام میں ان لوگوں سے کہیں زیادہ ممد و معاون ہوتے ہیں جو اپنی عقل و فراست کی شیخی بگھارتے ہیں۔

مضمون کے اس حصے کو ختم کرنے سے قبل میں اپنی رائے کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندوستانیوں کے ساتھ برتاؤ میں اگرچہ یہ ہمارا فریضہ ہونا چاہیے کہ ان کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے رسم و رواج کے لئے ہر قسم کا پاس ملحوظ رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو نہایت احتیاط کیساتھ ان امور کی پابندی کریں۔ خاص کر جہاں ان کے مذہبی میلانات اور ان کے مرتبے کا سوال پیش ہو جن کے ساتھ ہم کو راہ و رسم قائم رکھنا مطلوب ہے۔ اس کے باوجود ہم کو ہمیشہ یوروپین خصوصیت کو برقرار رکھنا چاہیے کیونکہ ہندوستانیوں کی طرز معاشرت کو اختیار کر لینا گویا اس اصل اصول سے انحراف کرنا ہے جس پر ہماری عظمت کا انحصار ہے ان امور میں ہم کو خود ہندوستانی رؤسا اور دوسروں کے لئے جو صورت پیش آتی ہے۔ اس سے سبق سیکھنا چاہیے کہ انگریزوں کے عادات اور وضع قطع کی جو لوگ نقالی کرتے ہیں ان کا یہ حشر ہوتا ہے کہ وہ جس جماعت سے متعلق ہوتے ہیں، وہاں بھی اپنی قدر و منزلت کھو بیٹھتے ہیں اور جس جماعت کے مشابہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آخر کار وہ موخر الذکر کے پاس بھی اپنا رسوخ کھو بیٹھتے ہیں کیونکہ جب ان کا اثر خود ان کی اپنی جماعت ہی میں باقی نہ رہے تو پھر ان سے تعلق رکھنا بے سود ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ یوروپین عہدہ دار جو ہندوستانیوں کی وضع قطع اختیار کر کے یہاں کے رسم و رواج کی پابندی کرنے لگتا ہے ممکن ہے چند اشخاص کو خوش کر سکے جو اس کی چاپلوسی کو پسند کرتے ہوں یا جو اس کے اپنے ملک کے عادات و اطوار کے انحراف سے لطف اٹھاتے ہوں لیکن ان کے ساتھ بھی بے تکلفی کا نتیجہ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ اس کی عزت و توقیر میں

اضافہ ہو بلکہ اس کے اس طرز عمل سے ان تمام باشندوں کے نزدیک جن میں وہ رہتا ہے۔ عام ازیں کہ وہ یوروپین ہوں یا ہندوستانی اس کی وقعت گھٹ جاتی ہے۔

راہ و رسم

تمہارے احاطۂ اقتدار میں جو ہندوستانی رہتے ہیں ان سے دو قسم کے تعلقات رکھے جا سکتے ہیں۔ خانگی اور سرکاری۔

خانگی راہ و رسم

اول الذکر نوعیت کے تعلقات تمام مدارج اور تمام جماعتوں کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو وسیع کئے جا سکتے ہیں اور یہ میل جول اتنا ہی بے تکلفانہ، مشفقانہ اور بار بار ہو سکتا ہے جتنا کہ عادات اور کاروبار کے اختلافات اجازت دے سکیں۔

ہندوستان کے باشندوں اور ان کے یوروپین افسروں کے درمیان ایک پردہ حائل ہوتا ہے جس کی وجہ سے موخر الذکر، اول الذکر سے ایک بہت بڑی حد تک ناواقف ہی رہتے ہیں وہ اپنے سامنے جن خانگی ملازمین کے چال چلن کا مشاہدہ کرتا ہے اسی سے وہ رائے قائم کرنے لگتا ہے کہ کس طرح ہندوستانی باشندے زندگی کے دوسرے فرائض انجام دیتے ہوں گے اگر وہ ناواقف نہ بھی ہو تو اس کے معلومات ادھورے ضرور ہوتے ہیں چنانچہ ایسے کئی دقیق مسائل ہوتے ہیں جن پر عبور حاصل کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان مسائل سے واقفیت عام طور پر ہونے ہی نہیں پاتی۔ لیکن خانگی راہ و رسم کے ذریعے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں جن کی بنا پر سرکاری فرائض کی انجام وہی میں بڑی سہولت پیدا ہوتی ہے اور باشندگان ہند کی مختلف جماعتوں کے رسم و رواج اور جذبات کا علم ہو سکتا ہے۔ اس طرح ان سے جو شخص بخوبی واقف ہو جاتا ہے وہ ہر کام کو اپنے منشا کے مطابق انجام دے سکتا ہے چنانچہ ہندوستانیوں کے ساتھ میدانی کھیلوں میں شریک رہکر، اور ان کے سب سے سربرآوردہ اشخاص کے یہاں غیر رسمی آمد و رفت ۴۴۳

کے ذریعے اور اسی طرح ان کے سب سے زیادہ ذی علم افراد کی ہم نشینی کے باعث ایک سرکاری یوروپین عہدہ دار نہ صرف بہت اسی کارآمد معلومات حاصل کر سکتا ہے بلکہ اپنا کامل اعتماد ظاہر کر کے اپنے شخصی تعلقات کو مستقل بنیادوں پر قائم کر سکتا ہے، جو اس کے سرکاری فرائض کی ادائی میں سب سے زیادہ ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنی خانگی راہ و رسم کا پابند ہو کر بہت سے ایسے ذرایع فراہم کر سکتا ہے جن کی وجہ سے وہ ان لوگوں کو ترقی دلانے کے مواقع دستیاب کر اسکتا ہے جن کو وہ اپنے حسن انتخاب اور قدر افزائی کے طور پر آگے بڑھانے کا متمنی ہو لیکن اپنے اس طریقۂ عمل پر کار بند ہوتے ہوئے اس کو دیہات سے آگاہ ہونا چاہئے ورنہ اندیشہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ اس کو کام کرنا ہے ان کی کمزوریوں اور عنایتوں میں گھر کر کہیں وہ اپنے مقصد ہی کو نہ کھو بیٹھے۔ اپنے فرائض منصبی کے اس حصے کی ادائی کے سلسلے میں اس کو اپنے عہدے کی شان و شوکت کو نظر انداز کر دینا چاہئے اور نہایت احتیاط سے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اصلی عظمت و راصل بہتر معلومات اور اخلاق و مذہب کے صحیح اصولوں کی پابندی سے حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ان اعلیٰ صفات کے حامل ہونے کے جو تاثرات بغیر کسی نمود و نمائش کے ہوتے ہیں اسی سے ان فوائد کے حاصل ہونے کا امکان ہے جو میں نے ان ہندوستانی باشندوں کے ساتھ بے تکلف راہ و رسم اور خانگی میل جول سے متعلق بیان کئے ہیں جو راست (اس یوروپین افسر کی) ماتحتی اور نگرانی میں رہتے ہیں۔

سرکاری معاملات

ہندوستانیوں کے ساتھ جملہ سرکاری معاملات میں سب سے اہم بات یہ پیش نظر ہونی چاہئے کہ یہ لوگ خواہ کسی مرتبے جماعت یا پیشے سے متعلق ہوں ان کو اپنے اعلیٰ یوروپین عہدہ دار تک بہ آسانی کامل رسائی ہونی چاہئے۔ اس کی ضرورت خود ہماری حکومت کی نوعیت اور ان لوگوں کے حالات کی بنا پر پیش آتی ہے جن پر ہم حکومت کرتے ہیں۔ یہ امر خود ہندوستانیوں کی کافی ذلت کا باعث ہے کہ غیر ملکی ان کے

آقا بنے ہوئے ہیں اس متواتر احساس کے جو اثرات ہوتے ہیں وہ اسی صورت میں کم ہو سکتے ہیں یا دور ہو سکتے ہیں جبکہ انھیں اس بات کا بار بار احساس ہو کہ وہ اپنے یوروپین اعلیٰ حکام کی فراست اور معدلت کے فوائد سے اس اس طرح مستفید ہو رہے ہیں اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ براہ راست ان کے ساتھ مراسم رکھے جائیں۔

کاروبار میں براہ راست تعلقات کی اہمیت

اگرچہ ہندوستانی عمال کو خدمات دی جانی چاہئیں اور اُن پر اعتماد کیا جانا چاہئے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان تمام کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور ایسا حسن سلوک ہونا چاہئے جس میں مروت اور احترام ملحوظ ہو نیز ان کے اعلیٰ طبقوں کو ترقی دی جانی چاہئے لیکن ان کو بلا کھٹکے کاروبار میں بلا شرکتِ غیرے واسطہ نہیں بنانا چاہئے کیونکہ ان کا حقیقی یا فرضی رسوخ خواہ وہ کیسے ہی مخصوص حالات میں سرکاری کام کے سلسلے میں اپنے یوروپین عہدہ دار کے یہاں بار بار آیا جایا کرتے ہوں، ان کو اس بات کے مواقع فراہم کر دے گا کہ اگر وہ چاہیں تو اس اعتماد کا بے جا استعمال کریں۔ چونکہ ہمارے عمال شاذ ہی اعلیٰ طبقوں سے منتخب کئے جاتے ہیں اس لئے چال چلن کی نسبت ان کے وہ خصوصیات نہیں ہو سکتے جو ہندوستانی رؤسا کے ہوتے ہیں، اس لحاظ سے و نیز قدر و منزلت کے اعتبار سے جو لوگ ہماری ماتحتی میں ہیں ان کا استحقاق اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ غیر ملکی حکومت کے خلاف اور خاص کر ایک حد تک اپنی ہی قوم کے ایسے افراد کے رحم و کرم پر ان کی زندگی کا انحصار رہتا ہے جن پر نہ ان کو اعتماد ہوتا ہے اور نہ جن کی وہ عزت کرتے ہیں، تو ان (ہندوستانیوں) کے جذبات تشدد آمیز ہو جاتے ہیں۔ اس خرابی کا کوئی چارہ کار نہیں ہے سوائے اس کے کہ (انگریز اعلیٰ عہدہ دار تک) بہ آسانی پورے طور پر رسائی ہو لیکن اس کو اعلیٰ عہدہ دار خواہ کتنا ہی چاہتا ہو بغیر دقت اور استقلال کے یہ چیز وجود میں نہیں آسکتی۔ یہ چیز اوپر کے درجے سے لیکر نیچے تک جو لوگ کہ ملازمت میں منسلک ہیں ان کی قدر و منزلت اور مفاد کو متاثر کرنیوالی ہے

لیکن اس کے دفعیہ کے لئے وہ جو کوشش کرتے ہیں اس کے مقابلے میں
اس بات کے منوانے کی سعی ہونی چاہئے کہ جس پر سب سے زیادہ اس کے
شخصی انصرام کاروبار کی درست حالت اور ملک کی بہبودی کا انحصار ہے
کسی ہندوستانی عامل کو خواہ وہ بڑے درجے کا ہو یا چھوٹے درجے کا اس بات
کی اجازت نہیں ہونی چاہئے کہ وہ کسی درخواست گزار یا شکایت کنندہ کو
روک دے۔ رازداری کے ساتھ یوروپین عہدہ دار یا اس کے ایسے مددگار کے
پاس جس کو ان درخواستوں کے لینے یا شکایتوں کی سماعت کے لئے مقرر کیا گیا ہو
اس قسم کی ساری کاروائیاں پیش ہونی چاہئے۔ اس معیار پر ہندوستانیوں کے ساتھ
راہ و رسم جاری رکھنے کے لئے بڑے صبر و تحمل اور پیہم جوشِ عمل کی ضرورت
ہوتی ہے اور اس سلسلے میں بہت کچھ ذاتی راحت و آرام کی قربانی کرنی پڑتی
ہے لیکن جب تک ایسا نہ کیا جائے (اور یہ بات میں اپنے کامل ترین تجربے
کی بنا پر کہتا ہوں) حکومت کا اقتدار جو اس وقت وسط ہند میں قائم ہے
آیندہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور اس باب میں رعایت کی بنا پر ایسے تغیرات
کے وقوع پذیر ہونے کا اندیشہ ہے کہ جو ہماری شہرت اور نیک نامی کے
لئے حد درجہ ناسازگار ثابت ہوں گے۔

اس طرح بلا واسطہ شخصی رابطہ قائم کرنے میں یہ امر باعث بہتری ہوگا
جبکہ طبائع اس کے عادی ہو گئے ہوں کہ جملہ حلقوں اور مراتب کے
ہندوستانیوں کو دن کے کسی ساعت میں سوائے کھانے کے اوقات کے
رسائی اور شنوائی کا موقع دیا جانا چاہئے۔ لیکن جب اس طرح مسلسل مداخلت
سے دوسرے کام میں خلل واقع ہونے لگے اور بہت سے لوگوں کے ساتھ
ایسی صورت پیش آئے تو ہر روز نمایندگیوں اور شکایتوں کی سماعت کے لئے
خاص اوقات مقرر کر دینا چاہئے اور جو لوگ ملنا چاہتے ہوں ان کو ملاقات
کا موقع دیا جانا چاہئے میرے نزدیک بلا واسطہ رابطے کا قیام ایک اہم ترین
اور ناگزیر فریضہ ہے۔ اور یہ فریضہ ایسا نہیں ہے جو ان افراد کی مرضی یا فیصلے پر
منحصر ہو جن کے ذمے ان ممالک کا انتظام یا نگرانی سپرد کی گئی ہو جیسا کہ یہ بات کسی

(فوجی) عہدہ دار کے اختیار تمیزی پر منحصر ہے کہ جی چاہے وہ پریڈ کے لئے جائے یا ایک جج کے لئے کہ وہ عدالت میں چند گھنٹے اپنی کرسی پر نشست کرے فی الحقیقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ حالیہ واقعات نے ہندوستان میں ہماری حالت کو قطعی بدل دیا ہے محکمۂ سیاسیات کے ہر عہدہ دار کے فرائض ایک بڑی حد تک مختار کل کے سے ہو گئے ہیں اسی لئے بہ نسبت سابق کے ان فرائض کو زیادہ معین کرنے اور زیادہ قطعی ضابطے کے تحت لے آنے کی ضرورت ہے۔

۴۴۶ ہماری مداخلت کا حق (جو آگے چل کر واضح کیا جائے گا) اس قدر محدود ہے کہ وہ مقدمات جو پیش ہوتے ہیں ان میں سے سیکڑہ ایک میں بھی اس فریق دادخواہ سے عہدہ دار متعلقہ اس سے زیادہ سنجیدگی اور وضاحت سے نہیں کہہ سکتا کہ ان ان وجوہ اور قوانین کی وجہ سے وہ اس کی نیابت اور شکایت کو رفع کرنے سے قاصر ہے اس کو یہی بات شاید دن میں پچاس مرتبہ دہرانی پڑے گی لیکن اس فائدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو انجام کار حاصل ہونے والا ہے اس تکلیف کو برداشت کرنا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ ہندوستان کے باشندے اس بات کو باور ہی نہیں کر سکتے کہ ہم باوجود اپنی حکومت کو بلاواسطہ قائم کرنے کے ذرائع پر قادر ہونے کے ہمیشہ مداخلت سے احتراز کرتے رہیں گے یہ تصور ان روسا سرداروں اور وزرا کی کمزوری کا باعث ہوتا ہے جن کی اس حد تک تائید کرنا ہماری پالیسی میں داخل ہے کہ جس کی وجہ سے وہ حکومت کے آلۂ کار بننے کے تقریباً ناقابل ہو جاتے ہیں ہم اس بارے میں صرف اس کے برے اثرات کا سدباب اپنی حالت کو سب پر حتی کہ معمولی سے معمولی آدمیوں پر واضح کر کے ہی کر سکتے ہیں۔ یہی وہ نقطہ ہے جس پر وہ لوگ کسی ہندوستانی کارندے یا ملازم کی اطلاع دہی پر اعتماد نہیں کر سکتے اور نہ وہ دراصل ہمارے خلوص کے اس وقت تک قائل ہو سکتے ہیں جب تک کہ وہ سالہا سال تک اس کا مشاہدہ نہ کرتے رہیں کہ ہمارے

قول و فعل میں یکسانیت ہوتی ہے اور اپنے اطمینان کے لئے کہ یہاں ایسی کوئی صورت پیش نہیں آتی کہ جس کی بنا پر ایسے غیر معمولی تغیرات ہوتے ہیں جن کے مشاہدے کے وہ عادی رہے ہیں بلکہ یہاں ہر چیز اعلیٰ عہدہ دار کے علم میں ہوتی ہے۔ اور اسی کے ایما سے شروع ہوتی ہے اس بات کا علم و نیز اس بات کا استحقاق کہ وہ ہر موقع پر عہدہ دار کے یہاں پہنچ سکتے ہیں ان کے دماغوں میں ایک طرح کا سکون پیدا کر دے گا اور ان کو حتی الامکان خود غرض اور فریبی آدمیوں کے ہاتھ میں بیوقوف بننے سے بچائے رکھے گا۔

اس سے قبل یہ بات بیان کر دی گئی ہے کہ تمام طبقوں کے ہندوستانی عمال کے ساتھ اسی قسم کے احترام اور التفات کا سلوک کیا جانا چاہئے جو اُن کے مرتبے اور منصب کے شایانِ شان ہو یقیناً ان لوگوں کو ہر وقت اپنے اعلیٰ عہدہ دار کے یہاں بلا روک ٹوک ملنے جلنے کا موقع حاصل ہونا چاہئے لیکن کسی ایسی گفتگو میں جو ایک اعلیٰ عہدہ دار کسی دوسرے ہندوستانی سے کر رہا ہو جب تک کہ بطور خاص ان کو نہ بلایا جائے ان کو شرکت کا استحقاق نہیں ہونا چاہئے لیکن یہ عمال (ان کے رجحانات خواہ کچھ ہی ہوں) جب بخوبی بلا واسطہ ربط قائم ہو جائے اور اس کے اغراض و مقاصد عام طور پر واضح کر دیے جائیں (جس طرح سے کہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے) تو بہت کم نقصان پہنچا سکیں گے حقیقت تو یہ ہے کہ اس میل جول کا ایک بہترین اثر یہ مرتب ہوگا کہ وہ ماتحت کارندوں اور ہر قبیل کے آدمیوں کی تمام بے ایمانی کی کارروائیوں پر ایک روک کا کام دے گا۔ اور ان کو ہر گھڑی یہ خوف لگا رہے گا کہ کہیں پتا نہ چل جائے کیونکہ اب تو ہر آدمی کو جس وقت وہ چاہے اپنی سرگزشت اپنے عہدہ دار کو سنانے کا موقع حاصل ہے۔

میل جول کی تشہیر کی اہمیت

ہندوستانیوں کے ساتھ سرکاری تعلقات کے سلسلے میں جو دوسری اہم چیز ملحوظ رہے وہ تشہیر ہے۔ اس اصول کی افادیت پر مزید خامہ فرسائی کی چنداں ضرورت نہیں ہے انگریزوں کی حکومت جو ہندوستان میں قائم ہوئی ہے اس کا یہ ایک خوشگوار اجارہ

۴۴۷

ہے کہ اس کو اسی مناسبت سے تقویت حاصل ہوتی رہے اس کی تحریکات اور جن بنیادوں پر وہ قابل قبول ہیں ان کو پبلک میں لایا جائے۔ ہندوستان جیسی سرزمین میں اس کی اور بھی ضرورت ہے جہاں ابتک بھی لوگ ہماری نسبت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ہمارے معمولی کاروبار میں نہ تو کوئی رازداری ہوتی ہے اور نہ ہو سکتی ہے جس تناسب سے کوئی اہلکار اپنے فرائض علانیہ طور پر انجام دیتا ہوگا اسی قدر یہ بات واضح ہوگی کہ اس کے اچھے کام کرنیکے وسائل بڑھے ہوئے ہیں اس کی مشقت کم ہوتی جاری ہے۔ اور فاسد منصوبوں کی قوت کہ اپنے افعال اور افکارات کو غلط طریقے سے پیش کیا جائے زائل ہو چکی ہے اس کو اپنے ماتحتین یا دوسروں سے حتی الامکان خانگی میں گفت وشنید سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ اس قسم کی گفتگو کی ہر چند کوشش کی جائے گی جس شخص کو اس قسم کا موقعہ ملے اس کیلئے اشرا اور پاس داری کی شکل پیدا ہو جائے گی۔ اور کوئی علم ایسا نہیں ہے جس میں ہندوستانیوں سے زیادہ چالاک لوگ اتنے زیادہ ماہر ہوں جتنا کہ اپنے اعلیٰ عہدہ دار کے حقیقی یا فرضی اعتماد سے فائدہ اٹھانے کے اگر یہ بات عام ہو جائے تو ہیں اس خرابی کے سدباب کے کسی طریقے سے اتنا واقف نہیں ہوں جتنا کہ یہ ارتسام لوگوں کے ذہن نشین کرانے کا باعث ہوگا کہ پابندی سے سرکاری کاروبار کی اجرائی کی اشاعت ہوا کرتی ہے اس میں شک نہیں کہ اس سے خاص طرح کی تکلیف بھی ہوگی کہ جو لوگ اس کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتے ہیں اور دوسرے بھی اس میں عمداً اضافہ کریں گے۔ اس لئے کہ اعلیٰ مرتبت اور ذی وجاہت ہندوستانی اگرچہ ان کے کوئی فاسد مقاصد نہیں ہوتے تاہم محض اپنی اہمیت جتانے کی خاطر تمام چھوٹے بڑے کام رازداری اور عجیب وغریب طریقوں سے انجام دینے کے عادی ہوتے ہیں۔

آپ کے مرتبے کے ایک سرکاری عہدہ دار کے تحت جو علاقہ دیا گیا ہے اس کے امن وامان کو متاثر کرنے والے سارے واقعات پر نہایت محتاط

۴۴۸

اور دوررس نظر رکھنی چاہئے لیکن اس کا فریضہ یہ ہے کہ نہایت حزم و احتیاط سے ان فرائض کو عملی جامہ پہنائے وہ اندھا دھند اعتماد نہیں کر سکتا اور نہ ان کھلے اور مستند واقعات سے اپنی آنکھیں بند کر سکتا ہے لیکن اس کو نہایت احتیاط سے کسی کے قول پر کان دھرنا چاہئے یا خفیہ کارندوں اور اطلاع دہندوں کی خانگی اور راز کی باتوں پر یقین کرنا چاہئے ورنہ اس کے دماغ میں کچھ اور خیال جاگزیں ہو جائے (جو ان کا عین مقصد ہوتا ہے) کیونکہ فطرت انسانی کی کوئی کمزوری ایسی نہیں جس میں ہندوستانیوں کے بدترین لوگ اتنے ماہر ہونگے (اپنی حکومت کی ہیئت کے اعتبار سے) جتنا کہ وہ اپنے اعلیٰ عہدہ داروں کی طبیعت میں شک و شبہہ پیدا کرانے کے۔ وسط ہند کی حالت سے جہاں بے اطمینانی اور مایوسی کی خصوصیات، سازشیں، باغیانہ تقاریر اور تحریرات اور ادھوری سازباز کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کچھ عرصے تک یہ واقعات اکثر و بیشتر ہوتے رہیں گے اور اس میں اضافہ بھی ہوتا جائے گا لیکن عام طور پر یہی بہتر ہے کہ ان کو عدم توجہ کا شکار ہو کر اپنی موت آپ مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ ہماری طاقت اس وقت خاصی مستحکم ہو گئی ہے اور لوگ راز کے افشا ہوئے بغیر کوئی ایسے ذرائع مہیا نہیں کر سکتے کہ ہماری سلطنت کو ہلا سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ تمام معمولی حالات میں افراد اور جماعتوں کو مکار اور حریص کارندوں اور سازشوں کے ترحم پر چھوڑ دینے سے یا بد نصیب آدمیوں کو مسلسل مشتبہ نظروں سے دیکھنے اور ان کو ذلیل سمجھ کر شبہہ کرنے اور دشمنی کی حد تک ستانے سے بہ زیادہ بے ضرر اور عاقلانہ بات ہو گی کہ معمولی خطرے کو مول لیا جائے۔

اپنے حلقے کے ہندوستانیوں کے ساتھ میل جول قائم رکھنے کے سلسلے میں تحفہ تحائف کے لینے دینے کی نسبت توجہ دلانے کی شاید ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی اس مسئلے کی نسبت جو حالیہ احکام آپ پاس بھیجے گئے ہیں وہ بہت ہی واضح اور سخت ہیں۔ ہماری اس حکومت میں ہر کارندے پر نگرانی کی ضرورت ہے کہ نہ صرف وہ بے لوث رہے بلکہ انگریزی قوم کی خصوصیات

کو اُسی اعلیٰ معیار پر قائم رکھے۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات مقامی عہدہ داروں کے مرہونِ منت ہونے سے حتی الامکان احتراز کریں گے۔ یہ ساری چیزیں تندہی کی وجہ سے آپ کے راحت و آرام میں اضافے کا باعث ہوں گی۔ اور آپ پر نیک خیالات اور نیک تمناؤں کے لطف وکرم کی بھرمار ہونے لگے گی۔ لیکن ان امور کی نسبت اپنی کامل آزادی برقرار رکھنے میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے جس کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہئے۔ ہماری سیاسی برتری کو اثر آفریں ہونے کے لئے اس میں اغراض و مقاصد کا کوئی شائبہ تک نہیں ہونا چاہئے۔ خواہ وہ ہمارے ذاتی مفاد سے متعلق ہوں یا دوسروں کے اس سے وہ اثر غارت ہو جائے گا یا کمزور ہو جائے گا جس پر اس کے کامیاب عملدرآمد کا انحصار ہوتا ہے۔

ربط وضبط کے طریقے

ہندوستان میں ہمارے اقتدار اعلیٰ حاصل کرنے سے قبل یوروپین ایجنٹوں اور بڑے درجے کے ہندوستانیوں کے درمیان جو رسل و رسائل کے طریقے رائج تھے وہ محض اتفاقی تھے اور وہ ایسے تھے کہ جن کو اس وقت ہم ڈھیل نہیں دے سکتے کیونکہ اس سے اُس زمانے کے ہمارے مقاصد کی نسبت بہت کچھ غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ اگرچہ یہ ضروری ہے کہ ان اقوام کیساتھ جو کار و بار میں رسومات کے پابند ہیں اور اس کو اہمیت دیتے ہیں ہم ان باتوں کو پوری طرح سمجھنے کی سعی کریں اور ان امور کا ادا کریں جو ہمارے مرتبے کے شایان شان ہو تاکہ یوروپین عہدہ دار کی وقعت ان لوگوں کی نظروں میں جن کی نگرانی اس کے سپرد ہے گرنے نہ پائے۔ اب یہ اول الذکر کا فریضہ ہے کہ ہندوستان کے بالخصوص اعلیٰ مرتبت لوگوں کے ساتھ میل جول میں جو عزت کہ اس کی ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ ان کے احترام کا خیال رکھے۔ ہندوستانی رؤسا اور سردار سب کے سب مختلف حیثیتوں سے برطانوی حکومت کے متوسل کہے جا سکتے ہیں ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ سابق میں جو ان کا اقتدار تھا اب صرف اس کا نام ہی نام رہ گیا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اصلی اقتدار جاتا رہا تو وہ اپنے رتبے کی ظاہری شکل و صورت کو لئے بیٹھے

۴۵۰

ہیں۔ ان کے اس جذبے پر عقل کی خود پسندی مسکراتی ہوگی لیکن اس چیز کا وہاں وجود ضرور ہے اس کی سیری پذیری سے انکار کرنا یکساں طور پر انسانیت اور حکمت عملی کے اصولوں کے منافی ہوگا۔

ادنیٰ طبقے کے لوگوں سے سرکاری کاروبار کی انجام دہی کے سلسلے میں موخر الذکر کے ساتھ ملک کے رسم ورواج کے مطابق برتاؤ ہونا چاہئے جس طرح سے کہ رحمدل ہندوستانی اعلیٰ عہدہ دار سلوک کرتے آئے ہیں۔ یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اسی مناسبت سے ان کے ساتھ شخصی توجہ اور لحاظ ومروت کی ضرورت ہوگی جتنی کہ ان کی حالت اس ادراک سے دور واقع ہوئی ہے جو تہذیب کا خاصہ ہوتی ہے اور اسی سبب سے رعایا کی بہ نسبت بھیلوں کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کے دل کو اطمینان دلانا اور اس تلطف آمیز برتاؤ کی نسبت جو اس کے ساتھ کیا جاتا ہے اس کی نیک نیتی اور استقلال کے متعلق یقین دلانا اور بھی مشکل ہوجاتا ہے کیونکہ وہ اس جماعت سے بہت دور ہے جن کے ساتھ وہ رہتا سہتا ہے اور اس سے قبل کہ اس کو تہذیب کے دائرے میں لایا جائے اس کی نسبت صحیح اندازہ قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

مداخلت ۴۵۱

اس ملک میں ہندوستانی والیانِ ریاست یا درباروں یا اُن کے مقامی عہدہ داروں کی ملازمت میں جو ایجنٹ کہ برسرکار ہیں اُن کی نسبت ٹھیک طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مداخلت کن صورتوں میں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ہر معاملے میں امتیازات کا فرق ہوا کرتا ہے جس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن ان تمام امور کو نہایت پابندی کے ساتھ چند عام اور واضح اصولوں کے تحت منضبط ہونا چاہئے۔ ہمارے اقتدار کی نوعیت، ہمارے اغراض ومقاصد مختلف ریاستوں کے ساتھ ہمارے تعلقات، اور اُن کے فرماں رواؤں کے شخصی کردار، اُن کو ہماری امداد واعانت کی کس حد تک ضرورت لاحق ہوتی ہے، ونیز اُن کا اختیار تمیزی کہ وہ اپنے اندرونی نظم ونسق میں اُسے قبول کریں یا مسترد کردیں یہ سب انھیں اصولوں پر مبنی ہونا چاہئے۔

سب سے نمایاں اصول جس کی پابندی ہمیشہ ہونی چاہئے اس کا انحصار ہمارے اقتدار اور اس کے مقاصد کی نوعیت پر ہے مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ برطانوی مملکت کی مسلمہ اور حق بجانب پالسی یہ ہے کہ جس طرح ملک میں امن عامہ کو برقرار رکھا جانا ضروری ہے اسی طرح ہندوستان کے مختلف رؤسا اور سرداروں کو جو عملاً یا علی الاعلان برطانیہ کے زیر حمایت ہیں اُن کو نہ صرف اس بات کے مواقع حاصل ہوں کہ وہ اپنے بلند مدارج سے متمتع ہوتے رہیں بلکہ ان کو جو اختیارات حاصل ہیں اُن سے واقعی کام لے سکیں۔ اس کا اصل مقصود (معاہدے کی پابندی کے قطع نظر) تو اس مرحلے کو دور رکھنا ہے جو باوجود ہماری سعی کے رفتہ رفتہ قریب تر ہوتا جارہا ہے کہ سارے کا سارا ہندوستان براہِ راست ہماری حکومت کے تحت آتا جارہا ہے۔ اس واقعے سے جو نتائج منتج ہوں گے اُن سے یہاں بحث مقصود نہیں ہے۔ عہدہ دارانِ انتظامی اور تحت کے افسروں کے لئے اتنا جان لینا بہت کافی ہے کہ جس حکومت کے زیر نگیں وہ لوگ ملازمت کر رہے ہیں اُس کی یہ تمنا ہے کہ اس مرحلے کو دور ہی رکھا جائے اور اس کو اپنا فریضہ سمجھ کے مقصد کے حصول کے لئے انتہائی کوشش صرف کریں۔ اُن کی مداخلت کے طریقے اور اس کے مطمح نظر پر ہی اس ملک کی مقامی کامیابی کا بہت کچھ دار و مدار ہے۔

۴۵۲ اُن تمام اُمور کی نسبت جہاں ہم نے ریاستوں کی تائید کے لئے از روئے معاہدہ ذمہ داری لی ہے یا اُن کے آپس میں و نیز دوسری ریاستوں کے درمیان مداخلت یا بیچ بچاؤ کے لئے اقرار واثق کیا ہے تو ہم کو بے شک اپنے مواعید کی پابندی کرنی چاہئے اور ایسی صورت میں کسی قسم کے ہدایات کی ضرورت نہیں۔

تاہم اس بات کا اظہار نامناسب نہ ہوگا کہ ان تمام مواقع پر جہاں ان کا حوالہ دیا جاتا ہے معاہدوں اور اقرار ناموں کی توجیہ اُس رئیس یا سردار جس کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے اُس کا لحاظ کرتے ہوئے ہونی چاہئے۔ عام طور پر یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اکثر اخلاق و عادات کے اختلاف کی وجہ سے اس قسم کے

معاہدوں کے متعلق اُن کی تاویل اور ہماری تاویل میں نمایاں فرق پیدا ہو جاتا ہے اس لئے کسی غیر واضح فقرے یا ان معاہدوں کے الفاظ سے سرسری انحراف کا نتیجہ بہت اہم نتائج پر منتج نہیں ہونا چاہئیے کیونکہ جب وہ منظر عام پر لائے گئے ہیں تو اُس کا کبھی یہ مقصد نہیں ہو سکتا تھا کہ معاہدے کی اصل روح کو فنا کر دیا جائے یا طے شدہ معاہدے کی خلاف ورزی ہو۔ جب کسی معاہدے کا کوئی فقرہ مشتبہ ہو تو میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بالعموم بہ نسبت زیادہ قوی فریق کے زیادہ کمزور فریق کے کم سے کم توقعات کے مطابق اس کی توجیہ ہونا چاہئیے۔ اس قسم کے مسائل جو زیر بحث لائے جاتے ہیں اُن کی نسبت آخری فیصلہ صادر کرنا مقتدر اعلیٰ ہی کا کام ہے لیکن اس قسم کے فیصلے کا انحصار مقامی ایجنٹ کی رائے اور معلومات کی نوعیت کے بہت کچھ زیر اثر ہونا چاہئیے۔ اس سے میرا منشا اس بات کو ذہن نشین کرانا ہے کہ اُس نیک نامی سے دور کا تعلق رکھنے والی بھی جو بات ہوتی ہے وہ نہایت اہم ہے کیونکہ اس نیک نامی پر جب تک کہ وہ ہندوستانیوں کے دلوں میں بے کھٹکے موجود ہے، ہمارے سارے اقتدار کا انحصار ہے۔ اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو معاہدہ کہ ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں اس کی نہایت ایمانداری سے پابندی کریں تاکہ وہ اس کے ہر فقرے کو سمجھ سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں ہماری حکومت کے اس بنیادی اصول کو معمولی سے معمولی نقصان پہنچانے کی تلافی نہ تو کسی مقامی مفاد کے اضافے سے ہو سکتی ہے اور نہ مالی مفاد کے اضافے سے۔

سندھیا کی حکومت میں مداخلت	دولت راؤ سندھیا کی حکومت (جس کے بہت سے علاقے اس حصۂ ملک میں ہمارے تخت کے حلیفوں کے علاقوں سے ملے ہوئے ہیں) کے ساتھ ہمارے عام تعلقات دوستی کے

۴۵۳

ہیں خواہ کیسے ہی حالات نے اُس فرماں روا کو ہمارا تابع بنا دیا ہو (سوائے اُن امور کی پابندی کروانے کے کہ جو شرائط ان کے ساتھ یا ان کے فرستادہ عہدہ داران اور اُن کے زیر اثر بعض رؤسا کے ساتھ طے ہوئے ہیں) ہم ان کے

اندرونی نظم و نسق کے کسی حصے میں کسی قسم کی مداخلت کے حق کا دعوے نہیں کر سکتے اور نہ ایسی مداخلت عمداً ہونی چاہیئے سوائے شدید ناگہانی ضرورت کی بنا پر کہ جس سے ملک کے امن عامہ کو دھمکی دی جاتی ہو اس قسم کی مداخلت کا خیال بھی نہیں ہونا چاہیئے سوائے اس صورت کے کہ رزیڈنٹ گوالیار نے بطور خاص اس کی ضرورت پر زور دیا ہو۔ اس کے باوجود بغیر مداخلت کے بھی ہم اب تک دولت راؤ سندھیا اور اس کے مقامی عہدہ داروں پر انھیں شرائط کی رو سے جن کے ذریعے ہم مراسلت کرتے اور موخر الذکر سے راہ و رسم رکھتے آئے ہیں۔ بہت کچھ اپنے اثرات قائم کر چکے ہیں اور آیندہ بھی اثرات قائم رکھ سکیں گے۔ جب یہ اچھے عادات و اطوار کے لوگ ہیں اور اپنی رعایا کی خوش حالی اور ملک کی ترقی کو پیش نظر رکھتے ہیں تو ہم اس خلوص اور مروت کا لحاظ کرتے ہوئے جبکہ ہمارے حلیفوں کی رعایا سے متعلق ان کے معاملات تصفیہ طلب ہوں تو اس کے تصفیے کی طرف ہمیں فوری توجہ کرنی چاہیئے اس کے ساتھ دوسرے دوستانہ امور اور بھی ہیں جن سے ان کو بڑی مدد ملتی ہے اور ان کی ہمت افزائی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کو مقامی نظم و نسق کے کامیابی سے چلانے میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔ وہی عام اصول ہے کہ جو ہم کو سندھیا کے منتظمین سے ہر قسم کے راہ و رسم قائم رکھنے سے باز رکھتا ہے اور ہم کو علیحدہ رہنے پر مجبور کرتا ہے (سوائے اس کے کہ امنِ عامہ خطرے میں ہو)۔ سندھیا کے منتظمین اپنی بدنظمی اور بدعہدی کے لئے مشہور ہیں۔ موخر الذکر کے ساتھ ہمارے اس طرزِ عمل کا دار و مدار جو عام اور مسلمہ اصول سے ہے اور ہمارے خصوصیات کے مطابق ہے اور جو اپنے پیش رؤوں کی آلودگی سے پاک و صاف ہے اس سے مقامی طور پر ہماری نیک نامی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایسے لوگوں کو خدمت پر بحال رکھنے سے ریاست کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا بلکہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس سے ریاست کے اندرونی نظم و نسق میں کسی نہ کسی اصلاح کو جاری کرنے کا ایک ذریعہ ہاتھ آجاتا ہے اور یہ کوئی

۴۴۵

معمولی بات نہیں ہے۔ ہمارے اقتدار کا ارتسام اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ کسی مقامی عہدہ دار کا یہ ایقان جس کی نسبت ہم اچھی رائے رکھتے ہوں اور اس کو دوست رکھتے ہوں، اس کی حکومت کی مخالفت کو کچل دینے کے لئے بہت کافی ہے جس پر ہماری عنایت نہ ہو اس کے خلاف خود اس کے علاقے میں اور گوالیار میں اس کے بہت سے دشمنوں کا اٹھ کھڑا ہونا یقینی ہے۔

ہولکر، دھار، دیواس، اور دریائے چمبل کی مغربی جانب تقریباً تمام کی تمام جو چھوٹی راجپوت ریاستیں واقع ہیں، ان درباروں کے ساتھ ہمارے تعلقات جداگانہ ہیں۔ یہ ہماری کوششوں کا ہی نتیجہ ہے کہ کمزور اور گری ہوئی حالت سے کارگزاری کے درجے تک وہ ریاستیں بلند ہوئی ہیں۔ اگرچہ ابتداءً ہم کو ہر معاملے کے تصفیے کے لئے ان کی مدد کرنی پڑی تھی لیکن جب وہ بطور خود کام کرنے کے اہل ہو گئے تو ہم رفتہ رفتہ اندرونی نظم و نسق کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں مداخلت سے اجتناب کرتے گئے اور صرف ان امور تک خود کو پابند کر لیا جو ملک کی عام خوش حالی کے برقرار رکھنے کے لئے ناگزیر ہیں۔

متذکرۂ بالا رؤسا، سرداروں و نیز ان کے تمام عہدہ داروں (ان کے وزیر اعظم سے لیکر نیچے کے درجے کے کارندے تک) کے دلوں میں یہ جذبہ اس قدر جاگزیں ہو گیا ہے کہ وہ سب کے سب حقیقی طور پر برطانوی حکومت کے دست نگر ہیں اور یہ تقریباً ناممکن سا ہے کہ ان کے ذہن نشین یہ بات کی جائے کہ اندرونی نظم و نسق کی انجام دہی میں ان سے یہ خواہش کی جاتی اور توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ آزادی سے سارے امور انجام دیں گے۔ ان کو اس مسلک کے سمجھنے اور اس پر اعتماد رکھنے کے لئے دقت اس لئے پیش آتی ہے کہ ان امور میں ہمارے طرز عمل کا دارومدار جن باتوں پر ہوتا ہے وہ ان کے عادات اور معلومات کے برعکس ہوتی ہیں۔ صرف زمانہ اور جو یورپین ایجنٹ کہ ملازمت میں منسلک ہیں ان کی فرض شناسی ہندوستانیوں میں اعتماد پیدا کرا سکے گی، جس کا ہونا حکومت کے موزوں کارپرداز کہلانے کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان اصولوں کی پابندی ضروری ہے

جن کی نسبت اب تک سختی سے تاکید کیجاتی رہی ہے اور جن پر عمل بھی کیا جارہا ہے۔
جہاں تک گراشیوں، بھیلوں اور دیگر غارتگروں کا تعلق ہے اس سے قطع نظر ہم کو دوسرے امور میں مداخلت سے اجتناب کرنا چاہئے۔ مذکورۂ صدر جرگے اپنی موجودہ نوعیت یا قوت کی بنا پر صرف برطانوی حکومت ہی کی وجہ سے ضابطے کے تحت رکھے جا سکتے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے ہم کو اپنی مداخلت کے صحیح حدود کا تعین کر لینا چاہئے جو قیود کہ ہم نے اپنے پر عائد کر لئے ہیں اس سے تجاوز کا ہمیں جو اختیار حاصل ہے اس کا انھیں گمان بھی نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس قسم کے تاثرات کے عام ہو جانے اور انتہائی دیانتداری کے ساتھ عملی طور پر اس کے پابند رہنے پر ہماری کامیابی کا دارومدار ہے جس کی بنا پر ہم اپنے تحت کے مختلف ہندوستانی عہدہ داروں میں کارکردگی کی صلاحیت پیدا کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے گوناگوں مفوضہ فرائض کو عمدگی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔

کم مدارج کے فرمانرواؤں جیسے کہ ترقی یافتہ راجپوت غارتگروں اور بھیلوں کے سرداروں کے معاملات میں مداخلت کی صورت میں مجبوراً ہم کو زیادہ توجہ کرنی ہوگی۔ لیکن پابندی تو ان ہی مذکورہ اصولوں کی کرنی ہوگی۔ جس وقت ہم اُن کے اس میلان طبع کو دبانے کی کوشش کریں تو ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے غارت گری کے عادات کی طرف عود نہ کر جائیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ جو لوگ عرصے سے ان باتوں کو پسند کرتے آئے ہیں آیا وہ روزی کمانے کے لئے دیانتداری کے ذرائع بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ ہمیں ان کے میلانات خاطر کا احترام کرنا چاہئے اور جلد بازی سے اُن کے اندرونی نظم و نسق کے ناقص ڈھانچے میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے اور جو حاکم ہیں ان کو اپنے تحت کے لوگوں پر (ترو ی یا بھیلوں کے سردار یا چند جھونپڑیوں کی حد تک کیوں نہ ہو) جس قبیلے سے کہ اس کا اور اس کے خاندان اور متوسلین کا تعلق ہے اُس قبیلے کے قدیم رسم و رواج اور میلانات خاطر کے مطابق اس کو اپنے اختیارات کے کام میں لانے کا پورا پورا حق

حاصل ہونا چاہئے۔

۴۵۶ اس حصۂ ملک کے تقریباً سارے رؤسا اور سرداروں کے جذبات گراشیوں اور بھیلوں کے متعلق ناراضی اور نفرت ہی سے معمور ہیں اسی لئے برائے نام اپنے حکام بالادست کی نسبت موخرالذکر کو جو قطعی بے اعتمادی رہی ہے وہ باقی رہے گی، اسی وجہ سے اکثر وبیشتر ہماری مداخلت کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔ لیکن ایک فریق کا کیرکٹر اور اس کی حالت خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو اور دوسرے فریق کی حالت خواہ کتنی ہی گری ہوئی اور ناقص کیوں نہ ہو صورت حال کی خوبیوں کو سمجھے بغیر اور جس جماعت یا جماعتوں کو موردالزام بنادیا گیا ہے اس سے براہ راست واقفیت حاصل کئے بغیر ہم کو نہ تو کسی استبداد یا ظالمانہ تحریک کی تائید کرنی چاہئے اور نہ اپنا نام تک اس سلسلے میں لئے جانے کی اجازت دینی چاہئے ورنہ ہم مخمصے میں پھنس جائیں گے اور غیر شعوری طور پر نا اتفاقی اور ظلم وستم کے آلۂ کار بن جائیں گے۔

ہماری نیک نیتی کی جو شہرت ہے اس سے عمیق تعلق رکھنے والے بہت سے سوالات پیدا ہوں گے جو کسی مقررہ ضوابط کے تحت طے نہیں ہو سکیں گے لیکن جب کبھی یہ سوال پیدا ہو تو ہمارے جذبات کی نوعیت بلند ہونا چاہئے۔ یہی وہ نقطہ ہے جس پر ہماری اس عظیم الشان سلطنت کے اخلاقی پہلو کا انحصار ہے اور ان علاقوں میں جہاں ہماری حکومت اور اقتدار ابھی نیا نیا ہے اور جہاں کے باشندے کسی ایسے بیان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جو نہایت واضح اور سلیس نہ ہو۔ اس قسم کے مسئلے کی طرف زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس نوع کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں کہ جہاں اگرچہ خصوصیت کے ساتھ نہ سہی لیکن فی الواقع افراد کے ساتھ ہمارا عہد وپیمان ہوا کرتا ہے مثلاً چھوٹے یا نااہل رؤسا یا سرداروں کے وزرا جن کو ہم نے آگے بڑھایا ہے اور جن کے عاملانہ اقتدار کو ہم نے تسلیم کیا ہے۔ ان کو ہماری امداد اور لحاظ ومروت کا استحقاق حاصل ہے جس سے ان کو سوائے اس کے کہ اُن کا چال چلن بُرا ثابت ہو کوئی محروم نہیں کر سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ ہم کو ایسی مداخلت سے

اجتناب کرنا چاہیئے جو اس قسم کی ذمہ داریوں پر منتج ہوتی ہوں - وہ صرف ان ہی صورتوں میں قبول کرنی چاہیئے جبکہ ملک کے امن اور خوشحالی کے سلسلے میں ان کی ضرورت لاحق ہوتی ہو لیکن نہایت احترام کے ساتھ انکی پابندی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے ساتھ جو تمام سرکاری معاملات ۴۵۷
میں بجائے اصولوں پر نظر رکھنے کے اشخاص پر نظر رکھنے کے عادی ہوتے ہیں، سوائے کسی زبردست، ناشائستہ حرکت کے، کسی ایسے فرد بشر کا ساتھ چھوڑ دینا، جس کو ہم نے آگے بڑھایا ہے یا علانیہ طور پر جس کو ہم نے اپنی امان میں لے رکھا ہے کسی معاہدے کے ایک فقرے کی خلاف ورزی سے زیادہ مشتعل آمیز ہو جائے گا اور مقامی طور پر زیادہ ضرر رساں ثابت ہوگا۔ کیونکہ اس سے ہمارے اُس اعتماد میں کمزوری واقع ہوگی جو ہماری طاقت کا اصل سنگ بنیاد ہے۔

جب تک ہم اس راستے پر گامزن رہیں گے جس کو میں نے بیان کیا ہے تو ہم اطمینان سے رہ سکتے ہیں (اور وہ راہ وہی ہے کہ ہر معاملے میں یا تو براہ راست یا ضمنی مفہوم سے جس کی پابندی کا ہم نے عہد واثق کر لیا ہے)۔ ہم نے اپنے اقتدار اعلیٰ کے ذریعے ریاستوں اور قبایل پر ایک زبردست روک قائم کر رکھا ہے۔ والیان ریاست عہدہ دار اور سردار اس بات کو جلد محسوس کرنے لگیں گے کہ وہ اپنے اچھے طرز عمل کی بنا پر ہماری امداد اور اعانت حاصل کر سکیں گے اور اگر اُن کا طرز عمل نامناسب ہو تو وہ اس سے محروم ہو جائیں گے۔ ان باتوں کا علم اور نسبتہً محدود ذرایع رکھتے ہوئے ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ ہماری ناپسندیدگی کے مورد بننے کے لئے آمادہ ہوں گے اور بالخصوص جبکہ ہماری خوشنودی کے حصول کے شرایط اس قدر آسان ہیں۔ کم از کم عقل سلیم اور بصیرت والے ایسے کسی شخص سے اس طرح کے کام کرنے کی کبھی توقع نہیں کی جا سکتی (اور یہ وہ صفات ہیں جس میں ہندوستانیوں میں سے شاید ہی کوئی کوتاہی کرے) لیکن ہم کو یہ بات خود اپنی ذات سے پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیئے کہ ان کے طرز عمل کا دار و مدار

دیگر امور کی طرح اس بارے میں بھی، خاصکر، اس حالت کی قدر و قیمت پر منحصر
رہے گا جس میں وہ رکھے گئے یا چھوڑ دیے گئے ہیں جس مناسبت سے کہ
ہم ان کو اعزاز اور آرام پہنچاتے رہیں گے اسی طرح وہ ہماری نیک رائے کو
بحال رکھنے اور ہمارے اعتماد کے مستحق بننے کے خواہشمند رہیں گے حقیقت تو
یہ ہے کہ ان کی شرافت کی تائید میں ہم جس قدر کامیاب ہوں گے اسی پر
ان تمام چھوٹی بڑی ہندوستانی ریاستوں پر نگرانی کے طریقۂ استقامت کا
دار و مدار ہے، جو ہم نے ہندوستان کے اس حصے میں قایم کر رکھی ہیں۔
ہم کو اپنے فرض منصبی کے اس نازک اور دشوار کام کی انجام دہی میں ذرایع
کے انتخاب کا موقع نہیں ملے گا۔ اگرچہ رکاوٹ موثر ہونا چاہئے لیکن وہ
قریب قریب غیر مرئی ہو۔ زبردست قوت کے استعمال سے کہیں زیادہ
اثر اس کے ارتسامات سے پیدا ہونا چاہئے۔ ہمارا اصل مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ۴۵۸
اُن کو اعلیٰ مراتب تک پہنچایا جائے جن کے سپرد ہم نے متعلقہ علاقہ جات
کا نظم و نسق کر رکھا ہے۔ ہمیں یہ کرنا چاہئے کہ مداخلت کے تمام مواقع پر
انھیں ان کی خاص رعایا کے پیش پیش رکھیں جس سے ظاہر ہو سکے کہ احترام
اور عزت کے مستحق وہی ہیں۔ کسی ایجنٹ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ
کسی شے کو اپنے لئے حاصل کرنے کی کوشش کرے اس کو عمداً اس سے
اجتناب کرنا چاہئے اور جو شے جہاں سے متعلق ہے اور جہاں اس کی
ضرورت ہے وہیں اُس کو بھیج دینا چاہئے۔ جب ہم کسی والی ریاست یا
سردار کی مدد اس کی رعایا کے مقابلے میں کرتے ہیں تو اس سلسلے میں
اس کا نام درمیان میں نہیں آنا چاہئے۔ ہم کو اس جانب سب سے زیادہ
متوجہ ہونا چاہیے کہ اپنے ہندوستانی ایجنٹوں اور ملازمین کو اس کا پابند
بنائیں کہ وہ ہندوستانی رؤسا کے نظم و نسق کے ہر شعبے کا خاطر خواہ
احترام کریں اور بالالتزام طبیعت کے اُس رجحان کو روکنے کی سعی کریں
جو ان کی فطرت میں موجود ہے کہ جس کی وجہ سے مقامی عہدہ داروں کی
تحقیر کی جاتی ہے تا کہ یہ انگریز ملازمین اپنے آقا کے نام سے توجہ

اپنی طرف منعطف نہ کراسکیں جس کو در اصل ہندوستانی حکومت کے
عہدہ داروں سے متعلق ہونا چاہئے تھا۔ یہ بات واضح رہے کہ ہماری
حکومت کسی فرد بشر کے لئے اسی وقت قابل قبول ہوسکتی ہے جب کہ اس کے
نام اور اس کی ہیئت ترکیبی سے اقتدار کا اظہار ہو رہا ہو اور اسی وقت تک
قائم ہے جب تک کہ اس کا عمل عام طریقے کے مطابق اور متذکرۂ صدر
اصولوں کے لحاظ سے ہو۔ جب وہ تحصیل مالگزاری کے سلسلے میں جزوی
رکاوٹوں اور مداخلت تک اتر آتے ہیں تو عدل گستری شاکیوں کی شکایت
بلکہ مظلوموں کی فریاد سننے کے لئے متوجہ ہوجاتی ہیں۔ اور اپنے خاص
ایجنٹوں کو بالادست مملکت کے نام سے مداخلت اور کاروبار انجام دینے
کے اصول کو تسلیم کرنے لگتی ہے کسی والی ریاست یا سردار کا خواہ کسی شکل میں
کیوں نہ ہو خود مختارانہ طور پر اقتدار کا برقرار رہنا نہ صرف مصلحت کے خلاف
بلکہ خطرناک بھی ہے۔ چنانچہ اس حالت کا احساس خود اس کو ہوسکتا ہے
اور ان تمام کو بھی جو اس کی ذات یا خاندان سے وابستہ ہوں۔ یہ چیز
مضحکہ خیز اور ذلت آمیز نظر آتی ہے۔ اور اس قسم کے جذبے کا اثر کم سے کم ۴۵۱
یہ ہوگا کہ نیکی اور عظمت کے سارے محرکات نیست و نابود ہوجائیں گے
چونکہ جب حکومت اپنی وسیع النظری اور آزادی کے خصوصیات سے عاری
ہوجاتی ہے اور معمولی حرکات سرزد ہونے لگتے ہیں تو نظم و نسق کی جو بھی
خوبی ہوتی ہے تو وہ حکومت کے عامل یا اس کے ایجنٹ سے منسوب
کیجانے لگتی ہے اور برائے نام جو رئیس یا اس کے عہدہ دار ہوتے ہیں
وہ حکومت کے ایک مشتبہ اور نااہل آلۂ کار کے ذلیل درجے پر پہنچ جاتے ہیں۔
ہندوستان کے اس حصے کے چھوٹے بڑے رئیسوں کے معاملات
میں ہماری مداخلت کے اس عام خاکے میں نے سیاسی اہمیت پر
بڑا زور دیا ہے جس پر اس کا انحصار ہے۔ چونکہ یہ میرا یقین ہے کہ
ہر ماتحت ایجنٹ کے لئے اس مبحث کا کوئی جزو عمیق غور و خوض اور کامل طور پر
ذہن نشین کئے جانے کا اس قدر مستحق نہیں ہے (جتنا کہ یہ امر ہے)

کیونکہ اس کے فرض منصبی کا کوئی حصہ بیک وقت اس قدر نازک اور مشکل نہیں ہے یا انفرادی کوشش پر کامیابی یا ناکامی کا اس قدر شدت کے ساتھ انحصار ہے۔ اس کے بہترین جذبات اور اس کی شخصی شہرت میں اضافے کے توقعات اس کو اس بات کی طرف راغب کرائیں گے کہ وہ مقررہ روش سے منحرف ہو جائے لیکن وہ ان عام اصول سے واقفیت کی بنا پر جس پر موجودہ طرز حکومت کا انحصار ہے وہ اس شاہراہ پر گامزن رہے گا اس کے فرض منصبی کی ادائی کے سلسلے میں وہ تمام باتیں جو طور طریق اور میل جول سے متعلق کہی گئی ہیں اس کے حافظے میں ہونا چاہئیں۔ کیونکہ جو لوگ کہ اس درجے پر فائز ہیں جن کے ساتھ مداخلت کے معاملات میں اس کو میل جول رکھنا پڑتا ہے وہ اپنی موجودہ حالت پر خوش اور قانع نہیں رہ سکتے اور نہ مقتدر اعلیٰ حکومت کے ساتھ وہ اس برہمی کی حالت میں برقرار رہ سکتے ہیں جو اس کے مفاد کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس حالت میں محض راستی یا انصاف کی سختی کے ساتھ پابندی کرکے رکھے جا سکتے ہیں ہندوستانی ریاست کی درباداری کی جانی چاہئے اور اچھے طرز عمل کو اختیار کرنے کے لئے ان کی ہمت افزائی ہونی چاہئے اور اس بات کے لئے برطانوی ایجنٹ کی سچی کوشش ہونی چاہئے کہ والیانِ ریاست کو اپنے نظم ونسق پر فخر ہو اس مقصد کے حصول کے لئے اس کو نہ صرف والیان ریاست بلکہ معززین اور مشاہیر ملک کو اپنی طرف کر لینا چاہئے کسی طرح آخر الذکر کو اپنی طرف کر لینے کے لئے اس کو مقامی حکومت سے رائے عامہ سے محروم کئے جانے کے اوصاف سے واقف ہونا چاہئے جو بدانتظامی کے لئے ایک روک اور اچھی حکومت کے لئے بطور قدر افزائی دونوں طرح پر ضروری ہے۔ لیکن اس کا اثر محسوس ہونا قطعی بند ہو جائے گا جس وقت سے کہ والی ریاست اور اس کی رعایا کے تعلقات یا تو بری طرح مجروح ہو جائیں یا ٹوٹ جائیں گے۔

460

جہاں امن عامہ میں جس کے ہم مسلمہ طور پر محافظ ہیں خلل واقع ہو یا جہاں قتل اور سرقے کی وارداتیں ہوں تو ہم کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ

مقامی عہدہ داروں سے استدعا کریں (جن کی ہم ان جرائم کے سلسلے میں روک تھام کے ذرائع اور سزاؤں دونوں طریقوں سے اعانت کرتے ہیں) کہ اپنے عمل درآمد کے مطابق کوئی ایسا طریق کار اختیار کریں کہ جن سے جان و مال کا تحفظ ہو سکے دوسرے امور میں جو معدلت گستری سے متعلق ہوں اس میں اگرچہ مداخلت کا کوئی حق نہیں محض ان کے مفاد اور ہماری شہرت کے خاطر و نیز قدیم اداروں بالخصوص ہر دلعزیز پنچایتی عدالتوں کی طرف توجہ کرنے سے جو سوائے بدنظمی اور تعدی کے زمانے کے کبھی منسوخ نہیں ہوئیں جو نتائج برآمد ہوتے ہیں تاکہ اس فائدے اور نیک نامی کو ظاہر کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے ہم کو مداخلت کرنا ہوگا۔

ستی کی رسم مالوے میں عام نہیں ہے اور میرے خیال میں طفل کشی کی رسم تو اور بھی کم ہے۔ اول الذکر ایسا رواج ہے جو بنی نوع انسان کے لئے خواہ کتنا ہی ہولناک کیوں نہ ہو ہندو قوم کے ہر گروہ میں اس کے مؤیدین موجود ہیں آخر الذکر رسم سوائے راجپوت خاندان کے باقی تمام کے ہاں حقارت سے دیکھی جاتی ہے لیکن راجپوت اس پر کاربند ہیں اور انھی تک وہ محدود ہے۔ لیکن اس گروہ کے بہت سے ممتاز سردار نہایت حقارت آمیز طریقے سے اس جرم کی نسبت گفتگو کرتے ہیں۔ آپ ان دونوں قربانیوں میں سے کسی ایک کو بھی روکنے کے لئے مداخلت نہ کر سکیں گے سوائے اس اثر کو کام میں لانے کے کہ جن کے آپ اپنے شخصی کردار کی بنا پر حامل ہونگے فی الحقیقت اس سے زیادہ کی کوشش کرنا غلط تاثرات کے خطرے کو مول لینا ہوگا اور جو مقصود آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کو شکست دینے کے مماثل ہوگا ان لوگوں کی تعریف جو ان کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور ان لوگوں کی طرف سے بے اعتنائی جو ان کاموں کو پسند کرتے یا ان کے مرتکب ہوتے ہیں یہ سب سے اچھا تدارک ہے جو اختیار کیا جا سکتا ہے اور یہی وہ طریقۂ عمل ہے جس کو میں نے اختیار کیا تھا اور یقیناً مجھے بڑی کامیابی ہوئی

۴۶۱

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ مداخلت کے جس طرز عمل کا ذکر کیا گیا ہے وہ مشکل ضرور ہے لیکن مستقبل میں ان مختلف ہند وستانی رؤسا پر حکومت اور نگرانی کا ہم کونسا طریقۂ کار دریافت کرسکتے ہیں کہ جس میں مشکلات میں سے کسی نہ کسی ایک کے انتخاب کا سوال پیش نہ ہو؟ اس وسیع مبحث کے متعلق بادی النظر ہی میں لوگ اس کے لئے آمادہ ہوجائیں گے کہ جو کام واقعی مشکل اور پیچیدہ ہو اس کو آسان اور سہل بنانے کے سبز باغ دکھائے جائیں۔ اخلاقی اعتبار سے بہت سے امور انسانی دماغ کے بہترین اور سب سے زیادہ گرمجوشی کے جذبات کی اعانت کے لئے آجاتے ہیں تاکہ نئے نئے انداز سے ہمارا دل موہ لیا جائے۔ ہم خود کو اسی جرم اور ابتری میں قریب قریب شریک محسوس کرنے لگتے ہیں جس کی نسبت ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری مداخلت سے یا تو اس میں تخفیف ہوجائے گی یا اصلاح ہوگی۔ اور اپنے محاسن کے گھمنڈ میں اس بات کو بھولنے لگتے ہیں کہ عارضی یا تھوڑا سا نفع بسا اوقات مستقل اور کثیر نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ ہر منصوبہ نظری طور خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو اگر اس کو ادھورا چھوڑ دیا جائے تو عملاً نہایت ہی بُرا ثابت ہوگا۔ ہم اپنے اعلیٰ معلومات کے تفاخر میں دوسروں کی حالت کو بھول جاتے ہیں۔ اور ہر شخص کو خود اطمینانی اس کا خواہشمند بنا دیتی ہے کہ اس کے چند روزہ دور حکومت میں نصف صدی کا کام تکمیل پاسکے۔ اسی طرح جس فرقے کا مفاد مقصود خاطر ہوتا ہے اس کے خیالات سے بہت آگے بڑھی ہوئی تحریکات پیش کیجاتی ہیں۔ جو کچھ اب تک گذر چکا ہے اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ مستقبل ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے۔

۴۶۲ میں مضمون کے اس حصے کو اپنے ماتحت ہر عہدہ دار پر اس طرز عمل کی اہمیت کو ظاہر کئے بغیر ختم نہیں کرسکتا کہ کس طرح منظم حکومتوں اور ملکی عہدہ داروں کو جب تک کہ وہ اپنی حالت کی اصلاح کرتے رہیں، برقرار رکھا جاسکتا ہے (یہ مضمون) ایسی مداخلت سے بحث کرتا ہے جس کا شمار وہاں کے انتظام کے لحاظ سے کیا جاتا ہے جس کے نتیجے کے طور پر یا تو ہماری حکومت کے

براہ راست سرعت کے ساتھ رائج ہونے یا اس میں مزاحمت پر زور دیا جاتا ہے ان امور کے متعلق یہ اس عہدہ دار کا فریضہ ہے کہ بغیر ان کے طریق کار کو نقصان پہنچانے کے جتنا ممکن ہو اس کو ابھارا جائے اور ترمیم ایسی ہو جو ان کے ماحول، ان کے فرمانرواؤں اور ان تمام جماعتوں کے خصوصیات کے مطابق ہو جو ان کے زیر نگین آباد ہیں۔ میرا یہ خیال ہے اور یہ رائے تجربے اور غور وخوض کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں ہمارے اقتدار کے لئے جتنے خطرات ہیں وہ اس خطرے کے مقابلے میں ہیچ ہیں جو ہم ان باشندوں کی حالت بدلنے کے لئے انتھک کوشش کرتے ہیں۔ اور میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان سے ہم پوری طرح واقف نہیں ہونے پاتے۔ اس مسئلے کی نسبت جو میرے یہ خیالات ہیں کہ اس قسم کے جذبات رکھنے والے شخص کو تدریجی اصلاح کی ترجمانی کرنی چاہئے کیونکہ میرے یہ خیالات اس ایقان کی بنا پر ہیں کہ ہندوستانیوں کی ترقی کے لئے اگر ہم جلد بازی سے کام لیں تو بجائے ان کو آگے بڑھانے کے اغلب یہ ہے کہ یہ مساعی پیچھے کی طرف ڈھکیلنے پر منتج ہوں۔ اس کے برخلاف اگر ضرورت سے زیادہ تیز بڑھنے کی بجائے ہم اس عظیم الشان آبادی کے دوش بہ دوش چلنے پر قناعت کریں اور ان کے تعصبات ان کے مذہب اور رسومات کو تحمل کے ساتھ روا رکھیں تو ہم رفتہ رفتہ خیال اور عمل میں بہتر طریقوں کی طرف ان کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آخر الذکر طریقۂ عمل کے لئے خاصہ وقت درکار ہوگا لیکن جلد بازی سے جو قدم اٹھایا جائے گا اُتنی ہی کامیابی دور ہوتی جائے گی۔

ملازمین کا تقرر

بہت تھوڑے مسائل ایسے ہوں گے جن پر غور وخوض کی اس قدر ضرورت لاحق ہوگی جتنا کہ سرکاری خدمات پر ہندوستانیوں کے تقرر کا مسئلہ۔ اعلیٰ طبقوں کے لوگ جیسے منشیان، متصدیان اور اہلکاروں کو انھیں کے خاص قبائل میں سے منتخب ہونا چاہئے۔ ان کو زندگی کے اچھے اصولوں کا عادی، ذہین اور نیک کردار ہونا چاہئے۔ اگر کوئی افسر کسی ایسے شخص کو دور دراز صوبے سے لایا ہو اور وہ عرصۂ دراز سے

۴۶۳

اس کے ساتھ رہا ہو، اس کی وفاداری اور اہلیت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے تو
ایسے شخص کو خدمت پر بحال رکھا جائے تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے
لیکن یہ زیادہ بہتر ہے کہ جس حصۂ ملک میں وہ عہدہ دار کارگزار ہے تو وہیں
کے معزز ہندوستانیوں اور قدیم متوطن باشندوں کو ملازمت کا موقع دیا جانا
چاہئے۔ یہ لوگ عادات کے اس قدر پابند نہیں ہوں گے اور ہم سے زیادہ
وابستہ بھی نہیں ہوں گے لیکن اول الذکر کی دوراندیشی اس کا سد باب کر دیگی
اور ان کو صحیح راستے پر لے آئے گی اور ہمارے لحاظ و مروت کی بنا پر
ان میں وابستگی کا مادہ بہت جلد پیدا ہو جائے گا۔ ان کو غیر ملکیوں پر ترجیح
دیئے جانے کے فوائد بے شمار ہیں۔ ان میں کے خاص خاص یہ ہیں کہ ان کو
ملک کے معمولی سے معمولی مفادات سے بھی واقفیت ہوتی ہے اور اپنی
قوم کے مختلف طبقات کے تعصبات اور رقابتوں کا پورا علم ہوتا ہے۔
اعلیٰ عہدہ دار کو ان تمام امور کی نسبت تفصیلی معلومات ہونی چاہئیں اگر
اس نے ایسے اشخاص کو اپنے تحت اور نگرانی میں خدمت دی ہو جن کی طبیعت
اور حالت سے وہ ذاتی طور پر واقف نہ ہو تو ان امور کی نسبت اس کے معلومات
یقیناً گوناگوں ذرایع سے ہوں گے جو بجائے خود ایک زبردست معصیت ہے۔
لیکن اس کے قطع نظر دور دراز کے صوبے کے کسی باشندے کو ملازمت میں جگہ
دینا ہمیشہ نامقبول خیال کیا جاتا رہا ہے جس حصۂ ملک میں یہ لوگ بھیجے جاتے ہیں
وہاں کے اعلیٰ اور معزز طبقوں میں وہ عام طور پر مشتبہ اور ناپسندیدہ نظروں
سے دیکھے جاتے ہیں اس سے اول الذکر جماعت میں ایسے خیالات پیدا
ہوتے ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ لوگ وہاں کے باشندوں کے ساتھ کسی
قسم کے تعلقات قایم رکھنے سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا ایسے لوگوں کی
سوسائٹی میں رہنے لگتے ہیں اور ان کو آلۂ کار بناتے ہیں جو ہمیشہ شاکی ہوتے
ہیں یا جن کا چال چلن ناقابل اطمینان ہوتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے
کون سے اسباب کے نتائج سب سے خراب ہوتے ہیں۔ ایک قسم کے لوگوں
سے اگر حقارت کا نہ ہو تو غرور کا اور دوسرے سے کسی برے منصوبے یا سازش

کی طرف رجحان کا گمان ہونے لگتا ہے اور جو شخص ان صفات کا حامل ہوتا ہے
اس کی مقامی نیک نامی پر ان دونوں کا مضر اثر پڑتا ہے۔

میں نے یہ بات بیان کر دی ہے کہ ہندوستان کے ایسے باشندے بھی
جن کو ہمارے اصول حکمرانی سے واقفیت نہیں ہے وہ خود اپنے قبیلے کے
آدمیوں پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ ایک انگریز عہدہ دار کی عزت کرتے اور
اس پر اعتماد رکھنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن عہدہ دار غیر ملکی ہو تو
اس کے اگر کسی دیسی ملازم کا کبھی چال و چلن برا ہو تو ہندوستانی لوگ اس کے
عادی ہیں کہ خود اس عہدہ دار کی طبیعت اور کردار کی نسبت بری رائے قائم
کرنے لگتے ہیں۔ اس کے برخلاف آخرالذکر جب خود انھیں کی قوم کے افراد
ہوں تو ان کی غلطیوں یا جرائم کا اظہار اس جماعت کو جس سے وہ متعلق ہوں
محجوب کر دیتا ہے اور ان کو ایک مفید سبق سکھاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ یوروپین افسر کی وقعت کو بجائے گھٹانے کے بڑھا دیتا ہے۔ اس قسم کے
تمام عمومی دلائل ہیں۔ وسط ہند کی خصوصی حالت پر اور بہت سی مثالوں کا
اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس حصۂ ملک کے باشندے دکن اور ہندوستان کے
ہندوؤں اور مسلمانوں کے مظالم جو ابھی حالیہ زمانے میں سہے ہیں اس کی وجہ
سے وہ لوگ ان جماعتوں کی طرف سے فطرتاً خوفزدہ ہیں۔ ملک کے بہت سے
بہترین خاندان ایسے ہیں کہ جو غربت کی حالت میں ہیں ان کو اجنبیوں پر ہم جو
ترجیح دیکر بہ حیثیت ملازمین سرکار تھوڑی بہت تنخواہ دیتے ہیں اس کی ضمنی
وجہ یہی ہے۔

مندرجۂ بالا ریمارکس کی بنا پر ہندوستان یا دکن کے ان خاندانوں کو جو
ہمیشہ یا کئی پشتوں سے مالوے میں آباد ہو گئے ہیں نکال دینا مقصود نہیں ہے۔
اس اعتراض کی بنا پر صوبۂ مذکور کے بعض نہایت قابل اور معزز باشندوں کو
ہماری ملازمت سے خارج کر دینا پڑے گا۔

اس سے قبل یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ہمارے کاروبار میں تشہیر کی
نہایت درجہ ضرورت ہے بالخصوص اس لئے کہ یہ خوفزدہ اور مشتعل باشندوں ۴۶۵

اور اس سے کہیں زیادہ ہندوستان کے رؤسا اور سرداروں کو خاموش کر دیتی ہے
ملازمین کا بہتر انتخاب کر کے اس مقصد کو یہ بہت آگے بڑھا سکتے ہیں
ریاست ہولکر کے متعلق میں نے جو مسلک اختیار کرنا چاہا اس سے ہولکر
کے وزرا میں اگر خوف پیدا نہ ہو تو ایک قسم کی بے چینی تو ابتدائً ضرور
محسوس ہو گی اور اس کو دور کرنے کا ایک ذریعہ میں نے یہ اختیار کیا ہے کہ
ایک ہندوستانی سررشتہ دار کی حیثیت سے میں نے ایک ذہین برہمن
کو چن لیا ہے جو خاندان ہولکر سے وابستہ تھا اور اسی کی ملازمت میں
عرصے سے منسلک تھا۔ اس کے تعلقات کی بنا پر میں جانتا ہوں کہ صرف
سرکاری فرایض ادا کرنے کے سوا اس کی کوئی مستقل دلچسپیاں بھی نہ تھیں مجھے
اس کا احساس تھا کہ کوئی بات پوشیدہ رکھنے کے قابل نہیں ہے لیکن
ساتھ ہی مجھے تانتیا جوگ وغیرہ کی اہمیت کا علم تھا کہ وہ اس صورت حال سے
مطمین ہو جائیں گے۔ اس سے زیادہ میری کسی اور تحریک نے ان کے
دماغوں میں اتنا سکون پیدا نہیں کیا۔ میں اصل واقعے کا اظہار اسی لئے
کرتا ہوں کہ روزمرہ کے جو واقعات ہوتے ہیں وہ اس پر صادق آسکیں۔
اعلیٰ طبقوں کے ہندوستانیوں کو ملازمت میں جگہ دینے کے لئے
یہ بات ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مقررہ فرائض ان کے ذمے
کر دیے جائیں اور کسی کو پیشقدمی کی یا دوسروں کے معاملے میں مداخلت کی
اجازت نہیں ہونی چاہیئے (سوائے اس کے کہ اس کی ہدایت دی گئی ہو)
ان اشخاص کا ٹھیک مقامات پر متعین کرنا دشوار معلوم ہو گا۔ کیونکہ ہندوستانیوں
کے عادات اس قسم کی پابندیوں کے خلاف ہوتے ہیں لیکن یہ کام
نہایت ضروری ہے۔ فرائض کو خلط ملط کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ اگر جرم
نہ ہو تو غلطیوں کی شکل میں ضرور ثابت ہو گا جس سے وہ فخر و مباہات غارت
ہو جائے گا جو اچھے لوگ اعتماد کی بنا پر محسوس کرتے ہیں اور جس کی وجہ سے
بڑے لوگ شخصی ذمہ داری سے بچنا چاہتے ہیں جو دراصل ان کے چال چلن پر ایک
زبردست روک کا کام دیتی ہے۔

ادنیٰ درجے کے ملازمین کے تقرر کا مسئلہ بڑی توجہ کا محتاج ہے ان کا انتخاب بھی اُنھیں اصولوں پر ہونا چاہئے جو قبل ازیں بیان کر دیے گئے ہیں جو فرائض کہ ان کے ذمے کر دیئے گئے ہیں ان کی ٹھیک ٹھیک وضاحت ہو جانی چاہئے اور ان کے چال وچلن پر باقاعدہ نگرانی رکھی جانی چاہئے۔ واقعی یہ بات نہایت مفید ہوگی کہ ان کی ملازمت کی نوعیت کو جہاں تک ممکن ہو پبلک طور پر ظاہر کر دیا جائے۔ اور سارے مقامی عہدہ داروں کو ان ناجائز اور قابل نفرت کاموں کی روک تھام کے لئے طلب کیا جائے جن سے باشندگان ملک کے ساتھ ناانصافی اور زیادتی ہوتی ہو اور باوجود ہمارے مساعی کے یہ طبقہ ان جرائم کے ارتکاب کے لئے مواقع نکال لیتا ہو۔ جب میں اپنے وسیع ترین تجربے کی بنا پر یہ بات کہتا ہوں کہ ہندوستان کے باشندے ہمارے نیک ارادوں اور ہماری حکمرانی کے اصولوں کی خوبیوں کی نسبت بہت اچھی رائے رکھتے ہیں تو ہماری حکومت کے ان اجزا کے متعلق جس میں کہ ان کی جماعت کے ناکارہ لوگ منسلک ہیں، وہ بھی اپنے جزئیات کے اظہار میں کوئی بناوٹی بات نہیں کہیں گے۔ اُس شخص کو وہ واقعی حقارت اور غصے کے جذبات سے دیکھیں گے جو اُن کے یہاں کے ادنیٰ ترین درجے سے ترقی کیا ہو لیکن جس کو اس کے بعد سرکاری عہدے کا امتیازی نشان لگا یا گیا ہو یا جس کے ہاتھ میں کسی سول یا سیاسی انگریز عہدہ دار کی قیچی رہتی ہو یا دوسرے لمحے میں ایسے اشخاص کے معاملے میں گستاخ ہو جن سے شخصی طور پر اور اُن کے خاندان کے ساتھ وہ مدت مدید سے خاکساری سے ملتے آئے ہوں یا اُن قبائل سے جبراً روپیہ وصول کرنا شروع کر دیے ہوں جن میں وہ اُس سے قبل بہ حیثیت ایک معمولی شخص کے رہتے آئے ہوں۔ اس طبقے کے ملازمین کے لئے ہماری نیک نامی کو نقصان پہنچانے کے امکانات بہت زیادہ ہیں یہ اسی مناسبت سے اور بھی زیادہ ہو جاتے ہیں جبکہ ہندوستان کے خاص باشندے جہاں کہ ہمارے اقتدار کا خوف زیادہ ہے ہمارے اصلی کردار سے ناواقف ہوں۔ جو فتنہ کہ مالوے میں اُنھوں نے

کھڑا کیا یا کرنا چاہتے تھے، اس کی نسبت میں مکمل معلومات کی بنا پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے بہترین تمناؤں کے ساتھ اُن کے دھوکوں اور مظالم کے ردِ عمل کی کوشش اس طرح کی تھی کہ اعلانات شایع کئے جائیں اور اُن تمام کو اعلیٰ انعامات عطا کئے جائیں جو میرے کسی ملازم کے خلاف اطلاع بہم پہنچائیں یا اس کو اس حالت میں پکڑ لائیں جبکہ وہ ملک میں مداخلت کی معمولی سے معمولی کوشش کر رہا ہو یا خطوط لیجانے یا اسی قسم کے مقررہ اور محدود فرایض کی ادائی کے سوا کوئی اور کام انجام دے رہا ہو۔ اس کے باوجود مجھے کسی طرح سے پچھلے تین سال کے عرصے میں ایک منشی، دو متصدیوں یا محرروں، تین جمعداروں اور پچاس سے زاید ہرکاروں کو علانیہ طور پر سزا دینا اور برخاست کرنا اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں اُسی طبقے کے لوگوں کو جن کا تعلق دوسرے سرکاری عہدہ داروں سے تھا گرفتار کر کے سزا دینی پڑی، یا ملک بدر کرنا پڑا۔ ان مثالوں سے اس خطرے کا اظہار ہو سکے گا کہ ملازمت کی سہولت یا اپنے مقاصد کے حصول میں جلد بازی کی خواہش سے اگر یہ ذرایع آزاد خیالی عمل کے ساتھ اختیار کئے جائیں تو جس خطرے میں مبتلا ہونا پڑے گا وہ ظاہر ہو جائے گا۔

۴۶۷

ماتحت ریاستوں کو اپنا کام آپ کرنے اور اندرونی نظم و نسق کے معاملات میں جہاں تک ممکن ہو ہم پر کم سے کم تکیہ کرنے کی اہمیت پر اُن کی کس طرح ہمت افزائی کرنی چاہئے اس کا قبل ازیں تذکرہ کر دیا گیا ہے اور جب تک ہم اس نوعیت کی مداخلت سے بچنے کی تدبیر نہیں نکالتے کہ جس سے کمزوری پیدا ہو یا جس کے بغیر حالت غیر مستقل ہو جانے کے اپنے مضر اثرات کو کم کرنے کی خاطر یہ کارروائی کیجائے۔ ریاست ہمارے زیر نگرانی جو کچھ اچھے تجاویز قبول کرے گی اسی سے عام لوگوں کے نزدیک یہ قابل تحسین سمجھے جائیں گے اور ہماری شہرت میں چار چاند لگیں گے (جو مقابلے کی شکلیں نکالی جائینگی) ٹھیک اسی طرح ریاست کے احمقانہ اور غیر منصفانہ کاموں سے بھی ہماری بدنامی ہوتی جائے گی لیکن آخر الذکر فائدہ بھی کسی ادھورے یا خلاف مصلحت کاروبار کے امتزاج سے جاتا رہے گا اور کوئی طریقۂ عمل اس قدر

مضرت رساں ثابت نہ ہوگا جتنا کہ یہ طریقہ کہ ہم اُن ہندوستانی ملازمین کی اعانت کرتے رہیں جو ملازمت میں ہیں ان کے اعلیٰ طبقوں کو کسی شکل میں بھی اس قسم کی حکومتوں کے معاملات میں دخل دینے کی اجازت دینا گویا ہر اُس اصول کی بربادی کے مماثل ہوگا جس کو بہ تاکید بیان کیا گیا ہے، لیکن ان کے فرمارواؤں وزرایا مقامی عہدہ داروں کو ہمارے ادنیٰ ملازمین کے ذریعے امداد دینا ہماری نیکنامی کے لئے اور بھی مضرت رساں ہوگا۔ کیونکہ اعلیٰ طبقوں میں ہم کو مستقل کردار اور خوبیوں کے لوگ ملیں گے اس سے زیادہ دوسروں سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے جبکہ بڑے کام پھر اُبھارنے والی شے سے اِن کی حقیقت واضح ہو جاتی ہو۔ اگر مظالم کے نہیں تو اُن سے استبدادی حکومت کے اغراض پورے کئے جائیں گے۔ یہ اُن کی بڑی اُستادی ہوگی جو اپنے مقصد کے تحت اِن آلۂ کار لوگوں نے انگریزی حکومت کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اُس پر لعنت ملامت کی بوچھار کرادیں لیکن عام طور پر اُس کی خواہش اس حد تک محدود رہے گی کہ برطانوی نام کی اعانت اس لئے حاصل کریں کہ اس کا خوف دلا کر افراد یا جماعتوں سے اپنے خواہشات کی تکمیل کروالیں۔ وہ اس بات سے واقف ہوں گے کہ ہر کارہ یا جو ملازمین کہ ان کی حکومت کی امداد کے لئے بھیجے گئے ہوں وہ اُن کی کارروائیوں پر ایک طرح کا روک ثابت ہوں کیونکہ اس کو رشوت دیے جانے کا امکان بھی تھا اور اگر وہ ظلم و تعدی کا آلۂ کار نہیں بن سکتا ہے تو وہ صرف اسی لیے ہے کہ جس فریق نے اس کو مظالم ڈھانے کے لئے بھیجا ہے اس کی طرف سے اُس کو زیادہ اُجرت ملتی ہے۔ مذکورۂ صدر طریقے کے بموجب جو لوگ ملازمت میں لئے جاتے ہیں اُس قسم کے بیسیوں اشخاص کی بدعنوانیوں کی بیشتر مثالیں میرے مشاہدے میں موجود ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے تین سال سے زائد عرصہ ہوا کہ ہندوستانی رؤسا کو اُسی قسم کی مدد دینے سے قطعاً انکار کر دیا ہے اور میرے تحت جو لوگ کام کر رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کریں اِس بارے میں تمام درخواستوں کا بہترین جواب یہی ہے کہ جس طریقۂ عمل کی

۴۶۸

پابندی کا حکم دیا گیا ہے، یہ انتثال امر اس کے خلاف ہے اور اس قسم کی مدد
دینے کا دستور اگرچہ سہولت بخش سہی اور بعض صورتوں میں اچھی تحریکات کو جلد
عملی جامہ پہنانے کا سبب بن سکے۔ لیکن انجام کار برائی کا باعث ہوگا اور
اس سے برطانوی حکومت کی شہرت جاتی رہے گی جس کی نیک نامی یوروپین
عہدہ دار کی سخت نگرانی سے لے لی جاکر معمولی کارندوں اور ادنیٰ درجے کے
ملازمین کے سپرد نہیں کیجا سکتی۔

امن عامہ کا تحفظ

جب کہ امن عامہ کو دھمکی دی جارہی ہو یا اس میں خلل واقع
ہو رہا ہو تو ہم کو جس اصول پر کاربند ہونا ہے اس پر ہم نے
مداخلت کے عنوان کے تحت غور کرلیا ہے لیکن اُس حق کا استعمال کس طرح ہو
۴۶۹
اس کی نسبت چند الفاظ اگر کہدیے جائیں تو زیادہ مفید ہوگا۔ خاص کر وہ امور
جو پولیس اور جرایم کی معدلت گستری کے انتظامات سے متعلق ہوتے ہیں۔
جو ممالک کہ ایک عرصۂ دراز سے وسط ہند کی طرح کی حالت میں
رہتے آئے ہیں وہاں پر امن عامہ میں خلل ڈالنے والے سب سے زیادہ قوی
اور بظاہر جو سب سے معمولی آدمی ہوتے ہیں اُن میں ایک طرح کا ربط
قایم ہوجاتا ہے۔ اس لئے بدنظمی اور غارتگری کی سرشت کے احیا کی
روک تھام کی خاطر موخرالذکر کے ہر کام پر کچھ عرصے تک معتاط نظر رکھنی ضروری
ہے۔ عام حالات میں ہم کو صرف یہ کام کرنا ہوگا کہ جو مقامی عہدہ دار ہو اس کو
کارروائی کرنے کے لئے آمادہ کر دیا جائے لیکن جب ہماری اعانت مطلوب ہو
اور فوجیں یا وہ اشخاص جو ہمارے احکام کے تحت فرائض انجام دے رہے ہوں
وہ مجرمین کو گرفتار کرلیں تو ایسے مجرمین فوراً اس رئیس یا سردار کے حوالے
کر دیے جائیں کہ جس کے علاقے میں مذکورۂ صدر جرائم کا ارتکاب ہوا ہو تا کہ
وہی تفتیش کرکے مروجہ طریق کے مطابق خاطی کو سزا دے۔ میں نے
مالوے کی ریاستوں میں ان معاملات کے انتظامات کی نسبت عام طور پر
اپنی مداخلت کو صرف دو امور تک محدود رکھا ہے۔ امر اول تو سرقہ ہے
اور بالخصوص چوپایوں کا سرقہ (جو بھیلوں اور دوسرے لیٹروں کا عام مال غنیمت ہے)

جوں ہی مال برآمد ہو تو ان اشخاص سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ جن کے ہاتھوں سے وہ سامان حقیقی طور پر یا محض فرضی طور پر بیع ہوتے ہوئے کہیں پہنچا ہو، اور اُن کو اپنے جھگڑوں اور الزامی جوابات کا آپس میں تصفیہ کر لینے کے لئے چھوڑتے ہوئے اور دستور کے مطابق ایک دوسرے سے اس کو وصول کر لینے کا موقع دیتے ہوئے وہ برآمد شدہ مال اُسی وقت اُس کے حقیقی مالک کو واپس کر دیا جانا چاہیئے۔ یہی طریقہ آجکل عام طور پر مروج ہے۔ بھیلوں کی اور دیگر چوریوں کے انسداد میں دوسری تمام تدابیر جو اختیار کی گئیں اس کے مقابلے میں گذشتہ دو سال سے مندرجۂ بالا طریقے پر جو عمل کیا گیا ہے وہ زیادہ کارگر ثابت ہوا ہے۔ دوسری بات جس کے مطابق ہیں نے مالوے کی ریاستوں کے عدالتی انتظام میں تبدیلی کی کوشش کی ہے وہ جرمانے اور تاوان کی سزا بیں قتل عمد کے جرم کا انسداد ہے، لیکن اِس نوعیت کے تمام مقدمات میں جہاں حالات کے تحت ہم مداخلت کے لئے مجبور رہیں، یہ زیادہ مناسب ہے کہ جب تک جرم صاف طور پر ثابت نہ ہو اس وقت تک کوئی قتل بہ الزام عدم ادائی قرض عمل میں نہیں آنا چاہیئے۔ اس قاعدے کی پابندی اور بھی ضروری ہے کیوں کہ اُن مقدمات میں جہاں مجرمین لٹیرے قبائل جیسے بھیلوں اور بوگریوں میں سے ہوتے ہیں تو ہندوستانی رئیس یا سردار محض الزام جرم ہی کو کافی سمجھ کر سزا کا مستوجب قرار دینے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ جب ٹھیک اپنی جماعتوں کی نسبت خصوصیت کے ساتھ پیش آنا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے کیونکہ ہم کہیں اُس تاثر ہی کو نہ کھو بیٹھیں جو اُن میں پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کسی طریقے سے مظالم یا نقصان کے کاموں میں معاون نہیں ہو سکتے۔

ان تمام مواقع پر جب کہ اقتدار کافی ہو یہ بات نہایت درجہ پسندیدہ ہے کہ اس چیز کو عملی طور پر دکھا دیا جائے کہ اندرونی نظم و نسق برقرار رکھنے کا انحصار ہم پر باقی نہ رہے۔ خصوصیت کے ساتھ ان اُمور میں کہ جہاں زیادتیاں ہوتی ہوں جن کے اسباب حقیقی ہوں یا قبائلی وہمی یا مذہبی جذبات ہوں۔ ان تمام حالات میں سوائے اس کے سیاسی اغراض کا شائبہ ظاہر ہو یا علی الاعلان یا فوری خطرہ

۴۷۰

لاحق ہو تو ایسی صورت میں ہمیں چاہیئے کہ مقتدر اعلیٰ ریاست کے ساتھ مقامی حکومت کا جو فریضہ اور وفاشعاری ہونی چاہیئے اس کی نسبت توجہ دلائیں کہ امن عامہ میں جو مخل ہونے والے ہیں ان سب کا سر کچل دیا جائے یا بالخصوص جبکہ ایسے مجنون جو ابھی حالیہ زمانے میں پرتاب گڑھ میں تھے جو اپنے مظالم کے ساتھ علانیہ طور پر ہماری حکومت کے خلاف جذبات کے حامل تھے۔ وسط ہند کی حقیقی حالت ایسے امکانات پیدا کرا سکتی ہے کہ ایسی کوششیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے اُن کا اعادہ ہو جائے (کتنے ہی حقیر وہ کیوں نہ دکھائی دیتے ہوں) تو ان کے ساتھ عمدگی کا برتاؤ کیا جانا چاہیئے اسی کو اپنی رہنمائی کا اصول بنانا چاہیئے کہ اگر ہم اس سے احتراز کر سکیں تو پھر اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب ہم اس پر عمل کرنے کے لئے قطعی طور پر مجبور کر دیے جائیں تو یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم خود کو رئیسوں کی طرح پیش نہ کریں بلکہ مقامی حکومت کی تائید میں کھڑے ہوں کیونکہ وہ جوش جو اس قسم کی زیادتیوں کو پیدا کرتا ہے خواہ وہ سازش کا آفریدہ ہو یا تعصب کی وجہ سے تو اس کو مخالفت سے تقویت حاصل ہوگی اور ہماری جانب سے کسی قسم کے تشدد کی تحریک خواہ وہ جرم یا ناجائز دست اندازی کی بنا پر کتنی ہی حق بجانب کیوں نہ ہو اُس کے تاثرات ایک ان پڑھ اور متعصب آبادی پر نہایت درجہ ناموافق ہوں گے جو ہماری عام حکومت اور اقتدار کے برکات کا اعتراف کرنے کے باوجود اُن کے آباو اجداد کے مذہب اور اداروں کی تبدیلی کے لئے جو کوششیں ہوتی ہیں اس کے نتیجے کے طور پر وہ آبادی ہماری کامیابی سے مشتعل ہو جائے گی۔ ۴۷۱

سرکشوں اور غارتگروں کے معاملات میں جو اتنی قوت جمع کر لیں جن کو مطیع کرنے کے لئے برطانوی فوجوں کی ضرورت لاحق ہو تو ایسی صورت میں آپ (اگر شدید ضرورت اعلیٰ عہدہ دار کو اطلاع دینے کے مانع نہ ہو تو) اعانت کے لئے قریب ترین کمانڈنگ آفسر سے فوجی امداد کا مطالبہ کر سکتے ہیں جو آپ کو مہیا کر دیں گے۔

اس قسم کے فوجی مطالبے کے قواعد کی عام طور پر تشہیر کر دی گئی ہے۔ اس بارے میں پولیٹکل ایجنٹ سے کس طرح کارِ مفوضہ کی انجام دہی ہو سکتی ہے اس حصۂ ملک کی ماہیت کیا ہے۔ دُشمن کے خصوصیات اور اس کے ذرائع کیا ہیں فوجی عہدہ دار سے قطع نظر جب اس قسم کی واقفیت ہو جائے جو تعداد اور ساز و سامان دونوں کے اعتبار سے اُس فوج کا انتخاب جو اس کے اختیار تمیزی پر رکھی جا سکتی ہے ان تمام امور کی نسبت آپ کو معلومات فراہم کرا دے گا۔ لیکن دونوں پر یہ بات شد و مد کے ساتھ واضح ہو جانا چاہئیے کہ وسطِ ہند کی طرح کے ملک میں جو ذرائع کہ اختیار کئے جائیں تو وہ ہمیشہ اس مقصد سے بلند تر ہونا چاہییں جس کے حصول کے لئے کوشش کیجا رہی ہو کیونکہ کسی مہم یا کام میں ناکامی یا شکست کے نتائج بہت ہی مضر ثابت ہوں گے۔

فوج کے استعمال کی ضرورت سے اجتناب کرنے کے لئے ہر وہ تدبیر کہ جو اختیار کی جا سکتی ہے اس کی نسبت جو باتیں کہ پچھلے تین سال سے آپ کے فرضِ اولین کے طور پر نہایت تن دہی کے ساتھ آپ کے ذہن نشین کی گئی ہیں، ان کو دوہرانا تقریباً غیر ضروری ہے۔ اس کی شکل ابتک تقریباً تمام حالات میں مطلوبہ اثر پیدا کرنے کے لئے کافی تھی اور چند مواقع پر جبکہ اِس کو روبہ عمل لایا گیا ہے تو کامیابی کے لمحے سے صلح کا کام لیا گیا ہے۔ اس سے مختلف عمل کرنا اور اُن وحشی قبائل کا تعارف کرنا جو عام طور پر امن میں خلل ڈالنے والے ہوتے ہیں اور جو دست درازیوں کے ایسے انتقام کے ساتھ جو ہمارے اقتدار کو ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ گویا ان کو اپنی عادتوں میں مستحکم کرنا ہے اور اُن کے دُشمن کے مقاصد میں ناراضگی اور مایوسی کو شامل کرنا ہے۔ جب ان جماعتوں کے ساتھ لڑائی میں ہم کو مصروف ہونا پڑے تو ہم کو محتاط رہنا چاہئیے کہ ہم کس طریقے سے اُن اشخاص کو فوری سزا دے سکتے ہیں جو ہمارے قبضے میں آتے جائیں۔ یہ بعض اوقات جرائم کے محض آلۂ کار ہو کر رہ گئے ہوں اور جس طرح سے کہ سپاہی اپنی فوجوں میں کام کرتے ہیں اُسی طرح وہ اپنے اعلیٰ عہدہ داروں کے احکام کے تحت اُسی زور شور سے

۴۷۲

اپنے فریضے کو انجام دیتے ہیں یہ توقع رکھنا کہ اُن کے عادات میں اس قسم کے آدمیوں کی مثالوں سے تبدیلی واقع ہوگی کوئی قرین قیاس نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ گویا کسی قوم کے ہر سپاہی کو جو ہمارے خلاف لڑ رہا ہو تلوار کے گھاٹ اتارنے سے گویا ہم اُس قوم کی روح کو اپنا مطیع کر سکتے ہیں۔ بڑھا ہوا خطرہ جس میں یہ اشخاص گِھر جاتے ہیں جذبات میں زبردست اضافے کا باعث ہو جائے گا اُسی کی وجہ سے وہ اپنے قائدین سے وابستہ تھے۔ ان کے خیال میں جن لوگوں نے ان کے ساتھ بے رحمی اور نا انصافی کا سلوک کیا ہے اس کے بدلے میں وہ بھی انتقام کے جذبات رکھتے ہوں گے۔ برطانوی حکومت کے سارے ایجنٹوں کا یہ فریضہ ہے کہ بجائے غیر اصولی اور مطلق العنان ہندوستانی فرماں رواؤں کی نقالی میں ایسے اشخاص کے ساتھ فضول اور لاانتہا ہی سلسلۂ جنگ شروع کرنے کے کہ جن کو مشکل سے مجرم قرار دیا جا سکتا ہے، اپنی کوشش اس امر کے لئے صرف کریں کہ ان وحشی قبائل کی ماہیت میں کچھ تبدیلی ہو سکے جبکہ وہ اپنے سرداروں کے قطعی احکام کے تحت کام کرتے ہوں جن کی اور جن کے بزرگوں کی وہ اور اُن کے اجداد صدیوں سے کامل طور پر اطاعت کرتے آئے ہوں ان بندھنوں کی نوعیت اور قوت جن سے یہ تمام جماعتیں وابستہ تھیں اس کا تفصیلی انکشاف کوہ بندھیاچل کے مشہور و معروف بھیلالہ سردار نادر سنگھ[1] کے مقدمے کے سلسلے میں ہو چکا ہے۔ کسی نے اس کی سزا یابی کے متعلق کوئی اعتراض پیش نہیں کیا البتہ ان اشخاص کی نسبت جو اُس کے حکم کی بنا پر وحشیانہ جرم کے مرتکب ہوئے تھے جس کے لئے اس کو ملک بدر ہونا پڑا اُس فعل کو ظلم خیال کیا گیا۔

امن قایم رکھنے کا ایک سب سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ اس بات کی انتہائی کوشش کیجائے، اور یہ امر سب کے ذہن نشین (حتیٰ کہ غریب سے غریب اور وحشی سے وحشی انسان کے) ہو جائے کہ وہ آپ کے زیر سایہ کتنے برکات سے

---

[1] دیکھو خط موسومہ سرکار مورخہ ۹ / مئی سنہ ۱۸۲۰ء۔

مستفید ہو رہے ہیں۔ کسی اور بات کے لئے اس کی اتنی شدید ضرورت نہیں ہے جتنی کہ ہماری افواج اور کیمپ سے متعلقہ لوگوں اور تاجروں کی زیادہ ستانیوں کے لئے جن کے ہاں اجازت نامے ہوتے ہیں و نیز اُن تمام کے مقابلے میں جو کسی وجہ سے برطانوی نام کا استعمال کرتے ہیں۔ مختلف احاطوں کی حکومتیں عرصۂ دراز سے اس خرابی سے واقف ہیں اس لئے سخت سے سخت احکام اور اعلانات کے ذریعے وہ اس کی اصلاح کی سعی کرتے رہے ہیں۔ بیگاروں اور بیل گاڑیوں کو جبریہ طور پر پکڑنے کی قطعی ممانعت کی گئی ہے لیکن ان احکام کی تعمیل سیول اور سیاسی عہدہ داروں کی طرف سے شدت اور غیر مصالحانہ انداز میں ہونی چاہیئے ورنہ وہ بے سود ثابت ہوں گے۔ فرضِ منصبی کا یہ وہ لفظ ہے جس کے لئے میرے احکام کے تحت جتنے لوگ ہیں ان کو انتخاب یا رعایت کا کوئی موقع نہیں ہے۔ وسطِ ہند کی موجودہ حالت میں چونکہ وہ باشندوں کے طبائع اور ملک کی خوشحالی کے احیا سے متعلق دونوں امور سے بحث کرتی ہے اس لئے اس میں کسی انحراف کی ضمانت خواہ وہ باشندوں کے مفاد کے لئے ہو یا پبلک کی خدمت کے لئے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اول الذکر جب کہ ناواجبی طور پر اس کی ہمت افزائی نہ کی جا رہی ہو یا غیر دانشمندانہ رعایت کی وجہ کسی طرح ملک پر اعتماد کرنے کے باعث بہت جلد اس کی اعانت سے آزاد ہونے کے طریقے سے واقف ہو جائے گا۔ اسی مناسبت سے سرکاری محکمہ جات میں زیادہ صلاحیت پیدا ہوگی اور جب باشندگان ملک مطمئن ہو جائیں کہ خواہ کتنے ہی بلند مرتبے کا کوئی شخص کیوں نہ ہو وہ اُن پر اور اُن کے مویشیوں پر تشدد نہیں کر سکے گا اگر یہ اعتماد پیدا کیا جائے گا تو یہ لوگ نفع کے لالچ میں بطیب خاطر اپنے ممکنہ وسائل فوجوں اور مسافروں کی سربراہی کے لئے پیش کر دیں گے جو اُس جابرانہ نظام کے ذریعے ممکن نہیں جس کی بیشتر ہندوستانیوں نے مذمت کی ہے اور جو ہندوستانی ریاستوں کی

۴۷۴

نسبت ہماری سلطنت کے طول و عرض میں بدترین شکل میں پھیلا ہوا ہے۔
ہدایت کی ان مختصر یادداشتوں میں مجھے ڈر ہے کہ بہت سی فروگذاشتیں ہوں گی لیکن ان کو مکمل کرنے کی تشویش سے ابتدا میں جو منشا تھا اُس سے کہیں زیادہ اس کو طویل بنا دیا ہے۔ میرے مقاصد میں سے ایک خاص مقصد یہ رہا کہ لطف و کرم اور اپنے طرفدار بنا لینے والے آداب و رسوم و نیز جو لوگ کہ آپ کے زیر ہدایات و زیر نگرانی ہیں اُن کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ تعلقات قایم رکھنے سے جن عظیم الشان فوائد کی توقع ہو سکتی ہے ان کو نہایت شد و مد کے ساتھ ذہن نشین کراؤں یہی وہ جذبات اور معلومات ہیں جو آپ کے عادات میں داخل ہونا چاہئیں اور یہی وہ واحد شے ہے جو آپ کو ان اصولوں کے مطابق موثر طریقے سے کام کرنے کے لئے ابھارے گی اور جس کی پابندی کے لئے آپ کو تاکید کی گئی ہے۔ آپ سے کسی آسان کام کی انجام دہی کی خواہش نہیں کی جا رہی ہے آپ کو اقتدار تو حاصل ہو گا لیکن اس کا آپ شاذ ہی استعمال کر سکیں گے ایسی خرابیوں کا آپ مشاہدہ کرتے ہوں گے جن کی آپ اپنی دانست میں اصلاح بھی کر سکتے ہیں توہم پرستی کا تعصب اور تاراج کے مصائب جیسے جرائم نہیں تو غلطیوں کا آپ مشاہدہ کریں گے لیکن تحمل کے ساتھ اس کو برداشت کرنا ہو گا مبادا کہ آپ اس سے کہیں زیادہ بڑے مفادات کو نقصان نہ پہنچا دیں جو آپ کے مقررہ فرائض میں داخل ہیں تبدیلی میں جلد بازی اور ایسی اختراع جس سے ممکن ہے کہ تھوڑا سا مقامی فائدہ ہو جائے کہیں عام ترقی کی آہستہ لیکن قطعی رفتار میں رکاوٹ اور اُلجھن نہ پیدا کر دے۔ اِن امور کی نسبت آپ کو کوئی چیز صراطِ مستقیم پر نہیں رکھ سکیگی سوائے اس کے کہ آپ اپنے معلومات میں اضافے کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہے ہوں اور اپنے دماغ کو (جیسا کہ اس سے قبل میں نے اصرار کے ساتھ کہا ہے) ہندوستان میں برطانوی اقتدار اور اِس شہنشاہی کے متعلق جو قائم ہے اُس کی خصوصیات پر بحث کرنے کا

عادی بناتے رہے ہوں۔ اس شہنشاہی میں متعدد قبائل اور اقوام شامل ہیں، ان کے مختلف ادارے اور حکومتیں ہیں جن کو صحیح طور پر استعارے کی زبان میں ایک وسیع اور قدیم عمارت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جو نہ بلاشکل ہے اور نہ بلاحسن کے لیکن اس کے کئی حصے شکستہ حالی میں ہیں اور تمام کے تمام کم وبیش آلودہ یا بوسیدہ۔ تاہم وہ ایک مکمل تعمیر ہے اور اس کے تمام اجزا آپس میں جڑے ہوئے ہیں اس کی بنیادیں بہت گہری ہیں اور چوٹی تک ایک کمان پر دوسری کمان ٹھیری ہوئی ہے۔ اب ہم اس پر قابض ہیں اگر ہم ترقی دیتے ہوئے اسکو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو اس تعمیر کے چوکھٹے کے باریک سے باریک حسن و قبح تک کے کامل طور سے مالک بن جانا چاہئے اور ہم کو اس وقت تک کسی چھوٹے سے چھوٹے پتھر کو اس کی اصلی جگہ سے نہیں ہٹانا چاہئے جب تک کہ دوسرا پتھر اس خالی طاقچے میں موزوں طریقے پر نہ بیٹھتا ہو ورنہ ہم غیر ارادی طور پر خود اپنے اور دوسروں کے سروں پر اس جگہ بربادی لے آنے کا باعث ہوں گے جہاں ہم نہایت ہی سرگرمی سے اپنی شہرت و ناموری کی یادگار میں ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کرنے کے متمنی تھے۔

(شرح دستخط)

جان میلکم

کیمپ دولیا

۲۸/جون سنہ ۱۸۲۱ء

متعلقہ تاریخ وسط ہند جلد دوم

ضمیمہ شمارہ (۱۹)

جغرافئی اشاریہ

اگرا (Aggur) مالوے کا ایک بڑا قصبہ سندھیا کا علاقہ اجین سے چالیس میل شمال مشرق۔ عرض البلد ۲۳ - ۴۴ شمال۔ طول البلد ۷۶-۱ مشرق۔ یہ مقام ایک کھلے میدان میں سمندر کی سطح سے ۱۵۹۰ انٹ بلند واقع ہے اور اس کے قرب وجوار میں متعدد تالاب ہیں۔ اس کے گرد پتھر کی دیوار ہے اور اندر ایک اچھی بنی ہوئی گڑھی ہے جو پرگنے کا صدر مقام ہے۔ ۱۸۲۰ء میں اس کے اندر پانچ ہزار مکانات تھے اور مسلح فوج میں بارہ سو اشخاص تلوار اور نیزے سے مسلح دو سو سوار اور ڈھائی سو بندوقچی تھے۔

آگرہ (Agra) (یا اکبر آباد) بالائی ہند کا ایک قدیم شہر ہے اور اسی نام کے صوبے کا خاص مقام ہے۔ عرض البلد ۲۷-۱۱ شمال طول البلد ۷۸-۵۳ مشرق۔ شہنشاہ اکبر نے اسے بہت وسعت ورونق دی اور اسے اپنا دار الصدر بنایا۔ اس شہر کو یہ شرف حاصل ہے کہ اکبر کے وزیر اعظم ابو الفضل کی جائے پیدائش ہے اس کی

قلعہ بندی اب بھی نہایت مستحکم ہے اور اس میں شاہ جہاں کا بنایا ہوا مشہور تاج محل جو اب تک قابل دید عمارت ہے۔ لیکن شہر کی آبادی ایک بہت تنگ حلقے میں محدود ہے اور ۱۸۱۳ء میں کل آبادی کا اندازہ ساٹھ ہزار تھا۔ اس کا تعلق برطانی حکومت سے ہے اور ملکی اور فوجی صدر مقام ہے۔

احمد آباد: قدیم بادشاہی اور حالیہ صوبہ گجرات کا اسلامی دارالصدر ہے عرض البلد۔ ۲۳-۱ شمال طول البلد ۷۲-۲ مشرق ۱۴۲۶ء میں اسے سلطان احمد شاہ نے ایک زیادہ قدیم قصبے کے موقع پر تعمیر کیا اور اکبر کے زمانے میں اس میں ایک دارالضرب تھا، مگر اب بہت ویران سا ہوگیا ہے لیکن اب بھی اس کی جو وسعت ہے اس سے اس کی سابقہ خوشحالی وعظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ برطانی حکومت کو اب احمد آباد میں تفوق حاصل ہے مگر تحصیل مالگزاری اور مالی وسائل میں گیکوار کی بھی شرکت ہے۔ ۱۸۱۲ء میں اسے وبا سے بہت نقصان پہنچا، آبادی کا ایک معتدبہ حصہ ضایع ہوگیا، اس وقت اس کی آبادی کا اندازہ دو لاکھ تھا مگر یہ اندازہ غالباً بہت زیادہ ہے۔

اجمیر! (یا راجپوتانہ)۔ ہندوستان کا ایک بڑا صوبہ ہے جو ۲۴ اور ۳۱ درجات عرض البلد کے درمیان واقع ہے۔ اسے کبھی کبھی مارواڑ بھی کہتے ہیں مگر صحیح معنی میں اس نام کو جودھپور کے علاقوں تک محدود رکھنا چاہیے، طول میں اس کا اندازہ ساڑھے تین سو میل اور عرض میں اوسطاً دو سو میل ہے اور ان حدود کے اندر پانچ خاص راجپوت سرداروں (یعنی راجگان اودیپور، جے پور، جودھپور، بیکانیر اور جیسلمیر) کے علاقے داخل ہیں۔ جو حصہ برطانی حکومت کے قبضے میں ہے صرف شہر اجمیر ہے جس کا عرض البلد ۲۶-۳۱ شمال اور طول البلد ۷۴-۲۸ مشرق ہے۔ یہاں فوج کا ایک مضبوط دستہ ہمیشہ متعین رہتا ہے شہر کے علاوہ اردگرد کے (۴۶) پرگنے بھی ہیں جو دولت راؤ سندھیا نے ۱۸۱۸ء میں حوالے کئے تھے۔

الوٹی:۔ (Allote) صوبۂ مالوہ کا ایک قصبہ ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں چار سو مکانات تھے، عرض البلد ۲۳-۵۰ شمال۔ طول البلد ۷۵-۳۸ مشرق اجین سے (۴۵) میل جنوب مغرب۔ یہ اسی نام کے ایک پرگنے کا صدر مقام تھا، جس میں ۲۳۱۶ مکانات تھے، ازاں جملہ (۴۷) مکانات مسلمانوں کے اور بقیہ ہندوؤں کے تھے مگر اس پر جو تباہی آئی اس کی وجہ سے اس کے مالک راجہ دیواس کو اس سے بہت کم آمدنی ہوتی تھی۔

الّی:۔ (Ally) ضلع راٹھ واقع صوبۂ مالوہ کا ایک قصبہ ہے اور اسی نام کے پرگنے کا صدر مقام ہے اس کا تعلق راجہ الّی موہن سنگھ سے ہے۔ عرض البلد ۲۲-۱۳ شمالی طول البلد ۷۴-۵۲ مشرق، نربدا سے بارہ میل شمال۔ ۱۸۲۰ء میں الّی کے علاقے (۶) پرگنوں پر مشتمل تھے جن میں ۱۷۶ قصبات و دیہات تھے مگر ان کی تباہ حالت کی وجہ سے سالانہ آمدنی صرف ۳۸۴۹ روپے کی تھی۔ اسی زمانے میں ان کا انتظام ایک حکمراں مظفر نامی کے سپرد کیا گیا اور اس کے مستعدانہ انتظام سے عاجلانہ بحالی کی توقع تھی۔

۴۷۸

عنبر: صوبۂ اجمیر میں جے پور کے علاقوں کا اس وقت تک قدیم دار الصدر تھا جب اورنگ زیب کے زمانے میں مرزا راجہ جے سنگھ نے ایک نیا شہر جے پور کے نام سے بنایا، اسی زمانے سے اس عمارت کا نام بھی جے پور ہو گیا ہے۔ عرض البلد ۲۶-۵۷ شمال، طول البلد ۷۵-۵۰ مشرق۔ جے پور سے (۵) میل شمال مشرق۔

انجھرا: مالوے میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو سندھیا کا علاقہ ہے اور ایک ضلع کا صدر مقام ہے جس میں ۷۵ گاؤں تھے۔ عرض البلد ۲۲-۳۲ طول البلد ۷۵-۱۳ مشرق، اجین سے چھپن میل جنوب مغرب اور دھار سے بارہ میل مغرب، سطح سمندر سے ۱۹۰۰ فٹ بلند۔ یہ ایک وسیع آبادی میں واقع ہے جو شمال کی جانب پھیلتی گئی ہے مگر دونوں اطراف میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی وجہ سے تنگ ہو گئی ہے۔ مشرقی جانب ایک خوشنما تالاب ہے

اور لشکر کے اترنے کے لئے اچھی زمین ہے مگر جونالا قصبے سے متصل بہتا ہے وہ موسم گرما میں خشک ہو جاتا ہے۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں اس قصبے میں پانچ سو مکانات تھے، اچھے بازار تھے اور سامان وافر تھا۔

انجھیرا: کا سردار ایک اعلیٰ راٹھور خاندان سے ہے مگر وہ سندھیا کا باجگزار ہے جسے وہ سالانہ (۳۵) ہزار روپے ادا کرتا ہے، لیکن اس کا ملک ایسا ہے کہ اگر اس میں کاشت اور حکمرانی مناسب طریق پر ہو تو اس سے ۳ گنے چند آمدنی ہو سکتی ہے۔

اسیر گڑھ: صوبۂ خاندیس میں ایک قصبہ اور بہت ہی مضبوط قلعہ ہے ایک ضلع کا صدر مقام ہے جو دولت راؤ سندھیا کا علاقہ ہے مگر قلعہ اور اردگرد کے چند دیہات برطانی حکومت کے قبضے میں ہیں۔ عرض البلد ۲۱-۲۸ شمال، طول البلد ۷۶-۲۳ مشرق، برہانپور سے بارہ میل شمال مشرق، ابوالفضل نے اسیر کو خاندیس کا دارالصدر بتایا ہے مگر متعدد مقامی ارباب استناد اسے نصف نیمار کے ہندو حصے میں بتلاتے ہیں کیونکہ یہ کوہستان ستپورا کے سلسلے میں واقع ہے جو صوبوں کو الگ کرتا ہے۔ اس کے نام کی وجہ اس کے بانی آسا کا نام ہے جو اہیر قبیلے کا ایک دولتمند اور ممتاز ہندو زمیندار تھا۔

۴۷۹

اورنگ آباد: دکن کا ایک بڑا قصبہ ہے جو اسی نام کے ایک صوبے کا دارالصدر ہے عرض البلد ۱۹-۵۴ شمال طول البلد ۷۵-۳۳ مشرق۔ ابتداءً یہ ایک قصبہ تھا جس کا نام گرگا تھا مگر بہ زمانۂ نیابت دکن اورنگ زیب کا پسندیدہ قیام گاہ ہونے کے باعث اس کا نام اورنگ آباد ہو گیا اور پھر یہی نام صوبے کا بھی ہو گیا۔ اس وقت یہ (نواب) نظام (الملک بہادر) کے علاقے میں ہے اور ہندوستان کے متعدد دوسرے شہروں کے مانند اپنی شان و شوکت سے بہت کچھ گر گیا ہے۔

بابڑا: (Babra) چھوٹے سے صوبۂ راتھ کا ایک مختصر قصبہ ہے جو ایک راجپوت سردار کی قیام گاہ ہے ملاحظہ ہو جلد اول (۱۱ انگریزی)۔

باگلی: (Baglee) صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے جس میں سنہ ۱۸۲۰ء میں پانچ سو مکانات تھے، عرض البلد ۲۲-۹ ۳ شمال طول البلد ۲۸-۷۶ مشرق اجین سے چون میل جنوب مشرق۔ یہ مقام دریائے کامی سندھ کے قریب واقع ہے اور اس میں ایک مختصر مگر اچھی بنی ہوئی گڑھی ہے۔ اس کا تعلق راجہ سلیم سنگھ سے ہے جو دولت راؤ سندھیا کا باجگزار ہے۔

باگر: (Bagur) ہندوستان کی قدیم تقسیم میں یہ ایک چھوٹا صوبہ ہے جس کا نام اور جس کی حدود اب تک باقی ہیں مگر اس زمانے کے جغرافیے میں اسے گجرات اور مالوے کے صوبوں سے ملحق کر دیا گیا ہے۔ یہ ملک کے اس پہاڑی قطعے پر مشتمل ہے جو مشترتین صوبوں کو جدا کرتا ہے، شمال میں اس کی حد میواڑ ہے، جنوب میں مالوے کا ایک تنگ ٹکڑا ہے جو پیٹلاوڈ (Petlawud) سے دوحد تک پھیلا ہوا ہے اور باگور کو راتھ سے الگ کرتا ہے۔ یہ تمام تر پہاڑیوں کے سلسلے پر مشتمل ہے جو شمال و جنوب کی طرف گئی ہیں اور ان میں اکثر ساگوان اور آبنوس کے گھنے جنگل ہیں خاص کر مغربی اور مشرقی حدود کے قریب۔ مالوے کی جانب سے باگور تک ہر طرف سے نشیب ہے مگر گجرات کی جانب سے نشیب کم محسوس ہوتا ہے اور اس کے حدود اوسط درجے کی بلند جنگلی پہاڑیوں کے ذریعے سے صاف نمایاں معلوم ہوتی ہیں۔ سال کے بڑے حصے میں آب و ہوا خراب رہتی ہے اور پانی کی قلت کی وجہ سے اس حصے میں پیداوار نسبتہً کم ہوتی ہے۔ ۴۸۰ پہاڑی چشمے بہت جلد خشک ہو جاتے ہیں، کنوؤں اور تالابوں کے کھودنے میں بہت محنت و وقت ہوتی ہے مگر تنگ وادی میں بند باندھ کر کبھی کبھی پانی جمع کر لیا جاتا ہے۔

ڈونگر پور، بانسواڑہ اور ساگوارہ کے علاوہ کوئی اہم آباد مقام نہیں ہے مگر قدامت کے جو آثار اس کی سطح پر پھیلے ہوئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمانۂ سابق میں اس کی حالت زیادہ خوش حالی

کی تھی ۔ اس وقت اس کی زیادہ آبادی بھیل اور مینا (Meenahs) پر مشتمل ہے جو مختلف چھوٹے چھوٹے سرداروں کے تحت رہتے ہیں اور یہ سردار عام طور پر راجپوت ہونے کا ادعا کرتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۱۷۔

بم پورہ ! (Bampora) ایک معقول قصبہ ہے جو دریائے ریوا پر واقع ہے۔ عرض البلد ۲۲-۳۱، طول البلد ۷۵-۰ ۵۔ سطح سمندر سے ۱۳۴۴ فیٹ بلند ۔ بام پورہ کا قلعہ مکمل نہیں ہوا، مگر دیواریں اچھی بنی ہوئی ہیں اور اندر ایک خوشنما محل ہے مگر یہ بھی ناتمام ہے اس کی تعمیر جسونت راؤ ہلکر نے شروع کی تھی اور اس کا سنگ مرمر کا ایک مجسمہ یہاں موجود ہے، ۱۸۲۰ء میں مکانات کی تعداد کا اندازہ چار ہزار تھا جس میں اکثر مرمت کے محتاج تھے اور شہر مع علاقہ جات ملحقہ ملہار راؤ ہلکر کی قلمرو میں داخل تھا ۔

بانسواڑہ : ایک معقول شہر ہے اور ضلع باگور کی ایک چھوٹی سی امارت کا صدر مقام ہے عرض البلد ۲۳-۳۱ شمالی طول البلد ۷۴-۲۳ مشرق علاقہ جات ملحقہ سات ضلعوں میں منقسم ہیں اور ان سے سالانہ ۲۰۷۸۶۰ روپے کی آمدنی ہوتی ہے جس میں ۱۰۱۶۲۵ روپیہ خزانے میں جاتا ہے، ۹۶۵۴۶ روپیہ راجپوت سرداروں کو ملتا ہے اور ۹۶۹۴ روپیہ ساہوؤں کو ۔

موجودہ راول یعنی بانسواڑے کے حکمراں کا نام بھوانی سنگھ ہے، اور اس کے تحت بتیس (۳۲) تابع راجپوت سردار ہیں جو ریاست کی خدمت کے لئے سپاہیوں کی ایک معینہ تعداد تیار رکھتے ہیں ۱۸۲۰ء میں یہ تعداد ۱۷۹ سواروں اور ۶۶۸ پیادوں پر مشتمل تھی، اس کے علاوہ ۲۰۰ خود راول کی فوج تھی ۔ راول کا اقتدار کل امارت کے اندر اعلیٰ ہے اور موت کی سزا دینے کا اختیار تنہا اسی کو ہے مگر وہ انگریزی حکومت کا باج گزار ہے ۔ بانسواڑے کے عین قرب میں تالاب ہیں جن سے

۴۸۱

زراعت کو پانی دیا جاتا ہے۔ زیادہ جنگلی علاقوں میں باشندوں کا بیشتر حصہ بھیل ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد اول صہ ۵۰۶۔

بڑیہ :- (Barreah) صوبۂ گجرات میں ایک چھوٹی سی آزاد امارت کا دارالصدر، کمبے سے انشی میل مشرق شمال مشرق۔ عرض البلد ۲۲-۴۳ شمال، طول البلد ۴۲ مشرق۔

بسین :- صوبۂ اورنگ آباد میں ایک ساحلی قصبہ سالیسیٹ سے قریب تنگ آبنائے کے ذریعے سے جدا ہے اور قلعہ بمبئی سے (۲۷) میل شمال واقع ہے۔ عرض البلد ۱۹-۲۰ شمال، طول البلد ۷۲-۵۶ مشرق۔ پیشوا اور برطانی حکومت کے درمیان وہ مشہور عہدنامہ جس سے ایک وفاقی شہنشاہی کی حیثیت سے مرہٹوں کا خاتمہ ہوگیا، اس عہدنامے پر اسی مقام پر ۳۱ر دسمبر ۱۸۰۲ء کو دستخط ہوئے تھے۔

باغ :- (Baug) یہ قصبہ دریائے گیانو (Giona) اور واگھنے (wugney) کے اتصال پر واقع ہے، اجین سے تقریباً انشی میل جنوب مغرب کو ہے، اور اسی نام کے ایک پرگنے کا صدر مقام ہے۔ عرض البلد ۲۲-۲۶ شمال، طول البلد ۷۴-۴۵ مشرق۔ باغ کا کل علاقہ ایک جنگلی پہاڑی قطعہ ہے، جس میں آبپاشی کی دشواری کی وجہ سے ربیع کی فصل کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔ اس میں زیادہ بھیل آباد ہیں جن کے منتظر بانہ عادات حرفت کے منافی ہیں۔ باغ کے قصبے میں لوہا پگھلانے کی دیگھیاں ہیں، اس کے لئے کچا لوہا قرب وجوار کی پہاڑیوں سے مہیا کیا جاتا ہے مگر جتنا لوہا تیار ہوتا ہے اس کی مقدار ساٹھ پاؤنڈ روزانہ سے زیادہ نہیں ہوتی بعد کو اس سے ہل اور دوسرے اوزار بنائے جاتے ہیں۔

باغ اپنے قرب وجوار کے ان مندروں کی وجہ سے مشہور ہے جو چٹان میں کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔

باغ سندھیا کے تابع ہے اور ۱۸۴۲ء میں راجہ راؤ پنڈت نے اسے مان سنگھ راؤ ٹنکر سے جسے سندھیا نے یہ علاقہ تفویض کیا تھا، نو ہزار

کے ٹھیکے پر لیا ہے۔

بیجاگڑھ! ایک بڑا پہاڑی قلعہ جو کوہستان ستپورہ میں واقع ہے اور قدیم زمانے میں صوبہ نیمار کا دارالصدر تھا، عرض البلد ۲۱-۳۶ شمال، طول البلد ۷۵-۳۰ مشرق۔ بیجاگڑھ کے موجودہ ضلع کا نام اس قلعے سے پڑا مگر یہ بہت دنوں سے خراب پڑا ہوا ہے، اب گھڑ گاؤں (Kurgoon) خاص قصبہ سمجھا جاتا ہے جو خاندان ہلکر کی جانب سے منتظم کا قیام گاہ ہے۔

چھوٹے سے ضلع بروائی کو مستثنیٰ کر کے سرکار بیجاگڑھ میں تقریباً تمام جنوبی نیماڑ داخل ہے ۱۷۹۶ء میں اس سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوئی مگر ۱۸۲۰ء میں کل آمدنی صرف پچاس ہزار روپئے کی ہوئی۔

بارسی! (Beirseah) صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں تین ہزار مکانات تھے، یہ قصبہ بھوپال سے چوبیس میل شمال میں واقع ہے۔ عرض البلد ۲۳-۴۰ شمال، طول البلد ۷۷-۳۱ مشرق، یہ اسی نام کے ایک پرگنے کا صدر مقام ہے۔ پرگنہ تقریباً تیس میل لمبا اور بیس میل چوڑا ہے اور ۱۸۲۰ء میں اس میں ۱۲۵ گاؤں تھے۔ اور اس کے مالک راجہ دھار کو اسی سال ۷۷۴۴۸ روپے ملتے تھے۔ ہیر سبتہ میں سولنگی (Salunkee) راجپوتوں کا ایک قطعۂ ارضی ہے جو دریائے پربتی کے داہنے کنارے پر پھیلا ہوا ہے جسمیں ۱۸۲۰ء میں رسماً ۴۴ گاؤں تھے مگر ان میں سے نصف ویران وتباہ تھے اور ان کا پتا صرف ان بڑے بڑے درختوں سے چلتا تھا جو ان دیہاتوں کے سابقہ جگھوں میں تھے۔ عام طور پر ملک میں جنگل پھیلا ہوا ہے، زراعت آباد دیہاتوں کے آس پاس کی تھوڑی زمینوں پر محدود ہے۔

بھلسا! (Bhilsa) ایک بڑا قصبہ ہے جو سندھیا سے متعلق ہے۔ یہ دریائے بتوا کے مشرقی جانب اس موقع پر واقع ہے جہاں اس دریا کا اتصال دریائے بس سے ہوتا ہے، بھوپال سے بتیس ۳۲ میل شمال مشرق کو ہے، عرض البلد ۲۳-۳۲ شمال طول البلد ۷۷-۵۵ مشرق ایک گرد پتھر کی دیوار ہے اور ۱۸۲۰ء میں پانچ ہزار مکانات تھے۔ آمدنی پر نظر کرتے ہوئے

۴۸۳

معلوم ہوتا ہے کہ اس قصبے اور ضلع میں بہت ترقی ہو گئی ہے کیونکہ ۱۸۱۷ء
میں کنڈھی راؤ نے صرف چالیس ہزار ادا کئے تھے، ۱۸۲۰ء میں یہ رقم بڑھ کر
ساڑھے تین لاکھ ہو گئی۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص۱۱۔

بھوجپور! ملاحظہ ہو جلد اول ص۱۲۔

بھوپال! (Bhopal) ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست
کا دارالصدر، جس کے حدود ٹھیک وہی ہیں جو قدیم ہند و صوبہ مالوہ کے تھے،
ایک دروازہ اس کے حدود کے اندر ہے اور دوسرا دروازہ گوندوارے
میں ہے؛ عرض البلد ۲۳-۱۷ شمالی طول البلد ۷۷-۳۰ مشرق۔ گرد و نواح
کا ملک ایک ناہموار جنگلی قطعہ ہے مگر زمین عام طور پر زرخیز ہے خاص کر
وادیوں کے اندر اور متعدد چشموں سے اسے پانی بھی خوب ملتا ہے ان میں
بتوا سب سے زیادہ وسیع ہے۔ ۱۸۲۰ء میں اس کل امارت کے اندر ۱۷۱۵
گاؤں جاگیر اور خیرات کے لئے تھے اور ۲۵۵۹ گاؤں خالصہ تھے جن میں
سے ۱۴۱۷ غیر آباد تھے۔

بھوپال کا قصبہ پتھر کی دیوار سے محصور ہے مگر بظاہر حالت تباہ
معلوم ہوتی ہے حالانکہ نواب فوجدار خاں کا جائے قیام ہے۔ قصبے سے
باہر کے مضافات بھی ایسے ہی ویران، جنوب مغرب میں ایک گڑھی ہے
جو ایک مسلّم چٹان پر بنی ہوئی ہے، دیوار پتھر کی ہے اور مربع برج ہیں مگر
سب بے مرمت ہیں۔ اس گڑھی کے جنوب مغربی زاویے کے نیچے قریب
بڑا تالاب ہے جو متعدد چشموں کے اتصال پر بند باندھ کر بنایا گیا ہے۔
یہ ڈیڑھ میل چوڑا ہے اور مغربی جانب ساڑھے چار میل تک چلا گیا ہے
اور یہاں سے دریائے بس نکلتا ہے شہر کے جنوب میں ایک نسبۃً
چھوٹا تالاب ہے جس کے آر پار دو بند ہیں اس کا طول شمال سے جنوب تک تقریباً دو میل
ہے، اور مختصر دریائے بیتر اکا منبع بھی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص۱۲ و ص۳۴۹
اور جلد دوم ص۲۳۰ و ص۲۳۱۔

بھوپاور، سوا سو مکانوں کا ایک ویران قصبہ ہے جس کا تعلق

سندھیا سے ہے اور اراضی متعلقہ کے ساتھ راجہ اجمیرا کو ٹھیکے پر دیا گیا ہے، عرض البلد ۲۲-۳۷ شمال۔ طول البلد ۷۵-۵ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۰۳۶ فٹ بلند ہے۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں صرف پانچ گاؤں آباد تھے۔ اور تحصیل دو ہزار روپیہ کی تھی۔

۴۸۴

بھرت پور:۔ صوبۂ آگرہ میں ایک قلعہ بند شہر ہے، شہر آگرہ سے اکتیس میل شمال مغرب ہے۔ عرض البلد ۲۷-۱۲ شمال، طول البلد ۷۷-۲۳ مشرق۔ راجہ بھرت پور جاٹ قبیلے کے سرداروں میں ایک خاص سردار ہے، اور یہ قصبہ اس محاصرے کے لئے مشہور ہے جو سنہ ۱۸۰۵ء میں لارڈ لیک کے تحت برطانی فوج کے مقابلے میں ظہور میں آیا۔ یہ اب بھی ایک چھوٹی سی دیسی ریاست کا دار الصدر ہے جس کے علاقے کا رقبہ تقریباً پانچ ہزار مربع میل ہے۔ بھرت پور اس عہدیت میں داخل ہے جو برطانی حکومت کے زیر تحفظ ہے۔

بیکانیر! ایک راجپوت امارت کا دار الصدر ہے جو شہر دہلی سے تقریباً ۲۶۰ میل جنوب مغرب میں اجمیر یعنی راجپوتانے کے ریگستان میں واقع ہے۔ عرض البلد ۲۷-۵ شمال۔ طول البلد ۷۳-۲ مشرق۔

بونڈی! صوبۂ اجمیر میں ایک بڑا قصبہ ہے جو قسمت ہاروتی (Harrowtee) کے جنوب مشرقی حد پر واقع ہے۔ عرض البلد ۲۵-۲۸ شمال، طول البلد ۷۵-۳۰ مشرق۔ اس وقت پر ایک چھوٹی سی ریاست کا دار الصدر ہے جس کی قلمرو کی ڈھائی ہزار میل پر مشتمل ہے اور یہ زیادہ تر برطانی حکومت کی ہلکر سے حاصل کردہ ہے برطانی حکومت کے تحت بونڈی ہندوستان کے عام وفاق کا ایک کارآمد رکن ہے۔

بدناور! صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے جس میں سنہ ۱۸۲۰ء میں ۱۴۳۷ گاؤں تھے۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں اس میں ۴۳۷ مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۳-۲ شمال۔ طول البلد ۷۵-۱۷ مشرق۔ دھار سے (۳۱) میل شمال۔ یہ اسی نام کے ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس میں سنہ مذکور میں ڈیڑھ سو گاؤں تھے

اور ۳۱۱۱۹ کی آبادی تھی۔ ان دیہاتوں میں سے بائیس کا تعلق ریاست دھار سے ہے اور بقیہ کا تعلق بارہ راجپوت خاندانوں سے جو اس امارت کے سردار کے باج گزار ہیں مگر ہر ایک اپنے حدود کے اندر آزاد ہے۔

بدناور: کا قصبہ مٹی کی دیوار سے گھرا ہوا ہے اور وہ بھی مرمت طلب ہے اور گڑھی بھی ہے جس میں منڈلوئی (Mundlooee) رہتا ہے۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں قصبے اور ضلع سے ۱۷۲۲۹ روپے کی آمدنی ہوئی، یہ آمدنی ترقی پذیر تھی کیونکہ گاؤں آباد ہو رہے تھے اور آبادی بڑھ رہی تھی۔

بندیلکھنڈ: (Bundaelcund) صوبۂ الہ آباد میں ایک بڑا ضلع ہے اور ۲۶۰۲ درجے شمالی عرض البلد میں واقع ہے۔ سنہ ۱۸۰۴ء میں اسے پیشوا نے دکن کے بعض اضلاع کے عوض برطانوی حکومت کو دیا تھا اور بعد حصول اسے ایک جج اور ایک مجسٹریٹ کے حدود اختیار میں رکھا گیا جو عدالت بنارس کے تابع تھے۔ سنہ ۱۸۱۶ء میں تحصیل اندازاً ۲۸۸۵۴۳۰ روپے کی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے حدود کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے دیسی سردار ہیں جو تحفظ کے عوض کچھ معتدل رقوم ادا کرتے ہیں۔

بیڑنگر:- (Burnuggur) ملاحظہ ہو نولیا ئی (Nolye)

بروانی:- نربدا کے جنوب میں ایک بڑا قصبہ ہے جو راجہ موہن سنگھ کی جائے اقامت ہے۔ عرض البلد ۲۲-۴ شمال، طول البلد ۷۴-۵۰ مشرق۔ اس کے گرداگرد دوہری دیوار ہے۔ باہر خندق ہے، اس پر ایک گڑھی اور ایک محل ہے، محل کی چھ منزلیں ہیں مگر یہ مقام عام طور پر تباہ حالت میں ہے۔ بروانی کا ضلع نربدا کے جنوبی ساحل پر پھیلا ہوا ہے اور اس کا سرسری اندازہ (۶۵) میل طول اور (۴۵) میل عرض کا ہے۔ بڑا حصہ جنگل ہے اور بالکل تباہ حالت میں ہے مگر اس وسعت کے اندر کوہستان ستپورہ بھی بہت کچھ پھیلا ہوا ہے اس بلند قطعے کی ہموار سطح پر متعدد خوشنما وادیاں ہیں۔ جو اضلاع باڑوسٹ (Borut) اور نروالی (Nirvallee) پر محتوی ہیں جن میں سابقاً (۸۲) سرسبز قصبات و دیہات تھے مگر سنہ ۱۸۲۰ء میں

۴۸۵

ان کے صرف نشان دیکھتے ہیں۔ اس سنہ میں ضلع بروانی میں چھ قصبے اور ۱۲۶ گاؤں تھے۔ ان دیہاتوں میں سے سینتالیس آباد تھے اور ان سب کی کل آمدنی ۱۶۰۳۹ روپیہ تھی۔

کمبایت! (Cambay) صوبۂ گجرات میں ایک قدیم شہر ہے جو اسی نام کی ایک خلیج کے بالائی حصے پر واقع ہے۔ عرض البلد ۲۲-۲۱ شمالی، طول البلد ۲۷،۰۴ مشرقی۔ جب ایک خود مختار اور مالدار بادشاہی کا دار الصدر، احمد نگر سرسبز تھا تو کھمبایت اس کا بندرگاہ تھا اور اسے بڑی تجارتی خوشحالی حاصل تھی مگر اپنے دار الصدر کے ساتھ اس کا بھی زوال ہوا اور اب بہت پست حالت میں ہے، اس وقت یہ برطانوی حکومت کے زیر تحفظ ایک موروثی حکمراں کے قبضے میں ہے جسے نواب کا خطاب حاصل ہے مگر اس کا علاقہ مختصر اور آمدنی برائے نام ہے۔

۴۸۶

خاندیس:- یہ ان چھوٹے صوبوں میں سے ایک صوبہ ہے جو اکبر کے عہد میں نربدا سے جنوب کی فتح سے بنائے گئے تھے۔ اس وقت اس کی وسعت یہ تھی کہ شمال میں مالوہ، مشرق میں برار اور مغرب و جنوب میں احمد آباد (بعد میں اورنگ آباد) لیکن ایک حصول جدید ہونے کی وجہ سے اس کے حدود اس زمانے سے بہت کچھ بدلتے رہے ہیں۔ یہ مرہٹوں کے اصل ملکوں میں سے ایک ہے، اور نہایت درجہ مستحکم ہے کیونکہ اس کے ہر طرف فطری حصار ہیں۔ قدیم دار الصدر برہانپور تھا مگر جدید زمانے میں یہ تقدم اسیر گڑھ کو حاصل ہو گیا ہے۔ ۱۸۱۸ء کے معاہدے کی رو سے ہلکر کی کل قلمرو برطانوی حکومت کو حوالے کر دی گئی مگر عرب اجیر سپاہیوں کو خارج کرنے میں بڑی زحمت پیش آئی۔ یہ لوگ ملک میں مستحکم ہو گئے تھے، اور اکثر دیسی سرداروں پر بڑا اثر پیدا کر لیا تھا۔

چندور! (Chandore) اورنگ آباد سے پچاس میل مغرب، شمال مغرب خاندیس کے صوبے میں ایک معقول وسعت و قوت کا

قلعہ بند قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۰-۱۹ شمال طول البلد ۴۷-۱۹ مشرق۔ خاندیس
جانے کے راستوں میں سے ایک تیسرے راستے پر اس کا تسلط ہے۔

چندیری (Chendaree): صوبہ مالوہ میں ایک بڑا ضلع ہے
جہاں جنوب مشرقی گوشے میں لیے ایک ملک کی ایسی وسعت حاصل ہے۔
یہ مشرق سے مغرب تک نوے میل اور شمال سے جنوب تک ستر میل ہے۔
زیادہ کے قبائل شہر راگھوگڑھ، سرونج، بھلسا، اور عیسی گڑھ ہیں۔ اور
خاص دو باسندا اور بٹوا ہیں ۱۸۲۰ء میں اس کے زمیندار راجہ موہن سنگھ کو
جو دولت راؤ سندھیا کا باجگزار ہے ۵ لاکھ روپے سے زیادہ کی آمدنی ہوئی۔
چندیری جس سے اس ضلع کا نام ماخوذ ہے ایک مضبوط قلعہ بیان
کیا جاتا ہے، جس کا ایک وسیع پیٹھا (Pettah) ہے مگر دونوں بہت سرعت کے ساتھ
زوال پذیر ہوتے جا رہے ہیں۔ عرض البلد ۲۴-۳۲ شمال، طول البلد ۷۸-۱۰
مشرق۔ سرونج سے اڑتالیس میل شمال مشرق۔

چیتور: صوبہ اجمیر میں ایک قصبہ ہے، جو دریائے بھراچ پر واقع ہے اور ایک مستحکم
پہاڑی قلعے کے نیچے ہے۔ عرض البلد ۲۴-۵۲ شمال طول البلد ۷۴-۴۵ مشرق جس ۴۸۷
پہاڑی پر قلعہ واقع ہے وہ معتدبہ حد تک بلند ہے اور شمال سے جنوب تک چھ میل وسیع
ہے آخری حد پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جو پہلی پہاڑی سے منقطع ہے اس سے حملہ آور فوج
اور اس جانب اس کے تحفظات قلعے کی آتش باری سے بالکل محفوظ رہ سکتے ہیں اور باہر
سے اس کے بازو پر کسی قسم کا استحکام قایم کیا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔
جنوب کی طرف سے پہاڑی کا راستہ آسان ہے۔ چیتور ایک پرگنے کا صدر مقام
ہے جس کا تعلق رانا اودیپور سے ہے۔ جسے یلا خیال خاص رانا چتور رانا میوار
یا رانا اودیپور کہتے ہیں۔

کونکن (Concan): صوبہ بیجاپور میں ایک بڑا ضلع ہے اور
اس کے تمام ساحل پر حاوی ہے۔ اس کا محل وقوع پندرہ اور اٹھارہ درجے
شمال عرض البلد کے درمیان ہے۔ طول میں اس کا اندازہ ۲۲۰ میل کا اور
عرض اوسطاً ۳۵ میل کا ہے۔ ۱۸۱۸ء میں برطانی حکومت نے قطعی طور پر اس پر

قبضہ کر لیا۔

کمبھیر (Cumbheer) :- یہ قصبہ شہر بھرتپور سے دس میل جنوب صوبۂ آگرہ میں واقع ہے اور راجہ بھرتپور سے متعلق ہے۔ عرض البلد ۲۷-۱۷ شمال، طول البلد ۷۷-۴۴ مشرق۔

کھنڈوا :- یہ قصبہ نیمار کے چھوٹے سے صوبے میں واقع ہے، اور سندھیا سے متعلق ہے۔ عرض البلد ۲۱-۵۰ شمال، طول البلد ۷۶-۲۵ مشرق۔ برہانپور سے چالیس میل شمال۔ یہ ایک کھلے میدان میں ہے اور مٹی کی ایک اچھی دیوار سے جو پندرہ فٹ بلند ہے گھرا ہوا ہے اس کے شمالی جانب ایک بڑا تالاب ہے۔ اس میں سے ایک چشمہ نکلتا ہے جو مشرقی جانب بہتا ہے۔ کھنڈوے سے جو پرگنہ متعلق ہے اس کا رقبہ ۵۰۰ مربع میل ہے، ۱۸۲۰ء میں اس میں ۲۷۶ گاؤں تھے مگران میں سے ۱۳۹ سے زیادہ آباد نہیں تھے۔

کچھ ! مغربی سرحد پر ایک چھوٹا صوبہ ہے۔ یہ دریائے سندھ کی سب سے زیادہ مشرقی شاخ سے محدود ہے۔

ڈھاکہ ! صوبۂ بنگال کی مشرقی زیر تقسیم جدید نام، جس میں شہر ڈھاکہ موجودہ دارالصدر ہے۔ عرض البلد ۲۳-۴۲ شمال، طول البلد ۹۰-۱۷ مشرق۔

دکن :- ایک سنسکرت لفظ ہے جس کے معنی جنوب کے ہیں مگر موجودہ زمانے میں اس سے ہندوستان کی وہ بڑی تقسیم مراد ہے جو دریائے نربدا اور دریائے کرشنا کے درمیان واقع ہے اور مشرق میں خلیج بنگالہ اور مغرب میں بحر عرب سے محدود ہے۔ ۴۸۸

دیگ :- یہ شہر آگرے سے (۴۷) میل شمال مغرب میں صوبۂ آگرہ کے اندر ایک قصبہ و قلعہ ہے جس کا تعلق راجہ بھرتپور سے ہے۔ طول البلد ۲۷-۳۰ شمال، عرض البلد ۷۷-۱۲ مشرق ۱۸۰۴ء میں جنرل فریزر نے اس قلعے کی دیواروں کے نیچے ہلکر کی پیادہ فوج اور توپ خانے کو

تباہ کیا تھا۔

دہلی ہندو! پٹھان اور مغل خاندانوں کے تخت، ہندوستان کا قدیم دارالصدر اور اس وقت تک موجودہ برائے نام شہنشاہ اکبر ثانی کا جائے قیام۔ عرض البلد ۲۸-۴۱ شمال۔ طول البلد ۷۷-۵ مشرق۔

دیواس! صوبۂ مالوہ کا ایک قصبہ جس میں سنہ ۱۸۲۰ء میں ۱۱۸۰۷ مسکونہ مکانات اور ۹۳۰۵ نفوس تھے۔ عرض البلد ۲۲-۵۹ شمال، طول البلد ۷۶-۰۱ مشرق۔ یہ ایک پرگنے کا دارالصدر ہے جس میں ۱۰۸ گاؤں اور ۵۵۱۵ مکانات ہیں۔ ان کے علاوہ ۲۰ بیس گاؤں راگھوگڑھ کے سردار کے ہیں۔ یہ قصبۂ سمیلا (Semlia) سے ٹھیک شمال میں ساڑھے تیرہ میل پر واقع ہے اور اس کی مشرقی جانب میں ایک اچھا تالاب ہے۔ دو میل آگے مشرق میں ایک دوسرا چھوٹا تالاب ہے جو چھوٹی دریائے کالی سندھ کا منبع ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱۱۲ و جلد دوم ص ۲۳۹۔

دیولا:- (Dewla) (اسے پرتاب گڑھ دیولا بھی کہتے ہیں) صوبۂ اجمیر میں ایک قلعہ بند قصبہ ہے جو راجہ پرتاب گڑھ کی جائے قیام ہے۔ عرض البلد ۲۴-۲ شمال طول البلد ۷۴-۴۴ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۷۰۰ فیٹ بلند۔ گرد و نواح کا ملک ناہموار اور جنگل ہے اور درخت بہت بلند ہیں۔ قصبے کے اندر چند اچھے بنے ہوئے پتھر کے مکانات ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱۸۱۔

دیپالپور! صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ اور پرگنہ ہے جس کا تعلق ہلکر سے ہے، سنہ ۱۸۲۰ء میں اس میں ۱۰۳۵ مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۲-۵۰ شمال، طول البلد ۷۵-۳۵ مشرق۔ اندور سے شمال مغرب چوبیس میل ہے۔ اس کے مشرقی جانب ایک بڑا تالاب ہے۔ اور اس مقام سے اندور، اجین دھار اور ناگی وغیرہ کو سڑکیں جاتی ہیں۔ سنہ مذکور میں پرگنہ دیپال پور میں ۷۴۸۰ مکانات تھے اور (بشمول قصبہ) اس کی تحصیل ایک لاکھ روپے کی تھی۔

۴۸۹

دھاموتی: صوبۂ گجرات میں ایک قلعہ بند قصبہ ہے جس کا تعلق برطانی حکومت سے ہے۔ عرض البلد ۲-۱۱ شمال؛ طول البلد ۷۰-۸۰ مشرق۔ قصبہ اور قلعہ ایک چھوٹے سے دریا کے پانی سے (جو جنوب میں بہتا ہے) گھرے ہوئے ہیں اور جانب شرق میں ایک مربع برج سے اور مغرب میں ایک تالاب سے تقویت حاصل ہے۔

دھار! صوبۂ مالوہ میں ایک قدیم شہر ہے۔ عرض البلد ۲۲-۳۵ شمال؛ طول البلد ۷۵-۲۴ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۹۰۰ فٹ بلند ہے۔

ضلع دھار تقریباً چار سو مربع میل ہے اور جب مناسب طور پر کاشت کی جائے تو منطقۂ حارہ کی قریب قریب ہر ایک پیداوار یہاں ہوتی ہے اور اس پیداوار میں افیون بھی ہے اس میں ۹۷ گاؤں ہیں جن میں (۲۵) جنگلی اور پہاڑی قطعات بھی ہیں اور وہاں بھیل رہتے ہیں سنہ ۱۸۲۰ء میں مسکونہ مکانوں کی تعداد ۳۷۰۵ تھی، اور آبادی تقریباً ۲۷۸۶۵، مسلمان اور ہندوؤں کا تناسب ایک اور سولہ^16^ کا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں شہر دھار بہت وسیع تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس میں بیس ہزار مکان تھے سنہ ۱۸۲۰ء میں مکانوں کی تعداد پانچ ہزار بھی نہیں تھی۔ مگر اس زمانے میں آبادی سرعت کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔ طول میں یہ تین چوتھائی میل ہے اور عرض میں نصف میل۔ اس کے گرد صرف مٹی کی دیوار ہے لیکن اندر بعض اچھی عمارتیں ہیں اور اس کی آبیاری (۸) بڑے اور (۲) چھوٹے تالابوں سے ہوتی ہے۔ دیواریں تقریباً (۳۰) فٹ بلند ہیں اور ان کی تقویت مربع و مدور برجوں سے ہوتی ہے۔

دھار ایک چھوٹی سی ریاست کا دارالصدر ہے اور راجہ رام چندر پوار کا جائے قیام ہے جس کا محل پتھر کا بنا ہوا ہے سنہ ۱۸۲۰ء میں راجہ کی آمدنی سوا لاکھ سالانہ تھی۔ ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۱۱، صفحہ ۹۷ اور جلد دوم صفحہ ۲۳۱، صفحہ ۲۳۹

دھرمپوری! دھار کے علاقوں کے اندر ضلع نیمار میں ایک خراب حال قصبہ ہے جو دریائے نربدا کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔

عرض البلد ۲۲-۱۰ شمال طول البلد ۵-۷-۲۶ مشرق۔
پرگنۂ دھرمپوری میں سابقاً (۸۴) گاؤں تھے مگر ۱۸۲۰ء میں صرف (۴۳) گاؤں آباد تھے جن میں ۱۲۲۳ مکانات تھے، (۲۵) مکانات مسلمانوں کے اور گیارہ سو اٹھانوے ہندوؤں کے۔ بظاہر قصبے کو اور بھی زیادہ سرعت کے ساتھ زوال آیا ہے ۱۸۲۰ء میں گھٹ کر (۸۴) مکانات رہ گئے تھے حالانکہ کہا یہ جاتا ہے کہ بیس برس قبل اس میں دس ہزار مکانات تھے۔

دوحد: یہ مقام بریا جنگل کے شمال مشرقی داخلے پر مالوے اور گجرات کی مشترک حد پر واقع ہے۔ یہ جنگل تقریباً گودرا تک (۳۰) کوس وسیع ہے مگر پھر بھی اس کے اندر سے جو راستہ گجرات تک جاتا ہے وہ نہایت ہی اچھا راستہ ہے اور اس پر بہت آمدورفت رہتی ہے
عرض البلد ۲۲-۵۰ شمال طول البلد ۴-۷-۰۰ مشرق۔
قصبے کی وسعت معقول ہے، مکانات اچھے بنے ہوئے ہیں اور بازار میں غلے اور پانی کی فراوانی ہے۔ اسی وجہ سے اندرونی ملک کے تاجر یہاں بہ کثرت آتے ہیں کیونکہ بڑودہ، بھروچ، سورت اور گجرات کے دوسرے بڑے تجارتی قصبوں کے ساتھ بالائی ہند کی تجارت کے لئے بھی شاہراہ ہے۔ اپنی جائے وقوع کے اعتبار سے بھی اسے معقول اہمیت حاصل ہے کیونکہ شمال مشرقی جانب سے گجرات کے خاص راستے پر بھی حاوی ہے۔ دوحد کا موجودہ قلعہ قصبے کی انتہائے مشرق میں کارواں سرائے تھی اور کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے بنائی تھی۔ یہ ۴۵۰ فٹ مربع ہے اور اس پر دو مضبوط دروازے ہیں ایک شمال میں اور دوسرا جنوب میں، اندر ایک مسجد، دو کنوئیں اور دوسری خوبصورت عمارتیں ہیں، ان سب میں اعلیٰ کاریگری سے کام لیا گیا ہے اور پائدار مسالا استعمال ہوا ہے۔
ڈھانڈر: (Doondar) ملاحظہ ہو جلد اول ص۶۱۔

۴۹۱ ڈونگر پور! احمد آباد سے (۹۵) میل شمال مشرق کو گجرات میں ایک چھوٹی سی امارت کا دارالصدر ہے۔ عرض البلد ۲۳-۸م شمال، طول البلد ۷۳-۵۰ مشرق۔ اس وقت یہ برطانی تحفظ کے تحت ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص۵۰۴۔

دوآب! ہندوستان میں یہ لفظ ہر اُس قطعۂ ملک کے لئے استعمال ہوتا ہے جو دو دریاؤں کے درمیان واقع ہو مگر عملاً یہ اصطلاح ان ممالک کے لئے محدود ہے جو دریائے کرشنا اور دریائے تنگ بھدرا کے پاس واقع ہیں اور نیز گنگا اور جمنا کے درمیان کے علاقے کے جنوبی حصے کے لئے۔ جو اس وقت کلیتہً برطانی حکومت کے قبضے میں ہے اور اضلاع فرخ آباد، قنوج، اٹاوہ، کورہ، (کڑا)۔ کارا اور الہ آباد میں منقسم ہے۔

دھبائی :- گجرات کا ایک قدیم قصبہ ہے اور سابق میں اس صوبے کی ایک بڑی قسمت کا دارالصدر تھا، عرض البلد ۲۲-۹ شمال، طول البلد ۷۳-۲۵ مشرق۔ بھراچ سے (۳۸) میل شمال مشرق۔ قلعہ بندیوں، دروازوں اور مندروں کے جو آثار اس وقت تک نمایاں ہیں ان سے سابقہ عظمت وشان کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ڈگھ :- (Dug) صوبۂ مالوہ میں ایک معقول قصبہ ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں دو ہزار مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۴ شمال، طول البلد ۷۶-۱، مشرق۔ اجین سے باون میل شمال۔ یہ ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس کا تعلق اس وقت کوٹا کے معمر متولی ظالم سنگھ سے ہے۔ ۱۷۹۶ء میں اس سے ایک لاکھ کی آمدنی ہوئی ۱۸۲۰ء میں گھٹ کر ڈھائی ہزار رہ گئی۔

دوارکا؛ ایک قصبہ اور مشہور مندر جو جزیرہ نمائے گجرات کی انتہائی مغربی حد پر واقع ہے۔ عرض البلد ۲۲-۱۵ شمال، طول البلد ۶۰-۷ مشرق۔ یہ ہندوؤں کے مقدس مقامات میں سے ایک مقام ہے اور زائرین بہت زیادہ آتے ہیں، مگر یہاں کے باشندے مدتوں سے اپنی قزاقانہ

عادتوں کی وجہ سے بدنام ہیں اور انھیں عادتوں کی وجہ سے برطانی حکومت متواتر انتباہات کے بعد مجبور ہوئی کہ مندر اور قلعے پر قبضہ کرلے مگر بعد میں اسے گیکواڑ کی امانت میں دیدیا گیا۔

اروس :۔ (Eirwas) صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے جو ہندیا سے (۲۶) میل مغرب شمال مغرب واقع ہے۔ عرض البلد ۲۲-۳۱ شمال طول البلد ۷۶-۳۳ مشرق۔

۴۹۲ ایلورا :۔ شہر دولت آباد کے قریب صوبۂ اورنگ آباد میں ایک گاؤں ہے۔ عرض البلد ۱۹-۰۷ شمال، طول البلد ۷۵-۲۵ مشرق۔ ہندوؤں کے پتھروں میں کٹے ہوئے مندر جو اس کے قرب و جوار میں دریافت ہوئے ہیں ان کی تعداد اور عظمت کی وجہ سے یہ جگہ مشہور ہے۔

فرخ آباد :۔ بالائی ہند کا ایک بڑا شہر ہے جو دوآب میں اسی نام کے ضلع کا خاص قصبہ ہے۔ برطانوی حکومت کے دوآب کو حاصل کرنے کے قبل یہ ایک چھوٹی سی امارت کا دارالصدر تھا جو نواب اودھ کی قلمرو سے گھری ہوئی تھی اور فرخ آباد کا پٹھان سردار نواب کا باجگزار تھا مگر ۱۸۰۲ء میں جب اس علاقے کا دیوانی و فوجی قبضہ برطانی حکومت کی جانب منتقل ہو گیا تو اس سردار کے تمام محاصل کے معاوضے کے عوض اسے ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ سالانہ کا وظیفہ دیدیا گیا۔ ۱۸۱۱ء میں فرخ آباد میں ۱۴۹۹۹ مکانات تھے اور باشندوں کی تعداد کا اندازہ ۶۶۰۰۰ سے زیادہ کا تھا۔

فتح گڑھ :۔ بھوپال کے قلعے کا یہ نام ہے۔

گھاگ راؤن :۔ (Gagroon) صوبۂ مالوہ کا ایک قصبہ جو کوٹا سے اڑتالیس میل جنوب مشرق کو ہے۔ عرض البلد ۲۴-۳۷ شمال۔ طول البلد ۷۶-۱۶ مشرق۔

گاول گڑھ :۔ (Gowelgurh) صوبۂ برار میں ایک مستحکم قلعہ ہے

جو ایک بلند چٹانی پہاڑ پر اس سلسلۂ کوہ کے درمیان واقع ہے جو دریائے تاپتی اور دریائے پرنا کے منبع تک پھیلا ہوا ہے۔ عرض البلد ۲۱-۲۲ شمال، طول البلد ۷۷-۳۴ مشرق۔ ایلیچ پور سے پندرہ میل شمال مغرب۔

گیا:۔ (Gaya) صوبۂ بہار میں ایک قصبہ ہے جو بہار میں تمام ضلع کا صدر مقام ہے۔ عرض البلد ۲۴-۴۹ شمال طول البلد ۸۵-۰ مشرق پٹنے سے پچپن میل جنوب۔ یہ خاص کر اس وجہ سے نمایاں ہے کہ بدھ مت والوں کے بہت بڑے پیمبر اور مقنن کا جائے ولادت یا جائے قیام تھا اور اسی بنا پر ہر سال ایک کثیر تعداد زائرین کی وہاں جاتی ہے اور ان لوگوں کے اس تقدس پر برطانی حکومت ایک محصول لگاتی ہے جس سے ۱۸۱۵ء میں ۲۰۷۶۲۰ روپیہ خالص آمدنی ہوئی۔

گوا:۔ کانکن کے شمالی حصے میں ایک قصبہ ہے اور ہندوستان کے پرتگیزی مقبوضات کا صدر، یہ مقبوضات گوا کے علاوہ دامن دیو وغیرہ واقع جزیرۂ تیمور اور چین میں مکاؤ ہیں۔ عرض البلد ۱۵-۳۰ شمال، طول البلد ۷۴-۲ مشرق۔

گوہد:۔ (Gohud) صوبۂ آگرہ میں ایک چھوٹی امارت کا دار الصدر جو برطانی حکومت کے زیر تحفظ اور اس کا باجگزار ہے۔ عرض البلد ۲۶-۲۴ شمال۔ طول البلد ۷۸-۲۰ مشرق۔ گوالیار سے (۲۲) میل شمال مشرق۔

گونڈوارہ:۔ دکن میں ایک بڑا صوبہ ہے جو ۱۸ درجے شمالی سے ۲۵ درجے شمال تک پھیلا ہوا ہے مگر جس ضلع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بالتخصیص دریائے نربدا کے جنوبی ساحل پر واقع ہے اور ۱۸۱۸ء تک ناگپور کی قلمرو کا جزو تھا۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص۳۱۔

گوالیار:۔ صوبۂ آگرہ میں ایک مضبوط قلعہ ہے اور دولت راؤ سندھیا کا جدید دار الصدر، عرض البلد ۲۶-۱۵ شمال، طول البلد ۷۸-۱ مشرق۔ شہر آگرہ سے ستر میل جنوب۔

۴۹۳

گنگارڑ : (Gungarur) صوبۂ مالوہ میں ایک معقول قصبہ ہے جو اسی نام کے پرگنے کا دارالصدر ہے سنہ ۱۸۲۰ء میں اس میں پندرہ سو مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۳-۵۶ شمال طول البلد ۷۵-۱۴ مشرق سطح سمندر سے ۱۴۹۰ فٹ بلند۔ یہ مقام سابقاً خاندان ہلکر سے متعلق تھا مگر سنہ ۱۸۱۷ء میں معاہدۂ مندلیسور کے ذریعے سے کوٹا کے متوفی ظالم سنگھ کو دیا گیا۔ اس کے پانی کا انتظام کنوؤں سے ہوتا ہے اور نیز دریائے کالی سندھ سے۔

گنور گڑھ : صوبہ مالوہ میں ایک قصبہ ہے ہوشنگ آباد سے (۱۳) میل شمال مغرب۔ عرض البلد ۲۲-۵۰ شمال۔ طول البلد ۷۷-۴۳ مشرق۔

گرروٹ : صوبہ مالوہ کا ایک مختصر قصبہ جس کا تعلق ہلکر سے ہے، سنہ ۱۸۲۰ء میں اس میں ۵۰۰ مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۴-۲۰ شمال طول البلد ۷۵-۴۳ مشرق۔ یہ ایک پرگنے کا دارالصدر ہے جس میں سنہ مذکورہ میں ۱۲۸ گاؤں تھے اور (۲۰۰۰) سے پچیس ہزار سالانہ تک کی آمدنی ہوتی تھی۔

گجرات : ہندوستان کا ایک صوبہ ہے سابق میں ایک خودمختار بادشاہی کا مستقر تھا۔ یہ مغربی حصے میں اور خاص کر اکیس اور چوبیس طول البلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔ شمال میں اس کی حد اجمیر ہے، جنوب میں اورنگ آباد، مشرق میں مالوہ اور خاندیس ہیں اور مغرب میں ملتان اور کچ کے حصص اور سمندر طول میں اس کا اندازہ ۳۰۰ میل کا اور عرض تمیں اوسطاً ۱۸۰ میل کا ہوسکتا ہے۔ اس صوبے کی جنوبی مغربی انتہائی حد کی شکل ایک جزیرہ نما کی سی ہے جو کچھ اور کھمبایت کی خلیجوں اور بحر ہند سے بن گیا ہے اور درحقیقت زیادتی بارش کے زمانے میں رن نام بہت بڑی دلدل میں جب پانی بھر جاتا ہے تو یہ بالکل جزیرہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت یہ وسیع و آباد صوبہ کل کا کل برطانی حکومت اور گیکواڑ کے تابع ہے اور ان دونوں حکومتوں کے علاقے بہت کچھ ملے ہوئے ہیں۔ خاص قصبات احمد آباد (قدیم دارالصدر)، سورت، بھروچ، کھمبا

۴۹۲

برودہ (گنگوار کا دار الصدر) اور کیرا ہیں۔

ہروتی :۔ قدیم صوبۂ اجمیر کے اندر ایک چھوٹا صوبہ ہے جس کے حدود حسب ذیل ہیں؛ شمال میں کرولی، جنوب میں مکندرا کی پہاڑیاں جو اسے مالوے سے جدا کرتی ہیں؛ مشرق میں داندبرا اور مغرب میں میواڑ ہروتی مالوے سے تقریباً ایک سطح پر ہے اور اپنی عام ہیئت نیز حیوانات ونباتات میں یہ مالوے ہی کے مثل ہے۔ اس کی آبادی زیادہ ہے اور زمین بہت اچھی سیاہ مٹی کی ہے، کاشت خوب ہوتی ہے اور کالی سندہ پربتی، چمبل وغیرہ دریاؤں سے پانی بھی بکثرت ملتا ہے۔ یہ دریا ہروتی کے حدود میں بہت پھیل جاتے ہیں۔ خاص قصبات کوٹا بوندی اور جھالراپٹن ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱۹۔

ہمالیہ (یعنی برفستان) :۔ وہ عظیم الشان پہاڑ جو ہندوستان کو تبت سے جدا کرتے ہیں اور شمال میں ہندوستان کی خاص حد بندی کا کام دیتے ہیں؛ وہ اسی نام سے موسوم ہیں کپتان ہاڈسن اور لفٹنٹ ہربرٹ کی پیمائش کے بموجب بلند ترین برفانی چوٹی ۲۵۵۸۹ فٹ سطح سمندر سے بلند ہے اور سب سے نیچی چوٹی ۱۶۰۴۳ فٹ مگر جملہ بیس چوٹیاں کوہستان اینڈس کے بلند ترین قلعۂ چمبر دروزا سے بلند ترین

ہنڈیا : ایک قصبہ اور قلعہ ہے جو نربدا کے جنوبی ساحل پر واقع ہے اس موقع پر نربدا ایک ہزار گز چوڑا ہے۔ عرض البلد ۲۲-۲۶ شمال۔ طول البلد ۷۷۔ مشرق۔ یہ ایک ضلع کا صدر مقام ہے جس کا تعلق دولت راؤ سندھیا سے ہے مگر ۱۸۲۰ء میں یہ مقام برطانی حکومت کے قبضے میں تھا۔ ہنڈیا کا قلعہ نربدا کی کئی گھاٹیوں پر حاوی ہے۔

ہنگلی گڑھ :۔ صوبۂ مالوہ میں ایک قلعہ ہے جس کا تعلق ہلکر کے خاندان سے ہے، اجین سے پچاسی میل شمال۔ عرض البلد ۲۴-۲۳ شمال۔ طول البلد ۷۵-۷۵ مشرق۔

ہرن پھل : (Hurn Pahl) چکلدہ سے تیرہ میل نیچے نربدا میں

۴۹۵

ایک تیز دھارا ہے۔ دریا یہاں (۲۰۰) گز چوڑا ہے مگر بڑی بڑی چٹانوں سے رکتا ہے جو پانی کی معمولی سطح سے گیارہ فٹ اونچی ہیں۔ درمیان میں دھارے ہیں جن کے اندر سے پانی بہت زور کے ساتھ بہتا ہے۔ افسانہ وار روایت کے بموجب ایک مرتبہ ایک ہرن سخت دباؤ پڑنے سے ایک چٹان سے دوسری چٹان پر کود گیا تھا اور اسی وجہ سے یہ ہوا۔

ہریانہ:۔ صوبۂ دہلی کی ایک بڑی قسمت ہے جو زیادہ تر ۲۸ اور ۲۹ درجے شمالی عرض البلد کے درمیان واقع ہے۔ اگرچہ یہ ریگستان کے کنارے واقع ہے مگر اپنے نباتات کے لیے مشہور ہے اور اسی وجہ سے یہ نام پڑا ہے (شاید یہ نباتاتی وصف مقابلتی ہے) ۱۸۰۳ء میں برطانی حکومت کے قبضہ کرنے سے قبل یہ مقام غارتگر راجپوت قبائل کے قبضے میں تھا اور ان کے پریشان عادات نے برباد کر رکھا تھا مگر ۱۸۰۳ء کے بعد سے حالت سکون قائم ہے اور زراعت کی پیداوار میں بہت ترقی ہو گئی ہے۔

ہوشنگ آباد:۔ نربدا کے جنوب جانب گونڈوارے میں ایک معقول قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۲-۴۴ شمالی طول البلد ۷۷-۴۴ مشرقی۔ یہاں نربدا کی تہ بہت ٹوٹی ہوئی ہے اور قریب نو سو گز کے چوڑی ہے مگر قصبے کے چودہ میل کے اندر تیرہ دھارے ہیں۔ بہترین دھارا قصبے سے صرف ساڑھے تین میل مشرق گوندری میں ہے اور یہاں تک گاڑی کا اچھا راستہ ہے۔ دسمبر کے آخری حصے میں یا جنوری میں ہوشنگ آباد کے قریب کے تمام دھارے پایاب ہو جاتے ہیں اکتوبر میں قصبے سے قریب سب سے ریتیلے حصے کی گہرائی پانچ چھ فٹ ہوتی ہے اور اس وقت پانی بہت ہی شیریں ہوتا ہے۔

ہوشنگ آباد ایک بڑے پرگنے کا دارالصدر ہے جس کا تعلق برطانی حکومت سے ہے اور چونکہ اس حصہ دکن کی کنجی یہی ہے اس لئے یہاں مستقلاً ایک فوجی دستہ مقیم رہتا ہے۔ ۱۸۲۰ء میں مکانات اگرچہ بہت وسیع سطح پر پھیلے ہوئے تھے مگر قصبے کی آبادی بہت کم تھی۔

۴۹۶

حیدرآباد: اسی نام کے ایک بڑے صوبے اور (نواب) نظام الملک بہادر کی قلمرو کا دار الصدر۔ عرض البلد ۱۷-۱۵ شمال، طول البلد ۳۵-۷۸ مشرق۔

اندور: صوبۂ مالوہ کا ایک شہر اور ہلکر کا دار الصدر (جائے قیام)۔ عرض البلد ۲۲-۴۲ شمال، طول البلد ۷۵-۵۰ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۹۹۸ فٹ بلند۔ دار الصدر کی حیثیت سے یہ مقام چھوٹا ہے اور زمانۂ حال میں قائم ہوا ہے۔ اسلامی حکومت سے قبل اس ضلع کا سابق دار الصدر اندور سے اٹھارہ میل جنوب مشرق میں کمپالی تھا۔ اب یہ مقام بے حقیقت سا ہو گیا ہے۔ قدیم اندور ایک گاؤں تھا۔ یہ جگہ اہلیہ بائی کو پسند آگئی (جب ملہار راؤ کے بعد یہاں اپنا پڑاؤ ڈالا) دریائے کنگی جو سامنے بہتا تھا۔ اس کے دوسری جانب اہلیہ بائی نے ایک شہر بسایا اور ضلع کے عملدار کو حکم دیا کہ کمپالی سے وہاں منتقل ہو جائے مگر خود اہلیہ بائی اپنی اقامت کے لئے تمام عمر مہیسر کے مقدس شہر میں رہی۔

۱۹۲۰ء میں ضلع اندور میں شہر کے علاوہ ۱۰،۷۸۶ امکانات اور ۶۲۴۴۱ مکین تھے۔ ۱۷۹۶ء میں آمدنی ڈھائی لاکھ روپے کی ہوئی۔ ۱۸۱۴ء میں صرف پچاس ہزار مگر معاہدۂ مندسور کے بعد سے یہ آمدنی بڑھ کر نوے ہزار روپیہ ہو گئی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱۱

اسلام نگر: شہر بھوپال سے (۵) میل شمال ایک قلعہ ہے اور اس ملک کے حکمرانوں نے مالوے میں جو مقبوضات حاصل کئے ان میں یہ پہلا مقبوضہ تھا۔ یہ دولت راؤ سندھیا کو حوالے کر دیا گیا تھا مگر برطانی حکومت کے اثر سے ۱۸۱۸ء میں خاندان بھوپال کو واپس مل گیا۔ اسلام نگر کا قدیم نام جگدیس پور تھا۔

جھابوا: مختصر صوبۂ واتھہ میں ایک قصبہ ہے جو راجہ بھگونت سنگھ کی چھوٹی سی امارت کا دار الصدر ہے اور اسی نام پر امارت کا بھی نام ہے۔ عرض البلد ۲۲-۴۶ شمال۔ طول البلد ۷۴-۳۹ مشرق۔ یہ مقام ایک زرخیز وادی میں بہت خوشنما واقع ہے اور ایک بلند پہاڑ کے سلسلے کے دامن میں ہے۔

۴۹۷

جمابوا کے کل علاقوں میں سڑکیں اچھی حالت میں ہیں، ملک میں پانی کافی ہے مگر پہاڑیوں پر بہت جنگل ہیں۔ باشندوں کا زیادہ حصہ بھیل نسل کے زیادہ متمدن طبقات پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۴۶، و ص ۵۰۰۔

جھالرا پٹن، ملاحظہ ہو پٹن۔

جالنہ:۔ صوبۂ اورنگ آباد میں ایک قصبہ ہے اور (نواب) نظام (الملک بہادر) سے متعلقہ ایک چھوٹے سے ضلع کا صدر مقام ہے۔ عرض البلد ۱۹-۲-۵ شمال طول البلد ۶-۷۵-۸ مشرق۔ کچھ دنوں تک یہ ایک برطانی فوج کا مستقر رہ چکا ہے۔

جام؛ صوبۂ مالوہ میں ایک چھوٹا قصبہ ہے جس کے ساتھ پتھر کی ایک گڑھی بھی ہے، ۱۸۱۸ء میں ہلکر نے یہ گڑھی برطانی حکومت کو حوالے کی اور اسے مئو کی مقیم فوج کے لئے ڈپو بنا دیا گیا۔ عرض البلد ۲۲-۲۳-۲۲ شمال۔ طول البلد ۵-۷۵-۹ مشرق۔ اندور سے ۲۲ میل اور مئو سے (۱۶) میل جنوب۔ جام گھاٹ ڈیڑھ میل لمبا اور بہت ہی ڈھالو ہے اور اپنے چکروں کی وجہ سے بھری ہوئی گاڑیوں کے لئے ناموزوں ہے۔ لیکن چونکہ مالوے کی طرف کا سیدھا راستہ یہی ہے اس لئے جنوب کے مسافر بہت کثرت سے اُدھر سے گزرتے رہتے ہیں۔ ہلکر کی حکومت کی جانب سے یہاں مسافروں اور مال پر ایک محصول لگایا جاتا ہے۔ جام گھاٹ کی چوٹی سطح سمندر سے ۲۳۲۸ فٹ بلند ہے۔

جاود؛ (Jawud) اجمیر یعنی راجپوتانے کے صوبے میں ایک بڑا قصبہ ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں (۵۰۰۰) مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۴-۳۶-۲۲ شمال، طول البلد ۴-۷۵-۵ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۴۵۱ فٹ بلند۔ یہ پتھر کی دیوار سے گھرا ہوا ہے اور دروازے اچھے ہیں مگر کچھ مضبوط نہیں ہیں حالانکہ یہ ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس میں ۳۳۳ گاؤں ہیں اور جو دولت راؤ سندھیا سے متعلق ہے۔

پچاس برس قبل سابق پیشوا کے دادا نے اسے اودیپور کے رانا

السی سنگھ سے حاصل کیا، پیشوا نے اسے بعد کو مادھوجی سندھیا کو دیدیا اور مادھوجی سندھیا نے اسے اپنے میر بخشی بھبوا دادا کی طرف منتقل کردیا۔ اور ۱۸۱۸ئ؁ یہ بھبوا دادا اور اس کے اخلاف کے پاس رہا۔ اس وقت یہ سندھیا کے ایک بڑے سپہ سالار جسونت راؤ بھبو کے پاس تھا، چونکہ یہ سپہ سالار سرکش ثابت ہوا اس لئے جنرل براؤن کے تحت ایک فوج نے اس مقام پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا مگر بعد میں یہ دولت راؤ سندھیا کو واپس دیدیا گیا۔

جے پور:۔ صوبۂ اجمیر میں ایک راجپوت امارت ہے جو اس صوبے کی مشرقی سرحد کے قریب ۲۶ اور ۲۸ عرض البلد شمال کے درمیان واقع ہے۔ جے پور کی قلمرو کا اندازہ طول میں ڈیڑھ سو میل اور مشرق سے مغرب تک عرض میں (۷۰) میل کا ہے۔ اور تناسب انتظام کے تحت اس سے سالانہ اسی لاکھ روپے تک وصول ہوسکتے ہیں۔ جے پور (یا جے نگر) کا شہر دہلی سے جنوب، جنوب مغرب ۲۶-۵۵ درجہ عرض البلد اور ۷۵-۳۷ درجہ طول البلد پر واقع ہے۔

جبوٹ (Jobat) راتھ کے مختصر صوبے میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو ایک ہندو سرداروں کی اقامت گاہ ہے۔

جودھپور:۔ صوبۂ اجمیر میں ایک وسیع راجپوت امارت ہے، یہ امارت اس صوبے کے مرکزی حصص میں واقع ہے اور زیادہ ۲۵ اور ۲۷ درجے عرض البلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔ قدیم نام مارواڑ تھا۔ جودھپور اس بڑے ضلع کی محض ایک زیر تقسیم تھا، اور اس کا راجہ گاہ گاہ راٹھور یا مارواڑ راجہ کہلاتا ہے۔ اس فرمانروا کے علاقے نہایت وسیع ہیں مگر حدود بالکل ہی غیر متعین ہیں جس میں اس بڑے ریگستان کا ایک حصہ شامل ہے جو دریائے سندھ تک پھیلا ہوا ہے۔

جودھپورہ جو اسکا دارالعمدہ ہے، عرض البلد ۲۶-۱۸ شمال اور طول البلد ۷۳-۴۹ مشرق پر واقع ہے مگر ہندوستان کے اس حصے

کی تحقیق اس قدر نامکمل ہوئی ہے کہ اس کی نسبت بہت کم کچھ معلوم ہے۔

۴۹۹ جاؤرہ! مالوے کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو ایک پر گنے کا دار الصدر ہے جس کا تعلق غفور خاں سے ہے۔ عرض البلد ۲۳-۳۸ شمالی طول البلد ۷۵-۱۱ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۴۹۳ فٹ بلند ۱۸۹۲ء میں جاؤرے کے پرگنے ہیں۔ ۳۰۲ آباد گاؤں ۸۰۸۶ مکانات اور ۱۰۲۰ ۸۰ باشندے تھے جن میں سے ۳۵۵۱ باشندے قصبے کے تھے۔

جگدیش پور۔ بھوپال میں ایک قلعہ ہے۔ جلد اول صـ ۳۵۱ ملاحظہ ہو اسلام نگر

جاگرناتھ! ہندوؤں کی عبادت و زیارت کی ایک مشہور جگہ جو اڑیسہ کے سمندری ساحل اور خلیج بنگالہ پر واقع ہے تمام متبرک مقاموں میں اسے سب سے زیادہ مقدس سمجھا جاتا ہے۔ عرض البلد ۱۹-۴۹ شمالی، طول البلد ۸۵-۴۵ مشرق۔

جنیر! ایک قصبہ اور قدرتی طور پر ایک نہایت مضبوط قلعہ، صوبہ اورنگ آباد میں اسی نام کے ایک ضلع کا صدر مقام پونا سے ۴۸ میل شمال۔ عرض البلد ۱۹-۱۲ شمال طول البلد ۷۴-۱۰ مشرق۔ گزشتہ جنگ میں اس پر قبضہ کیا گیا اور اب برطانوی حکومت سے متعلق ہے۔

کنتھل:- (Kantul) ایک چھوٹا صوبہ جس کے حدود شمال میں میواڑ جنوب میں باگور مشرق میں مندسور اور مغرب میں بانسواڑہ ہیں۔ طول میں تقریباً چون میل اور عرض میں بارہ میل سے (۲۶) میل تک یہ مالوے کے مثل ایک اچھا مسطح ملک ہے اور باگور کے اوپر اس کی بلندی بھی اتنی ہی ہے جتنی مالوے کی ہے اور یہیں سے بلندی شروع ہوتی ہے۔ دریائے ماہی جو جنوبی حد سے تھوڑے فاصلے پر بہتا ہے۔ تمام چشمے اسی میں گرتے ہیں۔ حیوانات اور نباتات عام طور پر وہی ہیں جو مالوے میں ہیں۔ اور تجارت اور ڈونگر پور اور لوٹا وارہ کے راستوں تجارت مالوے، میواڑ اور بالائی ہندوستان سے گزر کر گجرات، کاٹھیاواڑ اور کچھ سے ہوتی ہے۔ خاص شہر پرتاب گڑھ راجپوت حکمراں کا مستقر ہے اور ضلع اسی کا ہے مگر گماشتوں کے

یہ نیچے بھی ایک مختصر قطعہ ملک اس کی ملک ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص۱۸۱۔

کاچرروڈ ! (Katchrode) مالوے کا ایک شہر جس میں سنہ ۱۸۲۰ء میں دس ہزار مکانات تھے، عرض البلد ۲۳-۲۵ شمال طول البلد ۷۵-۲۰ مشرق، سطح سمندر سے ۱۶۳۸ فٹ بلند۔ اس میں ایک بڑا اور پرسامان بازار ہے اور ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس کا تعلق دولت راؤ سندھیا سے ہے۔

۵۰۰

کاٹھیاواڑ :- اہل ملک اس نام کو کل جزیرہ نمائے گجرات پر عاید کرتے ہیں حالانکہ فی الاصل ایک اندرونی حصہ ہے اس کا بیشتر حصہ برطانی حکومت اور گیکوار کے پاس ہے۔

کاٹکوٹی (Kautcote) سابقاً یہ دو ہزار مکانوں کا ایک قصبہ تھا، مگر اوپر حال کے برسوں میں اس قدر خراب ہو گیا ہے کہ سنہ ۱۸۲۰ء میں اس میں صرف ۵۰ مکانات تھے۔ عرض البلد ___ شمال طول البلد ___ مشرق - یہ ایک بلند جگہ پر واقع ہے اور اس کے قریب ایک نالہ ہے جس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے اور اس نالے کے دہنی طرف فوج کے پڑاؤ کے لئے اچھی زمین ہے، سنہ ۱۸۱۰ء میں یہاں لوہا پگھلانے کی پچاس بھٹیاں تھیں سنہ ۱۸۲۰ء میں صرف دو رہ گئی تھیں۔ جن میں باون مرد، عورت اور بچے کام کرتے تھے۔ یہاں لوہا، قریب کے ایک ویران گاؤں، ماندا گیری سے مہیا کیا جاتا ہے جو (۸) میل شمال مغرب میں ہے اور پگھلانے کے قابل ۲۵ فیصدی لوہا یہاں سے ملتا ہے۔

کدارناتھ :- کوہستان ہمالیہ میں ایک ہندو مندر اور جائے زیارت ہے۔ کلکتے کی سطح سے ۱۱۸۹۷ فٹ بلند عرض البلد ۳۰-۵۳ شمال طول البلد ۷۹-۱۰ مشرق۔

کرلا :- گوندوارے میں ایک ضلع ہے جو پہاڑیوں کے اس سلسلے میں واقع ہے جس سے نربدا کی وادی جنوب ہوشنگ آباد سے ملتی ہے۔

ککا سائی ! سات سو گھروں کا ایک قصبہ ہے جو مٹی کی ایک اچھی

دیوار اور ایک مختصر گہری خشک خندق سے گھرا ہوا ہے۔ عرض البلد ۲۲، ۱۶ شمال، طول البلد ۴۷-۵۱ مشرق۔ دھار سے ۱۲ ۱/۲ میل جنوب مشرق ۲۰۸۱ء میں یہ ایک پرگنے کا صدر مقام تھا جس میں ۵۳ آباد گاؤں تھے۔

کوٹا! ہر وتی کے چھوٹے سے صوبے میں ایک بڑا شہر ہے، جو اجمیر سے جنوب مشرق جانب دریائے چمبل کے داہنے ساحل پر واقع ہے۔ عرض البلد ۲۵-۱۲ شمال طول البلد ۵۰-۷۰-۴ مشرق۔ اس کے گرد پتھر کی ایک مضبوط دیوار ہے اور شہر کے وسط میں ایک چھوٹی سی پہاڑی یا تودہ ہے جو قلعے سے گھرا ہوا ہے۔ اس قلعے میں حکمران رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قلعہ اچھا بنا ہوا ہے اور اس کے گرد ایک گہری خندق ہے۔ شہر کی دیوار کے گرد بھی ایک خشک خندق ہے اور مشرقی جانب ایک وسیع تالاب ہے جس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے۔ باشندے زیادہ تر راجپوت اور دوسری ذات والے ہندو ہیں اور کپڑے وغیرہ کا کام بہت زیادہ ہوتا ہے۔

کوٹا اسی نام کی ایک چھوٹی سی ریاست کا دارالصدر ہے اس کا واقعی حکمران رام رانا (یعنی متولی) ظالم سنگھ ہے، ظالم سنگھ اس زمانے کے ہندوستانی سرداروں میں ایک قابل ترین سردار ہے جو اپنی دانائی اور اپنی حکمت عملی سے نہایت واقعہ خیز ایام میں فروغ حاصل کر تا رہا ہے حالانکہ اس کا مقام نارنگر غولوں کے عین وسط میں تھا۔ ۱۸۲۰ء میں ہر طرح کے فوجی جو اس کی ملازمت میں تھے۔ ۲۴۹.. تھے ان کا انضباط اور ان کا ساز و سامان اچھا تھا۔ آمدنی ۲۵٬۰۰۰۴ روپے کی تھی۔ ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۴۸، جلد دوم صفحہ ۲۳۰، وصفحہ ۲۴۰۔

کمایون! شمالی ہندوستان میں قدامت کی یہ ایک ہندو امارت تھی، مگر ۱۸۱۵ء میں برطانی حکومت نے نیپالیوں سے فتح کر کے اسے حاصل کیا اور اب یہ برطانی حکومت سے متعلق ہے۔

۵۰۱

کمالنیر! اجمیر (یعنی راجپوتانے) میں اودیپور سے چونتیس میل شمال مغرب ایک قلعہ بند شہر ہے۔ عرض البلد ۲۵-۱۰ شمال طول البلد ۷۳-۳۶ مشرق۔

کھنڈوا: (Cundwah) ملاحظہ ہو

گرگاؤں: (Kurgoon) کسی زمانے میں یہ ایک بڑا اور خوشحال شہر تھا، مگر اس وقت بہت خراب حالت میں ہے، عرض البلد ۲۱-۵۰ شمال طول البلد ۷۵-۴۰ مشرق۔ مہیسر (Mhysir) سے ۲۵ میل جنوب۔ یہ اب بھی جنوبی نیمار کا دارالصدر سمجھا جاتا ہے اور ۱۸۲۰ء میں اس کے اندر ۱۹۱ آباد مکان تھے۔ گرگاؤں ایک ویران شدہ دیوار سے محصور ہے جو کسی قدر پتھر کی ہے اور کسی قدر اینٹ اور مٹی کی۔ ایک چھوٹا سا قلعہ بھی پتھر، اینٹ اور مٹی کا بنا ہوا ہے، بازار معمولی طور پر اچھے ہیں۔ یہ ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس میں ۵۵ گاؤں ہیں اور قابض دار کا جائے قیام ہے۔

کچھی واڑہ! (Kycheewarra) صوبۂ مالوہ میں ایک ضلع ہے جو ۲۴ اور ۲۵ درجے عرض البلد شمالی کے درمیان واقع ہے، اور اس کا نام راجپوتوں کے ایک قبیلے کے نام پر ہے جو پہلے اس پر قابض تھے۔

۵۰۲ لاہور! (Lahore) بالائی ہند کا ایک بڑا صوبہ ہے جو زیادہ تر ۳۰ اور ۳۴ عرض البلد شمالی کے درمیان واقع ہے شمال میں اس کی سرحد کشمیر اور دریائے سندھ ہیں۔ جنوب میں دہلی، اجمیر اور ملتان، مشرق میں شمالی ہند کے بلند پہاڑ ہیں اور مغرب میں دریائے سندھ نے اسے افغانستان سے علیحدہ کیا ہے۔

طول میں اس کا اندازہ ۳۴۰ میل تک ہے اور عرض میں ۲۰۰ میل اوسط ہے سردست اس کا بیشتر حصہ ایک سکھ سردار رنجیت سنگھ کے

قبضے میں ہے اور ہندوستان میں تقریباً یہی ایک صوبہ ہے جس میں برطانی حکومت کو نہ ایک فٹ زمین حاصل ہے نہ بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی اثر ہے۔ دارالصدر لاہور دریائے راوی کے جنوب جانب واقع ہے۔
عرض البلد ۳۱-۳۶ شمال، طول البلد ۷۴-۳ مشرق۔

لکھنؤ! بالائی ہند کا ایک بڑا شہر ہے اور شاہ اودھ کا دارالسلطنت ہے۔ عرض البلد ۲۶-۱۵ شمال۔ طول البلد ۸۰-۵ مشرق۔

لوناواڑہ:- (Lunawarra) احمد آباد سے ۶۳ میل مشرق صوبۂ گجرات میں ایک چھوٹی سی امارت کا دارالصدر ہے۔
عرض البلد ۲۶-۳۵ شمال ۳۰ مشرق۔

مہید پور (Maheedpoor) صوبۂ مالوہ میں ایک چھوٹا قصبہ ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں ۳۴۸ مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۳-۲۹ شمال، طول البلد ۷۵-۴۶ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۶۰۰ فٹ بلند۔ یہ مقام دریائے سیپرا کے بلند کرارے پر واقع ہے اور ایک پرگنے کا دارالصدر ہے جس میں ۲۱۳ گاؤں ہیں۔ یہ ہلکر کی ملکیت ہے اور اس سے ۴۹۳۱۳ روپے ملتے تھے۔ قلعہ دریائے سیپرا کے بلند کرارے پر واقع ہے مگر خندق نہیں ہے اور دیواروں کی تکمیل ہوئی ہے۔ جنگ مہید پور اسی مقام پر ۲۱ دسمبر ۱۸۱۷ء کو ہوئی۔ اس وقت یہ ہلکر کی امدادی فوج کے سواروں کا مستقر ہے۔

مالوہ! ملاحظہ ہو باب اول

مانڈو (یا مانڈوگڑھ Mandoo or Mandoogarh.) - مالوے کا قدیم دارالصدر نگر ویران وتباہ ہے۔ عرض البلد ۲۲-۲۰ شمال۔ طول البلد ۷۵-۲۸ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۹۴۴ فٹ بلند۔ اس کی سابقہ حالت اصل کتاب میں بیان ہو چکی ہے۔ اس کے حدود کے اندر مختصر قلعہ اب بھی مذہبی زیارت گاہ ہے۔ اور اس میں کچھ فقرا رہتے ہیں مسجد جامع کے باقیات جس میں شاہ کی قبر باز بہادر اور دوسرے مکانات ۱۸۲۰ء میں

۵۰۳

بھی نفیس یادگار تھے حالانکہ یہ سب جنگلوں سے گھرے ہوئے تھے اور بہ سرعت شکست ہوتے جاتے تھے۔ ملاحظہ ہو جلد اول صہ ۲۹ و صہ ۴۰

مارواڑ راجپوتانے کا ایک بڑا اور قدیم حصہ مگر اس وقت یہ جودھپور کے راجہ کی قلمرو کا ایک معتد بہ حصہ ہے اور اسے اکثر "مارواڑ راجہ" کہتے ہیں۔ مارواڑ اجمیر کے قبضے اور قلعے کے شمول کے ساتھ سابق میں تقریباً صوبے کے نام کے ہم معنی ہو گیا تھا۔

میرٹھ۔ صوبہ اجمیر میں ایک قصبہ ہے جو شہر اجمیر سے ۲۶ میل شمال مغربی جانب واقع ہے۔ طول البلد ۲۶-۳۸ شمال عرض البلد ۷۴-۹ مشرق یہ مقام راجہ جودھپور کا ہے اور پہلے اس کی اور دولت راؤ سندھیا کی قلمروؤں کے درمیان سرحد تھا۔

میواڑ۔ صوبہ اجمیر میں ایک راجپوت ضلع ہے جس کا جدید صدر مقام اودے پور ہے ابوالفضل کے زمانے میں یہ چتوڑ، کمبھ لمیر اور منڈل میں شریک کیا جاتا تھا۔

مئو۔ اندور سے دس میل جنوب میں صوبہ مالوہ کا ایک قصبہ ہے جہاں برطانی فوجوں کا معسکر ہے۔ عرض البلد ۲۲-۳۳ شمال، طول البلد ۷۵-۵۳ مشرق۔ سطح سمندر سے ۲۰۱۹ فٹ بلند۔

مہیسر! (Mhysir) صوبۂ مالوہ کا ایک شہر ہے جو نربدا کے داہنے جانب واقع ہے۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں اس میں ۳۵۰۰ مکانات تھے اور اچھا بھرا ہوا بازار تھا عرض البلد ۲۲-۱۱ شمال اور طول البلد ۷۵-۳۱ مشرق۔ قلعہ بڑا ہے اور مکانات سے بھرا ہوا ہے مگر مرمت طلب ہے۔ یہ ایک پرگنے کا خاص شہر ہے جس کا تعلق ہلکر سے ہے اور اس کی شہرت اہلیہ بائی کے قیام گاہ ہونے کی وجہ سے ہے جس نے اس مقام پر متعدد خوبصورت مندر بنائے۔ سابق میں ضلع کا صدر مقام چولی تھا مگر جب سے اہلیہ بائی نے مہیسر میں اپنا قیام اختیار کیا اس مقام کا رتبہ دارالصدر کا ہو گیا اور اب بھی برقرار ہے ملاحظہ ہو جلد اول صہ ۱۵۔

مراد آباد:۔ صوبہ دہلی کا ایک ضلع ہے جو سابق میں روہیلوں کے قبضے میں تھا مگر اب برطانی حکومت کے قبضے میں ہے۔ مراد آباد کا قصبہ ۲۸-۵۱ عرض البلد شمال اور ۷۸-۴۲ طول البلد مشرق پر واقع ہے۔ بریلی سے ۴۸ میل میں شمال مغرب کو ہے۔

۵۰۴

مکندرہ (Muckundra) صوبۂ مالوہ میں ایک گاؤں ہے جو کوٹا سے ۳۲ میل جنوب جنوب مشرق کو واقع ہے۔ عرض البلد ۲۴-۴۷ شمال

طول البلد ۷۶-۱۶مشرق مکندرہ کی پہاڑیاں جہاں یہ گاؤں واقع ہے۔ صوبۂ مالوہ کی سرحد ہے اور یہی سرحد مختصر صوبۂ ہروتی ہے جو سابقاً قسمت اجمیر میں شامل تھا۔

ملہار گڑھ! مندسور سے ۱۶ میل شمال صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۴'۱۷ شمال۔ طول البلد ۷۵-۳ مشرق۔

مالے گاؤں:۔ صوبۂ اورنگ آباد میں ایک قصبہ ہے اور اس میں ایک مضبوط قلعہ ہے جو دریائے سوسی پر ٹھیک اس مقام پر ہے جہاں اورنگ آباد سے ستاون میل شمال مغرب دریائے سوسی دریائے گرنا سے ملا ہے۔

منا سا! (Munassa) ایک معقول قصبہ ہے جس میں سنہ ۱۸۲۰ء میں ۲۰۰۰ مکانات اور ایک اچھا بازار تھا۔ عرض البلد ۲۴'۲۹ شمال طول البلد ۷۵'۱۵ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۴۴۸ فٹ بلند۔ اس کا تعلق ہلکر سے ہے اور رامپورہ کے پرگنے میں ۵۶ گاؤں کا صدر مقام ہے۔

منڈالتہ! (Mundalta) ایک مختصر قصبہ جس میں سو مکانات ہیں، نربدا کے ایک جزیرے کے جنوب میں واقع ہے اور اپنے پگوڈا کے تقدس کی وجہ سے مشہور ہے۔ عرض البلد ۲۲-۱۴ شمال طول البلد ۷۶-۱۷ مشرق۔ نربدا اس موقع پر چٹانوں کے اندر گھرا ہوا ہے اور سو گز سے زیادہ چوڑا نہیں۔ مگر گہرائی بہت ہے۔ مشرق کی جانب تین چوتھائی میل پر ایک گھاٹ ہے جو جنوری یا فروری میں پایاب ہو جاتا ہے مگر آسانی سے گزر نہیں ہو سکتا کیونکہ دھارا تیز ہے اور سطح پر بہت بڑے بڑے گول پتھر ہیں۔

منڈتا کا جزیرہ معقول بلندی کی ایک پہاڑی ہے، سابق میں قلعہ بند تھی مگر اب صرف چند دروازے اور پرانے پگوڈا باقی رہ گئے ہیں اور یہ سب جنگل ہے۔ قصبہ پہاڑی کے ڈھال پر واقع ہے۔ قرب و جوار کے ملک میں پہاڑیاں گھرے غار اور پانی کے راستے ہیں اور یہ سب

بلند گھنے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ دریا سے سات آٹھ میل پر یہاں سے پیدل گزر سکتے ہیں۔ یہاں کا پگوڈا، انکار کے نام سے منسوب ہے جو مہادیو کے لنگ کی علامت ہے۔ تین چوتھائی میل مشرق میں قربانی کا چٹان ہے جسے بھیر کلا کہتے ہیں جہاں سے معتقدین ایک جاترا کے تہوار میں کود کر گرتے ہیں۔ یہ ان بارہ ممتاز مقامات سے ہے جہاں شیو کے پیرووں کے بموجب دیوتا بہت خصوصیت سے موجود رہتے ہیں۔ یہاں کا دیوتا پراسرار نام "اوم" کے لفظ سے موسوم ہے۔

منداول! صوبۂ مالوہ میں ایک چھوٹا قصبہ ہے، جو مہید پور سے ۷ میل شمال مغرب میں واقع ہے، عرض البلد ۲۳-۲۵ شمالی طول البلد ۷۵-۲۹ مشرق سنہ ۱۸۲۰ء میں اس میں ۲۶۸ مکانات تھے اور یہ پرگنہ غفور خاں کی ملک تھا۔ برطانی حکومت نے جاگیر کے طور پر غفور خاں کو دیا تھا۔ اس سنہ میں اس سے ۳۲۸۲ روپے کی آمدنی ہوئی۔

مندبیسو! صوبۂ مالوہ میں ایک شہر ہے جس میں سنہ ۱۸۲۰ء میں (۳۰۰۰) مکانات تھے اور ایک بڑا بازار تھا۔ عرض البلد ۲۴-۴ شمالی طول البلد ۷۵-۷ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۴۸۲ فٹ بلند۔ یہ مقام دریائے سین کے شمالی ساحل پر واقع ہے اور اس کا تعلق دولت راؤ سندھیا سے ہے۔ سنہ ۱۸۱۸ء میں خاندان ہلکر اور برطانی حکومت کے درمیان معاہدے پر یہیں دستخط ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱۱۱۔

منڈلیسر! ایک چھوٹا سا قصبہ جو دریائے نربدا کے شمالی ساحل پر واقع ہے جس میں سنہ ۱۸۲۰ء میں ۴۹۴ مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۲-۱۲ شمالی طول البلد ۷۵-۴۰ مشرق۔ اردگرد کا ملک سطح سمندر سے ۶۹۶ فٹ بلند ہے اور مالوے کے جام گھاٹ سے ۱۶۳۲ فٹ پست ہے۔ قصبے کے گرد مٹی کی دیوار ہے اور اینٹ چونے کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا اچھا قلعہ ہے۔ ایک مختصر برطانی معسکر مغرب جانب قصبے کے قریب ہے۔ منڈلیسر کا تعلق برطانی حکومت سے ہے۔

۵۰۶

متھرا ! صوبۂ آگرہ کا ایک قصبہ جو دریائے جمنا کے مشرقی کنارے پرواقع ہے بشہر آگرہ سے شمال شمال مغرب تیس میل ہے۔ عرض البلد ۲۷-۳۱ شمال طول البلد ۷۷-۳۳ مشرق ہندوؤں کے محبوب دیوتا کرشن کی جائے ولادت اور جوانی کی شورانگیزیوں کا محل وقوع ہونے کی وجہ سے ہندوؤں کا دیومالا ہے۔ اسے بڑی عظمت حاصل ہے موخر زمانے میں ایک مضبوط برطانی فوج کا مستقر رہا ہے۔

ناگودا ! صوبۂ اجمیر میں ایک قصبہ اور بڑا ضلع جو شہر جودھپور سے ۶۸ میل شمال مشرق میں واقع ہے۔ عرض البلد ۲۷-۸ شمال طول البلد ۷۳-۳۲ مشرق۔

ناگپور ! صوبۂ گونڈوارہ میں ایک بڑا قصبہ جو مرہٹوں کے بھونسلا خاندان کا دارالصدر ہے۔ عرض البلد ۲۱-۹ شمال۔ طول البلد ۷۹-۱۱ مشرق۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ناگپور برار کا دارالصدر ہے مگر یہ غلطی ہے یہاں کے باشندے برار کو ایک منتقل صوبہ سمجھتے ہیں جس کا خاص قصبہ ایلچ پور ہے۔

نلچہا:۔ سابق میں یہ ایک بڑا مقام تھا مگر ۱۸۲۰ء میں اس میں صرف ۴۴ امکانات تھے حال میں ۱۸۱۹ء میں اس کی آبادی ہوئی ہے۔ عرض البلد ۲۲-۲۵ شمالی طول البلد ۷۵-۲۹ مشرق۔ سطح سمندر سے ۲۰۲۲ فٹ بلند۔ یہ نوگاؤں کے ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس کا تعلق راجہ دھار سے ہے۔

ناڑوار ! (Narwar) دریائے چمبل سے جنوب میں صوبۂ آگرہ کا ایک قصبہ اور ضلع اس کا بیشتر حصہ سندھیا کی قلمرو میں ہے۔ قصبۂ ناروار ۲۵-۴۰ عرض البلد شمال اور ۷۷-۱۵ طول البلد مشرق پر واقع ہے اور گوالیار سے چالیس میل جنوب میں۔

نیمچ ! میواڑ کا ایک قصبہ جو سابق میں صوبۂ اجمیر میں شامل تھا چتوڑ سے (۳۶) میل جنوب مشرق میں۔ عرض البلد ۲۴-۲۷ شمالی طول البلد

۵ ،، مشرق ۔ سطح سمندر سے ٦ ،،٤ افٹ بلند ۔ یہ ایک پر گنے کا صدر مقام ہے جس کا تعلق سندھیا سے ہے جہاں سے اسے ٢١٨١ئه میں ... ،،، روپے وصول ہوئے ۔ اس میں ایک اچھا بازار ہے جس کے شمال مغرب میں ایک بڑا برطانی معسکر ہے

نیمار ! ملاحظہ ہو جلد اول ص ١٣ ۔

نیماور :۔ ہنڈیا سے تقریباً بالمقابل نربدا کے شمالی ساحل پر ایک چھوٹا قصبہ جس میں ٢١٨١ئه میں ٣٠٠ مکانات تھے ۔ عرض البلد ٢٢-٢٧ شمال طول البلد ،، ،، مشرق ۔ یہ پرگنے کا صدر مقام ہے جس کا تعلق ہلکر سے ہے ۔

٥٠٧

نربدا :۔ نربدا کا منبع گوندوارے میں امرکنٹے کی سطح مرتفع میں ہے، یہیں سے دریائے سون بھی نکلا ہے جو خلیج بنگالہ کی جانب بہتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اغلباً یہ جگہ وسطی ہند کے بلندترین مقامات سے ہے ۔ نربدا بہت خفیف موڑ کے ساتھ مغرب جانب بہتا ہے تا آنکہ بھروچ کے نیچے سمندر میں جا گرتا ہے ۔ بھروچ نربدا کے ضلع سے ٹھیک مغرب میں واقع ہے ۔ نربدا کی رفتار میں چٹانوں، جزیروں، اتھلی جگہوں اور اتار کی وجہ سے بہت روک پیدا ہوتی ہے جس سے گجرات میں داخل ہونے تک اس دریا کے اکثر حصص میں اس کے اندر کشتی رانی دشوار یا ناممکن ہوجاتی ہے ہنڈیا سے گزر کر چند میل پر نربدا نیمار کے کھلے اور ہموار میدان کو قطع کرتا ہے تا آنکہ یہ پھر ہرن پھل میں ایک اتار چڑھاؤ کے قطعے میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ نربدا پہاڑیوں سے نکل نہیں جاتا اور گجرات کے کھلے ملک میں داخل ہوتا ہے چکلدہ کے آگے اس دریا کی سطح بہت ہی چپٹی ہو جاتی ہے اور سمندر سے تقریباً سات میل تک یہی حال رہتا ہے، اس کے بعد بہاؤ معتدل ہو جاتا ہے اور سمندر تک چھوٹی کشتیاں چل سکتی ہیں اور نصف دوری تک بڑی کشتیاں بھی ۔ اس دریا کی کل لمبائی کا اندازہ ... ،میل کا کیا گیا ہے ۔ اس کی چوڑائی کے

بہت تغیرات ہیں۔ جبلپور سے مغرب ساگر کے قریب اس کی چوڑائی چھ سو گز ہے۔ ہوشنگ آباد کے قریب نو سو گز اور بھروچ کے اوپر اور نیچے جہاں کئی جزیرے ہیں اس کی وسعت اکثر تین میل تک ہے

نولائی:- (Nobye) صوبہ مانوہ میں ایک معقول قصبہ ہے جس کا تعلق سندھیا سے ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں ایک ہزار مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۳-۳ شمال۔ طول البلد ۷۵-۲۷ مشرق۔ اجین سے ۲۹ میل جنوب جنوب مغرب۔ سطح سمندر سے ۱۶۹۸ فٹ بلند۔ راجہ نال نے جس سے نال کا نام ماخوذ ہے، اسے بہت خوب بنایا تھا مگر اس کا موجودہ نام برنو گڑھ ہے اول الذکر نام اگر کا ئنے کے قبل لیا جائے تو اسے شگون بد سمجھتے تھے۔ اس وقت یہ ایک پرگنے کا دار الصدر ہے جس سے سندھیا کو ۲۶۵۰۰۰ روپے سالانہ ملتے ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد اول صد ۱۲

۵۰۸

نجیب آباد:- شہر دہلی سے پچانوے میل شمال مشرق صوبہ دہلی میں ایک قصبہ ہے جسے نجیب الدولہ نے اس خیال سے بنایا تھا کہ کشمیر اور ہندوستان کی تجارت کو ادھر پھیر دے۔ عرض البلد ۲۹-۳۷ شمال، طول البلد ۷۸-۱۲ مشرق۔

نندر بار (Nunderbar) صوبہ خاندیس کا ایک قصبہ ہے جس کا تعلق برطانی حکومت سے ہے۔ عرض البلد ۲۱-۲۵ شمال، طول البلد ۷۴-۱۸ مشرق۔ سورت سے ۷۸ میل مشرق۔ نندبار اس وقت کے بہ نسبت سابق میں زیادہ اہمیت کا مقام تھا۔ خراب شدہ ۱۱ میل مربع ہے مگر ۱۸۲۰ء میں اس میں صرف ۵۰۰ مکانات تھے، جو حال ہی بنی ہوئی ایک مربع گڑھی سے گھرے ہوئے تھے، اور اس سے صرف بارہ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی ہوتی تھی۔ ایک چھوٹا دریا قصبے سے متصل بہتا ہے مگر ماہ مئی میں اس میں پانی بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ عام طور پر اس ملک کی زراعت میں پانی کی قلت ایک بڑی رکاوٹ معلوم ہوتی ہے

کیونکہ زمین بظاہر فطرۃً اچھی ہے۔ قریب میں بہت قبروں اور بگوڈا کے آثار ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ سابق میں اس کی حالت خوشحالی کی تھی۔

اودے پور :- اجمیر (یعنی راجپوتانے) کے صوبے میں ایک قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۴-۳۵ شمال۔ طول البلد ۷۳-۴۴ مشرق۔ سطح سمندر سے ۲۰۶۴ فٹ بلند۔ شہر سے مغرب میں ایک جھیل ہے جس کا دائرہ (۵) میل کا ہے اور شہر کی جانب کے سوا ہر طرف جنگل اور ناہموار پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہیں۔ ان پہاڑیوں اور جھیل کے کنارے کے درمیان چند گاؤں کچھ قبریں اور باغ اور کاشت کی تنگ پٹیاں ہیں۔ ایک بڑا بند جس کے برابر برابر بہت سے درخت اور کئی مکانات ہیں شہر کو جھیل کی طغیانی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔

اودیپور :- جو ایک چھوٹی پہاڑی پر واقع ہے اور جس کی چوٹی پر راجہ کا محل ہے، دور سے دیکھنے میں بہت ہی عظیم الشان اور باہیبت معلوم ہوتا ہے مگر قریب کے معائنے سے تباہ و ویران مکانوں اور مندروں کا ایک خراب منظر سامنے آجاتا ہے۔

۵۰۹

امٹ وارہ :- (Omutwarra) صوبۂ مالوہ میں ایک چھوٹا سا ضلع ہے جو مغرب میں دریائے کالی سندو اور مشرق میں دریائے پربتی سے محدود ہے۔ اس قطعے کی وجہ تسمیہ کا سلسلہ راجپوتوں کے ایک پست طبقے سے ملتا ہے جو ابتداءً میوار سے آئے تھے اور شہنشاہی مقبوضے کے دور عظمت میں یہ لوگ اونٹوں کے گلے کے مالک تھے اور اسی لفظ "امت" سے ماخوذ ہے۔ بمرور ایام ان کے دو سردار موہن اور پرسی سنگھ نے پندرہ سو گاؤں حاصل کر لئے اور ان کا نام مجموعی طور پر امت وارہ رکھا۔ ان دیہاتوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے یہ دونوں راول اور دیووں کے نام سے ابتر حکومت کرتے رہے پھر بھی اپنے غارتگرانہ عادتوں پر جمے رہے۔ مرہٹوں نے جب

مالوے کو فتح کرلیا تو وہ اپنی باری میں زیادہ قوی ڈاکوؤں کی اطاعت پر مجبور ہوئے اور وہ باجگزار رہے اول الذکر سندھیا کا باجگزار رہے اور آخر الذکر خاندان ہلکر کے نوعمر نمایندے کا۔ خاص قصبے راجگڑھ، پٹن نرسنگھ گڑھ اور کچیز ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۵۱۴

اونیل :۔ ایک گاؤں ہے جو گنگ اور ۱/۲ ۶ میل مغرب جنوب میں دریائے سیپرا کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔

اجین :۔ دریائے سیپرا کے مشرقی ساحل پر صوبہ مالوہ میں ایک بڑا قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۳-۱۱ شمالی، طول البلد ۷۵-۴۸ مشرق۔ سطح سمندر سے ۱۶۹۸ فٹ بلند موجودہ قصبہ مستطیل شکل کا ہے اور پتھر کی ایک دیوار سے گھرا ہوا ہے جس میں مدور برج ہیں مگر مدور دیوار اب بہت سرعت کے ساتھ خراب ہوتی جا رہی ہے۔ حال میں مستقر حکومت کے گوالیار کو منتقل ہو جانے کے قبل تک اجین، سندھیا، کا دار الصدر سمجھا جاتا تھا اور اب تک حکمراں خاندان کے بعض ممتاز افراد کا جائے قیام ہے۔ ضلع اجین سے بہ شمول ناجیور، جتنیل، برگوڈی و جواہر گڑھ دو لاکھ اسی ہزار روپے سالانہ وصول ہوتے ہیں جن میں تقریباً نصف تفویضاً میں عطا ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱

۵۱۰ پانی پت :۔ شہر دہلی سے پچاس میل شمال مغرب صوبۂ دہلی میں ایک قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۹-۲۳ شمالی، طول البلد ۷۶-۵۱ مشرق۔ یہ اس لیے مشہور ہے کہ یہی وہ میدان تھا جہاں ہندوستان کی دو سب سے بڑی قربانیاں ہوئیں، اور دونوں قسمتوں کا فیصلہ کرنے والی ثابت ہوئیں۔ پہلی لڑائی ۱۵۲۶ء میں سلطان بابر اور دہلی کے پٹھان شہنشاہ ابراہیم لودھی کی فوجوں کے درمیان ہوئیں جس میں ابراہیم لودھی مارا گیا اور اس کی قوم بالکلیہ زیر ہو گئی۔ دوسری لڑائی ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی والی کابل کے تحت مسلمانوں کی متحدہ فوج اور بھاؤ سداشیو کے زیر قیادت مرہٹوں کی فوجوں کے درمیان ہوئی جس میں آخر الذکر کو ایسی شدید شکست ہوئی جو تاریخی شکستوں

میں یادگار ہے۔

پٹن:۔ کوٹا سے جنوب مشرق میں ترپن میل پر صوبۂ اجمیر میں ایک قلعہ ہے۔ عرض البلد ۲۴-۲-۳۲ شمال طول البلد ۷۶-۱۶ مشرق۔ یہ ایک بالکل جدید قصبہ ہے جسے ظالم سنگھ والی کوٹا نے گزشتہ پچیس برس کے اندر تعمیر کیا ہے بظاہر جے پور کے انداز پر بنایا ہے۔ سڑکیں وسیع اور باقاعدہ ہیں اور ایک دوسرے کو زاویۂ قائمہ سے قطع کرتی ہیں۔ کل قصبہ آٹھ نو فٹ کی مستحکم دیوار سے گھرا ہوا ہے جس کی بلندی بارہ فٹ سے پندرہ فٹ تک ہے۔ مدور برج ہیں جن میں سے بعض پر چھوٹی توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔ قصبہ عمدہ و گنجان بنا ہوا ہے۔ آبادی میں ایک بڑا حصہ تجارتی طبقات کا ہے۔ پٹن کے مغرب میں ایک جھیل ہے ایک میل مربع ہے اور اسی جھیل سے سال بھر کافی پانی ملتا ہے۔

پرتاب گڑھ:۔ ضلع یا مختصر صوبۂ کنتول میں ایک بڑا قلعہ بند قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۴-۲ شمال۔ طول البلد ۷۴-۱۵ مشرق سطح سمندر سے ۱۶۱۸ فٹ بلند۔ اردگرد کا ملک نہایت ناہموار ہے۔ اور بہت کچھ جنگل سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس جگہ کا تعلق راجہ ساونت سنگھ سے ہے جو اب پرتاب گڑھ سے اٹھ میل اور دیولا میں رہتا ہے۔ پرتاب گڑھ اس کے بیٹے دیپ سنگھ کا جائے قیام ہے جو سرد ست اس امارت کا کام کرتا ہے۔ ۱۸۲۰ء میں بیالیس تابع راجپوت سردار تھے جن میں ہر ایک فوج کی ایک معینہ تعداد رکھتا تھا [۱] اور یہ فوج راجہ کی فوج سے ملکر ۱۵۶ سوار اور ۶۲۳ پیادوں پر مشتمل تھی۔ غیر راجپوت پیدل ان کے علاوہ تھے بسنہ مذکور میں آمدنی ۱۳۴۳۲۰ روپیہ ہوئی۔ اس میں ۵۰۰۰ سالانہ خراج برطانوی حکومت کو دیا جاتا تھا۔ ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۵۰۶

پٹلاوَد:۔ (Petlawut) صوبۂ مالوہ میں ایک چشمے کے قریب ایک بڑا قصبہ جو ایک پرگنے کا صدر مقام ہے اور رتلام سے (۲۶) میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ عرض البلد ۲۳-۴ شمال

طول البلد ۷۴-۵۰ مشرق۔
پونا:۔ مرہٹہ سلطنت کا سابق دار السلطنت اور نومبر ۱۸۱۷ء تک پیشوا کا جائے قیام۔ عرض البلد ۱۸-۳۰ شمال۔ طول البلد ۷۳-۲ مشرق۔ اب اس کا تعلق برطانی حکومت سے ہے۔
پنجاب:۔ صوبۂ لاہور کا جنوب مغرب کی جانب کا مسلح حصہ اس نام سے موسوم ہے کیونکہ اس میں پانچ مشہور دریا بہتے ہیں یعنی ستلج، بیاس، راوی، چناب اور جھیلم۔
راگھوگڑھ:۔ سرونج کے (۳۶) میل شمال مغرب صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے جس کا تعلق سندھیا سے ہے۔ عرض البلد ۲۴-۲۷ شمال۔ طول البلد ۷۷-۱۴ مشرق۔ یہ بڑے ضلع کا جسے دارے کا صدر مقام ہے جس سے بشمول قصبہ ۲ لاکھ آمدنی ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۲۶۲۔
رائے سین:۔ مالوے کے جنوب مشرقی حصے میں ایک بڑا ضلع۔ قصبۂ رائے سین ۲۳-۲۰ عرض البلد شمالی اور ۷۷-۵۲ طول البلد مشرقی پر واقع ہے۔ بھوپال (۲۲) میل شمال مشرق میں ہے۔
راجپوتانہ:۔ اجمیر کے بڑے صوبے کا دوسرا نام ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۳۳۔
رامیشورم! ایک جزیرہ جو سیلون اور ہندوستان کے درمیان آبنایوں میں واقع ہے۔ اور ہندوستان سے ایک بہت ہی تنگ گزرگاہ کے ذریعے سے جدا ہے۔ عرض البلد ۹-۱۷ شمال۔ طول البلد ۷۹-۲۶ مشرق پگوڈا بہت ہی قدیم زمانے کا ہے اور اب بھی ہندوؤں کی ایک مقدس زیارت گاہ ہے۔

۵۱۲

رامپورہ! صوبۂ مالوہ میں ایک بڑا قصبہ ہے جو سابق میں خاندان ہلکر کا جائے قیام تھا۔ ۱۸۲۰ء میں اس میں چار ہزار مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۴-۲۷ شمال، طول البلد ۷۵-۳۲ سطح سمندر سے ۱۳۶ فٹ بلند چتوڑ کا سلسلۂ کوہ جو رامپورہ کے شمال تک پھیلا ہوا ہے مالوے کی سرحدوں

ہیں سے ایک سرحد ہے ۔ یہ مقام دریائے تلویائی شمالی ساحل پر ہے دریا سے تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے اور خاندان ہلکر کے اندور کو منتقل ہو جانے سے قبل ایک بہت مشہور مقام تھا ۔ یہ اب بھی کئی پرگنوں کا صدر مقام ہے جن میں ۵۰۰ گاؤں ہیں اور جن کی ۱۸۲۰ء میں ۳۷۰۰۰ کی آمدنی ہوئی ۔ شمال مشرق میں ایک ہندو مندر کسی قدر شہرت کا ہے اور مالوے کے ہندو ماہ اپریل میں یہاں جاتے ہیں ۔

راتھ ! ملاحظہ ہو جلد اول صہ ۱۷ ۔

راتھ گڑھ ! ساگر ۲۲ میل مغرب صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے ۔ عرض البلد ۲۳ ۔ ۳۷ شمال ۔ طول البلد ۷۸ ۔ ۳۳ مشرق ۔ یہ ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس کا تعلق ۱۸۲۰ء میں سندھیا سے تھا اور اسے دس ہزار کی آمدنی ہوئی تھی ۔

رتلام :۔ صوبۂ مالوہ میں ایک وسیع اور اچھا بنا ہوا قصبہ جس میں ۱۸۲۰ء میں دو ہزار مکانات تھے ۔ عرض البلد ۲۳ ۔ ۱۹ شمال ، طول البلد ۷۵ ۔ ۵ مشرق ۔ سطح سمندر سے ۱۵۷۷ فٹ بلند ۔ یہ مقام کئی پرگنوں کا صدر مقام ہے جس کا تعلق راجہ رتلام سے ہے ، سنہ مذکور میں ان پرگنوں سے ۲۰۰۰۰۰ روپے کی آمدنی ہوئی جن میں سے ۴۸۰۰۰ بطور خراج سندھیا کو دیے گئے ۔ (۸) راجپوت تابعین کو دو ہزار سے بارہ ہزار روپیہ سالانہ تک جاگیریں جاگیری شرائط پر حاصل ہیں اور جو فوج جاگیردار مہیا کرتے ہیں وہ راجہ کی فوجی قوت کا جزو ہیں مگر چونکہ راجہ اس نواح میں خاص راجپوت سردار خیال کیا جاتا ہے ۔ اسے مغربی مالوے کے بعض دوسرے کم اہم سرداروں کی رضاکارانہ وفاداری اور گاہ گاہ کی مدد حاصل ہے ۔ ملاحظہ ہو جلد اول صہ ۱۲ ، صہ ۵۰۷ ۔

۵۱۳

سادڑی (Sadree) ادیپور سے (۲۶) میل مشرق شمال مشرق صوبۂ اجمیر میں ایک قصبہ ہے جس کا تعلق پرتاب گڑھ کے راجہ سے ہے ۔ عرض البلد ۲۴ ۔ ۲۵ شمال ۔ طول البلد ۷۴ ۔ ۳۰ مشرق ۔

سطح سمندر سے ۱۷۸۲ فٹ بلند
سارنگپور۔ صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں دو ہزار مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۳-۳۵ شمال۔ طول البلد ۷۶-۳۵ مشرق۔ یہ مقام دریائے کالی سندھ کے مشرقی جانب ہے اور سابق میں بہت وسیع مقام تھا مگر اس وقت اس کے نصف سے زیادہ آباد نہیں ہے۔ یہ ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس میں ۱۰۷ گاؤں ہیں۔ ان کا تعلق راجہ دیواس سے ہے۔ ۱۸۲۰ء میں ان ۱۷۲۵۶ روپے کی آمدنی ہوئی۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱۲
ست پورے کی پہاڑیاں۔ صوبۂ خاندیس میں پہاڑیوں کا ایک وسیع سلسلہ جو تقریباً ۷۶ درجے مشرقی البلد میں دریائے تاپتی کی وادی کی شمالی حد ہے۔
ساگر۔ بھوپال سے ترانوے میل شمال مشرق میں صوبۂ مالوہ کا ایک وسیع قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۳-۴۸ شمال۔ طول البلد ۷۸-۴۶ مشرق۔ حوالگی کے ذریعے سے پیشوا سے حاصل ہوا اور برطانی حکومت نے ۱۸۱۸ء میں اس پر قبضہ کیا۔ اس وقت یہ ایک مضبوط فوج کا مستقر ہے جس کی ضرورت وسطی ہند کے اس خطے کو مرعوب رکھنے کی ہے۔
دریائے سپرا۔ اس دریا کا منبع تلور کے مختصر قصبے (عرض البلد ۲۲-۳۲ شمال، طول البلد ۷۶-۴ مشرق) سے تین میل مغرب میں ہے۔ یہاں سے یہ دریا شمال جانب مڑتا ہوا اجین سے گزرتا ہے اور گنگا رڈ سے بارہ میل مغرب دریائے چمبل میں گرتا ہے۔ بارش کے زمانے میں یہ اکثر اپنے کناروں سے اوپر بہ نکلتا ہے۔ یہ پرگنہ دیواس اور ہلکر کے مقبوضات کے درمیان حد بندی کا کام دیتا ہے۔
سیتا مئو۔ صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں دو ہزار مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۴-۲ شمال طول البلد ۷۵-۲۶ مشرق۔ یہ ایک پرگنے کا دار الصدر ہے جس سے راجہ سیتا مئو کو سالانہ ڈیڑھ لاکھ کی آمدنی ہوتی ہے جس میں ساٹھ ہزار بطور خراج سندھیا کو دیے جاتے ہیں۔

۵۱۴

سیہور :- بھوپال سے ۲۲ میل مغرب جنوب مغرب دریائے ساون کے مشرقی کنارے پر صوبہ مالوہ کا ایک بڑا قصبہ ہے جس میں ایک اچھا بازار ہے - عرض البلد ۲۳-۱۳ شمال - طول البلد ۷۷-۱۱ مشرق - اس کا تعلق نواب بھوپال سے ہے اور ۱۸۲۰ء میں برطانی رزیڈنٹ کا جائے قیام اس غرض سے تھا کہ اس دربار سے تعلقات قائم کرے -

سینوٹ :- صوبۂ گجرات کا ایک قصبہ اور اسی نام کی ایک چھوٹی امارت کا دار لصدر ہے - عرض البلد ۲۳-۱۲، شمال - طول البلد ۷۳-۴۵ مشرق - یہ ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس میں ۱۰۶ گاؤں ہیں - اور ان کا تعلق رانا سینوٹ سے ہے، ۱۸۲۰ء میں ۴۵۰۰۰ روپے کی آمدنی ہوئی جن میں ۷۰۰۰ روپیہ سندھیا کو بطور خراج کے دیا جاتا ہے - سینوٹ کا ملک پہاڑی ہے - اور جنگل سے ڈھکا ہوا ہے - قلعے کے جنوب ایک گھاٹ ہے جس کی اہمیت معقول ہے - باشندوں کا ایک بڑا حصہ بھیل ہیں - جو رانا سے فوج مہیا کرنے کی قدیم جاگیری شرط پر گاؤں لئے ہوئے ہیں یہ مختصر ریاست مدت تک پنڈاریوں اور دوسرے لٹیروں کا شکار رہی ہے مگر اب اسے کسی قدر سکون حاصل ہے -

سرنگا پٹم :- صوبۂ میسور میں ایک شہر اور قلعہ - حیدر علی اور سلطان ٹیپو کی مختصر المدات اسلامی خاندان کے زمانے میں یہ میسور کا دار السلطنت تھا - عرض البلد ۱۲-۲۵ شمال طول البلد ۷۶-۴۵ مشرق - اس وقت اس پر ایک برطانی قلعہ گیر فوج کا قبضہ ہے -

سرونج :- صوبۂ مالوہ میں ایک بڑا کھلا ہوا قصبہ جو امیر خاں کی ملک ہے - عرض البلد ۲۴-۸ شمال - طول البلد ۷۷-۴۱ مشرق - ملاحظہ ہو جلد اول ۱۲

شاہ جہاں پور :- صوبۂ مالوہ میں ایک بڑا قصبہ ہے جس سے بشمول ضلع ۱۸۲۰ء میں ڈھائی لاکھ روپے سالانہ وصول ہوتے ہیں - عرض البلد ۲۳-۲۶ شمال طول البلد ۷۶-۲۰ مشرق اس مقام کا نام

اس کے بانی شاہ جہاں کے نام پر ہے اور بمرور ایام سندھیا کی ماں ینا بائی کو دیا گیا تھا مگر بعد کو بہیا بائی کو دیا گیا اور اس وقت اس کے پاس ہے، سالانہ حکومت کو ایک لاکھ اسی ہزار روپے ادا ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص۱۱۔

۵۱۵

شجال پور :۔ اجین سے ۶۳ میل مشرق شمال مشرق دریائے جمنیر کے مشرقی کنارے پر صوبۂ مالوہ کا ایک قصبہ ہے، عرض البلد ۲۳-۲۴ شمال طول البلد ۷۶-۴۰ مشرق یہ ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس سے ۱۸۲۰ء میں ۲۹۷۰۸ روپے وصول ہوئے۔

سونڈواڑہ :۔ صوبۂ مالوہ میں ایک قطعۂ ملک ہے جسے ایک غارتگر قوم سونڈی مدتوں تک تباہ کرتی رہی اور اسی قوم کے نام پر اس کا نام ہے۔ شرقاً و غرباً یہ اگر سے جھبیل تک پھیلا ہوا ہے اور جنوباً شمالاً پمپورہ سے اجین تک۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص۵۱۱ جلد دوم ص۲۴۴

سوئیل :۔ صوبۂ مالوہ میں ایک چھوٹا قصبہ ہے جس میں ۱۸۲۰ء میں (۴۰۰۰) باشندے تھے۔ عرض البلد ۲۴-۲۳ شمال طول البلد ۷۶-۳ مشرق یہ ۲۳ گاؤں کے ایک پرگنے کا صدر مقام ہے جس کا تعلق ملکہ سے ہے مگر اس کے گرد صرف ایک ہلکی سی دیوار ہے۔ ۱۸۲۰ء میں قصبہ اور ضلع دونوں سرسبز حالت میں تھے۔

سنواس :۔ ہنڈیا سے مغرب جنوب مغرب میں صوبۂ مالوہ میں ایک قصبہ ہے۔ عرض البلد ۲۲-۳ شمال۔ طول البلد ۷۶-۴۲ مشرق۔

تال :۔ صوبۂ مالوہ کا ایک قصبہ جس کا تعلق غفور خاں سے ہے۔ ۱۸۲۰ء میں اس میں ۷۴۱ مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۳-۴۲ شمال طول البلد ۷۵-۲۶ مشرق۔ یہ ۴۲ گاؤں کے ایک پرگنے کا صدر مقام ہے ۱۸۲۰ء میں اس سے ۵۳۲۸ روپے وصول ہوئے۔ گرد و نواح کا ملک سرسبز ہے مگر مقام زراعت کی بہت ہمت افزائی کرتا ہے۔

ٹونک:۔ صوبۂ اجمیر میں ایک راجپوتی قصبہ ہے جو برسوں تک ہلکر کے خاندان کا ایک ضمیمہ تھا۔ عرض البلد ۲۶ ۱۲ شمال۔ طول البلد ۵، ۳۰ مشرق۔ جے پور سے پچاس میل جنوب۔ ۱۸۱۸ء میں یہ برطانی حکومت کو حوالے کیا گیا۔

تلوک واڑہ:۔ صوبۂ گجرات کا قصبہ جس کا تعلق گیکوار سے ہے ۱۸۲۰ء میں اس میں ۳۰۰ مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۱، ۵۷ شمال۔ طول البلد ۷۳، ۳۷۔ مشرق۔ یہ نربدا کے داہنے کنارے پر ہے اور اینٹ کا ایک مستطیل چھوٹا سا قلعہ ہے جو دو طرف قصبے سے گھرا ہوا ہے مگر کچھ مضبوط نہیں ہے۔ چند سوار اور بندوقچی یہاں متعین ہیں۔

۵۱۶

اون:۔ صوبۂ مالوہ میں ایک خراب شدہ قصبہ جس کا تعلق ہلکر سے ہے ۱۸۲۰ء میں اس میں ۱۱۳ مکانات تھے۔ عرض البلد ۲۱، ۵۰، شمال طول البلد ۷۵، ۳۲ مشرق۔

کرگون:۔ سے دس میل زمانۂ سابق میں یہ ایک بڑا شہر ہے۔ مگر اب صرف اس لئے نمایاں ہے کہ اس میں جینی مندروں کے کثیر التعداد آثار ہیں کہا جاتا ہے کہ ایک وقت میں ان کی تعداد (۹۹) تھی۔ اس وقت (۲۰) سے زائد کے نشانوں کا صاف پتا چل سکتا ہے جن میں بعض معقول طور پر محفوظ ہیں۔

جو کتبات اس وقت تک اون میں منکشف ہوئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت قدامت کا مقام ہے۔ ان کی تاریخیں دوسری صدی عیسوی کی ہیں۔ اون سے سنگ تراشی کے جو نمونے لائے گئے ہیں وہ غالباً ہندوستان کی ہر ایک موجودہ کاریگری سے برتر ہیں۔ اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ نہایت قدیم زمانے میں یہ فن بہت ترقی کر گیا تھا۔ یہ نام سنسکرت oona سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ننانوے سے ایک کم اور حسب روایت قدیم یہی ان مندروں کی تعداد تھی جن کا بنانا بانی کو مقصود تھا۔

یسوع گڑھ:۔ vesugurs (عیسیٰ گڑھ) یہ مقام

صوبۂ امیروارہ میں ہے (اس کا سابق نام اوندہ تھا جسے راگو رگڑھ کے خاندان کے ایک حکمراں ارجن لال نے (جس نے اس مقام پر قبضہ کر لیا تھا) بدلکر بھاروگڑھ کر دیا۔ اس کا موجودہ نام ایک اصطباغی پادری کا دباؤ ہے (جو دولت راؤ سندھیا کے عیسوی سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار تھا) یہ نام اس نے اب سے پندرہ برس پہلے رکھا تھا جب وہ اس مقام کا مالک ہو گیا تھا۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۲۷۲ و ۲۷۳۔

تمت

۵۱۷

اشاریہ

اس میں ایسی اصطلاحوں کی تفہیم بھی شریک ہے جو ہندوستان کیلئے مخصوص ہیں

۵۱۸

۵۱۹

۵۲۰

۵۲۱

۵۲۷

۵۲۷

۵۲۸

۵۲۹

۴۲۴م

۵۳۵

۵۳۶

۵۳۷

۵۳۹

۵۴۰

۵۴۳

۵۴۴

صحت نامۂ

تاریخ وسط ہند جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲	۱۹	کی	کے	۲۳	۲	دانہ	دارانہ
"	حاشیہ سطر ۶	حوض	عوض	۳۱	۳	مالگذاری	مالگذاری کے
۳	۱۴	ہوسناکی	ہوسنا کی	"	۶	ہے	ہے کہ
"	۱۸	اشندوں	باشندوں	۳۲	حاشیہ سطر ۳	گرتے	کرتے
۴	حاشیہ سطر ۲	تعبر	تغیر	۳۳	۸	یٹہ	پٹہ
"	۴	ملکر	ہلکر	۴۱	۱۷	منب	منصب
"	۵	ہیں	ہے	۴۴	۱۰	گگا	گا
"	۵	وہ	جو	۴۵	۱۱	معمول	معمولی
۱۰	۱۴	کاہے	کا ہے	"	حاشیہ سطر ۵	یوارڑ	پوارڑ
۱۱	۱۰	بیچ	بیچ	۴۶	" ۱۲	اچین	اجین
"	۱۴ "	یہاں	جہاں	۴۹	۸	وقمت	وقت
۱۲	۹	گاؤں میں	.	"	حاشیہ سطر ۲	بقابا	بقایا
۱۷	۱	مثال	مثال کی	"	۶	بعص	بعض
۲۱	۱۰	رہے	رہیں	"	۵ ، ۷	اُس	اس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۴۹	حاشیہ سطر ۱	صلع	ضلع	۷۲	حاشیہ سطر ۲	بہاون	بٹاون
۵۰	" ۴	انتقاع	انقطاع	"	" ۴	تنادلہ	تبادلہ
۵۳	۱۲	وقت	دقت	۷۳	۱	ہہت	بہت
"	۱۴	شاع	شاخ	"	حاشیہ سطر ۲	وو	وہ
۵۷	۵	کے	کی	۷۶	۱	کمینیوں	کمپنیوں
"	حاشیہ سطر ۱۲	بھتی	بھٹی	"	۸	آشوپ	آشوب
۵۸	" ۱۴	زیوز	زیور	۷۸	۱۷	اناہی	انتاہی
۵۹	۲۱	ہیں	ہے	۷۹	۲	فامدہ	فائدہ
۶۰	حاشیہ سطر ۱	من	میں	"	حاشیہ سطر ۱۲	پانج	پانچ
"	" ۹	تشخیس	تشخیص	"	۱۷	کیوبچی	لیوبچی
۶۲	" ۲	پر	بر	۸۴	۲	تحمیے	تخمینے
"	" ۸	سکتا	سکتی	"	۱۵	رقی	ترقی
"	" ۹	جاتا	جاتی	۹۸	حاشیہ سطر ۱	اوپور	اودیپور
۶۳	۵	ہوتی	ہوتا	۱۰۱	۱۹	۱۹۱ سمہ	ہمبت ۱۹۱
"	"	زشبو	خوشبو	"	حاشیہ سطر ۲	منطور	منظور
۶۴	۲۲	ے	سے	۱۰۴	۱۰	تبذل	بتذل
۶۷	حاشیہ سطر ۱	انح	انچ	۱۱۱	۳	ا پنے	اپنے
۷۰	۱۰	و	وہ	۱۱۳	۲	متوقع	موقع
"	حاشیہ سطر ۳	آیک	ایک	"	۱۰	بہ اوررا ودیپور	بلہ اوراودیپور
۷۱	" ۱	ہوگئی	ہوگی	۱۱۶	۶	لٹرے	لٹیرے
"	" ۴	نغیرات	تغیرات	"	۲۳	پرشتش	پرستش
۷۲	۱۲	آخرالذکر	آخرالذکر	۱۲۴	۲۵	پہتی	پہنتی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۲۶	۱۳	بے یلے	ہے پلے	۱۶۰	۹	دنیاوی	دنیوی
"	حاشیہ سطر ۴	سو	ہو	۱۶۳	۲	قصائے	قضائے
"	"	میں	ہیں	۱۶۹	حاشیہ سطر ۷	وقوعے سے	وقوعے سے
۱۲۸	"	گر	گمر	"	۸۰	مضر	مضر
۱۳۷	۱۴	مغرلی	مغربی	۱۸۲	۷	جودہ	چودہ
۱۴۵	حاشیہ سطر ۴	کے	کی	"	۱۹	تربیت	تربیت
۱۴۶	۹	کے	کی	۱۸۴	۱۲	آگر	آگرے
۱۴۷	۴	رہتی	رہتے	۱۸۵	۱۵	انیتقال	انتقال
۱۴۹	۱۶	کرتے ہیں	کرتے میں	"	۱۷	بالیاتی	مالیاتی
"	۴	گھ	گمر	۱۹۱	۷	کوڑھ	گوڑھ
۱۵۰	۱۲	لے	لیے	۱۹۳	۱۱	توت	قوت
"	۱۵	نعلق	تعلق	۱۹۸	۵	ہلر	ہلکر
"	۲۱	ایچھی	اچھی	۲۰۳	۲۱	ایل	ایک
"	۲۲	بھیلوں	بہیلول	۲۰۴	حاشیہ سطر ۲	جن کے	جس کا
۱۵۱	۵	بلا	با	۲۰۹	۲۰	مشقل	مشتقل
"	حاشیہ سطر ۱	کنتور	گنتور	"	۲۱	قوں	قول
۱۵۳	۳	قابل	قاتل	۲۱۳	۲	پید	پیدا
"	۴	ٹیگ	ٹھگ	"	۵	راہ رسم	راہ و رسم
۱۵۴	۲۱	اپنے	اپنی	"	۶	کروہوں	گروہوں
۱۵۵	۴	گر	کر	۱۲۱	۲۵	ہمارے	ہماری
۱۵۷	حاشیہ سطر ۱	ارجا	اوجا	۲۲۷	۳	ہونا چاہیے	ہونے چاہئیں
۱۵۹	۵	سرکشی کو دور	سرکشی کے دور	۲۳۱	۲۵	ہمارے	ہماری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲۳۴	۱۴	ہوتے ہیں	ہونے میں	۴۱۸	۱۶	زاہل	زائل
۲۳۹	۱۱	تنازغات	تنازعات	۴۲۳	۲۱	بشتر	بیشتر
۲۴۰	۲۱	ارکان انکا	ارکان کا	۴۲۶	۲۰	پو	ہو
۲۴۴	۱۰	فراد	افراد	۴۲۷	۱۵	منی	مبنی
۲۴۵	حاشیہ سرخی	ملحظات	ملحوظات	۴۲۹	۱۱	معرکتہ آلارا	معرکتہ الآرا
۲۵۵	حاشیہ سطر ۱	مدارس	مدراس	۴۳۰	۲۱	االخصار	انحصار
۲۵۶	۱۷	جب کہ	جب تک کہ	۴۳۱	۷	ششش	کوشش
۲۷۱	۲	میوار	میواڑ	۴۳۲	۲۰	ذریغے	ذریعے
۲۷۴	۲۰	بونیسٹ	بونیٹ	۴۳۶	۲۵	تے	کرتے
۲۷۹	۵	کی جی	کی نہ جی	۴۴۹	۴	رہیں	رہیں
۲۹۱	۲۲	پایا تا ہے	پایا جاتا ہے	״	۲۰	چاہیے	چاہیئے
۲۹۳	۶	مالپور	مانپور	۴۷۳	۶	صوبہ	صوبہ
۲۹۵	۱	پتھر بامرکب	پتھریا مرکب	۴۷۹	۱	دھا	دھار
۲۹۶	۱۳	ہپراتی ہو	لہراتی ہوئی	۴۸۱	۱۳	صوبہ ا	صوبۂ ا
۲۹۷	۱۷	شروح	شروع	۴۸۲	۱۴	رباہ مسرقی	زیادہ مشرقی
۳۷۸	۱۷	اس اس	اس	۴۸۴	۴	شرق میں	شرق
۳۸۰	۱۷	رسال	رسائل	״	۱۰	و	ہو
۳۸۲	۲	پا	یا	۴۸۷	۲۱	فتحر	فتح
۴۰۸	۲۰	ادئی	ادائی	۴۸۸	۵	عرص	عرض
۴۰۹	۵	پچھلے	پچھلے	״	۱۶	״	״
۴۱۲	۱۲	پہیم	بھیم	۴۹۲	۲۱	جگدیس	جگدیش
۴۱۴	۲	معاہدئی	معاہدہ	۴۹۶	۱۰	سابتعا	سابقا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۸۹۴	۴	۰	Cundwoh.	اشاریہ ۵	۱۵	نا	ما
۵۰۰	۷	طویل	طول	،، ۸	۵	محردل	محرروں
۵۰۵	۴	Nobye	Nolye	،، ۹	۲۲	گوج	گورجر
۵۰۶	۴	اوے	اوے	،، ۱۰	۷	طراف	اطراف
،،	۱۲	،،	،،	،، ۱۲	۲۰	ہمارت	ہبارت
۵۱۳	۲۰	۲۲ب ۳	۳۰-۲۲	،، ۱۷	۱۰	برگوجبذ	برگورجر
،،	۲۲	۲۲ - ۴	۴۰-۲۲	،، ۱۸	۲۳	روپیول	روپول
اشاریہ ۲	۳	گنگگا	گنگا	،، ۲۰	۳	کوٹھ	کوٹہ
،، ۴	۴	بندھیل	بندیل				